تالیف : محمود شکری آلوسی

ترجمہ : پیر محمد حسن

مرکزی اردو بورڈ

بلوغ الارب

جلد سوم

Marfat.com

Marfat.com

بلوغ الارب

جلد سوم

ذخیرہ

تالیف

محمود شکری آلوسی

ترجمہ و حواشی

ڈاکٹر پیر محمد حسن

ایم ۔ اے ، پی ایچ ۔ ڈی

شیخ الادب و صدر شعبۂ عربی

جامعۂ اسلامیہ ، بہاولپور

مرکزی اردو بورڈ

۳۶ جی ، گلبرگ ، لاہور

Marfat.com

جملہ حقوق محفوظ

بار اول
دسمبر ، ۱۹۶۷ء

59925

ناشر

اشفاق احمد
ڈائرکٹر ، مرکزی اردو بورڈ
۳۶ جی ، گلبرگ ، لاہور

طابع

سید نظر علی شاہ
منتظم ، میزان پرنٹنگ پریس
۲۷ بی ، شاہ عالم مارکیٹ ، لاہور

قیمت

روپے

CENTRAL URDU BOARD
مرکزی اردو بورڈ
20/=

Marfat.com

پیش لفظ

" بلوغ الارب " کی تیسری جلد پیش خدمت ہے۔ یہ کتاب عربوں کے حالات پر ایک مستند و معتمد کتاب ہے۔ عربوں کے حالات سے واقفیت محض اس لیے ضروری نہیں کہ ہمارے ان کے ساتھ گہرے مذہبی، سیاسی اور ثقافتی رشتے ہیں بلکہ اس لیے ضروری ہے کہ ہم اس انقلاب کی معنویت کو سمجھ سکیں جو اسلام کی صورت میں عربوں کے درمیان برپا ہوا تھا۔

" بلوغ الارب " عرب معاشرے کی ایک جیتی جاگتی تصویر ہے جس میں اسلام کا ظہور ہوا۔ اسلام کے تاریخی کارنامے کو پوری طرح سمجھنے کے لیے اس معاشرے کی ایک بھرپور تصویر درکار تھی۔ اس تصویر میں محمود شکری آلوسی نے رنگ بھرا اور ڈاکٹر پیر محمد حسن صاحب نے اسے اردو میں منعکس کیا ہے۔ مرکزی اردو بورڈ لاہور کی طرف سے اردو ترجمے کی پہلی دو جلدیں بالترتیب مئی ۱۹۶۷ء اور اگست ۱۹۶۷ء میں زیور طباعت سے آراستہ ہو چکی ہیں، امید ہے کہ یہ تیسری جلد بھی اسلامیات، تاریخ اور عمرانیات کے طالب علموں کی گہری دلچسپی کا باعث ہوگی۔

اپنے موضوع پر بہترین کتاب ہونے کے باوجود " بلوغ الارب " کے عربی نسخے میں تحقیق اور طباعت کی کچھ غلطیاں رہ گئی تھیں۔ فاضل مترجم نے ترجمے پر اکتفا نہیں کیا بلکہ مآخذ کی طرف رجوع کر کے اغلاط کا پتا چلایا، ان کی نشاندہی کی اور ساتھ ہی مآخذ کا حوالہ دیدیا ہے اس طرح اصل متن کی تصحیح بھی ہو گئی ہے اور ترجمے نے نہ صرف اس اہم کتاب کو دنیائے اردو کے لیے عام کر دیا ہے بلکہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ اگر " بلوغ الارب " کا اصل عربی متن پھر سے شائع ہو اور اردو ایڈیشن کے حواشی کو پیش نظر رکھا جائے تو کتاب پہلے سے بہتر اور اعلیٰ صورت اختیار کر لے گی۔

Marfat.com

Marfat.com

ترتیب

جاہلیت میں عربوں کی آگوں کا بیان ، ۹
زمانہ جاہلیت کے شاہان عرب اور دیگر مناسب امور کا بیان ، ۲۱
بادشاہوں کے وہ القاب جو عربوں کے یہاں رائج ہیں اور دیگر مناسب امور کا بیان ، ۴۶
عربوں کے گھرانے ، ۴۸
ملوک عرب میں سے کس نے سب سے پہلے انعام دینے کا طریقہ جاری کیا ، ۵۷
جاہلیت میں عربوں کے درہم ، ۵۹
جاہلیت میں شاہی سلام اور دیگر مناسب امور ، ۵۹
عرب موحدین ، ۶۶
بت پرست ، ۶۷
کسی قدر بتوں کے حالات کا بیان ، عربوں کے بت بنانے کا سبب کیا تھا ، نبی اکرم ؐ نے انہیں کیسے فنا کیا ، ۸۷
بت پرستی کے دیگر اسباب ، ۹۵
سورج پرست ، ۱۰۰
اور ایک اور گروہ نے چاند کا بت بنا لیا ، ۱۰۱
عربوں میں ایک قسم دھریوں کی ہے ، ۱۰۹
عربوں کی ایک قسم کا جھکاؤ صابیوں کی جانب ہے ، ۱۱۷
عربوں کی ایک قسم زندیق تھی ، ۱۲۹
ان میں سے ایک صنف جنوں کی پوجا کرتی تھی ، ۱۳۵
ان میں سے ایک قسم نے آگ کو پوجا ، ۱۳۸
اور عربوں کی ایک قسم ستارہ پرست تھی ، ۱۴۷
عربوں کی ایک قسم یہودی مذہب کی پیرو تھی ، ۱۴۹
عربوں کی ایک قسم عیسائی مذہب پر تھی ، ۱۵۲
بعض ان لوگوں کا ذکر جو عہد جاہلیت میں عربوں کے دین پر قائم رہنے کی وجہ سے مشہور تھے ، ۱۵۷
عہد جاہلیت میں عربوں کے اعمال اور عبادات ، ۲۴۶
عرب عہد جاہلیت کے وہ اعمال جنھیں اسلام نے باطل قرار دے دیا ، ۲۷۶

Marfat.com

عربوں کے طریقوں میں سے ایک طریقہ رتم ہے، ۳۱۳
شریعت میں بھوت اور چڑیل کے متعلق کیا کچھ وارد ہوا ہے، ۳۸۴
جنوں کے دیکھنے کے متعلق عربوں کے اشعار قصے اور ان سے گفتگو اور ان کی آوازیں وغیرہ، ۳۹۲
سفر پر جا کر لا پتا ہو جانے والے کے بارے میں عربوں کا طرز عمل، ۴۴۰
اور ان کے یہاں ایک رسم مرنے والے پر نوحہ اور واویلا وغیرہ کرنا بھی تھی، ۴۵۸
عربوں کی ایک رسم پیشانی کے بال کاٹ دینا تھی، ۴۶۸
عربوں کا ایک طریق زبان بندی بھی تھا، ۴۷۳
ان کے یہاں ایک رسم سینے کو خون سے رنگنا بھی تھی، ۴۷۶
ان کے یہاں ایک رسم تعقبہ بھی تھی، ۴۷۷
بادشاہوں اور دیگر لوگوں کا خون بہا ادا کرنے کے معاملے میں عربوں کا طریق عمل، ۴۸۶
ان کے یہاں ایک رسم یہ بھی تھی کہ جب تک خون کا بدلہ نہ لے لیتے اپنی ذات پر شراب حرام کیے رکھتے، ۴۸۹
عربوں کے یہاں خلیع اور ملعون شخص کے بارے میں بھی ایک طریق عمل تھا، ۴۹۴
عربوں کے یہاں ایک طریقہ یہ بھی تھا کہ ایک طاقتور انسان کسی چراگاہ کو اپنی ذات کے لیے مخصوص کر لیتا تھا، ۵۰۲
عہد جاہلیت میں عربوں کے ہاں ایک رسم بحیرہ اور سائبہ بنانے کی بھی تھی، ۵۱۰
عہد جاہلیت میں عربوں کی ایک رسم زندہ درگور کرنا بھی تھی، ۵۲۲
عہد جاہلیت میں عربوں کی ایک رسم قماربازی بھی تھی، ۵۴۵
تیروں کے ذریعے قرعہ اندازی بھی عربوں کی ایک مشہور رسم تھی، ۵۷۴
عربی مہینے اور ان کے ناموں کے مآخذ، ۵۹۳
زمانۂ جاہلیت میں عربوں کے علوم و معارف، ۶۰۰
شعرائے عرب کا شاعری کو کمائی کا ذریعہ بنانے سے نفرت کرنا، ۶۱۶

Marfat.com

جاهلیت میں عربوں کی آگوں کا بیان

عرب آگ جلانے کے بڑے شوقین تھے۔ وہ آگ جلا کر اُن حادثات سے اور ان عوارض سے جو انھیں پیش آتے دوسروں کو آگاہ کر دیتے تھے۔ آگوں کی تعداد بہت سی ہے۔

ان میں سے ایک (نار القِریٰ) ہے۔ یہ وہ آگ ہوتی تھی جسے مہمانوں کی (اپنے) مکان کی طرف رہبری کے لیے جلایا جاتا تھا۔ اسے (نار الضیافت) بھی کہا جاتا تھا۔ وہ اس کو کسی بلند جگہ پر جلاتے تھے تاکہ یہ شہرت پا جائے۔ بعض اوقات یوں بھی ہوتا کہ یہ آگ جلانے کے لیے مندلی الرطب بھی استعمال کیا جاتا۔ [مندلی، مندل کی طرف منسوب ہے اور یہ ایک قسم کا عطر تھا (مندل ہندوستان کے ایک شہر کا نام ہے) یا اسی قسم کی کوئی اور چیز ہوتی جسے دھونی دینے کے لیے استعمال کیا جاتا۔ (اس کا مقصد یہ ہوتا کہ) نابینا کو بھی اس طرف کا راستہ معلوم ہو جائے۔ اس بات کا پتا عربوں کے اشعار سے چلتا ہے۔ یہ آگ باقی تمام قسم کی آگوں سے زیادہ قابل قدر سمجھی جاتی تھی۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ یہ مہمانوں کی ان کے گھروں کی طرف رہنمائی کرتی تھی۔ عرب اپنے اشعار میں اس امر پر فخر کیا کرتے تھے۔ اعشیٰ کہتا ہے:

لَعَمْرِیْ لَقَدْ لَاحَتْ عُیُوْنٌ کَثِیْرَۃٌ
اِلٰی ضَوْءِ نَارٍ فِیْ یَفَاعٍ تُحَرَّقُ

اپنی جان کی قسم بہت سی نگاہوں نے اس آگ کی طرف دیکھا جو ایک بلند جگہ پر جلائی گئی تھی

تُشَبُّ لِمَقْرُوْرَیْنِ یَصْطَلِیَانِہَا
وَبَاتَ عَلَی النَّارِ النَّدٰی وَالْمُحَلَّقُ

یہ آگ ان دو آدمیوں کے لیے جلائی جاتی ہے جنھیں سردی لگ گئی

Marfat.com

ہے اور وہ اسے سینک رہے ہیں اور محلّق رات بھر آگ پر موجود رہا
اور سخاوت بھی رات بھر جاری رہی

[۲ : ۱۶۲] اور ان میں سے ایک " نار المزدلفہ " ہے اور یہ وہ آگ تھی جسے اس لیے جلایا جاتا تھا کہ جو لوگ عرفہ سے روانہ ہوں وہ اسے دیکھ سکیں ۔ جس شخص نے سب سے پہلے مزدلفہ میں یہ آگ جلائی وہ قصی بن کلاب تھا ۔ یہ آگ جیسا کہ بیان کیا جاتا ہے آج تک قائم ہے ۔

اور ان میں سے ایک " نار التحالف " ہے ۔ جب عرب قسم کھانا چاہتے تو آگ جلاتے ، اس کے پاس آ کر حلف اٹھاتے اور دعا کرتے کہ جو اس عہد کو توڑے خدا اسے محروم رکھے اور آگ کی منفعت اس تک نہ پہنچنے دے ۔ عرب اس میں نمک اور گندھک ڈالتے ، جب یہ تیز ہو جاتی تو قسم اٹھانے والے سے کہتے : یہ آگ تجھے دھمکی دے رہی ہے ۔ چنانچہ اگر قسم کھانے والا باطل پر ہوتا تو قسم کھانے سے باز آ جاتا اور اگر بے گناہ ہوتا تو قسم کھا لیتا ، اسی لیے اسے " نار المُھَوِّل " بھی کہا جاتا ہے ۔ آگ کو انھوں نے (قسم کھانے کے لیے) اس لیے مخصوص کیا کہ تمام حیوانوں میں سے صرف انسان ہی اس سے فائدہ اٹھاتا ہے ۔

اور ان میں سے ایک " نار الغدر " ہے : جب کوئی شخص اپنے پناہ گزیں سے غداری کرتا تو وہ ایام حج کے دوران میں مِنٰی میں اخشبین[1] پر آگ جلاتے اور پھر بلند آواز سے کہتے یہ فلاں کی غدّاری ہے لوگوں کو اس سے بچنا چاہیے ۔

[۲ : ۱۶۳] ان میں سے ایک " نار السلامہ " ہے ۔ جب کوئی شخص سفر سے صحیح و سلامت اور دولت لے کر آتا تو اس وقت یہ آگ جلائی جاتی تھی ۔

ان میں سے ایک " نار الطرد " ہے ۔ جو شخص ان کے ہاں سے چلا جاتا اور عرب یہ چاہتے کہ وہ واپس نہ آئے تو اس کے پیچھے یہ آگ

---

۱ ۔ اخشبان مکے کے دو پہاڑوں کو کہتے ہیں یعنی ابو قبیس اور قعیقعان ۔ اس ضمن میں اور اقوال بھی ہیں ۔

Marfat.com

جلائی جاتی تھی پھر اس کے لیے بد دعا کرتے ہوئے کہا کرتے :

خدا اسے ہم سے دور رکھے اور تباہ کرے اور اس کے پیچھے پیچھے آگ جلائے۔

ان میں سے ایک " نار الاُھبہ " ہے۔ یہ آگ جنگ کے لیے تیاری کرنے کی خاطر جلائی جاتی۔ جب وہ کسی کے خلاف جنگ کرنے کا ارادہ رکھتے اور کسی (امدادی) فوج کی آمد کی ان کو توقع ہوتی تو پہاڑ پر آگ جلا دیتے تا کہ انھیں اطلاع ہو جائے اور وہ آ جائیں۔

ان میں سے ایک " نار الصید " ہے۔ وہ اس آگ کو ہرنوں کے لیے جلاتے تھے تا کہ جب وہ اسے دیکھیں تو ان کی آنکھیں چندھیا جائیں۔ اس سے وہ شتر مرغ کے انڈے بھی ڈھونڈا کرتے تھے۔

ان میں سے ایک " نار الاسد " ہے۔ جب شیر کا ڈر ہوتا تو یہ آگ جلائی جاتی کیونکہ شیر آگ کو دیکھ کر خوفزدہ ہو جاتا ہے اور وہ راہرو کی طرف سے غافل ہو جاتا ہے۔ بعض کہتے ہیں : جب شیر آگ کو دیکھتا ہے تو اسے فکر دامن گیر ہو جاتی ہے اور یہ اپنے ارادے سے باز رہتا ہے۔ مینڈک بھی جب آگ کو دیکھتا ہے تو متحیر ہو جاتا ہے اور ٹرانا چھوڑ دیتا ہے۔

ان میں سے ایک " نار السلیم " ہے۔ یہ مار گزیدہ کے لیے جلائی جاتی تھی جب اسے نیند نہ آتی ، مجروح کے لیے بھی جلاتے جب خون نکل جانے سے وہ کمزور ہو جاتا اور اس شخص کے لیے بھی جلاتے جسے کوڑے مارے گئے ہوتے یا جسے دیوانے کتے نے کاٹ لیا ہوتا تا کہ یہ لوگ سوئیں نہیں ورنہ بیماری اور تکلیف کے بڑھ جانے کا اندیشہ ہوتا جس کا انجام موت ہوتا۔

ان میں سے ایک " نار الفداء " ہے۔ جب کوئی بادشاہ کسی قبیلے کو قید کر لیتا تو اس قبیلے کے سردار نکل کر بادشاہ کے پاس آتے اور وہ یہ پسند نہ کرتے کہ عورتوں کو روز روشن میں ملیں۔ کیونکہ اس میں ان کی رسوائی ہوتی تھی اور تاریکی میں جس قدر بھی عورتیں وہ چن کر

Marfat.com

لیا اور ان کو لے کر اس آگ کی طرف گیا ۔ خالد کے پاس ایک دُرّہ بھی تھا تاآنکہ وہ اس آگ کی ایک طرف تک پہنچ گیا اس وقت اس کی لاٹ نکل چکی تھی اور یوں معلوم ہو رہا تھا کہ وہ اونٹ کی گردن ہے ۔ لاٹ [۲ : ۱۶۵] نے آواز نکالی ، لوگوں نے کہا : خدا کی قسم بنی عبس کے شیوخ ہمیشہ کے لیے تباہ ہو گئے مگر خالد نے کہا : ایسا ہرگز نہ ہوگا اور اسے دُرّے سے مارنا شروع کیا ساتھ ساتھ کہتا جاتا : ظاہر ہو گیا ، ظاہر ہو گیا ، اللہ کی ہر ہدایت کو لوگوں تک پہنچا دیا جائے گا ۔ میں اللہ کا بندہ خالد بن سنان ہوں ۔ اس کے بعد وہ درہ مارتا چلا گیا یہاں تک کہ لاٹ واپس ہو گئی ۔ اس کے بعد خالد نے اس کا پیچھا کرنا شروع کیا ۔ وہ لوگ بھی اس کے پیچھے پیچھے جا رہے تھے ۔ یوں معلوم ہو رہا تھا کہ وہ ایک سانپ ہے جو وادی کے پتھروں سے رگڑ کھاتا چلا جا رہا ہے تاآنکہ وہ ایک گڑھے تک پہنچ گیا اور اُس میں گھس گیا ، خالد بھی دور تک اس کے پیچھے پیچھے گیا ، یہ دیکھ کر خالد کے ایک چچا زاد بھائی نے جس کا نام عروہ بن شبہ تھا کہا : میرا خیال ہے کہ اب خالد نکل کر نہیں آ سکے گا مگر جب خالد نکلا تو ان (کے جسم) سے پانی ٹپک رہا تھا اور وہ کہہ رہا تھا راعنتہ المعزٰی کے بیٹے کا خیال تھا کہ میں نکل کر نہ آ سکوں گا ۔ اسی وجہ سے انھیں بنو راعنتہ المعزٰی کہا گیا ۔

رہی '' نار السّعالی '' تو یہ ایک چیز ہوتی ہے جو وطن سے دور اور ویران جگھوں میں جانے والوں کے لیے واقع ہوتی ہے ۔ ابو المضراب عبید بن ایوب کہتا ہے :

وَلِلّٰهِ دَرُّ الغُولِ أيُّ رَفِيقَةٍ
لِصَاحِبِ دَوٍّ خَائِفٍ مُتَقَفِّرِ

چڑیل کا اللہ بھلا کرے یہ جنگل میں جانے والے ، ڈرنے والے اور تلاش کرنے والے کے لیے کیسی رفیقہ ہوتی ہے

أرَنَّتْ بِألحَانٍ بَعْدَ لَحْنٍ وَ أوْ قَدَتْ
حَوَالَيَّ نِيْرَانًا تَبُوخُ وَ تَزْهَرُ

Marfat.com

یہ اپنی زبان میں چلاتی رہی اور اس نے میرے گرد آگیں جلائیں جو کبھی مدھم پڑ جاتیں اور کبھی روشن ہو جاتیں

رہی " نار الحباحب " تو یہ ہر اس آگ کو کہتے ہیں جس کی کوئی اصل نہ ہو مثلاً وہ آگ جو جانوروں کے نعلوں وغیرہ کے زمین پر پڑنے سے روشن ہوتی ہے -

اب رہی " نار الیراعہ " کو تو یراعہ (جگنو) ایک چھوٹا سا پرندہ ہوتا ہے جو رات کے وقت اڑتا ہے تو تو اسے انگارا خیال کرتا ہے ، اور بھی ایک قسم کا پروانہ ہوتا ہے جو رات کے وقت اڑتا ہے تو اسے شرارہ خیال کیا جاتا ہے -

[1]پہلا شخص جس نے یہ آگ جلائی ابو حباب بن کاب بن وبرہ بن تغلب بن حلوان بن عمرو بن الحاف بن قضاعہ ہے - لہٰذا کہتے ہیں " نار ابی حباحب " - اس کی روداد جس طرح کہ ابن الکلبی سے منقول ہے یہ ہے - وہ کہتا ہے : گزشتہ زمانے میں ابو حباحب عربوں کا ایک بخیل شخص تھا وہ رات کے وقت اس ڈر سے آگ نہ جلاتا تھا کہ کہیں کوئی آگ لینے نہ آ جائے اور اگر (بالفرض) وہ جلا بھی دیتا اور کوئی روشنی حاصل کرنے کا خواہشمند اسے دیکھ لیتا تو وہ اسے فوراً بجھا دیتا لہٰذا عرب بخل اور وعدہ خلافی میں اس کی مثال دیتے تھے اور کہتے تھے : [۲ : ۱۶۶] (اَخْلَفُ مِنْ نار ابی حُبَاحب) ابو حباحب کی آگ سے بھی زیادہ بے وفا -

ابن الشجری اپنی امالی میں کہتا ہے : حباحب ایک شخص تھا جس کے بخیل ہونے کی وجہ سے کوئی اس کے مال سے فائدہ نہ اٹھا سکتا تھا لہٰذا ہر وہ آگ جس سے کوئی فائدہ نہ اٹھا سکے اس کی طرف منسوب کر دی گئی - چنانچہ گھوڑوں کے سموں کے پتھر پر پڑنے سے جو آگ نکلتی

---

۱ - یہاں پر عبارت بے ربط ہے اور " نار الیراعہ " کا ذکر ہے اور اس سے پہلے " نار الحباحب " کا ذکر تھا - " نار الیراعہ " جلائی نہیں جاتی یہ تو جگنو کی قدرتی اور فطرتی روشنی ہوتی ہے -

Marfat.com

ہے اسے نار الحباحب کہا گیا ۔ نابغہ تلواروں کی صفت میں کہتا ہے :

وَيُوقِدْنَ بِالصُّفَّاحِ نَارَ الْحُبَاحِبِ

یہ پتھروں پر (پڑ کر) نار حباحب روشن کرتی ہیں

اور کمیت نے اس کے نام کو ضرورت (شعری) کی وجہ سے اپنے اس شعر میں کنیت بنا دیا ہے :

يَرَى الرَّاؤن بِالشَّفَرَاتِ مِنْهَا
كَنَارِ أَبِي حُبَاحِبَ وَالظُّبِيْنَا

دیکھنے والے ان کی دھاروں اور اطراف میں ابو حباحب کی آگ کے سے (انگارے) دیکھتے ہیں

اور قُطامی کہتا ہے :

أَلَا إِنَّمَا نِيرَانُ قَيْسٍ إِذَا شَتَوا
لِطَارِقِ لَيْلٍ مِثْلُ نَارِ الْحُبَاحِبِ

جب قحط سالی ہوتی ہے تو رات کے آنے والے کے لیے قیس کی آگیں " نار حباحب " کی طرح ہوتی ہیں

ابن شجری کا بیان ختم ہوا اور یہی تحقیق شدہ بات ہے ۔ موصلی نے عسکری کی کتاب الاوائل کی پیروی کرتے ہوئے جو کچھ لکھا ہے وہ تحقیق شدہ بات نہیں ہے ۔

ابن قتیبہ ابیات المعانی میں " نار التحالف " کے متعلق کہتا ہے : عرب آگ کی قسم کھایا کرتے تھے ۔ ان کی ایک آگ تھی جس کے متعلق کہا جاتا تھا کہ وہ یمن کے گڑھوں میں تھی ۔ اس پر پجاری مقرر ہوتے تھے ۔ جب کسی قوم میں گڑبڑ پڑ جاتی اور وہ اس آگ کی قسم کھاتے تو گڑ بڑ ختم ہو جاتی ۔ اس آگ کا نام " هُولَة " اور " مُهَوِّلَة " تھا ۔ جب پجاری کے پاس کوئی شخص لایا جاتا تو وہ اسے اس آگ کی قسم کھانے سے ڈراتا ، آگ کا منتظم آگ میں نمک اور گندھک[1] ڈالتا ۔ جونہی اس میں

---

١ - لسان العرب میں ہے : يطرحون فيها ملحاً من حيث لا يشعر (آگ میں نمک اس طرح خفیہ طور پر ڈالتے کہ اسے پتا ہی نہ چلتا تھا ۔)

یہ چیزیں پڑتیں آگ تیز ہو جاتی اور اس کا رنگ[1] مدھم پڑ جاتا ۔ اس پر وہ کہتا : یہ آگ تجھے دھمکی دے رہی ہے لہٰذا قسم کھانے والا اگر شک کرتا ہوتا تو قسم سے باز آ جاتا اور اگر بے گناہ ہوتا تو قسم کھا لیتا ۔ کمیت کہتا ہے :

هُمْ، خَوَّفُونَا بِالعَمٰى هُوَّةَ الرَّدٰى
كَمَا شَبَّ نَارَ الحَالِفِيْنَ المُهَوِّلُ

انھوں نے اپنی جہالت کی وجہ سے ہمیں ہلاکت کے گڑھے سے ڈرایا جس طرح کہ مُہَوِّل (قسم دلانے والا) قسم کھانے والوں کی آگ روشن کرتا ہے

اور کمیت ایک عورت کا ذکر کرتے ہوئے کہتا ہے :

فَقَدْ صِرْتُ عَمّاً لَهَا بِالمَشِيْبِ[2]
زَوْلاً لَدَيْهَا هُوَ الاَزْوَلُ

[۲ : ۱٦۷] میں بڑھاپے کی وجہ سے اس کا چچا بن گیا ہوں اور اس کے پاس (بے قراری کی وجہ سے) نہایت سریع حرکات کرتا ہوں

كَهُوْلَةِ مَا أَوْقَدَ المُحْلِفُونَ
لَدَى الحَالِفِيْنَ وَمَا هَوَّلُوْا

جس طرح قسم دلانے والے قسم کھانے والوں کے لیے " هُوْلَہ " آگ جلاتے اور جن چیزوں کے ذریعے وہ انھیں خوفزدہ کرتے

اوس[3] کہتا ہے :

---

۱ - لسان العرب میں ہے : فیقعقع (اس میں سے تڑ تڑ کی آواز آتی) ۔

۲ - بلوغ الارب میں بالمشیب پورے کا پورا پہلے مصرع میں درج ہے اور زَولا کی بجائے زوالاً لکھا ہے ۔ شعر کی تصحیح لسان العرب سے کی گئی ہے ۔

۳ - یہ شعر اوس بن حجر نے جنگلی گدھے کے بیان میں کہا ہے جیسا کہ لسان العرب میں ہے ۔

Marfat.com

إِذَا اسْتَقْبَلَتْهُ الشَّمْسُ صَدَّ بِوَجْهِهِ
كَمَا صَدَّ عَنْ نَارِ الْمُهَوِّلِ حَالِفُ

جب سورج سامنے کی طرف ہوتا تو یہ اپنا چہرہ ایک طرف کر لیتا جس طرح قسم اٹھانے والا مُہوّل کی آگ سے اعراض کرتے ہوئے منہ موڑ لیتا ہے۔

اسی نے نار الاُھبہ کے متعلق کہا ہے: جب ان کا جنگ کرنے کا ارادہ ہوتا یا کسی فوج کے آنے کی امید ہوتی اور وہ اکٹھا ہونا چاہتے تو رات کے وقت ایک پہاڑ پر آگ جلا دیتے تاکہ ان کے قبائل ان کے پاس آ کر جمع ہو جائیں۔ جب وہ جلدی کرنا چاہتے تو دو آگیں جلاتے۔

فرزدق کہتا ہے:

ضَرَبُوا الصَّنَائِعَ وَالْمُلُوكَ وَأَوْقَدُوا
نَارَيْنِ أَشْرَفَتَا عَلَى النِّيْرَانِ

انھوں نے " صنائع " اور " ملوک " دستوں کو اپنی اپنی جگہ پر مقرر کر دیا اور دو آگیں جلا دیں جو دیگر آگوں سے اونچی تھیں

عرب حرارت کے اعتبار سے " نار الغضا " کی مثال دیا کرتے تھے کیونکہ تمام دیگر لکڑیوں میں صرف غضا ہی ایک ایسی لکڑی ہے جو ایندھن کے سوا کسی بھی کام کی نہیں۔ یوں کہیے کہ اللہ تعالیٰ نے اسے صرف جلائے جانے کے لیے پیدا کیا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ اس کے انگارے ایک دن سے زائد عرصے تک باقی رہتے ہیں۔

اور ایک آگ " نار الحلفلی " ہے جس کی مثال جلدی جلنے اور جلدی بجھ جانے میں دی جاتی ہے۔

اسی طرح " نار العرفج " ہے جسے نار الزحف بھی کہتے ہیں کیونکہ جب عرفج بوٹی میں آگ لگ جاتی ہے تو اسے بہت جلد آگ لگتی ہے اور وہ بڑی ہو جاتی ہے۔ چنانچہ جو لوگ اس کے قریب ہوتے ہیں وہ اس سے پیچھے ہٹ جاتے ہیں۔ پھر تھوڑی دیر کے بعد یہ فوراً بجھ جاتی ہے تو

Marfat.com

جو شخص اس سے پیچھے ہٹا ہوتا ہے اسے فوراً لوٹ آنے کی ضرورت پڑتی ہے لہذا آگ سینکنے والے کا یہی سلسلہ رہتا ہے ۔ اس آگ کی مثال اس شخص کے لیے بھی بیان کی جاتی ہے جو ایک حالت پر برقرار نہیں رہتا ۔

آگ کے استعارات میں سے " نار الشرف " " نار المسرہ " اور " نار الحرب " ہیں ۔ قدیم و جدید شعرا اپنے اشعار میں ان کا بڑے اشتیاق سے ذکر کرتے ہیں ۔

عرب زَنْد اور زَنْدہ سے کس طرح آگ جلاتے ھیں

جب ہم نے عربوں کی آگوں کا ذکر کر دیا اور ان آگوں کے ضمن میں ان کے طریقے بھی بیان کر دیے تو مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ہم یہ بھی بتا دیں کہ یہ آگ کس طرح پیدا ہوتی ہے ۔ ابو حنیفہ الدینوری نے کتاب النبات میں زَنْد اور زَنْدہ کا ذکر کیا ہے اور یہ بھی بیان کیا ہے کہ اسے کیسے مروڑا جاتا ہے لہذا یہاں اگر ابو حنیفہ کا بیان درج کر دیا جائے تو کوئی مضائقہ نہ ہوگا ۔

ابو حنیفہ کہتا ہے : بہترین لکڑی جس سے زند اور زندہ لیا جاتا ہے [۲:۱۶۸] مرخ اور عَفَار [عین مہملہ پر زبر پھر فاء] ہے ۔ چنانچہ مادہ جو آگ نکالنے کی نچلی لکڑی ہوتی ہے وہ مرخ کی ہوتی ہے اور نر جو اوپر والی لکڑی ہوتی ہے عفار کی ہوتی ہے ۔ مجھے بدوؤں کے ایک عالم نے بتایا کہ عفار ایک قسم کا درخت ہوتا ہے جو چھوٹے غبیراء کی طرح ہوتا ہے ، دور سے دونوں ایک جیسے دکھائی دیتے ہیں ۔ میں نے مرخ کو دیکھا ہے یہ لمبی نرم ٹہنیوں کی شکل میں اگتا ہے اس کو پتے نہیں لگتے ۔ چونکہ ان دونوں درختوں سے بہت سرعت کے ساتھ آگ نکلتی ہے اور وہ بھی کثرت سے لہذا عربوں نے ان دونوں درختوں کو ضرب المثل بنا دیا ۔ چنانچہ وہ کہتے ہیں :

فِیْ كُلِّ شَجَرٍ نَارٌ وَّ اسْتَمْجَدَ الْمَرْخُ وَالْعَفَارُ

Marfat.com

یوں تو آگ ہر درخت میں پائی جاتی ہے مگر فضیلت مرخ اور عفار ہی کو حاصل ہے ۔

یعنی ان دونوں درختوں نے بزرگی لے لی اور انہی دو کو فضیلت حاصل ہے ۔ اعشی کہتا ہے :

زِنَادُكَ خَيْرُ زِنَادِ المُلُوْ
كِ خَالَطَ[۱] فِيهِنَّ مَرْخٌ عَفَارَا

تمہارا زناد بادشاہوں میں سے بہترین زناد ہے جن میں مرخ عفار کے ساتھ لگی ہو

یہی پسند کیا جاتا ہے کہ زندہ مرخ سے لیا جائے اور زند عفار سے ۔ آگ کی کثرت اور اسے جلدی روشن کرنے کے معاملے میں مرخ کی فضیلت کے متعلق ابو زیاد الکلابی یوں رقمطراز ہے ۔ وہ کہتا ہے کہ مرخ سے بڑھ کر کوئی درخت ایسا نہیں کہ اس میں سے اس قدر جلد آگ نکلتی ہو ۔ وہ کہتا ہے کہ بعض اوقات یوں ہوتا ہے کہ مرخ ایک جگہ اکٹھا اور گھنا اُگ آتا ہے ، پھر جب ہوا چلتی ہے تو یہ پودے ایک دوسرے سے رگڑ کھا کر بھڑک اٹھتے ہیں ، جس سے تمام وادی میں آگ لگ جاتی ہے ۔ ہم نے یہ بات کسی اور درخت میں نہیں پائی ۔ پھر ان درختوں کا ذکر ختم کر کے جن سے زناد لیا جاتا ہے فرماتے ہیں : زندہ کی تعریف یہ ہے کہ یہ ایک مربع لکڑی ہوتی ہے جس کی لمبائی ایک بالشت یا اس سے زیادہ ہوتی ہے اور اس کی چوڑائی

---

۱ - امالی (۱ : ٦٦) میں خَالَطَ فیهن کی بجائے صَادَفَ مِنْهُن ہے ۔ امالی میں آگ نکالنے کا طریقہ یوں ہے : وانما یؤخذ عُودٌ قدر شبر فَيُثْقَبُ في وَسَطِه ثَقْبٌ لا يَنْفُذُ و یوخذ عود آخر قدر ذراع فيُحَدَّدُ طَرَفه فيُجعل ذلک المُحَدَّدُ فی ذلک الثقب وقد وضعه رَجُل بَيْنَ رِجليه فيُديره ويفتلِه فيُورى ناراً فالاعلى زند والاسفل زندة ۔

ایک انگشت ہوتی ہے یا زیادہ اور اس کی سطح کئی جگہ سے کھدی ہوئی ہوتی ہے اور اوپر کا زند بھی اسی قسم کا ہوتا ہے مگر وہ گول اور اس کی ایک طرف باقی حصے کے مقابلہ میں زیادہ باریک ہوتی ہے -

اب لیجیے اس سے آگ نکالنے کا طریقہ (تو وہ یہ ہے) کہ جب آگ نکالنے والا زناد سے آگ نکالنا چاہتا ہے تو وہ اس زندہ کو جس کی سطح کھدی ہوئی ہوتی ہے زمین پر رکھ کر اس کے دونوں کناروں پر پاؤں رکھ دیتا ہے - اس کے بعد وہ اوپر والے زند کی نوک کو زندہ کے کھدے ہوئے مقامات میں سے کسی ایک مقام پر رکھ دیتا ہے - اس نے پہلے سے ہی ان کھدی ہوئی جگھوں میں زمین کی طرف آگ کے بر آمد ہونے کی جگہ تیار کر رکھی ہوتی ہے اس طرح کہ چھری سے وہ کھدی ہوئی جگہ کی ایک طرف کو چھیل دیتا ہے - اس کے بعد ہاتھ سے زند کو مروڑتا ہے جس طرح کہ برمے کو مروڑا جاتا ہے - اس نے اس فعل سے پہلے ہی کھدی ہوئی جگہ میں تھوڑی سی مٹی ڈال رکھی ہوتی ہے جس سے اس کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ کھردرا پن پیدا ہو جائے تاکہ زند کا عمل زندہ میں زیادہ اچھی طرح سے ہو سکے اور سوراخ کی ایک جانب جہاں سے اسے چھیلا گیا ہوتا ہے چیتھڑا یا کوئی اور آگ پکڑنے والی چیز رکھی ہوتی ہے جس کو آگ لگ جاتی ہے - جونہی کہ وہ زند کو مروڑتا ہے اس میں سے دھوآں ظاہر ہونا شروع ہو جاتا ہے اس کے بعد آگ ظاہر ہوتی ہے اور چھدی ہوئی جگہ میں اتر کر چلے جاتی ہے اور پھر چیتھڑے کو لگ جاتی ہے - اس آگ کو سقط کہتے ہیں -

دینوری کا بیان ختم ہوا ، ہم نے یہ بیان لب اللباب سے بہت اختصار کر کے لیا ہے - اللہ ہی توفیق دینے والا ہے -

زمانۂ جاہلیت کے شاہان عرب اور دیگر مناسب امور کا بیان

[۲ : ۱۶۹] زمانۂ جاہلیت میں عربوں کے یہاں بادشاہ بھی تھے ،

Marfat.com

آقیال[۱] بھی اور سردار بھی ، جو تمام حالات میں ان کے امور کے مالک ہوتے تھے ۔ میں اس مقام پر مختلف نواح کے بادشاہوں کا ذکر کرتا ہوں جس کا خلاصہ علمائے اعلام نے پیش کیا ہے ۔

ملوک الیمن

ابن قُتَیبہ[۲] اور دیگر مصنفین کا بیان ہے : سب سے پہلے جسے[۳] شاہی سلام ''أَبَیْتَ اللَّعْنَ'' اور ''أَنْعِمْ صَبَاحاً'' کہا گیا وہ یعرب بن قحطان ہے ۔ پھر اس کے یہاں یشجب اور یشجب کے یہاں سبا پیدا ہوا ۔ کہا جاتا ہے کہ قحطان کی اولاد میں سے یہ پہلا شخص تھا جس نے گرفتار کر کے اپنے پاس قیدی رکھے ۔ اس کا اصلی نام عبد شمس تھا ۔ بعض کہتے ہیں کہ عامر تھا ۔ اس کی اولاد میں سے پہلا بادشاہ حِمْیر بن سبأ تھا ۔ یہ بادشاہت کرتا رہا یہاں تک کہ بوڑھا ہوا اور مر[۴] گیا ، پھر حکومت حمیر کی اولاد میں چلتی رہی مگر ان کی حکومت یمن کی حدود سے باہر نہ تھی[۵] ، یہاں تک کہ اسی کیفیت میں

---

۱ ۔ اقیال جمع ہے قَیْل کی ۔ وہ شخص جو بادشاہ سے چھوٹا ہو بالفاظ دیگر چھوٹا بادشاہ جس طرح کبھی ''راجے'' ''مہاراجے'' ہوا کرتے تھے ۔

۲ ۔ ملاحظہ ہو کتاب المعارف لابن قتیبہ الدینوری مطبع دار الکتب ۱۹۶۰ء : ۶۲۶ تا ۶۳۷ ۔

۳ ۔ ابن قتیبہ کہتا ہے کہ یہ سلام اس کے بیٹوں نے کہنا شروع کیا تھا ۔

۴ ۔ (مروج الذھب : ۲ : ۴۷) المعارف کے ایڈیٹر نے یہاں ٹھوکر کھائی ہے اس نے بقاء مبع بقرات سُمر من اظب اور یہاں جملہ ختم کر دیا ہے پھر اَو عفر فی جبل وعر دیا ہے ۔
مسعودی کہتا ہے کہ اس نے چار سو چوراسی سال حکومت کی ۔

۵ ۔ ابن قتیبہ نے اس کے بعد یہ جملہ دیا ہے : ولا یَغْزُو احد منھم (اور ان میں سے کوئی کسی پر چڑھائی بھی نہ کرتا تھا) ۔

59925

Marfat.com

کئی صدیاں بیت گئیں اور الحارث الرائش کا عہد حکومت آ گیا - الرائش اور حمیر کے درمیان پندرہ پشتیں گزریں - حارث نے یمن سے نکل کر دوسرے لوگوں پر چڑھائی کی اور مال اکٹھا کر کے لایا اور لوگوں کی حالت کو بہتر بنایا - اسی لیے اسے یہ نام (الرائش) دیا گیا - اسی کے عہد میں گدھوں والا لقمان مرا - یہ وہی لقمان ہے جسے قوم عاد نے اپنے وفد کے ساتھ حرم کی طرف روانہ کیا تھا تاکہ وہ وہاں جا کر قوم عاد کے لیے بارش کے لیے دعا کرے - جب وہ مر گئے تو لقمان کو اختیار دیا گیا کہ ان دو باتوں میں سے کوئی ایک اختیار کرے - ایک یہ کہ اسے اس قدر مدت تک زندگی دی جائے جس قدر سرخی مائل سفید ہرنوں کی بھورے رنگ کی مینگنیاں ایسے دشوار گزار پہاڑ پر باقی رہ سکیں جہاں کوئی بارش نہیں ہوتی یا اس قدر زندگی جس قدر کہ سات گِدھوں کو حاصل ہو کہ ایک کے مرنے پر دوسرا گدھ اس کی جگہ لے - لقمان نے گِدھوں کو اختیار کیا - اس کے آخری گِدھ کا نام ”لُبَد“ تھا شعرا نے اس کا ذکر کیا ہے - نابغہ کہتا ہے :

أَضْحَتْ خَلَاءً وَأَضْحَى أَهْلُهَا احْتَمَلُوا
أَخْنَى عَلَيْهَا الَّذِي أَخْنَى عَلَى لُبَدِ

یہ (مقام) ویران ہو گیا اور وہاں کے لوگ وہاں سے کوچ کر گئے ،
جس زمانے نے لُبد کو فنا کر دیا اسی نے ان کو بھی فنا کر دیا

اس نے اس کا نام لُبد اس خیال سے رکھا کہ یہ آبَد ہے لٰہذا نہ یہ (گِدھ) مرے گا اور وہ نہ جائے گا - بعض لوگوں کا خیال ہے کہ جب لقمان بوڑھا ہو گیا تو اس نے لبد سے کہا : لُبد اٹھ تو تو آبَد (ہمیشگی) کا گدھ ہے - یہی وہ لقمان ہے جو ہود علیہ السلام پر ایمان لانے والوں میں سے تھا مگر اس کی قوم اس لیے ہلاک ہو گئی کہ اس نے ہود علیہ السلام کو ماننے سے انکار کر دیا تھا لٰہذا اللہ تعالی نے اسے ایسی ہوا کے ذریعے ہلاک کر دیا جو سات راتیں اور آٹھ دن تک نحس بن کر چلتی رہی - اس نے قوم کا ایک آدمی بھی نہ چھوڑا -

Marfat.com

[۲:۱۷۰] ہود اور جو لوگ ان پر ایمان لائے تھے سب سلامت رہے۔ یہ ہوا بدھ کے دن چھوڑی گئی تھی ، پھر جب چکر کھا کر بدھ کا دن آیا تو ان (سنکروں) میں سے ایک بھی زندہ نہ تھا ۔ جس لقمان کا ذکر قرآن مجید میں آیا ہے وہ اور ہے ۔ رائش کی حکومت ایک سو پچیس سال رہی ۔ اس نے ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر کیا ۔ ابن قتیبہ[۱] نے اس کا یہ شعر پیش کیا ہے :

وَ أَحْمَدُ اِسْمُهُ يَا لَيْتَ اِنِّيْ
أُعَمَّرُ بَعْدَ مَبْعَثِهِ بِعَامٍ

اُن کا نام احمد ہوگا کاش میں ان کی بعثت کے بعد ایک سال تک زندہ رہوں

اس کے بعد ابرہہ ذوالمنار بن الرائش بادشاہ ہوا اور اس نے ایک سو ترامی سال حکومت کی ۔ پھر افریقیس بن ابرہہ بادشاہ ہوا ، اسی نے اِفرِیقِیّہ کی بنیاد رکھی اور اسی کے نام پر اس کا یہ نام پڑ گیا ۔ اس نے ایک سو ساٹھ[۲] سال حکومت کی ۔ اس کے بعد العبد بن ابرہہ ہوا ، اسی کو ذوالاذعار بھی کہتے تھے ۔ اس کا یہ[۳] نام اس لیے پڑا کہ اس

---

۱ - ابن قتیبہ نے یہ شعر یوں دیا ہے :

يُسَمّٰى اَحْمَدًا يَا لَيْتَ اِنِّيْ
أُعَمَّرُ بَعْدَ مَخْرَجِهِ بِعَامٍ

اس سے پہلا شعر یہ ہے :

وَ يَمْلِكُ بَعْدَهُمْ رَجُلٌ عَظِيْمٌ
نَبِيٌّ لَا يُرَخِّصُ فِي الْحَرَامِ

۲ - المعارف میں مائة واربعاً وستين سنة (۱۶۴) ہے ۔

۳ - ابن قتیبہ نے یہ بیان وضاحت سے دیا ہے ۔ المعارف کی عبارت یوں ہے : سمی بذلک لأنه كان غزا بلاد النسناس فقتل منهم مقتلة عظيمة ورجع الى اليمن من سبيهم بقوم و جوههم فى صدورهم فذعر الناس منهم فسمی ذا الاذعار ۔

Marfat.com

نے کچھ لوگ قید کیے جن کے چہرے نہایت عجیب و غریب تھے - یمینوں کے خیال میں یہ نسناس (بن مانس) تھے - اس نے پچیس سال حکومت کی -

اس کے بعد ھَدّ[۸] ھاد[۱] بن شُرَحْبِیل بن عمرو بن الرائش بلقیس کا باپ بادشاہ ہؤا ، اس نے ایک سال حکومت کی - پھر بلقیس نے حکومت کی تا آنکہ وہ سلیمان بن داؤد علیھما الصلٰوۃ والسلام پر ایمان لائی ، پھر ناشر[۲] بن عمرو بن یعفر بن شرحبیل بادشاہ ہؤا ، اس نے پچاسی سال حکومت کی -

اس کے بعد شمر بن افریقیس ہؤا - اسی نے سمرقند کو تباہ کیا تھا اور اسی کے نام پر اس کا نام شمرکند پڑا ، "کند" کے معنی تباہ کرنے کے ہیں - اس کو یرعش بھی کہتے ہیں کیونکہ اس میں رعشہ پایا جاتا تھا - اس نے ایک سو سینتیس سال حکومت کی -

اس کے بعد اس کا بیٹا اقرن بن شمر یرعش ہؤا - اس نے ایک سو تریسٹھ[۳] سال حکومت کی - اس کے بعد اس کا بیٹا کلیکرب ہؤا - یہ کسی ملک پر چڑھائی کیے بغیر ہی مر گیا - اس نے پینتیس سال حکومت کی . اس کے بعد اس کا بیٹا تبع بن کلیکرب بادشاہ ہؤا ، اسی کو ابو کرب تبع الاوسط کہتے ہیں - یہ علم نجوم کے ذریعے چڑھائی کیا کرتا تھا اور اپنے تمام کام احکام نجوم کے مطابق کیا کرتا تھا - کہا جاتا ہے کہ یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان رکھتا تھا چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق اس کے یہ اشعار ہیں :

شَهِدتُّ عَلَى أَحْمَدٍ إِنَّهُ
رَسُولٌ مِنَ اللهِ بَارِی النَّسَمْ

---

۱ - کتاب المعارف میں ھداد ہے -

۲ - کتاب المعارف میں "یاسر" ہے -

۳ - کتاب المعارف میں صرف تریپن سال ہے اور ایک سو تریسٹھ سال اس کے بیٹے تبع بن الاقرن کی مدت حکومت بتائی ہے مگر بلوغ الارب میں تبع کا نام چھوڑ دیا گیا ہے -

Marfat.com

اس کے بعد ذوالشناتر بادشاہ بنا ۔ اس کا اصلی نام لخینعہ ینوف تھا ، یہ شاہی خاندان میں سے نہ تھا ۔ مقاول کی اولاد میں سے تھا ، اسے ذونُوّاس نے قتل کیا ۔ ذونواس شاہی خاندان کا نوجوان فرزند تھا اور خوبرو تھا ۔ اس کے دو گیسو تھے ۔ ذوالشناتر نے اس سے بدفعلی کرنا چاہی تو ذونواس نے خنجر بھونک دیا ۔ ذونواس نے یہ خنجر پہلے سے تیار کر رکھا تھا ۔ لہذا حِمیَر اسے اپنا بادشاہ بنانے پر رضا مند ہو گئے کیونکہ اس نے انہیں ذوالشناتر سے نجات دلائی تھی ۔ یہی ذونواس "صاحب الاخدود" ہے جس کا ذکر اللہ تعالٰی نے کیا ہے ۔ یہ یہودی تھا اس نے نجران کے ان لوگوں کے لیے جو آلِ جفنہ کی طرف سے بھیجے ہوئے آدمی کے ہاتھ پر عیسائیت اختیار کر چکے خندق کھودی ۔ اس نے انہیں یہودیت کی طرف دعوت دی اور ان کے انکار کرنے پر انہیں (زندہ) جلا دیا ۔

اس کے بعد حبشہ کے لوگ یمن پر غالب آ گئے ۔ انہوں نے ذونواس سے سخت جنگ لڑی ۔ جب اسے موت کا یقین ہو گیا تو گھوڑا لے کر سمندر میں گھس گیا اور پھر اسے کسی نے نہ دیکھا ۔

اس کے بعد ذوجدن نے اس کی جگہ لی ، اسے بھی حبشیوں نے شکست دی ، وہ بھی سمندر میں داخل ہو کر تباہ ہو گیا ۔

پھر ابرھہ الاشرم یمن کا بادشاہ بنا ۔ اسی نے ہاتھیوں کے ساتھ مکہ پر حملہ کیا تھا اور اس کی فوج تباہ ہو گئی تھی ۔ اسے سرطان (Cancer) ہو گیا تھا چنانچہ اسے اٹھا کر یمن لے گئے اور وہ وہاں پہنچ کر مر گیا ۔

اس کے بعد اس کا بیٹا یکسوم بادشاہ بنا جس نے یمن میں بری روش اختیار کی ۔ سیف بن ذی یزن نے کسریٰ کو اس کے خلاف بھڑکایا تو اس نے سیف کو بہت بڑی فوج دی ۔ اتنے میں یکسوم مر چکا تھا اور اس کا [۲ : ۱۰۲] بھائی مسروق حاکم بن چکا تھا ، یہ سیف کا علاّتی بھائی تھا ۔ (اب) حبشیوں کو قتل کیا گیا اور ان کی عورتوں کو قید کر لیا گیا ۔ سیف نے کسریٰ کی طرف سے ایک شخص کو بادشاہ بنا کر کھڑا کر دیا (اور وہ حکومت کرتا رہا) یہاں تک کہ اس کے ساتھ اس کے حبشی

Marfat.com

خادموں نے غداری کی ۔ اس کے بعد کسی ایک شخص کے حاکم ہونے پر یمنیوں کا اتفاق نہیں ہؤا ۔

ازاں بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے ۔ تاریکی چھن گئی اور امت نے ان کے طریقہ کی طرف راہ پائی ۔ آپؐ کے بعد آپؐ کے سلسلے میں آپؐ کے صحابہ میں سے خلفاء اربعہ کے یہاں حکومت رہی جن کی اطاعت کرنا ضروری اور جن کی بیعت صحیح تھی ۔ عمدہ ابن رشیق میں اسی طرح منقول ہے مگر ہم نے اس پر تھوڑا سا اضافہ کیا ہے ۔ اذؤاء پر بحث کرنے کے بعد لب اللباب میں بھی اسی طرح مذکور ہے ۔

اور ان میں سے ذوالکُلاع الاکبر اور ذوالکُلاع الاصغر ہے ۔ اس نے اسلام کا زمانہ پایا ۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جریر بن عبداللہ البجلی کے ہاتھ اس کے پاس اپنا خط بھیجا اور یہ اسلام لے آیا ۔ جس دن مسلمان ہؤا اس دن اس نے چار ہزار غلام آزاد کیے ۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے عہد میں ہجرت کرکے اپنی قوم کے ساتھ مدینہ چلا آیا ۔ ازاں بعد یہ لوگ حمص میں آباد ہو گئے ۔ اور الکلاع [کاف پر ضمہ بھی آتی ہے اور فتحہ بھی اس کا اشتقاق کَلَع (بالتحریک) سے ہے] ۔ پاؤں کا پھٹنا اور وہ میل جو اس میں پڑ جاتی ہے چنانچہ کہتے ہیں : کَلِعَتْ رِجْلُہٗ (اس کا پاؤں پھٹ گیا) ۔

اور ان میں سے ذوعثکلان [عین پر فتحہ اور ثاء مثلثہ ساکن ہے ۔ یہ اسم مرتجل ہے] ہے اور ذوثُعلبان ہے (اور ثعلبان نر لومڑ کو کہتے ہیں) اور ذو زھران اور ذو مکارب یعنی مضبوط جوڑوں والا (یہ مُکرب کی جمع ہے اور مُکرب مُکرم کی طرح ہے) اور ذومُناخ [ضمہ کے ساتھ] یہ بعلبک میں تھا اور ذو ظلیم ہے ۔ اس کا اصلی نام حوشب ہے (اور حوشب بڑے پیٹ والے کو کہتے ہیں اور ظلیم کے معنی نر شتر مرغ کے ہیں) اور ذوظلیم نے جنگ صفین میں معاویہ کی طرف سے شرکت کی ۔ جتنا نقل کرنا مطلوب تھا کر دیا گیا ۔

Marfat.com

میں نے یمن کے بادشاہوں کے متعلق ایک مفصل کتاب[۱] دیکھی ہے ، اس میں ان کے حالات اور واقعات اور حوادث کا ذکر ہے - واللہ اعلم -

جاهلی عربوں کے شامی بادشاہ

شام میں سلیح بادشاہ تھا اور یہ[۲] (قبیلہ) غسان میں سے تھا - بعض کا بیان ہے کہ یہ قضاعہ میں سے تھا - ان کا پہلا بادشاہ النعمان بن عمرو بن مالک تھا پھر اس کا بیٹا مالک بادشاہ بنا ، پھر اس کا بیٹا عمرو بن مالک بادشاہ رہا تاآنکہ مُزَیقیاء جس کا اصلی نام عمرو بن عامر ہے یمن سے اپنی قوم اَزْد کو لے کر نکلا - اس کا نام مزیقیاء اس لیے پڑا کہ یہ روزانہ کپڑوں کا جوڑا پہن کر پھاڑ دیتا ، اسے دوبارہ نہ پہنتا تھا (پھاڑ کر) کسی کو دے دیتا تھا - عامر کو ماء السماء کہا جاتا ہے کیونکہ [۲ : ۱۷۳] وہ قحط سالی میں کپڑا لپیٹ کر بیٹھ جاتا اور اپنے عطیوں کی وجہ سے بارش کا قائم مقام بن جاتا تھا - اس کے بعد ابن حارثہ الغطریف ابن امرؤ القیس البطریق بن ثعلبہ البہلول بن قاتل الجوع ہوُا - پھر دراء بن الازد اور اس کے ساتھ ایک شخص تھا جسے جَذْع بن سنان کہا جاتا تھا یہ لوگ عکّ کے علاقے میں اُترے - جذع نے عک کے بادشاہ کو مار ڈالا - قبیلہ ازد منتشر ہو گیا ، اس وقت ان کا بادشاہ ثعلبہ بن عمرو بن عامر تھا - پھر اس کا خراج[۳] وصول کرنے والا واپس آیا اور اس نے جرہم سے جنگ کرکے انھیں مکہ سے نکال دیا - پھر مدت تک مکہ پر قابض رہے

---

۱ - آلوسی نے نہ کتاب کا نام دیا ہے اور نہ مصنف کا غالباً اس کی مراد ہمدانی (م ۳۳۴ - ۹۴۵ء) کی الاکلیل سے ہے -

۲ - بلوغ الارب میں " هم " ہے اسے " هو " پڑھیں جیسا کہ کتاب المعارف (۶۴۰) میں ہے - المعارف میں ہے : اول من دخل الشام من العرب سلیح

۳ - یہاں پر الوسی نے بہت سی عبارت چھوڑ دی ہے جس کی وجہ سے مفہوم مختل ہو گیا ہے - ملاحظہ ہو کتاب المعارف : ۶۴۱

Marfat.com

پھر انھوں نے کئی ایک (ناروا) حرکات کیں - پھر قصی بن کلاب آیا اور اس نے معد کو جمع کیا ، اسی لیے اسے مُجَمِّع کہا گیا ہے - اس نے روم کے بادشاہ سے بھی مدد طلب کی ، اس نے مدد دی ، قصی نے اَزْد سے جنگ کی اور ان پر غالب آ کر ان کے ملک پر خود قابض ہو گیا - جب ازد کو مکے میں تنگدستی کی زندگی گزارنی پڑی تو وہ مکے کو چھوڑ کر چلے گئے مگر خزاعہ خانۂ کعبہ کی ولایت کی خاطر ان کے بعد وہیں رہ گئے ، اسی لیے انھیں خزاعہ کہا گیا - ازاں بعد ازد کے کچھ لوگ سوادِ عراق چلے گئے - وہاں انھوں نے مالک بن فہم کو اپنا بادشاہ بنا لیا ، یہ مالک جذیمۃ الأبرش کا باپ تھا -

کچھ لوگ یثرب کی طرف چلے گئے - یہ اوس اور خزرج تھے - کچھ لوگ عمان کی طرف روانہ ہو گئے - کچھ شام کی طرف ، جن میں جَذَع بن سنان بھی تھا - بادشاہ کا عامل واجب الادا خراج[1] وصول کرنے آیا - جَذَع نے اپنی تلوار بطور رہن دی ، اس پر رومی نے کہا : اسے اپنی ماں کے فلاں میں رکھ دو ، اس پر جذع کو غصہ آ گیا - چنانچہ اس پر تلوار کے پے درپے حملے کرکے اسے مار ڈالا - اس موقع پر یہ کہاوت کہی گئی ، خُذْ مِنْ جَذَع مَا اَعْطَاكَ (جذع جو کچھ دیتا ہے وصول کر لو) - یہ الفاظ ضرب المثل بن گئے - بہر حال یہ شام کے والی بن گئے - ان کا پہلا بادشاہ الحارث بن عمرو بن مُحَرِّق[2] تھا - اسے محرق اس لیے کہا گیا کہ یہ پہلا شخص تھا جس نے عربوں کو ان کے گھروں میں (زندہ) جلایا - اسی کو الحارث الاکبر بھی کہتے ہیں - اس کی کنیت ابو شمر ہے - [۲ : ۱۲۷] اس کے بعد اس کا بیٹا الحٰرث بن ابی شمر باد شاہ بنا - اسی کو الحارث الاعرج بھی کہتے ہیں - اس کی والدہ ماریہ ذات القرطین (دو بالیوں والی) تھی - یہ ماریہ ظالم بن وھب بن الحٰرث بن معاویۃ

---

۱ - بلوغ الارب میں : " فی خرج " درج ہے اسے فی خراج پڑھیں -

۲ - بلوغ الارب میں محرق لکھا ہے - تصحیح از روی کتاب المعارف کی گئی ہے -

Marfat.com

الکندی کی بیٹی تھی ، اس کی بہن ہند الھنود حُجر آکل المُرار الکندی کی بیوی تھی -

ابو عبیدہ[1] سے روایت ہے وہ کہتا ہے کہ ابو قیس بن رفاعہ ایک سال نعمان لخمی کے پاس عراق جایا کرتا اور ایک سال الحٰرث بن ابی شمر غسانی کے پاس شام جایا کرتا - ایک دن جب یہ الحٰرث غسانی کے پاس تھا تو اس نے اس سے کہا : اے ابن رفاعہ ! مجھے معلوم ہؤا ہے کہ تو نعمان کو مجھ پر فضیلت دیتا ہے - اس پر ابو قیس نے کہا : خدا کرے تم لعنت کے مستحق نہ بنو ، میں اسے تم سے کیسے افضل سمجھ سکتا ہوں - خدا کی قسم تمھاری گُدّی اس کے چہرے سے زیادہ خوبصورت ہے اور تمھاری والدہ اس کے والد سے بھی زیادہ شرف والی ہے اور تمھارا باپ اس کی ساری قوم سے زیادہ معزز ہے اور تمھارا بایاں ہاتھ اس کے دائیں ہاتھ سے زیادہ سخی ہے اور تمھاراکسی کو محروم رکھنا اس کی سخاوت سے[2] برتر ہے ، تمھارا کم اس کے کثیر سے بھی زیادہ نفع[3] رساں ہے اور تمھارے حوض کا[4] باقی ماندہ پانی بھی اس کے (سارے) حوض سے زیادہ ہے - تمھاری کرسی اس کے تخت سے بھی بلند تر ہے اور تمھاری نہر[5] اس کے سمندر سے بھی زیادہ گہری ہے اور تمھارا ایک دن اس کے مہینوں سے افضل ہے اور تمھارا ایک مہینہ اس کے زمانے کے مقابلے میں زیادہ خوش سلوک ہے - تمھارا زند اس کے زند کے مقابلے

---

۱ - مسعودی نے یہ قصہ الحٰرث بن ابی شمر اور حسّان بن ثابت کے مابین بیان کیا ہے اور ان الفاظ کو حسان کی طرف منسوب کیا ہے - ملاحظہ ہو مروج الذھب : ۲ : ۱۰۷ - ۱۰۸ -

۲ - مروج الذھب میں اجود کی جگہ انفع لکھا ہے -

۳ - مروج الذھب میں انفع کی جگہ اکثر ہے -

۴ - بلوغ الارب میں ثمالک ہے جس کے معنی برتن یا حوض میں باقیماندہ پانی وغیرہ کے ہیں مگر مروج الذھب میں ثمادك أمْرَعُ من غديره ہے -

۵ - مروج الذھب میں لَسَجلَ اولُک أغْزَرُ من بحره ہے -

Marfat.com

میں زیادہ آگ نکالتا ہے ، تمھاری[1] گردن اس کے رخسار کے مقابلے میں زیادہ روشن ہے اور تم غسان میں سے ہو جو بادشاہوں کے بادشاہ ہیں اور وہ لخم میں سے ہے جو بہت بیوقوف ہیں لٰہذا میں اسے تم پر کیسے فضیلت دے سکتا ہوں -

المنذر الاکبر نے اسی الحٰرث الاعرج پر چڑھائی کی تھی مگر اس کی فوج کو شکست ہوئی اور خود مارا گیا - اس کے بعد الحٰرث الاصغر بادشاہ بنا ، پھر الحٰرث الاعرج بن الحٰرث الاکبر اور الحٰرث الاعرج کی اولاد میں سے عمرو بن الحٰرث ہؤا ، جسے ابو شمر الاصغر کہا جاتا تھا - اسی کے متعلق نابغہ ذبیانی کہتا ہے :

عَلَیَّ لِعَمْرٍو نِعْمَةٌ بَعْدَ نِعْمَةٍ
لِوَالِدِهٖ لَیْسَتْ بِذَاتِ عَقَارِبٖ

عمرو کے والد کے احسان کے بعد مجھ پر عمرو کا احسان ہے مگر اس احسان میں کسی قسم کی ایذا رسانی نہیں پائی جاتی -

اور نعمان بن الحٰرث ، الحٰرث الاصغر کا بھائی ہے - اسی کے متعلق نابغہ کہتا ہے :

هٰذا[2] غُلَامٌ حَسَنٌ وَجْهُهُ
مُسْتَقْبِلُ الْخَیْرِ سَرِیْعُ التَّمَامْ

یہ خوبصورت چہرے والا نوجوان ہے بھلائی کی طرف آنے والا اور اسے جلدی کر گزرنے والا ہے

اس نعمان کے تین بیٹے تھے عمرو ، حجر اور نعمان اور المنذر اور ابو جبلہ ایہم بھی اعرج کے بیٹے ہیں - یہ جبلہ غسانیوں کا آخری بادشاہ

---

۱ - بلوغ الارب میں لجیدک أغرّ من خدّہ ہے مگر مروج میں لجُندک أعزّ من جندہ ہے -

۲ - یہ شعر بحر سریع میں ہے مگر المعارف کے ایڈیٹر ثروت عکاشہ نے اسے بحر رجز کہا ہے -

Marfat.com

تھا اس کا قد بارہ بالشت تھا ، عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے عہد میں عیسائی[1] ہو جانے والا یہی تھا ۔

شاہان حیرہ

حیرہ کی سر زمین عراق میں ہے اور حیرہ کبھی کوفہ کے قریب ایک شہر ہؤا کرتا تھا ۔

ہمدانی کتاب جزیرۃالعرب میں کہتا ہے : تبع ابو کرب دوسری بار چڑھائی کرنے کی نیت سے روانہ ہؤا ، جب حیرہ کے مقام پر پہنچا تو مالک بن فہم بن غنم بن دوس ساز و سامان کے ساتھ یہیں ٹھہر گیا ، اس کے ساتھ تقریباً بارہ ہزار افراد مع ساز و سامان رک گئے ، اس پر مالک نے کہا : اس مقام کو پُر کردو اسی لیے اس جگہ کو حیرہ کہا گیا [یہ تَحَیَّرالماء کے محاورہ سے لیا گیا جس کے معنی ہیں پانی جمع ہو گیا ۔ نیز کہتے ہیں تَحَیَّرَالمکانُ بِالمَاء (جب وہ جگہ پانی سے پُر ہو جائے] اسی طرح یہ مالک حیرہ کا پہلا بادشاہ اور شاہان حیرہ کا ابوالاعلیٰ ہؤا ۔ ان کی حکومت حیرہ انبار ، ھِیت اور اس کے نواح ، عین التمر اور غمیر ، قطقطانہ اور خَفِیّہ کے جنگلات کے مابین ہوتی تھی ۔ حیرہ کا علاقہ تمام علاقوں کے مقابلے میں زیادہ عمدہ تھا ۔ یہاں کی ہوا رقیق ، پانی ہلکا اور زمین شیریں اور فضا صاف ہؤا کرتی تھی ۔ یہ گاؤں کی زمینوں کی گہرائی سے بلند اور پست زمینوں کے کھردرے پن کے مقابلے میں ہموار تھا ۔ یہاں لہلہلاتے ہوئے کھیت ، باغات اور بڑی بڑی تجارتی منڈیاں مسلسل چلی جاتی تھیں ۔ جس کی وجہ یہ تھی کہ یہ

---

۱ - بہجۃ اثری فرماتے ہیں کہ مؤلف کتاب آلوسی نے ان سے ذکر کیا کہ بلوغ الارب کی تالیف کے بعد انھیں ایک قدیم مخطوطہ ابن الشجری م ۵۴۲ھ کی کتاب ما اتحد لفظہ و اختلف معناہ کا ملا جس میں انھوں نے جبلہ اور عمر بن الخطاب کے قصے کو غلط قرار دیا ہے اور یہ بتایا ہے ۔ کہ جبلہ خود بخود مرتد ہو گیا تھا ۔

Marfat.com

خشکی کے اس مقام پر واقع تھا جہاں ہند اور چین وغیرہ سے جہاز آ کر لنگر انداز ہوتے تھے ۔ ۔ ۔ ہمدانی کا بیان ختم ہؤا ۔

ابن رشیق العمدہ میں کہتا ہے : مالک[1] بن فہم کے بعد اس کا بیٹا جذیمہ بن مالک بادشاہ بنا ۔ اسی جذیمہ کو الابرش اور الوضاح بھی کہا جاتا ہے ۔ جذیمہ[2] نے ساٹھ سال حکومت کی ۔

[۲ : ۱۷۶] جذیمہ کے بعد عمرو بن عدی بن ربیعہ اللخمی بادشاہ بنا ۔ عمرو جذیمہ کا بھانجا تھا ۔ اسی عمرو کے متعلق یہ ضرب المثل کہی گئی تھی ''شَبَّ عَمْرو[3] عَنِ الطَّوْقِ'' ۔

عمرو بن عدی کے بعد امرؤالقیس بن عمرو بن عدی بادشاہ ہؤا ۔ بعض کہتے کہ امرؤ القیس بادشاہ نہیں ہؤا بلکہ الحٰرث بن عمرو ہؤا جو محرق کے نام سے مشہور تھا ۔ پھر نعمان بن امرؤ القیس بادشاہ ہؤا یہی نعمان اکبر تھا جس نے خَوَرْنق تعمیر کرایا تھا ۔ نعمان کے پاس پانچ فوجیں تھیں ۔ رھائن ، صنائع ، وضائع ، اشاھب اور دَوْسَرْ ۔ رھائن کا دستہ ان پانچ سو آدمیوں پر مشتمل تھا جو عرب قبائل نے بطور یرغمال کے اس کے پاس رکھے ہوئے تھے ۔ یہ ایک سال بادشاہ کے

---

۱ - مسعودی (مروج الذھب : ۲ : ۹۰) کے بیان کے مطابق مالک نے بارہ سال حکومت کی اور ابن قتیبہ (المعارف : ۶۴۵) کے بیان کے مطابق بیس سال حکومت کی ۔

۲ - ابن قتیبہ (المعارف : ۶۴۶) نے بھی ساٹھ سال ہی لکھا ہے مگر مسعودی (مروج : ۲ : ۹۰) لکھتا ہے کہ جذیمہ ملوک الطوائف کے عہد میں پچانویں سال بادشاہ رہا اور پھر اردشیر اور شاپور کے عہد میں تیئیس سال تک حکومت کی یعنی کل ایک سو اٹھارہ سال حکومت کی ۔ ابن درید (الاشتقاق:۳۷۸) نے بھی ایک سو اٹھارہ سال بتائے ہیں ۔

۳ - لفظی معنی : عمرو ہار پہننے کی عمر سے آگے گزر گیا ہے یعنی وہ اس سے کہیں بڑھ چڑھ کر ہے ۔

Marfat.com

دروازے پر پہرہ دیتے ، پھر اپنے قبائل کو واپس چلے جاتے اور ان کی جگہ دوسرے پانچ سو آدمی آ جاتے ۔ بادشاہ انھی کو لے کر چڑھائی کیا کرتا اور انھی کو (دیگر) معاملات طے کرنے کے لیے روانہ کیا کرتا تھا ۔
صنائع ثعلبہ کے دونوں بیٹوں بنو قیس اور بنو تیم اللّات پر مشتمل تھا ۔ یہ بادشاہ کے خواص تھے اور ہر وقت بادشاہ کا پہرہ دیا کرتے تھے ۔
وضائع ان ایک ہزار ایرانی آدمیوں پر مشتمل تھا جن کو شہنشاہ عربی بادشاہوں کی امداد کے لیے یہاں رکھتا تھا ۔ یہ بھی ایک سال قیام کرنے کے بعد چلے جاتے تھے پھر ان کی جگہ دیگر ایک ہزار آ جاتے تھے ۔
اشاهب عربی بادشاہ کے بھائیوں ، عمزادوں اور ان معاونوں پر مشتمل ہوتا جو ان کے تابع ہوتے ۔ انھیں اشاهب ان کے سفید چہروں کی وجہ سے کہا گیا ۔ رہا دَوْسَر تو یہ نہایت اکھڑ بڑی سخت گرفت کرنے والے اور سخت سزا دینے والے افراد تھے ، اس میں ہر قبیلے کے لوگ شامل تھے مگر یہ زیادہ تر بنو ربیعہ میں سے ہوتے تھے ۔ انھیں اس لیے دوسر کہا گیا کہ یہ لفظ دَسْر سے مشتق ہے اور دَسر کے معنی " خوب زور سے نیزہ مارنے " کے ہیں ، یہ بری طرح رگیدتے تھے ۔ شاعر کہتا ہے :

ضَرَبَتْ دَوْسَرُ فِيهِمْ ضَرْبَةً
أَثْبَتَتْ أَوْتَادَ مُلْكٍ فَاسْتَقَرّ

دَوسر فوج نے انھیں خوب مارا جس سے ملک کی میخیں مضبوط گڑ گئیں اور ملک میں ثبات آ گیا

عربی بادشاہ کے پاس ہر سال کے شروع میں اور یہ موسم بہار کے دن ہوتے تھے ، عربوں کے سر کردہ لوگ اور یرغمال دینے والے آیا کرتے تھے ۔ بادشاہ ان کے پاس قبیلوں کے سردار بھیج دیتا تھا ۔ انھی کو ذوو الآکال کہا جاتا تھا ۔ یہ ایک ماہ تک بادشاہ کے پاس رہتے ، (بادشاہ کے لیے) چوتھ وصول کرتے اور سابقہ یرغمال کی جگہ تازہ یرغمال دے کر اپنے قبیلوں کی طرف لوٹ جاتے (آکال ان سرداروں کو کہتے ہیں

جو چوتھ وصول کرتے ہیں) -

اس کے بعد منذر بن امرؤ القیس بادشاہ ہؤا - یہی نعمان الاکبر کا باپ المنذر اکبر بن ماء السماء ہے - پھر المنذر بن المنذر بادشاہ بنا - اسی کو المنذر الاصغر کہتے ہیں - پھر اس کا بھائی عمرو بن المنذر (بادشاہ) [۲:۱۷۷] ہؤا- یہی عمرو بن ہند ہے - اسے مُحرِّق بھی کہتے ہیں- اس کا یہ نام بنی تمیم کو جلانے کی وجہ سے پڑا - بعض کہتے ہیں کہ یہ نام نخل یمامہ کو جلانے کی وجہ سے پڑا - پھر نعمان بن المنذر ہؤا جس کے دربار میں النابغۃ الذبیانی بھی تھا - یہ نعمان خاندان لخم کا آخری تاجدار تھا - اس کے بعد ایاس بن قبیصہ طائی نے آٹھ ماہ[1] حکومت کی - اب ایرانی حکومت متزلزل اور کمزور ہو چکی تھی - یہ حیرہ کے بادشاہ ایرانیوں کے ماتحت (باجگذار) ہوتے تھے - اسی کے دور میں اللہ نے اسلام بھیج دیا اور مسلمانوں کو نبی اکرم علیہ الصلوۃ والسلام کی بدولت قوت و عزت حاصل ہو گئی -

عمرو بن عدی لخمی کا قصہ
لخمیوں کے پہلے بادشاہ اور عدی کا قصہ

عمرو بن عدی[2] نے اپنے ماموں جذیمہ کے بعد ایک سو اٹھارہ سال حکومت کی - یہ خاندان لخم کا پہلا بادشاہ تھا لخمیوں کی حیرہ میں کل

---

۱ - مسعودی (مروج : ۲ : ۱۰۳) کہتا ہے کہ اس نے نو سال حکومت کی اور ابھی اس کی حکومت کے آٹھ ماہ گزرے تھے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے -

۲ - مسعودی اور ابن درید نے ایک سو اٹھارہ سال جذیمہ کی مدت حکومت بتائی ہے - عمرو بن عدی کے متعلق ابن درید (الاشتقاق : ۳۷۸) لکھتا ہے کہ اس نے ساٹھ سال حکومت کی - ابن قتیبہ (المعارف : ۶۳۶) نے ساٹھ سے کچھ اوپر (نیفا وستین سنة) لکھا ہے اور المسعودی (مروج : ۲ : ۹۱) نے ایک سو سال -

Marfat.com

مدت حکومت پانچ سو سال[۱] تھی -

عدی کا قصہ یہ ہے کہ ایک روز جذیمہ نے اپنے ندیموں سے ذکر کیا کہ مجھے بتایا گیا ہے کہ بنی ایاد کا ایک نوخیز لڑکا ہے جو خاندان لخم میں سے ہے - وہ ظریف اور باکمال ہے - بہتر ہوگا کہ میں اسے بلا کر اپنا ساغر بردار مقرر کردوں ، وہی ، میری خدمت بھی کیا کرے - سب نے کہا : بادشاہ کی رائے صائب ہے ، اسے بلا لینا چاہیے - چنانچہ اس طرح کیا گیا - جب وہ آ گیا تو بادشاہ نے پوچھا : تو کون ہے ؟ اس نے جواب دیا : عدی بن نصر - بادشاہ نے اسے مجلس کا منتظم مقرر کر دیا - جذیمہ کی بہن رقاش بنت مالک اس پر عاشق ہو گئی - اس نے عدی سے کہا : جب تو [۲ : ۱۷۸] ان لوگوں کو شراب پینے کو دے تو اوروں کو پانی ملا کر دینا مگر بادشاہ کو بہت کم پانی ملا کر دینا پھر جب شراب اپنا اثر کر چکے تو اس سے درخواست کرنا کہ تمھاری شادی مجھ سے کر دے ، وہ مان جائے گا اور میری شادی تجھ سے کر دے گا - جب وہ ایسا کرے تو سب لوگوں کو گواہ بنا لینا - لڑکے نے ایسا ہی کیا اور جذیمہ سے اس کی بہن کا رشتہ مانگا - جذیمہ نے شادی کر دی اور اس امر پر گواہ بھی مقرر کر دیے ، عدی نے لوٹ کر رقاش کو خبر دی - رقاش نے کہا : اپنی دلھن کے ساتھ شب باشی کر - جب صبح ہوئی تو عدی خلوق کی قسم کی خوشبو لگائے ہوئے تھا - جذیمہ نے پوچھا : عدی ! یہ کیسے آثار ہیں ؟ جواب دیا : شادی کے - جذیمہ نے پوچھا : کون سی شادی ؟ عدی نے جواب دیا : رقاش کی شادی - یہ سن کر جذیمہ غش آیا اور زمین پر گر گیا - عدی اٹھا اور بھاگ نکلا - جذیمہ نے فوراً تلاش کرنے کا حکم دیا مگر اس کا کہیں پتا نہ چلا - بعض کہتے ہیں کہ جذیمہ نے اسے مار ڈالا تھا - جذیمہ نے رقاش کو یہ لکھ

---

۱ - المسعودی (مروج : ۲ : ۱۰۴) نے چھ سو بائیس سال آٹھ ماہ لکھا ہے -

Marfat.com

کر بھیجا :

حَدِّثِینِی وَأَنْتِ لَا تَکْذِبِ بِیْنِیْ
أَبِحُرٍ زَنَیْتِ أَم بِھَجِیْنٍ

مجھے سچ سچ بتا دے کیا تو شریف آدمی سے ہمکنار ہوئی یا دوغلے سے ؟

أَمْ بِعَبْدٍ فَأَنْتِ أَھْلٌ لِعَبْدٍ
أَمْ بِدُوْنٍ فَأَنْتِ أَھْلٌ لِدُوْنٍ

یا غلام سے ؟ تو تُو غلام ہی کے لائق ہے یا کسی کمینے سے ؟ تو تُو کمینے کے ہی لائق ہے

اس کے بعد جذیمہ نے رقاش کو اپنے پاس لا کر اپنے محل میں قید کر دیا ۔ استقرار حمل ہو چکا تھا جس سے ایک لڑکا پیدا ہوا ۔ رقاش نے اس کا نام عمرو رکھا ۔ جب جوان ہو گیا تو اس کی ماں نے اسے زیور پہنائے اور خوشبو لگا کر ماموں کو ملنے کے لیے بھیجا ۔ جذیمہ کو پسند آیا اور اس سے محبت کرنے لگا ۔ اس کے بعد جذیمہ ایک مقام پر اترا اور لوگوں کو کھمبیاں توڑ کر لانے کو کہا ۔ جس کسی کو کوئی پسندیدہ کھمبی مل جاتی وہ اسے خود کھا لیتا مگر عمرو اچھی اچھی چن کر لایا ۔ اس وقت عمرو نے کہا :

ھٰذَا[1] جَنَایَ وَخِیَارُہٗ فیه ، إِذْ کُلُّ جَانٍ یَدُہٗ إِلَی فِیْہِ

یہ میرا چنا ہؤا پھل ہے اور اس میں اچھے اچھے (دانے) موجود ہیں درانحالیکہ ہر چننے والے کا ہاتھ اپنے منہ کو جا رہا تھا ۔

اس کے بعد جن اسے اٹھا کر لے گئے ۔ جذیمہ نے بہت تلاش کیا مگر اس کا کہیں پتا نہ چل سکا ۔ اس نے تھک کر تلاش چھوڑ دی ۔

---

۱ - یہ شعر نہیں ہے ، مسجع عبارت ہے مگر سب نے اسے شعر کے طور پر لکھا ہے -

Marfat.com

[۲ : ۱۷۹] اس کے بعد بنی القین کے دو آدمی جن میں سے ایک کو عقیل اور دوسرے کو مالک کہتے تھے اور یہ دونوں فالح کے بیٹے تھے [بعض فالح کی بجائے فارح کہتے ہیں] شام کی طرف سے آئے - یہ دونوں بادشاہ کے لیے تحفہ لیے جا رہے تھے - ان کے ساتھ ایک گانے والی تھی جسے اُمّ عمرو کہتے تھے - ام عمرو نے ہنڈیا چولھے پر رکھ کر کھانا تیار کیا - وہ دونوں کھا ہی رہے تھے کہ ایک شخص آیا جس کے سر کے بال بکھرے ہوئے تھے ، ناخن بڑھ چکے تھے اور وہ بڑی خراب حالت میں تھا - اس نے اپنا ہاتھ بڑھایا - گانے والی نے اسے کھانا دیا اس شخص نے کھا لیا ، مگر پھر ہاتھ بڑھایا - اس پر اس نے کہا : أعْطِي[۱] العبدُ كُرَاعاً فَطَلَبَ ذِرَاعاً (غلام کو پایہ دیا گیا تو اس نے شانہ مانگا) اور یہ الفاظ ضرب المثل بن گئے - اس کے بعد اس نے دونوں کو شراب دے کر مشکیزے کا منہ تسمے سے بند کر دیا - اس وقت عمرو بن عدی نے کہا :

صَدَدْتِ الكَأسَ عَنَّا أُمَّ عَمْرٍو
وَكَانَ الكَأسُ مَجْرَاهَا اليَمِيْنَا

اے ام عمرو تو نے پیالے کا دور ہم سے پھیر دیا حالانکہ پیالے کا دور دائیں جانب سے چلا کرتا تھا :

وَمَا شَرُّ الثَّلَاثَةِ أُمَّ عَمْرٍو
بِصَاحِبِكِ الَّذِي لَا تَصْبَحِيْنَا

اے ام عمرو جس شخص کو تو شراب پینے کو نہیں دے رہی وہ تینوں میں سے بدتر تو نہیں ہے

یہ اشعار عمرو بن کلثوم تغلبی کے بھی بتائے جاتے ہیں - بعض کہتے ہیں کہ عمرو بن کلثوم نے ان اشعار کو اپنے معلقے میں شامل کر لیا تھا - ان دونوں نے اس آنے والے سے پوچھا : تو کون ہے ؟ اس نے کہا : میں

---

۱ - اردو میں اس کے بالمقابل '' انگلی پکڑتے پونچا پکڑنا '' ہے -

Marfat.com

عمرو بن عدی ہوں ۔ ان دونوں نے اٹھ کر اسے سلام کیا ۔ اس کے ناخن تراشے ، بال کاٹے ، عمدہ عمدہ کپڑے پہنائے اور کہا : ہم بادشاہ کو کوئی ایسا تحفہ نہیں پیش کر سکتے جو اس کے نزدیک اس کے بھانجے سے زیادہ نفیس یا اس کے پیش کرنے سے بہتر ہو ۔ وہ بھانجا جسے اللہ نے پھر سے اس کے پاس بھیج دیا ہو ۔ جب دونوں بادشاہ کے دروازے پر جا کر کھڑے ہوئے تو انھوں نے بادشاہ کو خوشخبری دی ۔ بادشاہ خوش ہؤا اور عمرو کو اس کی والدہ کی طرف بھیج دیا ، پھر ان دونوں سے کہا مانگو کیا مانگتے ہو ۔ دونوں نے کہا : ہم یہی چاہتے ہیں کہ جب تک تو زندہ ہے اور ہم زندہ ہیں ہم تمھارے ندیم بنے رہیں ۔ جذیمہ نے کہا : ہم نے تمھاری استدعا قبول کر لی ۔ یہی جذیمہ کے دو مشہور ندیم ہیں ۔ مُتَمِم بن نُوَیرہ نے اپنے بھائی مالک بن نُوَیرہ کا مرثیہ کہتے ہوئے جن دو ندیموں کا ذکر کیا ہے ان سے مراد یہی دو شخص ہیں :

وَكُنَّا كَنَدْمَانَيْ جَذِيمَةَ حِقْبَةً
مِنَ الدَّهْرِ حَتَّى قِيلَ لَنْ يَتَصَدَّعَا

ہم دونوں (مُتَمِم اور مالک) جذیمہ کے دو ندیموں کی طرح ایک زمانہ اکٹھے رہے یہاں تک کہ لوگ کہنے لگے یہ کبھی جدا نہ ہوں گے

فَلَمَّا تَفَرَّقْنَا كَأَنِّي وَ مَالِكاً
لِطُولِ اجْتِمَاعٍ لَمْ نَبِتْ لَيْلَةً مَعَا

[۲ : ۱۸۰] جب ہم جدا ہو گئے تو باوجود ایک عرصے تک اکٹھے رہے یوں معلوم ہو رہا تھا کہ ہم نے کبھی ایک رات بھی اکٹھے نہیں گزاری

ابو خراش الہذلی اپنے بھائی عروہ کا مرثیہ کہتے ہوئے کہتا ہے :

أَلَمْ تَعْلَمِي أَنْ قَدْ تَفَرَّقَ قَبْلَنَا
نَدِيمَا صَفَاءٍ مَالِكٌ وَعَقِيلُ

کیا تجھے معلوم نہیں کہ ہم سے پہلے دو پاک باطن ندیم مالک اور عقیل ایک دوسرے سے جدا ہو چکے ہیں

Marfat.com

روایت ہے کہ تکبر اور غرور کی وجہ سے جذیمہ کسی کو اپنا ندیم نہ بناتا تھا اور کہا کرتا کہ میں فرقدین کے سوا کسی کو ندیم بنانے سے کہیں بلند و بالا ہوں ۔ چنانچہ ایک پیالہ پی لیتا اور فرقدین میں سے ہر ایک کے لیے ایک پیالہ اُنڈیل دیا کرتا ۔ جب مالک اور عقیل آ گئے تو وہ چالیس سال تک اس کے ندیم رہے اور انھوں نے جذیمہ کے پاس کسی بات کو کبھی نہیں دہرایا ۔

اس کے بعد عمرو کی والدہ نے اس کے گلے میں سونے کا ہار ڈالا ، اُس نے ایسا کرنے کی نذر مان رکھی تھی ۔ پھر عمرو کو ماموں کو ملنے کے لیے بھیجا ۔ جب جذیمہ نے عمرو کی داڑھی دیکھی اور ساتھ ہی دیکھا کہ اس کے گلے میں ہار پڑا ہوا ہے تو کہا : ” شَبَّ عَمْرٌو عَنِ الطَّوْقِ “ (عمرو جوان ہے اور ہار پہننے کی عمر سے گزر چکا ہے) ۔ یہ الفاظ ضرب المثل بن گئے ۔ عمرو اپنے ماموں جذیمہ کے یہاں مقیم رہا ۔ ماموں کے اکثر معاملات کا نظم و نسق یہی چلاتا تھا یہاں تک کہ جذیمہ کو قتل کر دیا گیا ۔

قصیر اور زباء کا قصہ اور جذیمہ کے قتل کا واقعہ

جذیمہ تمام بادشاہوں سے افضل رائے والا ، نہایت دور تک غارت ڈالنے والا اور سخت خونریزی کرنے والا تھا ۔ یہ پہلا شخص تھا جس کے زیر نگین عراق کا تمام علاقہ تھا جیسا کہ بیان ہو چکا ۔ اس کی فرود گاہیں انبار ، بقّہ ، ہیت ، عین التمر ، اطراف البَرّ ، قُطْقُطانہ اور حیرہ کے ما بین تھیں ۔ اس نے اپنی فوجیں لے کر عمرو بن الظرب بن حسّان بن اُذینہ بن السمیدع بن ہوبر العاملی پر جو عمالیق عاملہ میں سے تھا چڑھائی کی ۔ عمرو نے بھی اپنی فوجیں جمع کر لیں ، دونوں کی مڈبھیڑ ہوئی ، جذیمہ نے اسے قتل کرکے اس کی فوجوں کو منتشر کر دیا اور وہ بھاگ نکلیں ۔ لوگوں نے اس کے مرنے کے بعد اس کی بیٹی زباء کو بادشاہ بنا دیا ۔ یہ نہایت دانشمند عورت تھی ۔ اس کے عہد میں اس سے زیادہ خوبصورت عورت

Marfat.com

دیکھنے میں نہ آئی تھی ۔ یہ بڑی ہی عالی ہمت تھی مگر اسے خطرہ ہؤا کہ کہیں عرب کے بادشاہ اس پر چڑھائی نہ کر دیں لٰہذا اس نے اپنے اس قلعے میں جو فرات کے کنارے پر واقع تھا اپنے لیے ایک سرنگ بنائی ۔ جس زمانے میں فرات میں کم پانی تھا اس نے فرات پر بند باندھ دیا اور عین دریا کے وسط میں اس نے پکی اینٹوں اور چونے سے ایک محل بنایا جو اس سرنگ سے بالکل متصل تھا ۔ اس نے ایک اور سرنگ جنگل میں بنائی اور یہ سرنگ اس کی ہمشیرہ کے شہر سے ملی ہوئی تھی ۔ اس کے بعد اس نے اس پر پانی چھوڑ دیا ۔ چنانچہ جب کبھی اسے دشمن کا خطرہ ہوتا تو اس سرنگ میں چلی جاتی ۔ جب تمام معاملات اس کی مرضی کے مطابق درست ہو گئے تو اس نے اپنے باپ کے خون کا بدلہ لینے کی غرض سے جذیمہ پر چڑھائی کرنا چاہی ۔ اس کی بہن صائب الرای اور دانشمند تھی ۔ اس نے اس سے کہا کہ صحیح رائے یہ ہے کہ تو اسے اپنے پاس بلا اور اسے یوں ظاہر کر کہ تو اس سے شادی کرنا چاہتی ہے تاکہ دونوں ملک اکٹھے ہو جائیں اور پھر اُس سے کہہ کہ وہ تیری بات مان لے ۔ اگر وہ دھوکا کھا گیا تو بغیر اس کے کہ تو اپنے آپ کو خطرے میں ڈالے اس پر قابو پا لے گی ۔ چنانچہ زباء نے جذیمہ کو اس بارے میں لکھا ۔ لالچ کی وجہ سے وہ بہک گیا اور مصاحبوں سے مشورہ کیا ۔ ہر ایک نے یہی کہا کہ اس کے پاس جانا اور اس کی بات مان لینا ہی درست ہے بجز قصیر بن سعد بن عمرو بن جذیمہ بن قیس بن ہلال بن نمارہ بن لخم کے ۔ اس نے کہا یہ رائے ایک خام رائے ہے ، یہ کھلا ہؤا دھوکا ہے ، اگر وہ اپنی پیشکش میں سچی ہے تو اسے خود تمھارے پاس آ جانا چاہیے ۔ اگر ایسا نہیں تو تمھیں اسے اپنے اوپر قابو نہ پانے دینا چاہیے ۔ جذیمہ نے اس سے اتفاق نہ کیا اور زباء کی طرف روانہ ہو گیا ۔ جب اس کے پاس پہنچا تو [۲ : ۱۸۲] اس نے حکم دیا کہ اس کی [۱] ہتھیلی کی بیرونی رگیں کاٹ دی

۱ - آلوسی نے درمیان میں سے کچھ عبارت حذف کر دی ہے ۔ تفصیل کے لیے دیکھیں مروج الذہب : ۲ : ۹۳ - ۹۵

Marfat.com

جائیں - اس سے اس کا تمام خون نکل گیا اور وہ مر گیا - اب قصیر جذیمہ کے بھانجے عمرو بن عدی کے پاس گیا اور کہا : کیا تو چاہتا ہے کہ میں تمام افواج تیرے پاس لے آؤں بشرطیکہ تو اپنے ماموں کے خون کا بدلہ لے - عمرو نے اس بات کا وعدہ کیا - اس کے بعد عمرو سرداروں اور سرکردہ لوگوں کے پاس گیا اور کہا : قائد اور سردار تم ہو ، مال اور خزانے ہمارے پاس ہیں ، اس طرح ان میں سے بہت سے لوگ اس کے پاس آ گئے اور انھوں نے عمرو بن عدی کو اپنا بادشاہ بنا لیا - اب قصیر نے عمرو سے کہا : جو وعدہ تم نے مجھ سے زباء کے متعلق کیا تھا اسے نگاہ میں رکھو - عمرو نے کہا : یہ کیسے ہو سکتا ہے وہ تو فضا کے عقاب سے بھی زیادہ محفوظ ہے - عدی نے کہا : جب تم نے بدلہ لینے سے انکار کر دیا ہے تو میں (ایک کام کرتا ہوں اور وہ یہ ہے) کہ میں اپنے کان اور ناک کاٹ ڈالتا ہوں اور اسے قتل کرنے کی ایک تدبیر کرتا ہوں ، تم میری مدد کرنا خدا تمھیں مذمت سے دور رکھے - عمرو نے کہا : تو بہتر سمجھتا ہے - قصیر نے اپنی ناک کاٹ لی پھر یہاں سے روانہ ہو کر زباء کے پاس جا پہنچا اور اس سے کہا : میں قصیر ہوں ، مخلوق کے رب کی قسم تمام روئے زمین پر کوئی شخص مجھ سے زیادہ جذیمہ کا خیر خواہ نہ تھا اور نہ ہی مجھ سے زیادہ کوئی شخص تم سے کینہ رکھنے والا تھا یہاں تک کہ عمرو بن عدی نے میری ناک اور کان کاٹ دیے - اب میں سمجھا کہ میں جس کسی[1] کے پاس رہوں گا اسے اتنا بار معلوم نہ ہوں گا جتنا کہ تمھیں - زباء نے کہا : اے قصیر ہم تمھارا عذر قبول کرتے ہیں اور تمھیں اپنے مال تجارت میں لگا دیتے ہیں - چنانچہ زباء نے اسے تجارت کرنے کے لیے مال دیا - قصیر حیرہ کے بیت المال میں آیا اور وہاں سے عمرو بن عدی کے حکم سے اس قدر مال لیا جس سے اس کے خیال کے مطابق زباء خوش ہو سکے گی اور یہ مال لے کر زباء کے پاس واپس آ گیا - جب زباء

---

۱ - بلوغ الارب میں : 'انی لم اکن مع احد اثقل علیہ منک' ہے مگر مروج الذھب میں : (انی لا اکون مع احد ھو اثقل علیہ منی معک) ہے -

نے وہ دولت جو قصیر لے کر آیا تھا دیکھی تو خوش ہوئی اور اسے اور مال تجارت کے لیے دیا ۔ قصیر اسی طرح کرتا رہا تاآنکہ وہ اس سے مانوس ہو گئی ۔ ایک دن قصیر نے زباء سے کہا دنیا کا جو بادشاہ یا ملکہ بھی ہو اسے ایک سرنگ بنا لینی چاہیے تاکہ حادثے کے وقت بھاگ کر اس میں چلی جائے ۔ زباء نے جواب دیا : میں نے پہلے سے یہ سرنگ بنا رکھی ہے اور وہ میرے اس تخت کے نیچے ہے ، یہ سرنگ میری بہن کے تخت تک چلی جاتی ہے ۔ پھر اس نے یہ سرنگ قصیر کو دکھا دی ۔ قصیر نے اس پر خوشی کا اظہار کیا اور حسب معمول تجارت کے لیے روانہ ہو گیا اور جا کے عمرو بن عدی کو سارا قصہ سنا دیا ۔ اب عمرو دو ہزار زرہ پوشوں کو بوریوں میں ڈال کر دو ہزار اونٹوں پر روانہ ہوا ۔ جب زباء تک پہنچ گئے تو قصیر آگے چلا گیا اور زباء کے پاس جا پہنچا پھر اس سے کہا : اپنے شہر کی فصیل پر چڑھ کر ذرا اپنے مال کا ملاحظہ کرو کیونکہ اب کے میں سونا چاندی لایا ہوں ۔ زباء قصیر کی طرف سے بالکل بے فکر ہو چکی تھی اس لیے کسی قسم کا بھی وہم اس کے دل میں نہ آیا ۔ مگر جب اس نے دیکھا کہ اونٹ بوجھل ہو کر چل رہے ہیں تو یہ شعر کہا ۔ بعض کہتے ہیں کہ یہ شعر کسی نے گھڑ کر زباء کی طرف منسوب کر دیا ہے :

مَا لِلْجِمَالِ مَشْيُهَا وَئِيدَا
أَجَنْدَلاً يَحْمِلْنَ أَمْ حَدِيدَا[1]

[۲ : ۱۸۳] کیا بات ہے کہ اونٹ آہستہ آہستہ چل رہے ہیں ان کے اوپر پتھر لدے ہوئے ہیں یا لوہا ؟

یہ اشعار مشہور ہیں ۔ جب اونٹ اندر آ گئے تو وہ لوگ بوریوں سے نکل آئے اور بڑے جوش کے ساتھ شہر والوں پر تلواروں سے حملہ کر دیا پھر زباء کے محل میں گھس گئے زباء نے بھاگ کر سرنگ میں جانا چاہا مگر

---

۱ - مسعودی نے اگلے دو شعر بھی نقل کیے ہیں :

أَمْ صَرَفَاناً بَارِداً شَدِيدَا
أَمِ الرِّجَالُ جُثَّماً قُعُودَا

وہاں قصیر تلوار لیے کھڑا تھا یہ وہاں سے لوٹی تو سامنے سے عمرو بن عدی آتے ہوئے ملا - بعض کہتے ہیں کہ عمرو نے اسے قتل نہیں کیا تھا بلکہ اس نے اپنی انگوٹھی کو چوسا تھا - (۱اس میں ایسا زہر تھا جو فوراً مار ڈالتا ہے) ساتھ ہی کہا : بِیَدِی لَا بِیَدِ عمرٍو (میں اپنے ہاتھ سے مروں گی عمرو کے ہاتھ سے نہیں) - بہر حال شہر کو ویران کر دیا گیا اور اہل شہر کی اولاد کو قید کر لیا گیا - عمرو نے زباء کا سارا مال اس کے باپ کا سارا مال اور اس کی بہن کا سارا مال لوٹ لیا - اور ہر بات کا مالک خدا ہے -

بادشاہوں کے وہ القاب جو عربوں کے یہاں رائج ہیں اور دیگر مناسب امور کا بیان

رومیوں میں سے جو شخص شام اور جزیرہ کا بادشاہ ہوتا عرب اسے قیصر کہا کرتے - مسعودی اپنی کتاب مروج الذہب میں کہتا ہے[۲] : لفظ قیصر کی تشریح ہے اسے چیر کر نکالا گیا - اس کی وجہ یہ تھی کہ اغسطس جو رومیوں کا دوسرا بادشاہ ہوا ہے ابھی پیٹ ہی میں تھا کہ اس کی والدہ حمل کی حالت میں مر گئی لہٰذا اس کا پیٹ چاک کیا گیا - چنانچہ اغسطس اپنے عہد میں یہ فخریہ طور پر کہا کرتا تھا کہ اسے کسی عورت نے نہیں جنا ، اسی طرح اس کے بعد آنے والے بادشاہ بھی اس پر فخر کیا کرتے تھے - مسعودی کا بیان ختم ہوا -

فارس کے بادشاہ کو " کِسریٰ " کہا جاتا تھا ، حبشہ کے بادشاہ کو " نجاشی " ، اسکندریہ کے بادشاہ کو " مقوقس " ، مصر کے کافر بادشاہ کو " فرعون " اور ہندوستان کے بادشاہ کو " بطلیموس " - عربوں

---

۱ - یہ عبارت بلوغ الارب میں نہیں دی گئی - 'مروج الذہب' سے لے کر ترجمہ کیا گیا ہے کیونکہ اس کے بغیر مفہوم پورا ادا نہیں ہوتا مروج کے یہ الفاظ ہیں : وکان فیہ سم ساعة

۲ - مروج الذہب : ۱ : ۳۰۹

Marfat.com

نے ان کے علاوہ جنسوں کے بھی نام رکھے ہوئے ہیں جن کا ذکر حافظ عماد الدین المعروف بابن کثیر الدمشقی نے اپنی تاریخ المسمٰی بہ البدایہ و النہایہ میں کیا ہے ۔

رہے یمن کے اَذْوَاء تو ان میں سے بعض بادشاہ ہیں اور بعض چھوٹے بادشاہ ۔ (قَیل) ، قیل بادشاہ سے کم درجے کے حکمران کو کہتے ہیں ۔ صحاح میں ہے : قَیل حِمْیَر کے بادشاہوں میں سے ایک بادشاہ ہوتا ہے جو ملک اعظم سے نیچے درجے کا ہوتا ہے ۔ مؤنث کو قیلۃ کہیں گے ۔ یہ لفظ اصل میں قَیِّل ، تشدید کے ساتھ تھا گویا کہ قیل وہ ہے جس کا قول مانا جائے یعنی اس کا قول نافذ ہو۔ اس کی جمع اَقوال اور اَقیال آتی ہے ۔ جنھوں نے اس کی جمع اقیال لکھی ہے انھوں نے اس کا مفرد قَیِّل ۔ بالتشدید نہیں کہا اور مِقْوَل [میم کے نیچے زیر] کے معنی بھی قَیل ہی کے ہیں اہل یمن کی زبان میں اور جمع مَقَاوِل آتی ہے ۔

قاموس میں ہے : قیل بادشاہ کو کہتے ہیں یا قیل حمیر کے بادشاہوں میں سے ایک کو کہتے ہیں ۔ جو اس کا جی چاہے کہتا ہے اور وہ نافذ ہوتا ہے قَیِّل کے بھی یہی معنی ہیں یا اس کے معنی یہ ہیں وہ جو ملک اعلٰی سے کم درجے کا ہو ۔

قاموس ہی میں ہے کہ تبابعہ یمن کے بادشاہوں کو کہتے ہیں ۔ اس کا واحد (تُبَّع) سُکَّر کی طرح آتا ہے اسے تُبَّع صرف اس وقت کہا جائے گا جب اس کی حکمرانی حِمْیَر اور حضر موت پر ہوگی ۔

کتاب اسرار اللغۃ میں ہے : جاہلیت میں جو حیثیت اَرْدَاف الملوک کو حاصل تھی وہی حیثیت اسلام میں وزراء کو حاصل ہے ، ردافۃ وزارت کی طرح ہے ، لبید کہتا ہے :

وَ شَهِدتُ أَنْدِيَةَ الأُفاقةِ ۱ عَالِياً
كَعْبِي وَأَرْدَافُ المُلُوكِ شُهُودُ

---

۱ ۔ أفاقہ ایک جگہ کا نام ہے اورکعب کے معنی شان و شوکت اور شرف کے ہیں ۔ محاورہ ہے : أعْلَى الله كَعْبَه (خدا اس کی شان بلندکرے) ۔

Marfat.com

میں نے اُفاقہ (نامی جگہ) کی مجالس میں شرکت کی ، میری شان
بلند ہوتی تھی حالانکہ بادشاہوں کے وزرا وہاں موجود ہوتے تھے

حمیر کے یہاں اقیال کا وہی مرتبہ تھا جو رومیوں کے یہاں بطاریق کا اور عربوں کے یہاں قُوّاد کا تھا ، بیان ختم ہؤا -

اب لباب میں ہے : رِدْف [کسرہ پھر جزم کے ساتھ] وہ شخص جو بادشاہ کی دائیں جانب بیٹھتا ہے - جب بادشاہ پی لیتا ہے تو اور لوگوں سے پہلے رِدْف پیتا ہے اور جب بادشاہ کسی مہم پر جاتا ہے تو ردف اس کی جگہ پر بیٹھتا ہے اور بادشاہ کی واپسی تک یہ اس کا جانشین [۲ : ۱۸۵] ہوتا ہے اور جب بادشاہ کی فوج واپس آ جاتی ہے تو رِدْف مال غنیمت کا چوتھائی حصہ لیتا ہے -

عربوں کے یہاں عریف ہؤا کرتے تھے - یہ عریف ان کے یہاں قبیلے اور محلے کا منتظم ہوتا تھا - وہ ان کے تمام امور کا انتظام کرتا ، امیر لوگوں کے حالات اسی سے دریافت کیے جاتے ، طریف[1] نے اپنے اس شعر میں یہی معنی مراد لیے ہیں :

أَوَ كُلَّمَا وَرَدَتْ عُكَاظَ قَبِيلَةٌ
بَعَثُوا إِلَيَّ عَرِيفَهُمْ يَتَوَسَّمُ

یہ کیا بات ہے کہ جب بھی کوئی قبیلہ عکاظ میں آتا ہے تو وہ اپنا
عریف مجھے پہچاننے کے لیے میرے پاس بھیجتا ہے

[۲ : ۱۸۶] اس کی مراد یہ ہے کہ اُس نے ہر قبیلے کے خلاف ارتکاب جرم کر رکھا ہے لہٰذا جب وہ سوق عکاظ میں آتا ہے تو ان کا ضامن اس جرم کے بدلے کا مطالبہ کرتا ہے - یہ بات عربوں میں بہادروں کے لیے مدح سمجھی جاتی ہے - بعض کہتے ہیں کہ قبیلوں نے اپنا عریف اس

---

۱ - طریف : طریف سے مراد طریف بن تمیم العنبری سے ہے - ابو عمرو اس کی کنیت ہے - یہ بنی تمیم کے شہسواروں میں سے تھا اور جاہلی اور کم گو شاعر ہے - اسے حَمَصِیْصَہْ شیبانی نے شراحیل شیبانی کے خون کے بدلے میں قتل کیا تھا - (شرح امالی : ۲۵۱)

Marfat.com

لیے اس کی طرف بھیجا کہ یہ چونکہ ان کے رئیس اور شریف سے اونچا ہے اس لیے جب تک یہ موجود نہ ہو وہ مکمل طور پر فخر کا اظہار نہیں کر سکتے ، نیز اس لیے بھی کہ ہر قسم کی شرفِ اعلیٰ کے موقع پر یہی ان کا فیصلہ دینے والا ہوتا تھا ۔

عریف کا ذکر ایک حدیث میں بھی آیا ہے جس کی روایت ابو داؤد نے اپنی سنن میں کی ہے ۔ ابو داؤد کہتا ہے ہمیں مسدد نے بتایا ، اسے بشر بن الفضل نے بتایا ، اسے غالب بن القطان نے ایک آدمی سے روایت کرتے ہوئے بتایا اور اس نے اپنے باپ سے اور پھر اس نے اپنے باپ سے روایت کرتے ہوئے بتایا کہ وہ کسی گھاٹ پر تھے ۔ جب انھیں اسلام کی خبر پہنچی تو پانی کے مالک نے اس کی قوم کو ایک سو اونٹ دینے کا وعدہ کیا بشرطیکہ وہ مسلمان ہو جائیں ۔ وہ سب کے سب اسلام لے آئے ۔ چنانچہ اونٹوں کو ان میں تقسیم کر دیا گیا ۔ اس کے بعد اس کے دل میں خیال پیدا ہوا کہ وہ اپنے اونٹ ان سے واپس لے لے ۔ اس نے اپنا بیٹا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بھیجا اور بیٹے سے کہا : نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں جا کر کہنا ، میرا باپ بوڑھا ہے اور وہ پانی کا منتظم ہے اب اس کی درخواست ہے کہ آپ اس کے بعد مجھے عریف بنا دیں ۔ بیٹا آیا اور کہا : میرا باپ سلام عرض کرتا ہے ۔ آپ نے فرمایا : تم پر اور تمھارے باپ پر سلام ہو ۔ پھر کہا : میرے باپ نے قوم کو ایک سو اونٹ اس شرط پر دینے کا وعدہ کیا تھا کہ وہ مسلمان ہو جائیں ۔ چنانچہ وہ مسلمان ہو گئے اور خوب مسلمان ہوئے ، اس کے بعد میرے باپ کے دل میں خیال آیا کہ وہ ان اونٹوں کو ان سے واپس لے لے کیا ان اونٹوں کا زیادہ حقدار میرا باپ ہے یا وہ لوگ ؟ آپ نے فرمایا : اگر اس کے دل میں یہ خیال آیا ہے کہ اونٹ ان کے سپرد کر دے تو سپرد کر دینے چاہئیں اور اگر یہ خیال آیا ہے کہ واپس لے لے تو یہ ان اونٹوں کا ان کے مقابلے میں زیادہ حقدار ہے ۔ اگر مسلمان رہیں تو ان کے لیے ان کا اسلام ہے اور اگر مسلمان نہ ہوں گے تو اسلام لانے کے لیے ان سے جنگ کی جائے گی ۔ پھر کہا : میرا باپ بوڑھا ہے اور وہ پانی کا منتظم

Marfat.com

ہے اور اس نے درخواست کی ہے کہ اس کے مرنے کے بعد مجھے عریف بنا دیا جائے ۔ آپ نے فرمایا : عریف بننا حق ہے اور لوگوں کا کوئی نہ کوئی عریف ہونا بھی ضروری ہے مگر عریف لوگ دوزخ میں جائیں گے ۔ آپ کا فرمانا " العرافة حق "، اس سے آپ کی مراد یہ ہے کہ اس میں لوگوں کی مصلحت پائی جاتی ہے ، معاملات نرمی سے طے پائے جاتے ہیں ، اسی لیے تو آپ نے فرمایا : لوگوں کا کوئی نہ کوئی عریف ضرور ہونا چاہیے ۔ رہا آپ ؐ کا فرمانا : العُرَفَاءُ فِی النَّارِ تو اس سے مراد یہ ہے کہ لوگوں کو رئیس بننے کی خواہش کرنے سے ڈرایا جائے اس لیے کہ لوگوں پر حاکم بننے کے لیے مشقت اور آزمائش سے دو چار ہونا پڑتا ہے نیز یہ کہ اگر عریف نے عرافت کا حق ادا نہ کیا اور امانت کو جوں کا توں نہ لوٹایا تو وہ گنہگار ہوگا اور حق سبحانہ کی طرف سے سزا کا مستوجب ہوگا اور اس بات کا ڈر ہوگا کہ کہیں وہ دوزخ میں نہ داخل ہو جائے ۔

رہا " رائد " تو رائد وہ شخص ہوتا جو پانی اور گھاس کی تلاش میں قوم سے پہلے جاتا تاکہ قوم وہاں جا کر اترے ۔ عرب کے ہر قبیلے کا ایک رائد ہوتا جسے زمینوں اور پانیوں وغیرہ کے حالات سے واقفیت ہوتی اور تجربہ ہوتا ۔ شاعر کہتا ہے :

وَقَالَ رَائِدُهُمْ أَرْسُوا نُزَاوِلُهَا
فَكُلُّ حَتْفِ امْرِیءٍ یَجْرِی بِمِقْدَارِ

ان کے رائد نے کہا یہاں ڈیرہ ڈال دو تاکہ ہم جنگ لڑیں کیونکہ ہر انسان کی موت تقدیر الٰہی سے واقع ہوتی ہے

[۲ : ۱۸۷] یعنی تم قیام کرو تاکہ ہم لڑیں کیونکہ ہر نفس کی موت اللہ کی تقدیر سے واقع ہوتی ہے ۔ نہ بزدلی نجات دلا سکتی ہے اور نہ آگے بڑھنا اسے ہلاک کر سکتا ہے

عربوں کے نزدیک سیادت کے شرائط

جاحظ اپنی کتاب شرائع المروۃ میں کہتا ہے : عرب چند چیزوں کی بنا پر سردار بنایا کرتے تھے ۔ مُضَر تو صاحب رائے آدمی کو سردار بنایا

Marfat.com

کرتے اور ربیعہ اس شخص کو سردار بناتے جو لوگوں کو کھانا کھلاتا۔ یمن کے لوگ حسب و نسب کی بنا پر بنایا کرتے اور جاہلیت کے لوگ صرف اس شخص کو سردار بناتے جس میں یہ چھ صفات کامل طور پر پائی جاتیں : سخاوت ، بہادری ، صبر ، حلم ، تواضع اور قوت بیان اور اسلام میں یہ (صفات) سات ہو گئیں۔

کسی نے قیس بن عاصم سے پوچھا : تو کن خصلتوں کی بدولت اپنی قوم کا سردار بنا ؟ قیس نے جواب دیا : سخاوت کرنے ، لوگوں کو دکھ نہ پہنچانے ، دوست کی مدد کرنے اور مہمان نوازی میں عجلت سے کام لینے کے باعث۔

بعض اوقات انسان عقل ، عفت ، ادب اور علم کی وجہ سے بھی سردار بن جاتا ہے۔

کسی نے کہا : قبیلے کے ساتھ بھلائی کرنے اور لوگوں کے جرموں کو برداشت کرنے کا نام سرداری ہے۔

[1] ابوبکر سے مروی ہے وہ کہتے ہے کہ مجھے الریاحی نے عتبی سے روایت کرتے ہوئے بتایا اور اس نے اہل مدینہ کے ایک انصاری سے روایت کرتے ہوئے بتایا کہ معاویہ رض نے عرابہ بن آوس بن حارثہ انصاری سے پوچھا : اے عرابہ تو کن امور کی بدولت اپنی قوم کا سردار بنا ؟ عرابہ نے کہا: اے معاویہ رض میں تمھیں بتاتا ہوں کہ میں اپنی قوم کے لیے ایسا تھا جیسا کہ حاتم نے کہا ہے۔ معاویہ نے کہا : حاتم نے کیا کہا ہے ؟ راوی کہتا ہے کہ اس پر عرابہ نے یہ اشعار سنائے :

فَأَصْبَحْتُ فِي أَمْرِ العَشِيرَةِ كُلِّهَا
كَذِي الحِلْمِ يُرْضَى مَا يَقُولُ وَيُعْرَفُ

میں اپنے تمام قبیلے کے معاملے میں اس حلیم الطبع انسان کی طرح ہو گیا کہ جو کچھ وہ کہتا ہے قبیلہ اس کو پسند کرتا ہے اور اسے سب پہچانتے ہیں

---

۱ - ملاحظہ ہو امالی : ۱ : ۲۷۰

Marfat.com

۱و ذٰلِکَ اِنِّی لا أُعَادِی سَرَاتَهُم
وَلاَ عَن أَخِی ۲ضَرَّائِهِم أَتَنَکَّفُ

اس کی وجہ یہ ہے کہ میں ان کے اشراف سے دشمنی نہیں رکھتا اور نہ ہی ان کے تنگدستوں سے نفرت کرتا ہوں

وَاِنِّی لاَ أُعطِی سَائِلِی وَلَربَّمَا
أُکَلَّفُ مَا لاَ أَستَطِیعُ فَأَکلَفُ

اور جو سائل بھی آ جائے میں اسے عطا کرتا ہوں اور بسا اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ مجھے اُن امور کی تکلیف دی جاتی ہے جن کی مجھ میں طاقت نہیں ہوتی مگر میں انھیں برداشت کرتا ہوں خواہ دقت ہی کے ساتھ کیوں نہ برداشت کروں

وأِنِّی لَمَذمُومٌ إذَا قِیلَ حَاتِمٌ
نَبَا نَبوَةً إنَّ ۳الکَرِیمَ یُعَنَّفُ

اور میں اس وقت قابل مذمت ہوتا ہوں جب لوگ کہیں کہ حاتم سے چوک ہو گئی - بیشک شریفوں کو ہی عتاب کیا جاتا ہے (نہ کہ لئیموں کو)

اور خدا کی قسم میں ان کے سفیہوں سے درگزر کرتا ہوں اور ان کے جاہلوں (کی جہالت پر) حلم اختیار کرتا ہوں - ان کے کاموں میں دوڑ دھوپ کرتا ہوں اور ان کے سوالی کو دیتا ہوں لہٰذا جو شخص میری طرح کرے گا وہ مجھ جیسا ہوگا اور جس نے مجھ سے بہتر کام کیے وہ مجھ سے افضل ہوگا اور جو میرے افعال تک پہنچنے سے قاصر ہوگا میں اس سے

۱ - امالی میں : و ذاک لانّی ہے -
۲ - بلوغ الارب میں : حیرّاتھم ہے تصحیح امالی سے کی گئی ہے -
۳ - البکری (شرح الامالی : ۶۰۵) کہتا ہے : یرید ان الکریم یعنّفُ و اللئیم لا یُعنّف و ھذا مثل قولھم " إنّما یُعاتَبُ الأدیمُ ذوالبَشَرة "

Marfat.com

[۲ : ۱۸۸] بہتر ہوں گا - یہ سن کر معاویہؓ نے کہا جب شماخ نے تیرے بارے میں یہ شعر کہے تھے تو سچ کہا تھا :

رَأَیْتُ عَرَابَةَ الأَوْسِیَّ یَسْمُو
إِلَی الخَیْرَاتِ مُنْقَطِعَ القَرِیْنِ

میں نے عرابہ اوسی کو دیکھا ہے کہ وہ نیکیوں کی طرف (تن تنہا) چڑھ جاتا ہے درآنحالیکہ اس کے ساتھی اس سے منقطع ہو چکے ہوتے ہیں

إِذَا مَا رَأیَةٌ رُفِعَتْ لِمَجْدٍ
تَلَقَّاهَا عَرَابَةُ بِالیَمِیْنِ

جب بھی بزرگی کا کوئی جھنڈا بلند ہوتا ہے تو عرابہ اسے بڑی قوت سے لے لیتا ہے

اصمعی کہتا ہے : [۱]ابو عمرو بن العلاء نے تمام سرداروں کے عیبوں کا ذکر کیا ہے اور ان مذموم خصلتوں کا بھی ذکر کیا ہے جو ان میں پائی جاتی تھیں - پھر آخر میں کہتا ہے : میں نے جو چیز بھی سیادت سے مانع آنے والی دیکھی اسے کسی نہ کسی سردار میں ضرور پایا - ہم نے کم سنی کو سیادت سے مانع پایا مگر ابوجہل بن ہشام کی ابھی موچھیں نہ نکلی تھیں کہ وہ سردار بنا ، وہ دارالندوہ میں شامل ہؤا مگر اس وقت ابھی اس کی پوری داڑھی نہ نکلی تھی - ہم نے بخل کو سرداری سے مانع پایا مگر ابو سفیان بخیل اور زانی تھا ، عامر بن الطفیل بخیل اور جابر تھا پھر بھی سردار تھا ، حالانکہ ظلم سردار بننے کے منافی ہے - کُلَیْب بن وائل ظالم ہوتے ہوئے بھی ربیعہ کا سردار تھا - حذیفہ بن بدر ظالم تھا مگر وہ غطفان کا سردار تھا اور بیوقوفی سرداری کے منافی ہے مگر عُیَیْنَہ بن حصن احمق ہونے کے باوجود سردار تھا - کمی تعداد بھی سردار بننے سے مانع آتی ہے مگر شبل بن معبد سردار تھا حالانکہ بصرے میں اس کے قبیلے

---

۱ - ابو عمرو بن العلاء راوی شعر اور نحوی تھا - ۱۵۴ھ میں وفات پائی -

Marfat.com

کے دو آدمی بھی نہ تھے - محتاجی سرداری کی راہ میں حائل ہوتی ہے مگر عتبہ بن ربیعہ باوجود تنگدست ہونے کے سردار تھا لٰہذا یوں کہنا چاہیے کہ جسے بھی کوئی قوم اپنا سردار بناتی ہے اسے بالضرور ان اچھی خصلتوں اور پسندیدہ امور کی وجہ سے بناتی ہے جو اس کی قوم اس میں دیکھتی ہے - انھی کی وجہ سے تو انھوں نے اسے سردار بنایا ہے - اللہ توفیق دینے والا ہے -

عربوں کے گھرانے

یاد رکھیں کہ ہر شخص اس بات کا مدعی ہے کہ اسے برتری اور فضیلت حاصل ہے مگر صحیح بات وہ ہے جس پر علما متفق ہو جائیں اور روایت کنندگان اسے سلسلہ وار روایت کرتے چلے آئیں - ابن الکلبی کہتا ہے : میرا باپ کہا کرتا تھا : بنی تمیم کی شاخ بنی سعد میں تعداد ہے ، گھرانہ بنی دارم میں ہے ، شہسوار بنی یربوع میں ہیں ، قیس کا گھرانہ غطفان میں ہے پھر بنی فزارہ میں اور تعداد بنی عامر میں ہے اور شہسوار بنی سلیم میں اور تعداد ربیعہ میں ، اور گھرانہ اور شہسوار شیبان میں -

ابن سلام الجُمَحِی کہتا ہے - لوگ کہا کرتے تھے کہ اگر تم بنی تمیم میں سے ہو تو قبیلۂ حنظلہ کا نام لے کر تفاخر کیا کرو - کثرت تعداد میں بنی سعد کے ساتھ اور عمرو کو ساتھ لے کر جنگ کرو اور اگر تم بنی قیس میں سے ہو تو تفاخر غطفان کے ذریعے کرو ، تعداد میں ہوازن کے ساتھ اور جنگ کرو تو سلیم کو ساتھ لے کر ، اور اگر تم بکر میں سے ہو تو فخر میں مقابلہ شیبان کے ذریعے کرو - کثرت تعداد میں بھی شیبان کے ساتھ اور جنگ بھی انھی کو ساتھ لے کر کرو -

ابو عبیدہ کہتا ہے : عرب بھر میں بنی ثعلبہ بن عکابہ سے بڑھ کر کہیں بھی چار بھائی زیادہ نجیب ، زیادہ تعداد والے یا زیادہ شہسواروں والے نہیں ہوئے - اسے "آغَرّ" اور حِصْن کہا جاتا ہے اور شیبان ، ذُہل ، قیس اور تیم اللہ اس کے بیٹے ہیں - ابو عبیدہ کہتا ہے : غطفان کا شہسوار الربیع بن زیاد العبسی تھا - ان کا خونخوار بہادر الحارث بن ظالم تھا اور

Marfat.com

منصف هرم بن قطبہ اور سخی هرم بن سنان المرّی اور شاعر النابغۃ الذبیانی اور بنی تمیم کا شہسوار بنی یربوع کا ایک فرد عتیبۃ بن الحٰرث بن شہاب تھا اور عمرو بن تمیم کا شہسوار طریف بن تمیم العنبری تھا اور دارم کا شہسوار عمرو بن عمرو بن عُدَس - سعد کا شہسوار فدکی بن المنقری تھا اور رباب کا زید الفوارس بن حصین الضبی ، قیس کا عامر بن الطفیل اور ربیعہ کا بسطام بن قیس -

ابو عبیدہ کہتا ہے : عربوں کے تین گھرانے ہیں چنانچہ جاہلیت میں قیس کا گھرانہ بنو فزارہ تھا مگر ان کا مرکز تھے بنو بدر ، ربیعہ کا گھرانہ بنو شیبان تھا مگر ان کا مرکز تھے ذوالجدین تمیم کا گھرانہ بنو عبداللہ بن دارم تھا مگر ان کا مرکز تھے بنو زرارہ -

ابو عمرو بن العلاء کہتا ہے : آج کل بنی سعد کا گھرانہ آل زبر قان بن بدر ہے جو بنی بھدلہ بن عوف بن کعب بن سعد میں سے ہیں - بنی ضبہ کا گھرانہ بن بنو ضرار بن عمرو الردیم ہے اور بنی عدی بن عبدمناۃ کا گھرانہ [۲ : ۱۹۰] آل شہاب ہے جو بنی ملکان میں سے ہیں اور تیم کا گھرانہ آل نعمان بن جساس ہے -

جمحی کہتا ہے : یمن کا شہسوار بنی زبید کا عمرو بن معدیکرب ہے - ان کا شاعر امرؤالقیس ہے ، کندہ میں ان کا گھرانہ الاشعث بن قیس ہے ، اس میں کسی کو اختلاف نہیں ، صرف نزار میں اختلاف ہے - جمحی کہتا ہے : مگر شرف وہ ہے جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے تھا ، پھر اسلام میں بھی بدستور اسی طرح مسلسل چلا آیا -

ابو ایاس البصری کہتا ہے: قیس کا گھرانہ آل عمرو بن الظرب العدوانی میں تھا - پھر غنی میں آل عمرو بن یربوع میں پھر بنی بدر میں چلا گیا اور اسلام آنے تک انھی میں تھا -

الاخفش علی بن سلیمان کہتا ہے : ھاشم اور عبد شمس قریش کی دو شاخیں ہیں اور غطفان کی دو شاخیں بدر بن عمرو بن لوذان اور سیار بن عمرو بن جابر ہیں - حنظلہ کی بھی دو شاخیں ہیں اور وہ یربوع کے دو بیٹے رباح اور ثعلبہ ہیں - ربیعہ بن عامر بن صعصعہ کی بھی دو شاخیں ہیں ، کلاب

Marfat.com

کے دو بیٹے جعفر اور ابوبکر - قضاعہ کی بھی دو شاخیں عذرہ اور الحٰرث بن سعد ہیں - ان سب کا ذکر ابن رشیق نے العمدہ میں کیا ہے -

جسے جاہلیت میں شرف حاصل تھا اسلام نے اس میں تبدیلی نہیں کی - اور اسی کے مطابق حدیث وارد ہوئی ہے :

النَّاس مَعَادِنٌ خِيَارُهُمْ فِي الجَاهِلِيَّةِ خِيَارُهُمْ فِي الاِسْلَام إِذَا فَقُهُوا

لوگوں کی مثال کانوں کی سی ہے لہٰذا جو جاہلیت میں بہتر سمجھا جاتا ہوگا وہ اسلام میں بھی بہتر ہوگا بشرطیکہ وہ دین کو سمجھ لے

اس حدیث میں وجہ شبہ یہ ہے کہ جب کان کے اندر سے اس کی مخفی معدنیات نکال کر باہر لائی جائیں تو ان کی صفات میں کسی قسم کی تبدیلی پیدا نہ ہو گی - یہی حال شرافت کا ہے کہ اس کی ذات میں کوئی تغیر پیدا نہیں ہوتا بلکہ جو زمانۂ جاہلیت میں شریف ہوگا وہ اپنے جاہلی لوگوں کا سردار ہو گا اور اگر یہی شخص مسلمان ہو جائے تو اس کی شرافت بھی بدستور رہے گی اور یہ شخص ان تمام لوگوں کے مقابلے میں زیادہ شرف والا ہوگا جو جاہلیت میں اس سے کم درجہ کے تھے اور اب وہ بھی مسلمان ہوگئے ہوں - آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان إِذَا فَقُهُوا میں اس بات کی طرف اشارہ پایا جاتا ہے کہ اسلامی شرافت کی تکمیل صرف اسی صورت میں ہو سکتی ہے جب وہ دین کی سمجھ بوجھ حاصل کر لے لہٰذا اس صورت میں لوگوں کی چار قسمیں ہوئیں - اسی طرح اس کے برعکس بھی چار قسمیں ہیں - پہلی قسم وہ لوگ ہیں جو جاہلیت میں شریف تھے اور اسلام لا کر انھوں نے دین کی سمجھ بوجھ حاصل کی - دوسری قسم وہ لوگ ہیں جو جاہلیت میں تو شریف تھے اور پھر اسلام لائے مگر دین کی سمجھ بوجھ حاصل نہیں کی - اس کے بالمقابل وہ لوگ ہیں جو جاہلیت میں شریف نہ تھے مگر اسلام لائے اور دین کی سمجھ بوجھ حاصل کر لی - تیسری قسم وہ لوگ جو جاہلیت میں شریف تو تھے مگر نہ اسلام لائے اور نہ دین کی سمجھ بوجھ حاصل کی ، اس کے بالمقابل وہ لوگ ہیں جو جاہلیت

Marfat.com

میں شریف نہ تھے مگر اسلام لانے کے بعد انھوں نے دین کی سمجھ بوجھ حاصل کی - چوتھی قسم وہ لوگ ہیں جو جاہلیت میں شریف تھے مگر اسلام نہیں لائے اور دین کی سمجھ بوجھ حاصل کر لی - اس کے بالمقابل وہ لوگ ہیں جو جاہلیت میں شریف نہ تھے مگر وہ اسلام تو لے آئے اور دین کی سمجھ بوجھ حاصل نہیں کی - چنانچہ ان میں سے ارفع ترین قسم وہ لوگ ہیں جو جاہلیت میں صاحب شرف تھے پھر اسلام لائے اور انھوں نے دین کی سمجھ بوجھ بھی حاصل کر لی ، اور اس کے بعد وہ شخص آتا ہے جو جاہلیت میں تو شریف نہ تھا مگر مسلمان ہو کر اس نے دین کی سمجھ بوجھ بھی حاصل کر لی ، پھر وہ شخص جو جاہلیت میں شریف تھا پھر اسلام لانے کے بعد اس نے دین کی سمجھ حاصل نہیں کی ، پھر وہ شخص آتا ہے جو شریف نہ تھا پھر مسلمان ہؤا اور دین کی سمجھ حاصل نہ کی - رہے وہ لوگ جو مسلمان نہیں ہوتے تو ان کا کوئی اعتبار نہیں خواہ وہ جاہلیت میں شریف تھے یا نہ تھے ، خواہ انھوں نے دین کی سمجھ حاصل کی یا نہ کی [۲ : ۱۹۱] اور خیار اور شرف سے مراد وہ لوگ ہیں جو محاسن اخلاق سے متصف ہوں مثلاً کرم ، عفت ، اور حلم وغیرہ اور بُرے اخلاق سے بچتے ہوں مثلاً بخل ، بدکاری ، ظلم وغیرہ -

ملوک عرب میں سے کس نے سب سے پہلے انعام دینے کا طریقہ جاری کیا

ابو جعفر نحاس کہتا ہے : جائزہ کے اصلی معنی یہ ہیں کہ کسی شخص کو اس قدر چیز دے دی جائے جو اسے وہاں سے گزر جانے کے قابل کر دے تاکہ وہ اپنے مقصد کی طرف روانہ ہو جائے - دستور یہ تھا کہ جب کوئی شخص کسی پانی پر آتا تو اس پانی کے نگہبان سے کہتا : أَجِزْنِي مراد یہ کہ مجھے اس قدر پانی عطا کر دو کہ میں اپنے سفر پر روانہ ہو سکوں اور تم سے گزر کر چلا جاؤں ، پھر کثرت استعمال سے ہوتے ہوتے اس کے معنی عطیہ (یا انعام) کے ہو گئے - راجز کہتا ہے :

Marfat.com

یَاقَیِّمَ المَاءِ قَدْ تَشْکُ نَفْسِی
أَحْسِنْ جَوَازِی وَأَقِلَّ حَبْسِی

اے پانی کے محافظ میں تجھ پر قربان جاؤں مجھے یہاں سے اچھی طرح سے گزر جانے دے اور مجھے یہاں زیادہ مدت کے لیے نہ روکے رکھ

ابن قتیبہ کہتا ہے : لفظ جائزہ اور جوائز کی اصل یہ ہے کہ قطن بن عوف بن اصرم جو بنی ہلال بن عامر بن صعصعہ میں سے تھا اور رؤسائے عرب میں سے تھا ۔ عبداللہ بن عامر کی طرف سے فارس کا حاکم مقرر ہؤا ۔ احنف بن قیس کا جو خراسان میں جہاد کرنے کی غرض سے جا رہا تھا ادھر سے گزر ہؤا ۔ قطن ان کی خاطر ”کر“ کے پل پر کھڑا ہو گیا ۔ ہر شخص اپنا نسب نامہ بیان کرتا جاتا اور وہ انھیں ان کے حسب کے مطابق عطیے دیتا جاتا ۔ پہلے پہل تو اس نے لوگوں کو سو سو (درہم) دے مگر جب ان کی تعداد زیادہ دیکھی تو کہا ان کو گزرنے دو ، پھر کہا گزرنے دو ، چنانچہ یہ پہلا شخص تھا جس نے ”جائزہ“ (انعام) دینے کا طریقہ رائج کیا ۔ شاعر کہتا ہے :

فِدًی لِأَکْرَمِیْنَ بَنِی هِلَالٍ
عَلَی عِلَّاتِهِمْ عَمِّی وَ خَالِی

بنو ہلال کے شرفا پر خواہ وہ کسی حالت میں ہوں میرا چچا اور ماموں فدا ہو

هُمْ سَنُّوا الجَوَائِزَ فِی مَعَدٍّ
فَصَارَتْ سُنَّةً أُخْرَی اللَّیَالِی

کیونکہ انھی نے قبیلۂ معد میں عطیے دینے کا طریقہ جاری کیا اور پھر یہ تا قیام قیامت ایک دستور بن گیا

اکثر اوقات یہ عطیہ ایک بَدرہ کا ہوتا ، ایک بَدْرہ (تھیلی) دس ہزار درہم کا ہوتا تھا ۔ بَدْرہ کا یہ نام اس کے وافر ہونے کی وجہ سے رکھا

Marfat.com

گیا - بعض کہتے ہیں کہ اسی معنی کو مدنظر رکھتے ہوئے چودھویں رات کے چاند کو اس کے مکمل اور نور سے بھرپور ہونے کی وجہ سے بَدْر کہا گیا ہے - بعض کہتے ہیں کہ اسے بَدْر اس لیے کہا گیا کہ یہ سورج (غروب ہونے کے) فوراً بعد طلوع ہوتا ہے - اور بعض کہتے ہیں کہ بدرہ اس لیلے کی کھال کو کہتے ہیں جس کا دودھ چھڑا دیا گیا ہو یا بدرہ جوان بکری کی کھال کو کہتے ہیں جسے مال سے بھر دیا جائے پھر مجازاً اس مال کو بھی بدرہ کہا جانے لگا جو اس کھال میں ڈالا گیا ہو -

اور صلہ کا لفظ اس عطیے کے لیے استعمال کیا جاتا ہے جسے کوئی شخص بادشاہ سے حاصل کرے یا اس شخص سے حاصل کرے جو بادشاہ سے دوسرے درجے پر ہو پھر کثرت استعمال کی وجہ سے بادشاہ کے ہبہ کو بھی صلہ کہا جانے لگا - اللہ ہی بہتر جانتا ہے -

جاہلیت میں عربوں کے درہم

[۲ : ۱۹۲] یاد رکھیں کہ عہد جاہلیت میں عربوں کے درہم دو قسم کے تھے - بَغْلِيَّه اور طَبَرِيَّه - ایک قسم پر ایرانی نقش ہوتا اور دوسرے پر رومیوں کا - بغلیہ کی نسبت ایک بادشاہ کی طرف ہے جسے رأس البغل کہا جاتا تھا اور یہ سیاہ درہم ہوتے تھے اور ہر درہم کا وزن آٹھ دانگ ہوتا تھا اور طبریہ کی نسبت شام کے شہر طبریّہ کی طرف ہے اور ہر درہم کا وزن چار دانگ ہوتا اور یہ قدیمی درہم تھے - یہاں پر اور تفصیل ہے جس کا ذکر امام ماوردی نے اپنی کتاب الاحکام السلطانیہ میں کیا ہے - اسی طرح دوسرے علما نے بھی ذکر کیا ہے -

جاہلیت میں شاہی سلام اور دیگر مناسب امور

یاد رکھیں کہ لوگوں کے درمیان یہ ایک رسم چلی آتی ہے کہ جب ایک شخص دوسرے سے ملتا ہے تو وہ اسے سلام کہتا ہے - ہر گروہ کی اصطلاح میں سلام کرنے کے مخصوص الفاظ ہیں - چنانچہ عرب زمانۂ جاہلیت

Marfat.com

میں ایک دوسرے کو أَنْعِمْ صَبَاحاً اور أَنْعِمُوا[١] صَبَاحاً کہہ کر سلام کیا کرتے۔ وہ أَنْعِمُوا کا لفظ استعمال کرتے اور یہ لفظ نَعمة [نون پر فتحہ کے ساتھ] سے لیا گیا ہے جس کے معنی زندگانی اور حیات کی عمدگی اور اس کا اچھا ہونا ہے ، اس لفظ کو صباحاً کے ساتھ اس لیے ملا کر کہتے کہ صباح دن کا ابتدائی وقت ہوتا ہے لہٰذا جب صبح کے وقت زندگی عمدہ ہوئی تو اس کا حکم ساتھ ساتھ چلتا رہا اور یہ عمدگی مسلسل دن بھر جاری رہی۔ ابتدائی حصے کے ساتھ خصوصیت اس لیے رکھی گئی کہ اس کی خبر و اطلاع فوراً ہو جائے اور دن کے چڑھ جانے تک اس میں تاخیر واقع نہ ہو۔ اسی طرح عرب أَنْعِمُوا مَسَاءً کہتے ہیں کیونکہ زمانہ یا صبح ہے یا شام۔ صباح کی مدت دن کی ابتدا سے لے کر آدھا دن گزر جانے کے بعد تک ہے اور مساء کا وقت آدھا دن گزر جانے کے بعد سے رات ہونے تک ، اسی لیے لوگ کہتے ہیں : اَصْبَحَكَ اللهُ بِخَيْر (صبح بخیر) اور مَسَّاكَ اللهُ بِخَيْر (شب بخیر) أَنْعِمْ صَبَاحاً و (أَنْعِمْ) مساءً کا بھی یہی معنی ہے مگر اس میں اللہ کا نام لیا جاتا ہے۔

"[٢]لب" میں (امرؤ القیس کے) اس شعر کی تشریح کرتے ہوئے یوں لکھا گیا ہے :

أَلَا عِمْ صَبَاحاً أَيُّهَا الطَّلَلُ الْبَالِي
وَهَلْ يَعِمَنْ مَنْ كَانَ فِي الْعُصُرِ الْخَالِي

اے بوسیدہ کھنڈر خدا تجھے تر و تازہ رکھے اور کیا وہ جس کا زمانہ مدتوں سے گزر چکا ہو تر و تازہ ہو سکتا ہے

---

١ - بلوغ الارب میں صبحت چھپا ہے اسے صَبَّحَكَ پڑھیں۔

٢ - آلوسی نے اپنی کتاب کا تقریباً تمام تر مواد بغدادی کے خزانة الادب سے لیا ہے مگر اس حقیقت کو چھپانے کی کوشش میں کہیں وہ "لب" اور کہیں "لب اللباب" اور کہیں "لب لباب لسان العرب" کہہ کر گزر جاتے ہیں مگر ان تمام سے ان کی مراد یہی خزانة الادب ہے۔

Marfat.com

اس کا " عم صباحاً " کہنا : یہ عربوں کا سلام تھا ۔ ان کے یہاں محاورہ تھا کہ عِمْ صباحاً و عِمْ مَسَاءً و عِمْ ظَلاماً اور صباح رات کے دوسرے حصے کے نصف سے لے کر زوال تک ہوتی ہے اور مساء زوال سے لے کر رات کے پہلے حصے کے نصف تک ہے ۔ [۲ : ۱۹۳]

ابن السید ادب الکاتب کے شواہد کی تشریح میں لکھتے ہیں : کہا جاتا ہے وَعَمَ یَعِمُ جس طرح وَعَدَ یَعِدُ اور وَمَقَ یَمِقُ ۔ بعض لوگوں کا خیال ہے یَعِمُ ینعم کا مخفف ہے ۔ چنانچہ عَمِمْ صباحاً [عین پر زبر بھی اور زیر] بھی درست ہے جس طرح اِنْعَمْ اور اَنْعِمْ صَبَاحاً (دونوں طرح) کہنا درست ہے اور خیال کیا جاتا ہے کہ کسی عرب نے أَلاَ عَمْ صباحاً أَيُّهَا الطَّلَلُ الْبَالِي [عین پر فتحہ کے ساتھ] بھی پڑھا ہے ۔ یونس نے بیان کیا ہے کہ کسی نے ابو عمرو بن العلاء سے عنترہ کے اس قول کے متعلق دریافت کیا :

وَعَمِي صَبَاحاً دَارَ عَبْلَةَ وَاسْلَمِي
(اے عبلہ کے گھر تو تر و تازہ اور سلامت رہے)

تو ابو عمرو نے جواب دیا : یہ نعم المطرُ کے محاورہ سے لیا گیا ہے جس کے معنی ہیں بہت بارش ہوئی ۔ اور نعم البحر (سمندر میں کثرت سے جھاگ اٹھی) گویا وہ دعا کر رہا ہے کہ خدا اسے سیراب کرے ، خدا اس کو بہت خیر و برکت دے ۔

اصمعی اور فراء کہتا ہے : یہ صرف نعمت اور گھر بار کے لیے دعا ہے اور یہی مشہور معنی ہیں ۔ یونس نے جو کچھ بیان کیا ہے وہ نادر اور عجیب سی بات ہے ۔ ابن السید کا بیان ختم ہوا ۔

اہل فارس سلام کرتے وقت " ہزار سال بمانی " دعا کرتے تھے یعنی خدا کرے تو ایک ہزار سال تک زندہ رہے ۔ ہر قوم کے یہاں اسی قسم کا سلام پایا جاتا ہے یا اسی سے ملتا جلتا ۔ ایرانیوں کے یہاں بادشاہوں کے لیے مخصوص قسم کا سلام تھا ۔ مثلاً بادشاہ کے پاس جاتے وقت ایک خاص ہیئت کا اختیار کرنا ، جیسے سجدہ وغیرہ ، علاوہ ازیں مخصوص الفاظ

Marfat.com

ہوتے جس سے بادشاہ اور رعایا کے سلام میں امتیاز پایا جاتا تھا ۔ ایسے ہی جیسے کہ عرب عہد جاہلیت میں بادشاہ کو سلام کہتے وقت '' اَبَیتَ اللّعن '' کے مخصوص الفاظ استعمال کرتے تھے ۔ جس کے معنی ہیں خدا نہ کرے کہ تو ایسے مذموم کام کر بیٹھے جن کی وجہ سے تجھے لعنت کی جائے ۔ یہ الفاظ لخم اور جذام کے بادشاہوں کے سلام میں استعمال کیے جاتے تھے ۔ ان بادشاہوں کا قیام حیرہ اور اس کے قرب و جوار کے علاقے میں ہوتا تھا ۔ غسّان کے بادشاہوں کا سلام '' یا خیراً الفِتیان '' تھا ۔ ان کا قیام شام میں تھا ۔ بعض قبائل کا سلام اِسلَم کثیراً تھا ۔ فراء سے ثعلب نے روایت کی ہے کہ بُرے لوگ غلطی سے أبَیتَ کو '' لعن '' کی طرف مضاف کرتے اس لیے کہ مضاف الیہ بنانے سے مذمت کا پہلو نکلتا اور کہتا أبَیتَ اللّعنِ گویا کہ انھوں نے غلطی سے اسے مضاف اور مضاف الیہ سے مشابہت دی ہے ۔ فراء نے کہا ہے کہ اس کی مراد '' بیت اللعن '' ہے '' یعنی اے وہ شخص جو لعنت کا گھر ہے '' مگر صحیح بات وہی ہے جو ہم نے پہلے بیان کی ہے ۔

ان تمام سلاموں کا مقصد زندگی ، زندگی کی نعمتیں اور ان کا دوام ہے اسی لیے تو اس کا نام '' تَحِیّة '' رکھا گیا ، یہ لفظ '' حیاۃ '' سے '' تفعِلة '' کا وزن ہے تاکہ اس میں لازمی طور پر '' کرامت '' کے معنی بھی پائے جائیں مگر دونوں ہم جنس حرفوں کو مدغم کرکے تَحِیّة بنا دیا گیا ۔

اللہ تبارک و تعالٰی نے مسلمانوں کے لیے آپس میں '' سَلَامٌ عَلَیکم '' کہہ کر سلام کرنا مشروع قرار دیا ہے ، یہ سلام تمام امتوں کے سلام سے بہتر ہے کیونکہ ان میں بعض ایسے سلام ہیں جو محال اور جھوٹ ہیں ۔ مثلاً ان کا '' ہزار سال بمانی '' کہنا [۲ : ۱۹۴] ۔ بعض سلام ایسے ہیں جن میں مفہوم پورا ادا نہیں ہوتا مثلاً أنعِم صباحاً '' اور بعض ایسے سلام ہیں جو اللہ[۱] کے سوا کسی اور کے لیے مناسب نہیں

۱ ۔ بلوغ الارب میں الا اللہ چھپا ہے اسے إلاّ لِلّہِ پڑھیں ۔

Marfat.com

ہیں مثلاً سجدہ کرنا لہٰذا "السلام" کہہ کر سلام کرنا ان سب سلاموں سے بہتر ٹھہرا کیونکہ اس میں سلامتی کے معنی پائے جاتے ہیں جس کے بغیر نہ کوئی زندگی ہو سکتی ہے اور نہ کوئی فلاح ، یہی سلامتی اصل ہے اور ہر بات پر یہی مقدم ہے ۔ انسان کا زندہ رہنے سے مقصد جن باتوں میں پایا جاتا ہے وہ یہ ہیں ۔ ایک یہ کہ شر سے بچا رہے ، دوسرے یہ کہ ہر طرح کی بھلائی اسے حاصل ہو ۔ شر سے سلامتی حصول خیر کا پیش خیمہ ہے اور یہی اصل بھی ہے ۔ یہی وجہ ہے کہ انسان بلکہ ہر حیوان پہلے اپنی سلامتی کا اہتمام کرتا ہے پھر غنیمت کا ۔ علاوہ بریں مطلق سلامتی میں حصول خیر بھی شامل ہے کیونکہ اگر یہ نہ ہو تو وہ ہلاک و تباہ ہو جائے اور اس میں کمی اور کمزوری دائی جائے لہٰذا بھلائی کے کھوئے جانے سے مطلق سلامتی بھی حاصل نہیں ہو سکتی ۔ اس طرح گویا سلامتی میں ہر قسم کے شر سے نجات بھی پائی گئی اور خیر کا حاصل ہونا بھی پایا گیا لہٰذا دو بنیادی چیزیں یکجا ہو گئیں جن کے بغیر زندگی مکمل نہیں ہو سکتی ۔ مزید برآں سلام کا لفظ اللہ تعالیٰ کے نام "السلام" سے مشتق بھی ہے اور اس پر مشتمل بھی ہے اور "تاء" کو اس لیے حذف کیا گیا ہے کہ اس سے جنس سلامتی مراد ہے ، صرف ایک ہی سلامتی مراد نہیں ہے جیسا کہ ہم بیان کر چکے ہیں ۔ چونکہ سلامتی کا گھر (جنت) ہر قسم کے عیب ، ہر قسم کے شر اور ہر قسم کی آفت سے پاک ہے بلکہ وہ تو ہر اس چیز سے پاک ہے جس سے زندگانی منغص ہو سکے لہٰذا اہل جنت کا جنت میں سلام بھی یہی "سلام" ہے اور اللہ تعالیٰ بھی "السلام" کہہ کر انہیں سلام کرے گا ۔ فرشتے ہر دروازے سے داخل ہوتے ہوئے یہی کہیں گے : سَلَامٌ عَلَيْكُم بِمَا صَبَرْتُمْ فَنِعْمَ عُقْبَى الدَّار تمہارے صبر کرنے کی جزا کے طور پر تمہیں سلامتی ہو اور اس (آخرت کے) گھر کی جزا بہت اچھی ہے ۔

اسلام سے پہلے عربوں کے مذاہب

یاد رکھیں کہ عمرو بن لُحَیّ قُضاعی کے وجود میں آنے سے پہلے

Marfat.com

عرب خواہ عدنانی ہوں خواہ قحطانی اپنے دین کو خوب سمجھتے تھے۔ وہ خلیل اللہ سیدنا ابراہیم علیہ الصلٰوۃ و السلام کی شریعت پر کار بند تھے جسے انھوں نے حضرت ابراہیم کے بیٹے اور اللہ کے نبی حضرت سماعیل علیہ السلام سے حاصل کیا تھا۔ یہ وہی دین حنیف ہے جسے لے کر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے۔ چنانچہ عربوں کا یہ عقیدہ تھا کہ اللہ ایک ہے اس کا نہ کوئی شریک ہے اور نہ کوئی وزیر، نہ کوئی مددگار اور نہ پشت پناہ۔ وہ صفاتِ کمال سے متصف ہے مثلاً حیات، قدرت، ارادہ، علم، سمع، بصر، کلام وغیرہ دیگر صفات جن کا ذکر اللہ نے اپنی کتابوں میں کیا ہے اور اللہ کے رسولوں کی زبانوں نے بیان کیا ہے، وہ رسول جو طریق مستقیم پر چلنے والے تھے [۲ : ۱۹۵] لہٰذا اللہ تعالیٰ ان تمام صفات سے متصف ہے جن کا ذکر اس نے اپنی ذات کے لیے کیا ہے اور یہی اللہ تعالیٰ کے مقدس جلال کے شایان بھی ہے۔ نیز یہ کہ اللہ تعالیٰ کی ذات کسی اور ذات سے کسی قسم کی مشابہت نہیں رکھتی۔ ایسے ہی جیسے اس کی صفات دیگر صفات سے مشابہ نہیں ہیں اور اس جیسی کوئی چیز نہیں، وہ سمیع و بصیر ہے اور یہ کہ اللہ تبارک و تعالیٰ ان تمام امور سے منزہ ہے جو اس کی ذات کے شایان نہیں ہیں مثلاً صفاتِ اجسام اور اعیان و اجسام کے حوادث۔ نیز یہ کہ نقصان و نفع، کسی کو کوئی چیز عطا کرنا یا نہ کرنا وغیرہ خداوندی خصوصیات جو صرف ایک خدا ہی میں پائی جا سکتی ہیں۔ ان کا وہی تنہا مالک ہے۔ وہ یہ جانتے تھے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود حقیقی نہیں ہے لہٰذا وہی ایک ایسا خدا ہے جس کے یہاں تمام امور میں پناہ لی جاتی ہے اور جس پر تمام حالات میں بھروسا کیا جا سکتا ہے۔ اسے ظلم سے موصوف کرنا نا ممکن ہے کیونکہ وہ تو مُنصف اور عادل بادشاہ ہے۔ اس پر کوئی بات واجب نہیں بلکہ وہی تو تمام مخلوق پر اپنا فضل و کرم کرتا ہے۔ وہ ہر قسم کی مثال اور ہر طرح کے خلاف سے بلند و بالا ہے۔ وہ اپنے عرش پر ہے اور اپنے علم کی وجہ سے

Marfat.com

مخلوق کے قریب ہے - تمام امور اس کے علم کے احاطے کے اندر ہیں - اللہ نے تمام مخلوق میں پہلے سے مقرر کردہ تقدیر کو جاری کر رکھا ہے - وہ آنکھ کی خیانت اور سینوں کے پوشیدہ رازوں کو جانتا ہے ، چنانچہ تمام مخلوق اس کے سابق علم کے مطابق عمل کرتی ہے - اطاعت گزاری سے نہ تو ان میں اپنے آپ کو نفع پہنچانے کی قدرت ہے اور نہ ہی ان میں یہ طاقت ہے کہ معصیت کو اپنے آپ سے دور ہٹا سکیں - اللہ نے مخلوق کو اپنی مرضی سے پیدا کیا ہے کسی ضرورت کے ماتحت ایسا نہیں کیا - مخلوق ایک تقدیر سے دوسری تقدیر کی طرف آتی جاتی رہتی ہے - اللہ کا حکم ان میں نافذ ہو کر رہتا ہے ، اس سے بچتے رہنے سے ان کو نجات نہیں مل سکتی - لوگ اپنی اپنی میعاد مقررہ کے مطابق وفات پاتے ہیں اور پھر قبروں میں پہنچ جانے کے بعد ان سے سوال ہوگا اور آزمائش کے بعد انہیں دوبارہ زندہ کیا جائے گا - وہ قیامت کے دن اپنے رب کے پاس اکٹھے ہوں گے ، پھر جس طرح اللہ نے ابتدا ہی میں ان کے لیے بد بختی یا سعادت مندی لکھ دی تھی اسی کے مطابق بدبخت یا سعادت مند ہو جائیں گے - یہ ان تمام امور پر ایمان رکھتے تھے جو ان کے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام پر نازل کیے گئے مثلاً اصول ، فروع اور احکام - عرب نماز پڑھا کرتے تھے اور روزے رکھا کرتے تھے ، حج کیا کرتے ، زکوٰۃ ادا کیا کرتے اور صلۂ رحمی کیا کرتے تھے - کسی پر اگر کوئی مصیبت آ جاتی تو اس کی مدد کیا کرتے تھے - مہمان کی ہر طرح سے عزت کیا کرتے تھے وغیرہ وغیرہ امور ، جن کا شمار اخلاق حمیدہ اور درست و پسندیدہ اعمال میں ہوتا ہے (اُن میں موجود تھے) - جب ایک طویل مدت اسی عالم میں گزر گئی اور وہ زمانۂ نبوت سے دور ہو گئے تو ان میں جہالت بڑھنے لگی اور ان کی شریعت جو راہ ہدایت اور دین مبین لے کر آئی تھی اس سے یہ لوگ ناواقف رہ گئے چنانچہ وہ اپنی نفسانی خواہشات کے مطابق عمل پیرا ہو کر ہر کس وناکس کے پیچھے لگ گئے - رفتہ رفتہ غلط آرا اور خبیث اور کھوٹے مذاہب ان میں رائج ہو گئے - اور آخر کار ان میں کلی افتراق پڑ گیا ،

Marfat.com

بالخصوص اس (عمرو بن لحی) خزاعی کے پیدا ہونے کے اور اس کے اس شریعت کو جاری کرنے کے بعد جس کی اجازت اللہ نے نہ دی تھی - اس کا بیان انشاء اللہ عنقریب آئے گا - پھر حال عرب کی اس دور میں عبادت کے ضمن میں تین قسمیں بن گئیں ، پھر جس طرف انھیں ان کے وساوس اور اوہام لے گئے (وہ اسی طرف کو چل دیے) لہٰذا ان میں انتشار پیدا ہو گیا -

عرب موحّدین

[۲ : ۱۹۶] یہ وہ لوگ تھے جنھوں نے اپنے نور باطن کے ذریعے معلوم کر کے اللہ کے وجود اور اس کے واحد ہونے کا اعتراف کیا - انھوں نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کا زمانہ نہیں پایا مگر وہ حقیقی فطرت پر قائم رہے - انھوں نے بصیرت کی آنکھ سے دیکھا لہٰذا انھوں نے اس فطرت میں کسی قسم کا تغیر و تبدل نہیں کیا - یہ ان لوگوں کے باقیماندہ ہیں جو حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیل علیہما السلام کے عہد میں تھے اور وہ ان تمام امور پر استقلال کے ساتھ کاربند تھے جن پر پہلے سے کار بند چلے آتے تھے مثلاً خانۂ کعبہ کی تعظیم کرنا ، اس کے گرد طواف کرنا ، حج اور عمرہ کرنا ، عرفات کے مقام پر ٹھہرنا ، قربانی کے جانور لے جانا ، حج اور عمرہ کرنے کے لیے احرام باندھنا وغیرہ وغیرہ - پھر یہ لوگ دو گروہوں میں بٹ گئے - کچھ لوگ تو حقیقی توحید پر اور اس فیضان پر قائم رہے جو صرف اللہ کی عبادت سے حاصل ہوتا ہے اور جس کے ضمن میں تمام رسولوں نے ایک دوسرے کی تائید کی - (ان موحدین میں) بعض وہ لوگ بھی تھے جنھوں نے ان رسولوں کی پیروی کی جن کی شریعت اس وقت تک باقی تھی اور ان کی ملت منسوخ نہ ہوئی تھی مثلاً عیسیٰ بن مریم علیہ السلام مگر ایسے لوگوں کی تعداد بہت کم تھی - ایسے لوگ ہر زمانے میں قلیل التعداد رہے ، تاآنکہ بعثت محمدیہ کا زمانہ آ گیا -

Marfat.com

بت پرست

[۲ : ۱۹۷] یہ وہ لوگ ہیں جنھوں نے خالق ، مخلوق کی ابتدا اور ایک طرح سے دوبارہ لوٹائے جانے کا تو اقرار کیا مگر رسولوں کے منکر رہے - یہ بتوں کی عبادت کرتے ، انھی کے پاس جا کر حج کرتے ، نذرانے پیش کرتے ، قربانیاں ادا کر کے ان کا قرب حاصل کرنا چاہتے اور عبادات کے مقامات کے ذریعے ان کی نزدیکی کے متمنی رہتے ، کچھ چیزوں کو حلال سمجھتے کچھ کو حرام - عربوں کا جم غفیر اسی عقیدے کا مالک تھا ، خالق پر ان کا جو ایمان تھا اسے توحید ربوبیت کہا جاتا ہے - یہی وہ بات ہے جس کا اقرار تمام کے تمام کُفّار کرتے ہیں اور اس اصولی بات کی ثنویہ اور چند مجوسیوں کے سوا کسی نے مخالفت نہیں کی - ان کے اقوال سے بحث عنقریب اس باب میں کی جائے گی جس میں ان سے مناسبت رکھنے والے اصناف کا ذکر کیا جائے گا - کفر و شرک کے فرقوں میں سے ان دو کے علاوہ جتنے بھی دیگر فرقے ہیں ان سب کا اس بات پر اتفاق ہے کہ جہان کا خالق ، رازق ، ان کے امور کی تدبیر کرنے والا ، ان کو نفع اور نقصان پہنچانے والا ، ان کو پناہ دینے والا ایک خدا ہے جس کے سوا نہ تو کوئی رب ہے نہ خالق ، نہ رازق ، نہ مدبر ، نہ نفع رساں اور نہ پناہ دینے والا جیسا کہ اللہ تعالی نے فرمایا ہے :

وَلَئِنْ سَأَلْتَهُمْ مَنْ خَلَقَ السَّمٰوٰاتِ وَالْأَرْضَ لَيَقُولُنَّ اللّٰهُ

اور اگر آپ ان سے پوچھیں کہ آسمانوں کو اور زمینوں کو کس نے پیدا کیا تو وہ ضرور کہیں کے اللہ نے

وَلَئِنْ سَأَلْتَهُمْ مَنْ خَلَقَهُمْ لَيَقُولُنَّ اللّٰهُ

اگر آپ ان سے سوال کریں کہ انھیں کس نے پیدا کیا تو وہ ضرور کہیں گے اللہ نے

Marfat.com

قُلْ لِمَنِ الْاَرْضُ وَمَنْ فِيْهَا اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ سَيَقُوْلُوْنَ لِلّٰهِ

آپ ان سے کہیں کہ اگر تمھیں معلوم ہے (تو بتاؤ) کہ زمین اور زمین کے مکین کس کے ہیں تو وہ کہیں گے اللہ کے

قُلْ مَنْ يَّرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ اَمَّنْ يَّمْلِكُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَمَنْ يُّخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَيُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ وَمَنْ يُّدَبِّرُ الْاَمْرَ فَسَيَقُوْلُوْنَ اللّٰهُ

آپ ان سے کہیے کہ آسمان اور زمین سے کون تمھیں رزق دیتا ہے یا سماعت اور بینائی کا کون مالک ہے اور کون ہے جو زندہ کو مردے سے نکالتا ہے اور مردے کو زندہ سے نکالتا ہے اور کون معاملات کی تدبیر کرتا ہے تو وہ فوراً کہیں گے اللہ

بتوں کی پرستش کے معاملے میں ان کا اعتقاد یہ تھا کہ وہ (بتوں کی پرستش کے ذریعے در حقیقت) اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے اور اللہ کا قرب حاصل کرتے، مگر طریقے مختلف تھے، چنانچہ ایک فرقہ کہتا تھا کہ اللہ تعالیٰ کی عظمت کی وجہ سے ہم میں اللہ کی بلا واسطہ عبادت کرنے کی اہلیت نہیں پائی جاتی، لہٰذا ہم بتوں کی اس لیے پرستش کرتے ہیں کہ یہ ہمیں اللہ کے قریب کر دیں جیسا کہ اللہ نے ان کے الفاظ کو بیان کیا ہے:

مَا نَعْبُدُهُمْ اِلَّا لِيُقَرِّبُوْنَآ اِلَى اللّٰهِ زُلْفٰى

ہم تو ان کی صرف اس لیے عبادت کرتے ہیں کہ یہ ہمیں اللہ کا مقرب بنا دیں

ایک فرقے نے کہا: ملائکہ کو اللہ کے یہاں منزلت اور مرتبہ حاصل ہے لہٰذا ہم نے ملائکہ کی صورت پر بت بنا لیے ہیں تاکہ یہ ہمیں اللہ کے قریب کر دیں اور ایک فرقے نے کہا: ہم نے بتوں کو اللہ کی عبادت کے معاملے میں قبلہ بنایا ہوا ہے، جس طرح کعبہ اللہ کی عبادت

Marfat.com

میں قبلہ ہے۔

ایک فرقے کا اعتقاد یہ تھا کہ اللہ کے حکم سے ہر بت پر ایک [۲ : ۱۹۸] شیطان مقرر ہے لہذا جو اس بت کی پرستش کرنے کا حق ادا کرے گا شیطان اللہ کے حکم سے اس کی حاجات کو پورا کر دے گا ورنہ بصورت دیگر یہ شیطان اللہ کے حکم سے اسے تکلیف پہنچائے گا۔ یہ صنف انھی لوگوں پر مشتمل ہے ، جن کے متعلق اللہ تعالیٰ نے ان الفاظ میں خبر دی ہے :

وَقَالُوا مَا لِهٰذَا الرَّسُولِ يَأْكُلُ الطَّعَامَ وَيَمْشِي فِي الْأَسْوَاقِ لَوْلَا أُنْزِلَ إِلَيْهِ مَلَكٌ فَيَكُونَ مَعَهُ نَذِيرًا أَوْ يُلْقَىٰ إِلَيْهِ كَنْزٌ أَوْ تَكُونُ لَهُ جَنَّةٌ يَأْكُلُ مِنْهَا وَقَالَ الظَّالِمُونَ إِنْ تَتَّبِعُونَ إِلَّا رَجُلًا مَسْحُورًا

یہ لوگ کہتے ہیں کہ یہ رسول تو کھانا کھاتا ہے اور بازاروں میں چلتا ہے ۔ اس کی طرف کوئی فرشتہ کیوں نہیں اتارا گیا کہ وہ اس کے ساتھ مل کر لوگوں کو ڈراتا یا اسے خزانہ کیوں نہیں دے دیا جاتا ہے یا یا اس کے پاس باغ کیوں نہیں جس میں سے یہ کھاتا رہتا ۔ ظالم لوگ (مشرک) کہتے ہیں تم تو ایک پاگل آدمی کی پیروی کرتے ہو

ان کے ان الفاظ کا اللہ تعالیٰ نے ان الفاظ میں رد کیا ۔

وَمَا أَرْسَلْنَا قَبْلَكَ مِنَ الْمُرْسَلِينَ إِلَّا إِنَّهُمْ لَيَأْكُلُونَ الطَّعَامَ وَيَمْشُونَ فِي الْأَسْوَاقِ

آپ ؐ سے پہلے ہم نے جتنے رسول بھیجے ہیں وہ سب کھانا کھایا کرتے تھے اور بازاروں میں چلا کرتے تھے

عربوں کے شبہات دوبارہ زندہ ہونے اور رسول کے بھیجنے سے انکار تک محدود تھے چنانچہ پہلی بات کے متعلق وہ کہتے :

أَإِذَا مِتْنَا وَكُنَّا تُرَابًا وَعِظَامًا أَإِنَّا لَمَبْعُوثُونَ أَوَآبَاؤُنَا الْأَوَّلُونَ

Marfat.com

کیا جب مرنے کے بعد ہم مٹی اور ہڈیاں ہو چکے ہوں گے تو ہم پھر سے زندہ کیے جائیں گے اور کیا ہمارے پرانے آبا کو بھی زندہ اٹھایا جائے گا

اور اسی کی طرح دیگر آیات ۔ اس کا ذکر انھوں نے اپنے اشعار میں بھی کیا ۔ ایک کہنے والے نے کہا :

حَیَاۃٌ ثُمَّ مَوْتٌ ثُمَّ نَشْرٌ
حَدِیْثُ خُرَافَۃٍ یَا اُمَّ عَمْرٍو

زندگی پھر موت پھر اُٹھایا جانا اے ام عمرو (یہ سب) بے معنی باتیں ہیں

شدّاد بن الاسود بن عبد شمس بن مالک نے بدر کی جنگ میں کفار کے مرثیے میں کفار کے قتل ہو جانے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے (حکم سے) کنویں میں ڈالے جانے کے بعد کہا : (اور قلیب اس کنویں کو کہتے ہیں جسے ابھی پتھروں سے بنایا نہ گیا ہو)

وَمَا ذَا بِالْقَلِیْبِ قَلِیْبِ بَدْرٍ
مِنَ الشِّیْزَی تُزَیَّنُ بِالسَّنَامِ

بدر کے کنویں میں کس قدر (سخی لوگ ہیں جو) جو بڑے پیالوں والے تھے جنھیں کوہان سے مزین کیا جاتا تھا

وَمَاذَا بِالْقَلِیْبِ قَلِیْبِ بَدْرٍ
مِنَ الْقَیْنَاتِ وَالشَّرْبِ الْکِرَامِ

بدر کے کنویں میں کئی گائنوں اور شراب خوار شرفا کا مجمع ہے

تُحَیِّیْنَا السَّلَامَۃَ اُمُّ بَکْرٍ
فَھَلْ لِیْ بَعْدَ قَوْمِیْ مِنْ سَلَامِ

ام بکر مجھے سلامتی کا تحفہ دے رہی ہے ۔ کیا میری قوم (کے لوگوں کے مر جانے کے) بعد میرے لیے کوئی سلامتی ہو سکتی ہے

Marfat.com

يُحَدِّثُنا الرَّسُولُ بِأَنْ سَنَحْيَا
وَ كَيْفَ حَيَاةُ أَصْدَاءٍ وهَامِ

رسول ہمیں یہ بتاتا ہے کہ ہم پھر زندہ ہوجائیں گے وہ (لوگ جو مرنے کے بعد) صدا اور ھام بن چکے ہوں گے کیسے زندہ ہو سکتے ہیں

اور شِیزٰی [شین معجمہ کی زیر کے ساتھ اور یاء تحتانیہ ساکن اور پھر زاء مقصورہ ہے] یہ ایک قسم کا درخت ہوتا ہے جس سے پیالے [۲ : ۱۹۹] بنائے جاتے ہیں اور [1] قصاع اس لکڑی کو کہتے ہیں جس میں ثرید بنایا جاتا ہے ۔ اصمعی کہتا ہے : یہ اخروٹ کی لکڑی سے بنائے جاتے ہیں اور چکناہٹ کی وجہ سے سیاہ ہو جاتے ہیں اور شیزی [2] شیز کی جمع ہے ۔ یہ موٹا ہوتا ہے اور اس قابل ہوتا ہے کہ اسے چیر کر یہ بنا لیا جائے ۔ یہاں شاعر نے شِیزٰی سے وہ پیالے مراد لیے ہیں جو اس سے بنائے جاتے ہیں اور جَفْنہ سے مراد پیالوں والے ہیں گویا وہ یوں کہہ رہا ہے : اس کنوئیں پر کتنے ایسے پیالوں والے ہیں جو اونٹ کی کوہان کے گوشت سے پر تھے ۔ عرب اس شخص کو جو لوگوں کو خوب کھانا

---

۱ - آلوسی نے جہاں سے عبارت نقل کی ہے اس کا حوالہ نہیں دیا اور عبارت کی نقل میں کوئی حرف رہ گیا ہے جس کی وجہ سے عبارت واضح نہیں ہے ۔ لسان العرب میں ہے : الشیز خشب اسود تتخذ منہ الأَمْشَاط و غیرھا و الشیزٰی شجر تعمل منہ القِصَاع و الجِفَان و قیل ھو شجر الجوز و قیل انما ھی قصاع من خشب الجوز فتسودّ من الدسم... الجوھری : الشیز و الشیزی خشب تتخذ منہ القِصَاعُ لہٰذا آلوسی کا قصاع کو لکڑی کہنا سراسر غلط ہے اور یہ غلطی عبارت کے نقل کرنے میں ہوئی ہے ۔

۲ - شِیزی کو شیز کی جمع بنانا بھی درست نہیں فِعْلٰی کے وزن پر عربی میں صرف دو جمع کے لفظ آتے ہیں ایک حِجلٰی اور دوسرا ظِربٰی ۔

Marfat.com

کھلاتا ہو لوگوں کو کثرت سے کھانا کھلانے کی وجہ سے جَفْنَةٌ کہا کرتے تھے - داؤدی نے ایک عجیب بات کہی ہے کہ شیزی سے مراد اونٹ ہیں - داؤدی کہتا ہے : چونکہ سبب اس کا یہ ہے کہ اونٹ جب موٹے ہو جاتے ہیں تو ان کی کوہانیں بڑی ہو جاتی ہیں اور ان کے جمال میں بھی اضافہ ہو جاتا ہے - ابن التین نے اس تشریح کو غلط قرار دیا ہے اور کہا ہے کہ اس کی مراد صرف یہ ہے کہ ثرید کا پیالہ کوہان کے گوشت کے ٹکڑوں سے مزین کیا جاتا تھا -

قَیْنَات قَیْنَة کی جمع ہے [قاف پر فتحہ ، یاء تحتانیہ ساکن اور پھر نون] گانے والی - قینة کا لفظ مطلق طور پر لونڈی کے لیے بھی بولا جاتا ہے - شَرْب [شین معجمہ پر فتحہ اور راء ساکن کے ساتھ] یہ شارب کی جمع ہے اور مراد ندیم ہیں - اصداء صَدَی کی جمع ہے اور صدی نر اُلّو کو کہتے ہیں - ہام ہَامَة کی جمع ہے اس کے وہی معنی ہیں جو صدی کے ہیں ، یہ عطف تفسیری ہے - بعض کہتے ہیں کہ صدی وہ پرندہ ہے جو رات کے وقت اڑتا ہے ، ہامہ سر کی کھوپری کو بھی کہتے ہیں اور عربوں کے خیال کے مطابق اسی سے صدی نکلتا ہے - اس جملے سے شاعر کی مراد دوبارہ زندہ ہونے سے انکار ہے گویا کہ وہ یوں کہہ رہا ہے کہ جب انسان اس پرندے کی طرح ہو گیا تو پھر وہ دوبارہ انسان کس طرح بن سکتا ہے -

اہل لغت کہتے ہیں : اہل جاہلیت کا خیال تھا کہ اس مقتول کی روح جس کے خون کا بدلہ نہ لیا گیا ہو ، ھامة بن کر چلاتی رہتی ہے اور کہتی رہتی ہے : اُسْقُونی اُسْقُونِی (مجھے میرے قاتل کا خون پلاؤ) اور جب خون کا بدلہ لے لیا جاتا ہے تو وہ اڑ کر وہاں سے چلی جاتی ہے - شاعر کہتا ہے :

یَا عمْرُو اِنْ لَا تَدَعْ شَتْمِی وَ مَنْقَصَتِی
اَضْرِبْكَ حَتّٰی تَقُولَ الهَامَةُ اسْقُونِی

اے عمرو اگر تو مجھے گالی دینا اور میری تذلیل کرنا بند نہیں

Marfat.com

کرے گا تو میں تجھے ایسی ضرب لگاؤں گا کہ ھامہ اُسقونی اُسقونی کہتا رہے گا

روایت بیان کی جاتی ہے کہ جب انسان مر جائے یا قتل کر دیا جائے تو دماغ کا خون یا خون کے اجزاء جمع ہو کر ھامہ پرندے کی شکل اختیار کرکے اٹھتے ہیں اور پھر ہر سو سال کے بعد وہ پرندہ قبر پر لوٹ کر آتا ہے - مخفی نہ رہے کہ یہ کہنا ایک قسم کے تناسخ پر اعتقاد رکھنا ہے ، جس کے باطل ہونے پر دلائل قائم ہو چکے ہیں اور (حدیث میں) وارد ہؤا ہے :

لَا هَامَةَ وَلَا طِيَرَةَ وَلَا عَدْوٰی وَلَا صَفَرَ

نہ کوئی ہامہ (الو) ہے نہ کوئی بدفالی نہ چھوت اور نہ صفر (سانپ)

اب دوسرے عقیدے کو لیں تو عربوں کو صرف اس بات سے شدید انکار تھا کہ رسول انسانی صورت میں کیوں آئے ہیں اور وہ اس عقیدے پر بڑے زور سے قائم تھے - قرآن نے ان کا ذکر ان الفاظ میں کیا ہے :

وَمَا مَنَعَ النَّاسَ أَنْ يُؤْمِنُوا إِذْ جَاءَهُمُ الْهُدٰى إِلَّا أَنْ قَالُوا أَبَعَثَ اللّٰهُ بَشَرًا رَسُولًا

جب لوگوں کے پاس ہدایت دینے والا رسول پہنچ گیا تو اس پر ایمان لانے سے انھیں صرف اس بات نے روکا کہ وہ کہتے تھے کیا اللہ نے ایک انسان کو رسول بنا کر بھیجا ہے

اسی طرح کی دیگر آیات بھی ہیں - چنانچہ جو لوگ ملائکہ کا اعتراف کرتے تھے وہ یہ چاہتے تھے کہ آسمان سے فرشتہ آئے ، انھوں نے کہا : لَوْلَا أُنْزِلَ عَلَيْهِ مَلَكٌ (اس پر فرشتہ کیوں نہیں اتارا گیا) اور جو [۲ : ۲۰۰] لوگ فرشتوں کے معترف نہ تھے وہ کہتے تھے کہ ہماری طرف سے سفارشی اور اللہ تک پہنچنے کے لیے یہی بت وسیلہ ہیں - رہا حکم اور اللہ کی طرف سے شریعت کا ہماری طرف آنا تو اس سے ہمیں انکار ہے لہٰذا وہ ان بتوں کی پوجا کیا کرتے تھے جنھیں وہ اپنے خیال میں وسیلہ

Marfat.com

سمجھتے تھے - قرآن کی بہت سی آیات ان کا پورا پورا رد پیش کرتی ہیں - مگر ان باتوں کا اصل مقام تفسیر وغیرہ کی کتابیں ہیں (اس کتاب میں ان امور کو تفصیلاً بیان نہیں کیا جا سکتا) -

کسی قدر بتوں کے حالات کا بیان ، عربوں کے بت بنانے کا سبب کیا تھا ، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں کیسے فنا کیا

ابو المنذر ہشام بن محمد بن السائب الکلبی کتاب الاصنام میں کہتا ہے : مجھ سے میرے باپ اور دیگر لوگوں نے بیان کیا کہ جب حضرت اسماعیل بن ابراہیم صلی اللہ تعالٰی علیہما وسلم نے مکے میں سکونت اختیار کر لی اور وہاں ان کے یہاں بہت سی اولاد پیدا ہوئی یہاں تک کہ انھوں نے مکے کو بھر دیا اور جو عمالیق وہاں موجود تھے ان کو وہاں سے نکال دیا تو مکے کی زمین ان کے لیے تنگ ہو گئی ، ان کے مابین جنگیں اور عداوتیں پیدا ہو گئیں اور وہ ایک دوسرے کو باہر نکالنے لگے ، لٰہذا وہ دیگر شہروں میں پھیل گئے تاکہ وہاں اپنی روزی کما سکیں اور جو بات ان کو بتوں اور پتھروں کی عبادت کی طرف لے گئی ، یہ تھی کہ جو شخص مکے سے کوچ کرکے جاتا وہ اپنے ساتھ حرم مکہ کی تعظیم کی وجہ سے ایک نہ ایک پتھر اٹھا کر لے جاتا - یہ لوگ جہاں کہیں ڈیرہ ڈالتے وہاں اس پتھر کو رکھ کر اسی طرح طواف کرتے جس طرح کعبے کا کیا کرتے تھے ، سبب اس کا کعبے کا عشق اور محبت تھی - وہ اس وقت بھی خانہ کعبہ کی تعظیم کرنے ، حج اور عمرہ کرنے کی اس وراثت پر کاربند تھے جو انھیں اپنے باپ حضرت اسماعیل سے ملی تھی - پھر رفتہ رفتہ وہ ان امور سے ہٹ کر اپنی پسند کی چیزوں کی پوجا کرنے لگ گئے اور اصل دین جس پر وہ پہلے تھے اسے بھول گئے - انھوں نے ابراہیم اور اسماعیل کے دین کے عوض اور ہی دین بنا لیا - چنانچہ انھوں نے بتوں کی پوجا کرنی شروع کر دی اور انھی

Marfat.com

باتوں کے لیے جن کو ان سے سابق امتوں نے اپنایا ہوا تھا ، مثلاً قوم نوح ۔ مگر باوجود اس کے کہ انھوں نے اپنے باپ اسماعیل کے دین میں وہ باتیں داخل کر لیں تھیں جو اس میں نہ تھیں پھر بھی بعض لوگ اُس دین پر ابھی تک قائم تھے ۔ چنانچہ پہلا شخص جس نے سب سے پہلے دین اسماعیل کو بگاڑ کر بت کھڑے کیے اور [1] سائبہ ، وصیلہ ، بحیرہ اور حامی جانوروں کی رسم ڈالی عمرو بن ربیعہ تھا اور ربیعہ وہی لُحیّٰی بن حارثہ بن عمرو بن عامر الازدی ہے اور وہی خزاعہ کا باپ ہے ۔ الحٰرث کعبہ کا والی ہوا کرتا تھا پھر جب عمرو بن لُحیّٰی بڑا ہوا تو اس نے کعبے کی ولایت کے ضمن میں اس سے جھگڑا کیا اور بنو اسماعیل کو ساتھ لے کر جرہم کے خلاف جنگ کرکے انھیں مکے سے نکال کر خود بیت اللہ کا محافظ بن بیٹھا ۔ اس کے بعد یہ سخت بیمار پڑ گیا تو کسی نے اس سے کہا [۲ : ۲۰۱] کہ شام کے علاقہ بلقاء میں ایک گرم پانی کا چشمہ ہے اگر تو وہاں چلا جائے تو شفایاب ہو جائے گا ۔ یہ وہاں گیا ، اس گرم پانی میں غسل کیا اور صحت یاب ہو گیا ۔ اس نے دیکھا کہ وہاں کے باشندے بتوں کو پوجتے ہیں ۔ اس نے ان سے پوچھا : یہ کیا ہیں ؟ انھوں نے جواب دیا : ہم ان کے ذریعے بارش مانگتے ہیں اور دشمن کے خلاف مدد طلب کرتے ہیں ۔ اس نے ان سے درخواست کی کہ ان میں سے کچھ بت اسے دیں ۔ انھوں نے اسے کچھ بت دے دیے ۔ یہ ان بتوں کو لے کر مکے آ گیا اور انھیں کعبے کے گرد گاڑ دیا ۔

کلبی نے ابو صالح [2] سے اور انھوں نے ابن عباس سے روایت کرتے

---

۱ ۔ سائبہ ، وصیلہ وغیرہ کی تشریح اگلی جلد میں آئے گی ۔

۲ ۔ بہجہ اثری لکھتے ہیں کہ ابو صالح نے ابن عباس کو دیکھا ہی نہیں محدثین کہتے ہیں کہ ابن عباس سے روایت کے سلسلے میں سب سے ضعیف وہ طریقہ ہے جو الکلبی عن ابی صالح ہے ۔ اگر ان کے ساتھ محمد بن مروان السدی الصغیر کی روایت بھی مل جائے تو یہ سلسلۃ الکذب بن جاتا ہے ۔

Marfat.com

ہوئے مجھے بتایا کہ اساف جُرہم کا ایک آدمی تھا جسے اُساف بن یَعلیٰ کہا جاتا تھا ، نائلہ بنت زید بھی جرہم میں سے تھی - یمن کے علاقے میں اساف نائلہ پر عاشق ہو گیا - پھر دونوں حج کے لیے آئے اور کعبے کے اندر گئے - انھیں ایسا موقع مل گیا کہ لوگ غافل تھے اور بیت اللہ خالی تھا - اساف نے نائلہ کے ساتھ بیت اللہ ہی میں بدکاری کی جس پر دونوں مسخ کر دیے گئے - لوگوں نے دونوں کو مسخ شدہ حالت میں پایا ، پھر انھوں نے ان دونوں کو اپنی اپنی جگہ پر رکھ دیا اور خزاعہ ، قریش اور وہ عرب جو حج کے لیے آیا کرتے تھے ان کی پوجا کرنے لگ گئے - [1] اسماعیل کی اولاد اور دیگر لوگوں میں سے جس نے پہلے پہل ان بتوں کو اپنایا اور ان کے الگ الگ نام رکھے باوجود اس کے کہ جب انھوں نے دین اسماعیل کو چھوڑا ان میں ان بتوں کا ذکر باقی تھا وہ ہذیل بن مدرکہ تھا -

انھوں نے ” سُواع “ بنا لیا یہ ینبع کے علاقہ رہاط میں تھا - اس کے محافظ بنی لحیان تھے اور ان کے پڑوسی مُضر اس کی پرستش کیا کرتے تھے - اسی کے متعلق عربوں کا ایک آدمی کہتا ہے :

تَرَاهُمْ عِنْدَ قِبْلَتِهِمْ عُكُوفاً
كَمَا عَكَفَتْ هُذَيْلُ عَلَى سُوَاعِ

تو انھیں اپنے قبلے کے پاس مقیم دیکھے گا جس طرح ہذیل سواع کے گرد بیٹھے رہتے ہیں

مذحج اور جرش کے باشندوں نے ” یغوث “ گھڑ لیا ، یہ یمن کے ایک ٹیلے میں انعم بن عمرو المرادی کے پاس تھا - خیوان نے ” یعوق “ بنا لیا ، یہ خیوان نامی بستی میں تھا جو صنعاء سے دو راتوں کے فاصلے پر تھی - ہمدان اور آس پاس کے دیگر یمنی اس کو پوجا کرتے تھے - حِمْیَر نے ” نسر “ بنا لیا ، وہ اسے بلخع نامی علاقے میں پوجا کرتے تھے - یہ

---

۱ - اس مقام پر بلوغ الارب میں مندرجہ عبارت درست معلوم نہیں ہوتی - کتاب الاصنام نہ ملنے کی وجہ سے میں اسے درست نہیں کر سکا -

Marfat.com

بت ذی رُعَین کی نسل میں معدیکرب نامی ایک شخص کے پاس تھا - اسے حِمیر اور دیگر آس پاس کے لوگ پوجا کرتے تھے - یہ اسی کو پوجتے چلے آئے تاآنکہ ذونواس نے ان کو یہودی بنا لیا - میں نے نہیں سنا کہ حِمیَر نے کسی کا یہ نام رکھا ہو ، نہ ہی میں نے حِمیَر کے اشعار میں اس کا ذکر پایا ہے اور نہ ہی عربوں کے اشعار میں میرا خیال ہے کہ اس کی وجہ یہ ہے کہ حِمیر تُبّع کے زمانے [۲ : ۲۰۲] میں بتوں کی پوجا چھوڑ کر یہودیت کی طرف چلے آئے تھے - حمیر کا ایک اور گھر صنعاء میں بھی تھا جسے رِئام کہا کرتے تھے [راءِ مکسورہ کے بعد ہمزہ ہے] یہ لوگ اس گھر کی تعظیم کرتے اور جانوروں کو ذبح کرکے ان بتوں کا تقرب حاصل کرنا چاہتے تھے ، جیسا کہ بیان کیا جاتا ہے اس بت کے ذریعے ان سے بات بھی کی جاتی تھی - جب تُبع اس سفر سے جس میں وہ عراق سے روانہ ہؤا تھا ، واپس لوٹا تو اس کے ہمراہ وہ دو یہودی عالم بھی آئے جو مدینے سے اس کے ساتھ ہو لیے تھے - انھوں نے اسے رِئام کو منہدم کرنے کا حکم دیا ، بہر حال تُبّع اور اہل یمن نے یہودی مذہب اختیار کر لیا - یہی وجہ ہے کہ میں نے رِئام اور نسر کا ذکر نہ تو کسی شعر میں پایا ہے ، نہ ہی ناموں میں اور عربوں کو صرف وہی اشعار یاد تھے جو اسلام سے تھوڑا سا عرصہ پہلے کے تھے -

ابو المنذر کہتا ہے : میں نے صرف رِئام کے متعلق شعر نہیں سنا باقی بتوں کے متعلق تو سنے ہیں - یہ پانچ بت جنھیں نوح علیہ السلام کی قوم پوجا کرتی تھی اور جن کا ذکر اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں ان الفاظ میں کیا ہے :

وَلَا تَذَرُنَّ وَدًّا وَّلَا سُوَاعاً وَلَا یَغُوثَ وَ یَعُوقَ وَنَسْراً

تم ودّ ، سواع ، یغوث ، یعوق اور نسر میں سے کسی ایک کو بھی نہ چھوڑنا

جب عمرو بن لُحَی نے یہ کام کیا تو عرب نے بتوں کا دین اختیار

کر لیا - چنانچہ قدیم ترین بت مناۃ تھا - چنانچہ عربوں نے عبد مناۃ اور زید مناۃ نام رکھ لیے - یہ بت ساحل سمندر پر مدینے اور مکے کے درمیان قدید میں مُشلّل کی جانب نصب کیا ہؤا تھا - سارے کا سارا عرب اس کی تعظیم کرتا اور اس کے گرد جانور ذبح کیا کرتا تھا ، اوس اور خزرج تمام لوگوں سے بڑھ کر اس کی تعظیم کیا کرتے تھے - معد کی اولاد بچے کھچے دین اسماعیل پر ابھی قائم تھی اور ربیعہ اور مضر بھی اسی بقیہ دین پر کاربند تھی - یہ مناۃ وہی بت ہے جس کا ذکر اللہ تعالیٰ نے اپنے اس فرمان میں کیا ہے :

وَمَنَاةَ الثَّالِثَةَ الْأُخْرٰى

ایک اور ہے منات ، جو تیسرا بت ہے

ہُذَیل اور خُزَاعہ اور تمام عرب اس کی تعظیم کیا کرتے تھے تاآنکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ۸ھ میں اور یہی فتح (مکہ) کا سال ہے ، مدینہ سے نکلے - جب آپ مدینہ سے چار یا پانچ راتیں دور جا چکے تو آپ نے حضرت علی رض کو بھیجا انہوں نے جا کے اسے گرا دیا ، اس کی تمام جائداد اور دولت قبضے میں کی اور لے کر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آ گئے - حضرت علی رض نے جو کچھ یہاں سے لیا اس میں دو تلواریں بھی تھیں - جنھیں الحارث بن ابی شمر غسانی بادشاہ نے نذرانے کے طور پر یہاں پیش کیا تھا - ایک کا نام ” مِخذم “ اور دوسری کا ” رسوب “ تھا - آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں تلواریں حضرت علی رض کو عطا کیں ، چنانچہ کہا جاتا ہے کہ حضرت علی رض کی ذوالفقار نامی تلوار انھی دو میں سے ایک تھی - بعض کہتے ہیں کہ [۲ : ۲۰۳] یہ دونوں تلواریں حضرت علی رض کو طئی کے ” فَلس “ نامی بت میں ملی تھیں - جب آنحضرت ص نے انھیں اس کے گرانے کے لیے بھیجا تھا - منات کے بعد انھوں نے طائف میں لات بنایا تھا ، یہ ایک مربع شکل کی چٹان تھی ، ایک یہودی اس کے پاس ستّو بھگویا کرتا تھا ، اس کے محافظ بنی ثقیف میں سے تھے جنھوں نے اس کے اوپر ایک عمارت تعمیر کر دی تھی -

Marfat.com

قریش اور باقی اہل عرب اس کی تعظیم کیا کرتے تھے - چنانچہ عربوں نے زید اللاتؐ اور تیم اللاتؐ نام رکھے ، یہ اس مقام پر (نصب) تھا جہاں آج طائف کی مسجد کا دایاں منارہ واقع ہے - یہ اسی طرح چلا آیا تاآنکہ بنو ثقیف نے اسلام قبول کر لیا ، پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مُغیرہ بن شعبہ کو روانہ کیا جنھوں نے اسے مسمار کرکے آگ سے جلا دیا -

لات کے بعد انھوں نے عُزّیٰ بنایا تھا - عبدالعُزّیٰ بن کعب کا نام اسی بت کے نام پر ہے ، اسے ظالم بن اسعد نے بنایا تھا - یہ نخلہ شامیہ کی ایک وادی میں مکے سے عراق کو جاتے ہوئے مُصْعِد کی دائیں جانب ذات عرق سے اوپر کو نو میل کے فاصلے پر (نصب) تھا - ظالم بن اسعد نے اس پر ایک عمارت بنا دی ، عرب اس میں سے آواز سنا کرتے تھے - قریش کے نزدیک یہ سب سے بڑا بت تھا - وہ کعبے کا طواف کرتے ہوئے یوں کہا کرتے تھے :

و اللاتِ و العُزّی و مَناة الثالثة الاُخری فَأنّھنّ الغَرَانیقُ العُلَی و إنّ شَفَاعَتَھُنّ لَتُرْتَجٰی

لات اور عزیٰ کی قسم اور تیسرے ایک اور مناۃ کی کیونکہ یہ بلند کونجیں ہیں اور ان کی سفارش کی امید رکھی جا سکتی ہے

[۲ : ۳۰۲] اور وہ کہا کرتے (کہ یہ) اللہ کی بیٹیاں ہیں - اللہ تعالیٰ اس سے کہیں بلند و بالا ہے - اور یہ اللہ کے پاس سفارش کریں گی - پھر جب اللہ نے اپنا رسول مبعوث کیا تو اس پر یہ آیت نازل فرمائی :

أَفَرَأَيْتُمُ اللَّاتَ وَالْعُزَّىٰ وَمَنَاةَ الثَّالِثَةَ الْأُخْرَىٰ ؟ أَلَكُمُ الذَّكَرُ وَلَهُ الْأُنثَىٰ تِلْكَ إِذًا قِسْمَةٌ ضِيزَىٰ

کیا تم نے لات اور عُزّیٰ کو دیکھا اور تیسرے ایک اور مناۃ کو ؟ کیا تمھارے لیے بیٹے ہوں اور اللہ کے لیے بیٹیاں ؟ یہ تو غیر منصفانہ تقسیم ہوئی

قریش نے وادیٔ حُراض کی ایک گھاٹی جس کا نام سُقام تھا

اس بت کے لیے مخصوص کر رکھی تھی ، اس طرح وہ اسے حرم کعبہ سے مشابہت دینا چاہتے تھے - اس کی ایک ذبح گاہ تھی جہاں قربانی کے جانور ذبح کیے جاتے تھے اور اس ذبح گاہ کو غَبْغَب کہا جاتا تھا ، قوم قریش خاص طور پر اس کی تعظیم کیا کرتی تھی - اسی لیے تو زید بن عمرو بن نُفیل کہتا ہے - یہ زید جاہلیت میں اللہ کی عبادت کیا کرتا تھا اور اس نے بتوں کی پوجا چھوڑ رکھی تھی -

تَرَکْتُ اللَّاتَ وَالْعُزّٰی جَمِیْعًا
کَذَالِکَ یَفْعَلُ الْجَلَدُ الصَّبُوْر

میں نے لات اور عزیٰ سب کو چھوڑ دیا ہے - مضبوط اور صابر انسان اسی طرح ہی کیا کرتا ہے

فَلَا الْعُزّٰی اَدِیْنُ وَلَا ابْنَتَیْهَا
وَلَا صَنَمَیْ بَنِیْ غَنَمٍ اَزُوْرُ

لہٰذا میں نہ تو عزّیٰ کی تابعداری کرتا ہوں اور نہ اس کی دو بیٹیوں کی اور نہ میں بنی غنم کے دو بتوں کی زیارت کے لیے جاتا ہوں

وَلَا هُبَلًا اَزُوْرُ وَکَانَ رَبًّا
لَنَا فِی الدَّهْرِ اِذْ حِلْمِیْ صَغِیْرُ

اور نہ میں ہبل کی زیارت کو جاتا ہوں حالانکہ ایک عرصے تک جب کہ میری عقل ننھی سی تھی یہ ہمارا رب بنا رہا

بنی سُلیم کی شاخ بنی شیبان کے افراد اس کے محافظ تھے اس کا آخری محافظ دُبَیَّہ (بن حرمس السُلیمی) تھا - اس کی اسی طرح عبادت ہوتی رہی یہاں تک کہ اللہ نے ہمارے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو مبعوث کیا - آپ نے بتوں کو معیوب قرار دیا ، عربوں کو ان کی پوجا کرنے سے منع فرمایا ، ان بتوں کے بارے میں قرآن

Marfat.com

نازل ہؤا تو قریش کو یہ سخت ناگوار گزرا - فتح مکہ کے دن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خالد بن الولید کو بلا کر حکم دیا کہ بطن نخلہ کے درخت کی طرف جاؤ اور اسے کاٹ ڈالو - خالد روانہ ہوئے اور جا کے دُبَیّہ کو قتل کر ڈالا -

مجھے میرے والد نے ابی صالح سے اور ابو صالح نے ابن عباس سے روایت کرتے ہوئے فرمایا کہ عزیٰ ایک شیطان عورت تھی جو بطن نخلہ کے تین جھاؤ کے درختوں کے پاس آیا کرتی تھی - جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خالد بن الولید کو بھیجا تو فرمایا : بطن نخلہ جاؤ ، تمھیں وہاں تین جھاؤ کے درخت ملیں گے ، پہلے درخت کو کاٹ دینا - جب خالد (پہلے کو کاٹنے کے بعد) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئے تو آپ نے پوچھا : کیا تجھے کچھ دکھائی دیا تھا ؟ خالد نے عرض کیا : نہیں - آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : [٢ : ٢٠٥] دوسرے کو بھی کاٹ دو - خالد اسے کاٹ کر پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئے - آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر پوچھا : کچھ دیکھا ؟ خالد نے عرض دیا : نہیں - آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : تیسرے کو بھی کاٹ دو - خالد آئے تو دیکھا کہ ایک شیطان عورت بال پھیلائے ہوئے اور اپنے پستان کندھے پر رکھے ہوئے ہے ، دانت پیس رہی ہے اور اس کے پیچھے پیچھے دُبَیّہ سُلَمی آ رہا ہے دُبَیّہ نے خالد کو دیکھ کر یہ اشعار کہے :

فَیَا عُزُّ شُدِّی شَدَّۃً لَا تُکَذِّبِی[١]
عَلَی خَالِدٍ اَلْقِی الْخِمَارَ وَ شَمِّرِی

اے عزّیٰ خالد پر زور سے حملہ کرو اور پیچھے نہ ہٹو - اوڑھنی اتار ڈالو اور دامن چن لو

---

١ - محاورہ ہے کَذَّبَ عن امرٍ ارادہ : اَحْجَمَ عنه کسی کام کا ارادہ کرنے کے بعد اس سے پیچھے ہٹ جانا -

Marfat.com

فَإِنَّكِ إِنْ لَا تَقْتُلِي الْيَوْمَ خَالِدًا
تَبُوئِي بِذُلٍّ عَاجِلًا وَ تُنَصَّرِي

کیونکہ اگر آج تم نے خالد کو قتل نہ کیا تو تُو ذلت کی مستحق ہو جائے گی اور نصرانی بن جائے گی

یہ سن کر خالدرض نے کہا :

يَا عَزُّ كُفْرَانَكِ لَا سُبْحَانَكِ
إِنِّي رَأَيْتُ اللهَ قَدْ أَهَانَكِ

اے عزّیٰ میں تمھارا انکار کرتا ہوں تمھیں پاک نہیں مانتا ۔ میں دیکھ رہا ہوں کہ اللہ نے تجھے ذلیل کر دیا ہے

اس کے بعد خالد نے تلوار مار کر اس کا سر پھوڑ دیا ، دیکھا تو وہ کوئلہ بنی ہوئی تھی ، پھر درخت کو کاٹا اور دُبیّہ کو قتل کیا ۔ اس کے بعد نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آ کر سارا قصہ سنایا ۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : یہ عُزّیٰ تھی آئندہ عربوں میں کوئی عزّیٰ نہ ہوگی ۔

ابو المنذر کہتا ہے کہ قریش اور وہ لوگ جو مکے میں تھے کسی بت کی اس قدر تعظیم نہ کرتے تھے جس قدر عزّیٰ کی پھر لات کی اور اس کے بعد مناۃ کی کیا کرتے تھے ۔ زیارت کی خاطر جانے اور تحفے پیش کرنے کے لیے تمام بتوں میں سے عزّیٰ مخصوص تھی ۔ ثقیف نے زیارت اور تحفوں کے لیے لات کو مخصوص کر رکھا تھا ، اوس اور خزرج نے مناۃ کو ، مگر عزّیٰ کی سب کے سب تعظیم کیا کرتے تھے ۔ جن پانچ بتوں کو عمرو بن لُحَی نے بلند کیا تھا عرب ان کی اتنی تعظیم نہ کرتے تھے جتنی عزّیٰ کی کرتے تھے ۔ کعبے کے اندر اور کعبے کے گرد قریش کے اور بھی بت تھے اور ان کے نزدیک ہُبَل سب سے بڑا تھا ۔ یہ بت جیسا کہ مجھے خبر ملی ہے انسانی شکل کا تھا جس کا دایاں ہاتھ ٹوٹا ہوا تھا ۔ یہ سرخ عقیق کا بنا ہوا تھا ۔ قریش کو یہ بت اسی طرح

Marfat.com

ملا تھا بعد میں انھوں نے اس کا ہاتھ سونے کا بنا دیا تھا ۔ اسے سب سے پہلے خُزَیمہ بن مُدرکہ نے یہاں لا کر رکھا تھا چنانچہ اسے ہُبَل خُزَیمہ کہا جاتا تھا ۔ اس کے سامنے سات تیر پڑے ہوتے تھے جن میں سے پہلے پر '' صریح '' (خالص) اور دوسرے پر '' مُلصَق '' (ساتھ چمٹایا ہوُا) لکھا ہوتا تھا ۔ جب انھیں کسی نوزائیدہ کے متعلق شک گزرتا تو تحفے پیش کرنے کے بعد تیروں سے قرعہ اندازی کرتے ، اگر '' صریح '' والا تیر نکلتا تو اسے اپنے ساتھ ملا لیتے اور اگر '' ملصق '' نکلتا تو اسے نکال دیتے ۔ ایک تیر مردے کے لیے چلاتے اور ایک نکاح کے لیے ۔ تین اور تیر بھی تھے جن کی تشریح نہیں کی گئی ۔ جب وہ کسی معاملے میں جھگڑ پڑتے یا سفر کا ارادہ کرتے یا کسی اور کام کا تو ہبل کے پاس آتے اور قرعہ اندازی کرتے ، پھر جس طرح کا تیر نکلتا اس کے مطابق عمل کرتے اور مقصد تک پہنچ جاتے ۔

عربوں کے یہاں اُساف اور نائلہ دو بت تھے ۔ جب یہ مسخ ہو کر پتھر بن گئے تو انھیں کعبے کے [۲ : ۲۰۶] پاس رکھ دیا گیا تاکہ لوگ ان دونوں سے نصیحت حاصل کریں ۔ جب انھیں یہاں پڑے پڑے ایک مدت گزر گئی اور بت پوجنے کا رواج ہوگیا تو اور بتوں کے ساتھ ان کی بھی پوجا ہونے لگی ۔ ان میں سے ایک کعبے سے متصل تھا دوسرا زمزم کے مقام پر تھا ۔ قریش نے کعبے کے پاس والے کو اٹھا کر دوسرے کے ساتھ رکھ دیا ، عرب ان دونوں کے پاس آ کر جانور اور اونٹ ذبح کیا کرتے تھے ۔ جب فتح مکہ کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غالب آ گئے تو آپ مسجد حرام میں داخل ہوئے ، ابھی تک بت کعبے کے گرد رکھے ہوئے تھے ۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی کمان کے خمیدہ حصے کو ان کی آنکھوں اور چہروں میں چبھوتے اور فرماتے جاتے :

جَاءَ الحَقُّ وَزَهَقَ البَاطِلُ إِنَّ البَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا

حق آ گیا اور باطل مٹ گیا ۔ باطل مٹنے ہی والا ہے

اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ ان کو

Marfat.com

اوندھے منہ کر دیا جائے اور انہیں مسجد حرام سے نکال کر جلا دیا گیا ۔
راشد بن عبداللہ السلمی نے اس واقعہ کے متعلق یہ اشعار کہے :

قَالَتْ : هَلُمَّ إِلَى الحَدِيثِ فقلتُ : لَا
يَأْبَى الإِلٰهُ عليكِ والإِسْلَامُ

محبوبہ نے کہا آؤ باتیں کریں میں نے کہا : ایسا نہ ہوگا اللہ اور اسلام ان امور سے منع کرتا ہے

أَوَ مَا رَأَيْتِ محمداً وَقَبِيلَهُ
بِالفَتْحِ حِينَ تُكَسَّرُ الأَصْنَامُ

کیا تو نے فتح مکہ کے موقع پر جب بتوں کو توڑا جاتا تھا محمد اور ان کی جماعت کو نہیں دیکھا

لَرَأَيْتِ نُورَ اللهِ أَضْحَى سَاطِعاً
والشِركُ يَغْشَى وَجْهَهُ الإِظْلَامُ

(اگر دیکھتی تو) تجھے نظر آتا کہ اللہ کا نور بلند ہو رہا ہے اور شرک کے چہرے پر تاریکی چھائے جا رہی ہے

ان کا ایک بت " مناف " بھی تھا ۔ عربوں نے اسی کے نام پر عبد مناف نام رکھا ۔ مجھے معلوم نہیں کہ یہ کہاں تھا اور نہ ہی معلوم ہے کہ اسے کس نے یہاں لا کر رکھا تھا ۔ حائضہ عورتیں نہ تو ان بتوں کے قریب آتی تھیں اور نہ انہیں چھوتی تھیں ۔ صرف ایک طرف ہو کر کھڑی ہو جاتی تھیں ۔ مکے کے ہر گھر میں ان کا اپنا بت ہوتا تھا جس کی وہ پوجا کیا کرتے تھے ۔ جب ان میں سے کوئی سفر کو جانے کا ارادہ کرتا تو گھر کے اندر آخری بات جو وہ شخص کرتا وہ یہ تھی کہ اسے چھوئے اور جب سفر سے آتا تو پہلی بات جو وہ گھر میں داخل ہو کر کرتا یہ تھی کہ اسے چھوئے ۔ پھر جب اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث کیا اور آپ اللہ کی توحید اور اللہ کی عبادت کا حکم لے کر آئے تو عربوں نے کہنا شروع کر دیا :

Marfat.com

أَجَعَلَ الا لِہَۃَ اِلٰہاً وَاحِداً اِنَّ ھٰذَا لَشَئیٌ عُجَاب

کیا اس نے اتنے خداؤں کو ایک خدا بنا دیا یہ تو بہت ہی عجیب بات ہے

ان کی مراد بتوں سے تھی -

عرب بتوں کی عبادت کرنے میں مشہور ہو گئے - چنانچہ کسی نے ایک گھر بنا لیا اور کسی نے ایک بت اور جسے نہ بت بنانے کی طاقت تھی اور نہ گھر بنانے کی وہ حرم کے سامنے یا کسی اور چیز کے سامنے جسے وہ پسند کرتا ایک پتھر رکھ کر اسی کا طواف کرنے لگ جاتا بعینہ اسی طرح جس طرح کعبے کا کیا کرتا تھا - وہ لوگ ان پتھروں کو ''انصاب'' کہا کرتے تھے ، اگر ان کی صورت ہوتی تو انھیں اصنام اور اوثان کہا جاتا - ان کے گرد طواف کرنے کو وہ '' دُوار '' کہا کرتے تھے ، چنانچہ جب کوئی شخص سفر کو جاتا اور کسی منزل پر پڑاؤ کرتا تو چار پتھروں کو لیتا - ان میں سے خوبصورت ترین کو تو وہ اپنا رب بنا لیتا اور باقی تینوں کو اپنی ہنڈیا کے لیے بٹے بنا لیتا ، پھر جب وہاں سے کوچ کرتا تو اس کی صورت بدل دیتا ، جب کسی اور جگہ پر پڑاؤ کرتا تو پھر اسی طرح کرتا - عرب ان سب (بتوں) کے پاس جانور ذبح کیا کرتے تھے اور ان کے تقرب کے خواہاں رہا کرتے تھے ، مگر ان تمام امور کے باوجود وہ کعبے کی فضیلت کو تسلیم کرتے تھے - بنو خزاعہ کی شاخ بنو ملیح [۲ : ۲۰۷] جِنّوں کی پرستش کیا کرتی تھی - انھی لوگوں کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی :

اِنَّ الَّذِیْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللہِ عِبَادٌ اَمْثَالُکُمْ

اللہ کو چھوڑ کر جنھیں تم پکارتے ہو وہ بھی تو تمھارے ہی جیسے بندے ہیں

اور ان بتوں میں سے ایک ذوالخلصہ تھا - یہ ایک سفید پتھر تھا جس کے اوپر تاج کی سی شکل نقش کی ہوئی تھی - مکے اور مدینے کے مابین مکے

Marfat.com

سے سات میل کے فاصلے پر اس کی عمارت تھی - خثعم ، دوس ، بجیلہ اور تبالہ کے علاقے میں جو عرب تھے وہ سب اس کی تعظیم کرتے اور اس کے لیے چڑھاوے بھیجا کرتے تھے - انھی میں سے ایک آدمی[۱] کہتا ہے :

لَوْ کُنْتَ یَاذَا الخُلَصِ المَوْتُورا
مِثْلِی وَکَانَ شَیْخُکَ المَقْبُورا
لَمْ تَنْہَ عَنْ قَتْلِ العُدَاۃِ زُورا

اے ذوالخلصہ اگر تیرا کوئی عزیز قتل کر دیا گیا ہوتا اور اس کا بدلہ نہ لیا گیا ہوتا جس طرح میری حالت ہے اور تیرا بوڑھا باپ دفن کر دیا گیا ہوتا تو تُو ناحق دشمنوں کے قتل سے منع نہ کرتا

اس شخص کا باپ قتل کر دیا گیا تھا اور یہ اس کے خون کا بدلہ لینا چاہتا تھا لٰہذا وہ ذوالخلصہ کے پاس آیا اور قرعہ اندازی کی ، جو تیر نکلا اس میں بدلہ لینے سے منع کیا گیا تھا - اس پر اس نے یہ اشعار کہے تھے - بعض لوگ ان اشعار کو امرؤ القیس بن حجر الکندی کی طرف منسوب کرتے تھے - آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جریر سے فرمایا : کیا تو ذوالخلصہ کا کام تمام کرکے مجھے اس کی طرف سے بے فکر نہ کر دے گا - جریر (بن عبداللہ) احمس کے ایک سو پچاس سوار لے کر اس کی طرف روانہ ہوئے - خَثْعَم اور باھلہ نے آپ سے جنگ کی - جریر کامیاب رہے اور [۲ : ۲۰۸] انھوں نے ذوالخلصہ کی عمارت کو مسمار کرکے اس میں آگ لگا دی ، ذوالخلصہ آج کل تبالہ کی مسجد کی دہلیز ہے -

کنانہ کے دو بیٹوں مالک اور ملکان کا جدہ کے ساحل پر ایک بت تھا جسے سعد کہا جاتا تھا ، یہ ایک لمبی سی چٹان تھی - بنی ملکان کا ایک آدمی بہت سے اونٹ لے کر آیا تا کہ اپنے خیال کے مطابق ان اونٹوں کو اس بت کی بھینٹ چڑھا کے برکت کا طلب گار ہو - جب اس نے ان اونٹوں کو اس بت کے قریب کیا اور اونٹوں نے اس بت کو دیکھا (اس

---

۱ - یہ اشعار امرؤ القیس کے ہیں -

Marfat.com

بت پر خون بہائے جاتے تھے) تو اونٹ بدک کر ادھر اُدھر بھاگ گئے ۔ اس پر اونٹوں کا مالک بگڑا ، ایک پتھر اٹھا کر سعد کو مارا اور کہا : اللہ تجھ جیسے خدا کو برکت نہ دے تو نے تو میرے اونٹوں کو بدکا دیا ہے ۔ پھر وہ شخص ان کی تلاش میں نکلا یہاں تک کہ اس نے اونٹوں کو اکٹھا کر لیا پھر جب واپس آیا تو وہ یہ اشعار کہہ رہا تھا :

أَتَيْنَا إِلَى سَعْدٍ لِيَجْمَعَ شَمْلَنَا
فَشَتَّتَنَا سَعْدٌ فَلَا نَحْنُ مِنْ سَعْدِ

ہم سعد کے پاس اس لیے آئے تھے کہ وہ ہماری پراگندگی کو دور کرکے ہمیں جمع کر دے گا مگر سعد نے ہمیں منتشر کر دیا لہٰذا اب ہمارا سعد سے کوئی سروکار نہیں ہے

وَهَلْ سَعْدٌ إِلَّا صَخْرَةٌ بِتَنُوفَةٍ
مِنَ الْأَرْضِ لَا يَدْعُو لِغَيٍّ وَلَا رُشْدِ

سعد تو جنگل کی زمین میں صرف ایک چٹان ہے نہ گمراہی کی طرف دعوت دے سکتا ہے نہ ہدایت کی طرف

عمرو بن الجموح بنی سلمہ کے سرداروں میں سے ایک سردار تھا اور ان کے شرفا میں سے ایک شریف تھا ، اس نے اپنے گھر میں لکڑی کا ایک بت بنا رکھا تھا ، اس کا نام بھی مناۃ تھا ۔ جب بنی سلمہ کے نوجوان مثلاً معاذ بن جبل ، ان کا بیٹا ، اور معاذ بن عمرو وغیرہ دیگر اسلام لانے والوں کے ساتھ اسلام لے آئے یہ لوگ عقبہ کے مقام پر موجود تھے ۔ یہ لوگ رات کے وقت عمرو کے بت کے پاس جاتے اور اسے اٹھا کر بنی سلمہ کے کسی گڑھے میں جس میں لوگوں نے گندگی بھری ہوتی تھی سر کے بل پھینک دیتے ۔ جب صبح ہوتی تو عمرو کہتا : تمہارا خانہ خراب آج رات کس نے ہمارے خداؤں پر حملہ کیا ہے ؟ اس کے بعد وہ اس کی تلاش میں نکلتا اور جب اسے مل جاتا تو اسے دھو کر اور پاک کرکے خوشبو لگاتا پھر کہتا : اللہ کی قسم اگر مجھے معلوم ہو جائے کہ تیرے

Marfat.com

ساتھ یہ معاملہ کس نے کیا ہے تو میں اسے ضرور رسوا کر دوں ۔ پھر جب رات ہوتی اور وہ سو جاتا تو وہ پھر اس کے بت کے ساتھ یہی فعل کرتے وہ پھر نکلتا اور ڈھونڈتا اور اس پر وہی گندگی پاتا پھر اسے دھو کر پاک کرتا اور خوشبو لگاتا پھر اپنی تلوار لا کر اس کے گلے میں ڈال دیتا ۔ پھر بت کو کہا : اللہ کی قسم مجھے معلوم نہیں کہ یہ فعل جو تو دیکھ رہا ہے تیرے ساتھ کس نے کیا ہے ، اگر تجھ میں کسی قسم کی بھلائی ہے تو یہ تلوار جو تمھارے پاس ہے اس سے اپنی حفاظت کر لے ۔ جب پھر رات ہوتی اور وہ سو جاتا ، وہ لوگ جاتے اور اس کی گردن سے تلوار اتار لیتے ، اس کے بعد ایک مردہ کتے کو لے کر اس کے ساتھ رسی سے باندھ دیتے ، پھر اسے بنی سلمہ کے کسی ایسے کنوئیں میں ڈال دیتے جس میں لوگوں کا پاخانہ ہوتا ۔ صبح کو جب عمرو جاتا اور اسے اپنی جگہ پر نہ پاتا تو اس کی تلاش میں نکلتا یہاں تک کہ وہ اسے اس [۲ : ۲۰۹] کنوئیں میں سر کے بل پڑا اور مردہ کتے کے ساتھ بندھا ہوا پاتا ۔ جب اس نے اسے اس حالت میں دیکھا تو اسے اس کی اصلیت کا پتا چل گیا ۔ پھر اس کی قوم کے جو لوگ اسلام لا چکے تھے انھوں نے اس سے گفتگو کی چنانچہ وہ مسلمان ہو گیا اور بڑا اچھا مسلمان رہا ۔ جب یہ اسلام لے آیا اور اس کو اللہ کی طرف سے جو کچھ پہچاننا تھا پہچان لیا تو اس نے اپنے اس بت کا ذکر کرتے ہوئے اور جو بصیرت اللہ نے اسے دی تھی اس کا ذکر کرتے ہوئے ، نیز اللہ کا شکریہ ادا کرتے ہوئے کہ اس نے اسے اندھے پن اور گمراہی سے نجات دلائی ہے یہ شعر کہے :

وَاللهِ لَوْكُنْتَ إِلٰهاً لَمْ تَكُنْ
أَنْتَ وَكَلْبٌ وَسْطَ بِئْرٍ فِي قَرَنْ

اللہ کی قسم اگر تو خدا ہوتا تو تو اور کتا ایک ہی رسی میں جکڑے ہوئے کنوئیں میں نہ پڑے ہوتے

أُفٍّ لِمُلْقَاكَ إِلٰهٌ مُسْتَدَنْ
اَلْآنَ فَتَّشْنَاكَ عَنْ سُوْءِ الْغَبَنْ

اے دیوتا جو ہم سے اپنی حفاظت چاہتا ہے تجھ پر افسوس ہے۔ بری طرح دھوکا کھانے کے بعد ہم نے اب تیرے متعلق تحقیق کرلی ہے

الحَمْدُ لِلّٰهِ العَلِيِّ ذِي المِنَنْ
الْوَاهِبِ الرَّزَّاقِ دَيَّانِ الدِّيَنْ

خدائے تعالٰی اور احسان والے کی تعریف ہے جو عطیے دینے والا رزق دینے والا اور اہل ادیان کو جزا دینے والا ہے

هُوَ الَّذِي انْقَذَنِي مِنْ قَبْلِ اَنْ
اَكُوْنَ فِي ظُلْمَةِ قَبْرٍ مُرْتَهَنْ

وہی خدا ہے جس نے مجھے قبر کی تاریکی میں چلے جانے سے پہلے ہی نجات عطا کر دی ہے

دوس ، بنی منہب بن دوس کا ایک بت تھا جسے ذوالکفین کہا جاتا تھا ۔ جب یہ لوگ اسلام لے آئے تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے الطفیل بن عمرو الدوسی کو روانہ کیا جس نے اسے جلا دیا ، جلانے کے ساتھ ساتھ اس نے اشعار یہ بھی پڑھے :

يَاذَا الكَفَّيْنِ لَسْتُ مِنْ عِبَادِكَا
مِيلَادُنَا اَكْبَرُ مِنْ مِيلَادِكَا

اے ذاالکفین میں تمھارا بندہ نہیں ہوں ، ہماری پیدائش تمھاری پیدائش سے زیادہ بڑی ہے

اِنِّي حَشَوْتُ النَّارَ فِي فُؤَادِكَا

میں نے تمھارے دل میں آگ بھر دی ہے

بنی ازد کی شاخ بنی الحٰرث بن یشکر کا بھی ایک بت تھا جسے ذوالشری کہا جاتا ہے اور قضاعہ ، لخم ، جذام ، عاملہ اور غطفان کا مشارف شام میں ایک بت تھا ، جسے اقیصر کہتے تھے اور مُزَینَہ کا بھی ایک بت تھا جسے " نہم " کہتے تھے ، اسی کے نام پر [٢ : ٢١٠]

Marfat.com

عربوں نے عبد نہم نام رکھا ۔ اس کا محافظ خزاعی بن عبدنہم تھا جو قبیلہ مزینہ میں سے تھا ، جب اس نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق سنا تو اس نے بت پر حملہ کرکے اسے توڑ ڈالا اور یہ شعر کہے :

ذَهَبْتُ إِلَى نُهْمٍ لِأَذْبَحَ عِنْدَهُ
عَتِيرَةَ نُسْكٍ كَالَّذِي كُنْتُ أَفْعَلُ

میں نہم کے پاس قربانی کی بکری ذبح کرنے کے لیے گیا جیسا کہ میں پہلے کیا کرتا تھا

فَقُلْتُ لِنَفْسِي حِينَ رَاجَعْتُ عَقْلَهَا
أَهٰذَا إِلٰهٌ أَبْكَمُ لَيْسَ يَعْقِلُ

جب میں نے اپنی عقل کی طرف رجوع کیا تو میں نے اپنے نفس سے کہا کیا یہ گونگا اور بے عقل خدا ہے

أَبَيْتُ فَدِينِي الْيَوْمَ دِينُ مُحَمَّدٍ
إِلٰهِ السَّمَاءِ الْمَاجِدِ الْمُتَفَضِّلِ

میں انکار کرتا ہوں لہٰذا آج میرا دین محمد کا دین ہے اے آسمان کے خدا اے بزرگی والے اور مہربان خدا

پھر وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس چلا گیا اور مسلمان ہوگیا ۔ ساتھ ہی اس نے اپنی قوم مزینہ کے بھی اسلام لانے کی ذمہ داری لے لی ۔

أزدِ سراۃ کا بھی ایک بت تھا جسے " عائم " [ہمزہ کے ساتھ] کہا جاتا تھا ، قبیلہ عنزہ کا بھی ایک بت تھا جسے سُعَیر کہا جاتا تھا ۔ ابن ابی خلاس الکلبی اپنی اونٹنی پر سوار ہو کر نکلا ۔ اونٹنی کا اس بت کے پاس سے اس وقت گزر ہوا جب اس کے پاس ایک بکری ذبح کی گئی تھی ، چنانچہ اس کی اونٹنی بھاگ نکلی اس پر اس نے یہ اشعار کہے :

نَفَرَتْ قَلُوصِي عَنْ عَتَائِرَ صُرِّعَتْ
حَوْلَ السُّعَيْرِ يَزُورُهُ ابْنَا يَقْدُمُ

Marfat.com

میری اونٹنی ان بکریوں کو دیکھ کر بدک گئی جو سُعَیر کے گرد گرائی ہوئی تھیں ۔ وہ سُعیر جس کی زیارت کو یقدم کے دو بیٹے جاتے ہیں

وَجَمُوعُ يَذْكُرَ مُهْطِعِينَ جَنَابَةً
مَا إِنْ يُحِيرُ إِلَيْهِمْ بِتَكَلُّمِ

اور بنی یذکر کے لوگ اس کے پاس عاجزی کے ساتھ سر جھکائے ہوئے ہیں اور یہ کسی بات کا بھی انھیں جواب نہیں دیتا

ابو المنذر کہتا ہے کہ یقدم اور یذکر عنزہ کے دو بیٹوں کے نام ہیں ۔ اس نے ان کی اولاد کو سعیر کے گرد طواف کرتے دیکھا تھا ۔

بکر بن وائل کا ایک بت تھا جسے '' عَوْض '' کہا جاتا تھا ۔ ان کے کسی شاعر نے کہا ہے :

حَلَفْتُ بِمَائِرَاتٍ حَوْلَ عَوْضٍ
وَ أَنْصَابٍ تُرِكْنَ لَدَى السُّعَيْرِ

میں عوض کے گرد بہنے والے خونوں اور ان پتھروں کی قسم کھاتا ہوں جو سُعَیر کے پاس چھوڑ دیے گئے ہیں

اس نے الدماء المائرات یعنی ان خونوں کی قسم کھائی ہے جو عَوْض کے گرد روی' زمین پر بہتے ہیں اور مشرکین کی یہ عادت تھی کہ اپنے بتوں کے لیے جانور ذبح کیا کرتے تھے لہٰذا اگر عوض بت نہ ہوتا تو نہ اس کے لیے کوئی چیز ذبح کی جاتی اور نہ ہی یہ ان خونوں کی حلف اٹھاتا ، جو اس کے گرد ہیں جس کی وجہ یہ ہے کہ اس کی تعظیم کرتا ہے ۔ اس بات کا پتا کہ یہ ایک بت ہے اس بات سے چلتا ہے کہ اس نے اس کا ذکر سُعَیْر کے ساتھ کیا ہے اور سُعَیر کا لفظ مُصَغّر ہے ، اس شعر کا قائل رُشید بن رُمَیض (دونوں نام مصغّر ہیں) العنزی ہے ۔ اس کے بعد کا شعر یہ ہے :

أَجُوبُ الأَرْضَ دَهْراً إِثْرَ عَمْرٍو
وَلَا يُلْفَى بِسَاحَتِهِ بَعِيْرِي

[۲ : ۲۱۱] میں عمرو کے پیچھے پیچھے ایک مدت تک زمین طے کرتا ہوا چلا آتا ہوں ، اس کے صحن میں میرا اونٹ نہیں پایا جاتا

بنو خولان کا بھی ایک بت تھا ، جسے عُمیانس کہا جاتا تھا ۔ عرب اپنے جانوروں اور زرعی پیداوار کا کچھ حصہ اپنے خیال کے مطابق اس بت اور اللہ کے درمیان تقسیم کر دیا کرتے تھے ، پھر اگر عمیانس کے حق میں سے کچھ حصہ اللہ کو چلا جاتا تو وہ عمیانس کو لوٹا دیتے مگر اللہ کا کچھ حصہ عمیانس کو چلا جاتا تو وہ اسے اسی طرح ہی رہنے دیتے ۔ جیسے کہ ہم تک روایت پہنچی ہے انھی کے متعلق اللہ تعالٰی کی یہ آیت نازل ہوئی :

وَجَعَلُوا لِلّٰهِ مِمَّا ذَرَأَ مِنَ الْحَرْثِ وَالْاَنْعَامِ نَصِيبًا فَقَالُوا هٰذَا لِلّٰهِ بِزَعْمِهِمْ وَهٰذَا لِشُرَكَائِنَا فَمَا كَانَ لِشُرَكَائِهِمْ فَلَا يَصِلُ اِلَى اللّٰهِ وَمَا كَانَ لِلّٰهِ فَهُوَ يَصِلُ اِلٰى شُرَكَائِهِمْ سَاءَ مَا يَحْكُمُوْنَ

جو کھیت اور جانور اللہ ہی کے پیدا کیے ہوئے ہیں انھوں نے ان میں سے اللہ کے لیے ایک حصہ مقرر کر رکھا ہے ۔ پھر کہتے ہیں کہ یہ تو ان کے خیال کے مطابق اللہ کا ہے اور یہ ہمارے بتوں کا ۔ جو ہمارے بتوں کا حصہ ہے وہ اللہ کو نہیں مل سکتا مگر جو اللہ کا حصہ ہے وہ بتوں کو ملتا ہے یہ کس قدر برا فیصلہ ہے

قبیلہ طیّئی کی شاخ جدیلہ کا بھی ایک بت تھا جسے یعبوب کہا جاتا تھا ۔ دراصل ان کا بت ایک اور تھا جسے بنو اسد ان سے چھین کر لے گئے تھے ۔ اُس کے بعد انھوں نے اس کی جگہ یَعبُوب بنا لیا ۔ عبید کہتا ہے :

فَتَبَدَّلُوا الْيَعْبُوبَ بَعْدَ اِلٰهِهِمْ
صَنَمًا فَقَرُّوا يا جُدَيْلُ وَاَعْذِبُوا

انھوں نے اپنے (اصل) دیوتا کے بعد یعبوب کو اپنا بت بنا لیا اے

قبیلہ جدیلہ آرام کرو اور کھانا پینا چھوڑ دو

جاہلیت میں ازد اور طیئی اور قضاعہ کے وہ لوگ جو ان کے پڑوس میں رہتے تھے ان سب کا ایک بت تھا جسے بَاجر [باء موحدہ اور جیم مفتوحہ کے ساتھ] کہا جاتا تھا [اور اکثر اسے جیم کی کسرہ کے ساتھ بھی پڑھا گیا ہے] ۔ یہ لوگ اس کی پوجا کیا کرتے تھے ۔ ان کے علاوہ بھی بت ہیں جن کی تفصیل لمبی ہے ۔

ابو رجاء العطاردی سے مروی ہے کہ جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے اور ہم نے آپ کے متعلق سنا تو ہم مسیلمہ کذاب کے یہاں پہنچے ، گویا ہم دوزخ میں چلے گئے ۔ بہر حال وہ کہتے ہیں کہ ہم جاہلیت میں پتھروں کی پوجا کیا کرتے تھے ۔ جب ہمیں کوئی زیادہ خوبصورت پتھر مل جاتا تو پہلے کو پھینک کر اسے لے لیتے اور جب کوئی پتھر نہ ملتا تو مٹھی بھر مٹی اکٹھی کر لیتے پھر بکریوں کو لا کر اس مٹی پر انھیں دوہتے اور اس مٹی کا طواف کرنے لگتے ۔

وہی ابو رجاء فرماتے ہیں : ہم ریت لیتے اور اسے ایک جگہ اکٹھا کر کے اس پر بکریوں کو دوہتے اور پھر اس کی پوجا کرنے لگ پڑتے ، اسی طرح ہم سفید پتھر کو لیتے ایک عرصہ تک اس کی پوجا کرتے اور پھر اسے پھینک دیتے ۔

ابو عثمان نہدی سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں : ہم جاہلیت میں ایک پتھر کی پوجا کیا کرتے تھے چنانچہ ایک بار ہم نے کسی پکارنے والے کو یوں پکارتے سنا : لوگو ! تمھارا رب تباہ ہو چکا ہے ، اب کوئی اور رب ڈھونڈ لو ۔ ابو عثمان فرماتے ہیں : اس پر ہم میں سے ہر ایک نکل کھڑا ہوا کوئی تند خو جانور پر سوار ہو کر اور کوئی نرم مزاج جانور پر۔ ہم اسی حالت میں مصروف جستجو تھے کہ اچانک ایک اور پکارنے والے نے پکارا : ہم نے تمھارا رب پا لیا ہے ۔ یہ یا اسی قسم کے اور الفاظ تھے ، دیکھا تو وہاں ایک پتھر موجود تھا اس پتھر پر ہم نے اونٹنی کو ذبح کر ڈالا ۔

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ فتح کیا تو آپ کو کعبہ

Marfat.com

کے گرد تین سو ساٹھ بت ملے - آپ ؐ ان کے چہروں اور آنکھوں میں اپنی کمان کا خمیدہ حصہ چبھوتے اور فرماتے جاتے :

جَاءَ الحَقُّ وَزَهَقَ البَاطِلُ اِنَّ البَاطِلَ کَانَ زَهُوْقًا

حق آ گیا اور باطل مٹ گیا یقیناً باطل مٹنے والا ہے

ساتھ ساتھ یہ بت سر کے بل گرتے جاتے تھے - اس کے بعد آپ ؐ کے حکم سے انھیں مسجد حرام سے نکال کر جلا دیا گیا -

[۲ : ۲۱۲] نجران میں بنی الحٰرث کا ایک کعبہ تھا ، جس کی وہ بڑی تعظیم کیا کرتے تھے - ابرھۃ الاُشرم نے بھی صنعا میں ایک گھر بنایا تھا جس کا نام قَلِیس [قاف پر فتحہ اور لام کے نیچے کسرہ] رکھا تھا - مصنف قاموس نے اسے قُلَّیْس [قاف پر ضمہ اور لام مشدّدہ پر فتحہ] ضبط کیا ہے - اس نے اسے سنگ مرمر اور عمدہ لکڑی سے تعمیر کرایا تھا ، پھر اس پر سونا چڑھا دیا گیا - ازاں بعد اس نے حبشہ کے بادشاہ کو لکھا : میں نے تمھارے واسطے ایک گرجا بنایا ہے ایسا کہ پہلے کبھی نہیں بنایا گیا اور میں عربوں کو اس وقت تک نہیں چھوڑنے کا جب تک میں انھیں کعبہ کے حج سے ہٹا کر اس کی طرف نہ لے آؤں - اس کے یہ الفاظ بعض ان لوگوں تک پہنچے جو مہینوں کو آگے پیچھے کیا کرتے تھے ، انھوں نے اپنی قوم کے دو شخص روانہ کیے اور انھیں حکم دیا کہ وہ وہاں پہنچ کر اس گرجا میں گندگی پھر دیں - انھوں نے اسی طرح کیا - جب ابرھہ کو یہ خبر ملی تو اسے بڑا غصہ آیا اور وہ ہاتھیوں اور حبشیوں کو لے کر نکل کھڑا ہوا مگر اس کا انجام وہ ہوا جس کا ہم اس کتاب کے پہلے جزء کی ابتداء میں ذکر کر چکے ہیں -

عربوں نے کعبے کے ہوتے ہوئے دیگر باطل عبادت خانے بھی بنا رکھے تھے ، یہ وہ گھر تھے جن کی وہ اسی طرح تعظیم کیا کرتے تھے جس طرح کعبہ کی کیا کرتے تھے - ان گھروں کے محافظ اور دربان بھی ہوا کرتے تھے - یہاں کے لیے بھی اسی طرح نذرانے آتے تھے جس طرح کعبے کے لیے آتے تھے اور وہ لوگ ان کا اسی طرح طواف کرتے تھے جس طرح

Marfat.com

کعبہ کا اور وہاں اسی طرح جانور بھی ذبح کیے جاتے تھے جس طرح کعبہ کے پاس ذبح کیے جاتے تھے ۔

ابو المنذر کہتا ہے : ہر وہ بت[1] جو انسان کی شکل میں لکڑی یا سونے یا چاندی کا بنا ہو اسے صنم کہیں گے اور اگر پتھر کا بنا ہو تو وہ وثن کہلائے گا ۔ جن بتوں کا اس نے ذکر کیا ہے یہ (بیان) اس کا خلاصہ ہے ۔

ابو عثمان عمرو بن بحرالجاحظ نے بھی ایک کتاب ، کتاب الاصنام لکھی ہے جس میں اس نے بڑی عمدہ باتیں بیان کی ہیں ۔ اسی طرح ازرقی کی تاریخ مکہ میں یہ بات نہایت تفصیل سے بیان کی گئی ہے کہ عرب ان بتوں کی کس طرح پوجا کیا کرتے تھے ۔ سیرت کی کتابیں بھی اس قسم کے بیانات سے خالی نہیں ہیں ۔

بت پرستی کے دیگر اسباب

ابن قیم اپنی کتاب اغاثۃ اللهفان[2] میں فرماتے ہیں : بتوں کی پوجا کرانے میں شیطان نے مشرکین کے ساتھ جو کھیل کھیلا اس کے متعدد اسباب ہیں ۔ شیطان ہر قوم سے ان کی عقل کے مطابق کھیل کھیلتا رہا ۔ چنانچہ کچھ لوگ تو ایسے تھے جنہیں اس نے بتوں کی پوجا کرنے کی دعوت ان مُردوں کی تعظیم کی وجہ سے دی جن کی شکل پر یہ بت بنائے گئے تھے جیسا کہ ہشام نے اپنے باپ سے روایت کرتے ہوئے بتایا ہے ۔ اس کا باپ کہتا ہے : وَدّ ، سُواع ، یَغُوث ، یَعُوق اور نسر نیک لوگ تھے ، یہ سب (یکے بعد دیگرے) ایک مہینے کے اندر مر گئے ، ان کے رشتہ داروں کو سخت صدمہ ہوا ۔ اس پر قابیل کی اولاد میں سے ایک شخص نے کہا : لوگو ! کیا تم چاہتے ہو کہ ان کی شکل کے پانچ

---

۱ ۔ مگر سہیلی (الروض الانف : ۱ : ٦٢) نے یوں لکھا ہے : یقال لکل صنم من حجراو غیرہ صنم ولا یقال وثن اِلاّ لِمَا کان من غیر صخرۃ کالنحاس و نحوہ ۔

۲ ۔ ملاحظہ ہو اغاثۃ اللهفان : ۲ : ۲۲۲ بعد

Marfat.com

بت تمھیں بنا دوں مگر مجھ میں یہ طاقت نہیں کہ ان میں روح ڈالوں ۔
[۲ : ۲۱۳] انھوں نے کہا : بہتر ۔ اس پر اس نے ان کی شکل کے پانچ بت تراشے اور انھیں ایک جگہ پر نصب کر دیا ۔ چنانچہ ایک شخص اپنے بھائی یا چچا یا عمزاد (جیسی کہ صورت ہوتی) کے پاس آتا ، اس کی تعظیم کرتا ، اس کے گرد دوڑتا تا آنکہ یہ پہلی صدی گزر گئی ۔ یہ بت برد بن مہلا بیل بن قینان بن انوش بن شیث بن آدم کے عہد میں بنائے گئے تھے۔ اس کے بعد دوسری صدی آئی اور انھوں نے پہلی صدی کے لوگوں سے بھی زیادہ ان کی تعظیم کی ۔ ان کے بعد تیسری صدی آئی تو انھوں نے کہا : ہمارے پہلے لوگوں نے ان کی تعظیم صرف اس لیے کی تھی کہ وہ اللہ کے یہاں ان کی شفاعت کی امید رکھتے تھے لہٰذا انھوں نے ان کی پوجا کی ۔ ان کا بڑھا چڑھا کر ذکر کیا اور شدید قسم کے کافر ہو گئے ۔ تب اللہ نے ادریس علیہ السلام کو ان کی طرف بھیجا مگر ان لوگوں نے ان کی تکذیب کی ۔ اللہ تعالیٰ نے انھیں بلند مقام پر اٹھا لیا جیسا کہ کلبی نے ابی صالح سے روایت کرتے ہوئے اور ابی صالح نے ابن عباس سے روایت کرتے ہوئے بیان کیا ہے ۔ ان کا کفر اور زیادہ سخت ہوتا گیا تا آنکہ نوح علیہ السلام بڑے ہوئے اور اللہ نے انھیں نبی بنا کر بھیجا ۔ اس وقت ان کی عمر چار سو اسّی سال کی تھی ۔ آپ نے انھیں اپنی نبوت کے زمانے میں ایک سو بیس سال اللہ کی طرف آنے کی دعوت دی مگر انھوں نے ان کی نافرمانی اور تکذیب کی ۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے انھیں کشتی بنانے کا حکم دیا ۔ آپ نے کشتی بنا لی ۔ جب اس پر سوار ہوئے تو ان کی عمر چھ سو سال کی تھی ۔ جنھیں غرق ہونا تھا وہ غرق ہو گئے ۔ اس کے بعد آپ نے تین سو پچاس سال اور گزارے ۔ آدم علیہ السلام اور نوح علیہ السلام کے درمیان دو ہزار دو سو سال کا وقفہ تھا ۔ اللہ ان بتوں کو ایک زمین پر سے (اٹھا کر) دوسری زمین کی طرف گراتا رہا تا آنکہ یہ جدّہ کی زمین میں پھینک دیے گئے ۔ جب پانی خشک ہو گیا تو یہ بت ساحل پر پڑے رہے۔ ہوا مٹی اڑا اڑا کر ان پر پھینکتی رہی تا آنکہ ان کو ڈھانپ دیا ۔

Marfat.com

میں کہتا ہوں کہ قرآن مجید کے ظاہری الفاظ سے اس کی تردید ہوتی ہے ۔ (قرآن سے) یہ پتا چلتا ہے کہ نوح علیہ السلام اپنی قوم میں نو سو پچاس سال تک رہے نیز یہ کہ اتنی مدت ان میں رہنے کے بعد اللہ تعالٰی نے ان کو غرق کرکے ہلاک کر ڈالا ۔

کلبی کہتا ہے : عمرو بن لُحیّ" کاہن تھا ۔ اس کا ایک تابع ہمزاد جن تھا ۔ جس نے اس سے یہ الفاظ کہے :

عَجِّلِ السَّیْرَ وَالظَّعْنَ مِنْ تِہَامَةَ ، بِالسَّعْدِ وَالسَّلَامَةِ ائتِ جَدَّةَ تَجِدْ أَصْنَامًا مُعَدَّةً ، فَاوْرِدْهَا تِہَامَةَ وَلَا تَہَبْ ثُمَّ ادْعُ الْعَرَبَ إِلَى عِبَادَتِہَا تُجَبْ ۔ (تہامہ سے جلدی روانہ ہو جاؤ اور کوچ کر جاؤ ، سعادتمندی اور سلامتی کے ساتھ ۔ جدہ جاؤ وہاں تمھیں تیار بت ملیں گے ۔ انھیں تہامہ میں لے آؤ ۔ خوف نہ کھاؤ پھر عربوں کو ان کی پوجا کرنے کی دعوت دو لوگ تمھاری بات مان لیں گے) ۔

یہ جدہ کے ساحل پر آیا اور کھود کر بتوں کو نکال لیا ، پھر انھیں لے کر تہامہ چلا آیا ۔ جب حج کا موسم آیا تو اس نے عرب بھر کو ان کی پوجا کرنے کی دعوت دی ۔ عوف بن عدرہ بن زید اللّات نے اس کی بات مان لی ۔ اس نے عوف کو ودّ" دیا ، عوف اسے اٹھا لے گیا ۔ یہ بت وادی القُریٰ دومة الجندل کے مقام پر ہؤا کرتا تھا ۔ پھر عوف نے اپنے بیٹے کا نام عبد ودّ" رکھا ۔ یہ پہلا شخص تھا جس کا یہ نام رکھا گیا ۔ عوف نے اپنے بیٹے عامر کو اس کا محافظ مقرر کر دیا ۔ جس کی اولاد (یکے بعد دیگرے) اس کی محافظ چلی آئی یہاں تک کہ اللہ نے اسلام بھیج دیا ۔ [۲ : ۲۱۴]

کلبی کہتا ہے کہ مجھے مالک بن حارثہ نے بتایا کہ اس نے ودّ" کو دیکھا ہے ۔ مالک کہتا ہے کہ میرا باپ مجھے دودھ دے کر کہا کرتا تھا کہ اس بت کے پاس لے جاؤ، پھر کہتا : یہ دودھ اپنے دیوتا کو پلاؤ ۔ چنانچہ میں اسے پلایا کرتا تھا ۔ مالک کہتا ہے کہ اس کے بعد میں نے یہ بھی دیکھا کہ خالد بن الولید نے اسے توڑ کر ریزہ ریزہ کر دیا ۔ رسول اللہ

Marfat.com

صلی اللہ علیہ وسلم نے خالد بن الولید کو اسے مسمار کرنے کے لیے بھیجا۔ بنو عذرہ اور بنو عامر درمیان میں حائل ہوئے تو خالد نے ان سے جنگ کر کے انھیں تہ تیغ کر دیا اور اس بت کو مسمار کر کے توڑ ڈالا۔

کلبی کہتا ہے کہ میں نے مالک بن حارثہ سے کہا: ود" کی ایسی تعریف کرو کہ سب کچھ میری آنکھوں کے سامنے آ جائے۔ مالک نے کہا: یہ اتنے بڑے آدمی کی شکل کا بت تھا جتنا بڑا کوئی آدمی ہو سکتا ہے۔ اس پر دو دو شالے نقش کیے ہوئے تھے اس طرح کہ ایک کو تو اس نے تہمد بنایا ہؤا تھا اور دوسرے کو چادر۔ اس کے گلے میں تلوار لٹک رہی تھی، کندھے پر کمان تھی اور سامنے ایک چھوٹا نیزہ تھا جس میں جھنڈا لگا ہؤا تھا اور ایک پیالہ تھا جس میں تیر تھے یعنی ترکش۔

بہت سے قبائل نے عمرو مذکور کی دعوت کو قبول کیا جس کا ابھی ہم ذکر کر چکے ہیں اس لیے اسے دہرانے کی ضرورت نہیں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان لوگوں پر لعنت کی ہے جو قبروں کو سجدہ گاہ بناتے ہیں اور وہاں چراغ جلاتے ہیں۔ آپ نے قبر کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنے سے منع فرمایا ہے۔ آپ نے اپنے رب سے یہ درخواست کی تھی کہ آپ کی قبر کو ایسا بت نہ بنا دے جس کی لوگ پوجا کریں اور اپنی امت کو بھی منع فرمایا کہ کہیں وہ آپ کی قبر کو میلہ نہ بنا لیں اور فرمایا: ان لوگوں پر اللہ کا سخت غضب نازل ہوتا ہے جو اپنے نبیوں کی قبروں کو سجدہ گاہ بنا لیتے ہیں۔ اور آپ نے قبروں کو برابر کر دینے کا حکم دیا ہے اور تصویروں کو مٹانے کا مگر مشرکوں[1] نے ان تمام امور میں نبی کے حکم کے خلاف عمل کرنے

---

۱ - یہاں پر الوسی کچھ بوکھلایا ہؤا سا بول رہا ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کا خطاب مسلمانوں سے ہے اور مسلمانوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کی اطاعت کی۔ مشرکوں کو آپ مخاطب نہیں کر رہے۔ شاید آلوسی کے نزدیک تمام مسلمان مشرک ہیں اور صرف وہ تنہا مومن ہے۔

Marfat.com

کی ٹھان لی یا تو جہالت کی بنا پر یا موحدین سے عناد رکھنے کی وجہ سے مگر ظاہر ہے کہ ان کا عناد موحدین کو کچھ نقصان نہیں پہنچا سکتا ۔

یہی ایک سبب اغلباً عام مشرکین کے بت بنانے کا ہے - رہے خواص تو انھوں نے اپنے خیال کے مطابق ان بتوں کو ان ستاروں کی صورت میں بنا رکھا تھا جو ان کے نزدیک دنیا پر اپنا اثر کرتے ہیں - چنانچہ انھوں نے ان کے لیے عمارتیں بنائیں ، محافظ مقرر کیے ، حج مقرر کیا اور جانوروں کی قربانی دی - یہ امور دنیا میں قدیم زمانے میں بھی تھے اور اب بھی ہیں - چنانچہ اصفہان میں پہاڑ کی چوٹی پر ایک گھر ہے جہاں بت ہؤا کرتے تھے جنھیں کسی مجوسی بادشاہ نے نکال کر اسے آتشکدہ بنا دیا اور ان میں سے دوسرا ، تیسرا اور چوتھا گھر صنعاء میں ہے [۲ : ۲۱۵] جسے کسی مشرک نے زُہرہ کے نام پر بنایا تھا - حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اسے تباہ کیا - ان میں سے ایک گھر وہ ہے جسے بادشاہ قابوس نے سورج کے نام پر شہر فرغانہ میں بنایا تھا اور المعتصم نے اسے مسمار کیا - اس قسم کے شرک میں بدترین لوگ ہندوستان کے لوگ ہیں - یحیٰی بن بشر کہتا ہے : ہندوستان کی شریعت کو ایک شخص برہمن نامی نے وضع کیا ، اس نے ان کے لیے بت گھڑے اور سب سے بڑا گھر سندھ کے ایک شہر میں تعمیر کیا ، وہاں سب سے بڑا بت رکھا - اس کے خیال میں یہ بت ہیولٰی اکبر کی شکل پر تھا - یہ شہر حجاج کے عہد میں فتح ہؤا - اس کا نام ملتان ہے - مسلمانوں نے اسے جڑ سے اکھاڑ دینا چاہا تو مشرکوں نے کہا : اگر تم اسے اسی طرح رہنے دو اور اکھاڑو نہیں تو ہم تمھیں اس تمام مال کا ایک تہائی حصہ دیا کریں گے جو یہاں جمع ہوتا ہے - عبدالملک نے اس کے اسی طرح رہنے دیے جانے کا حکم دیا - اہل ہند یہاں یاترا کے لیے دو ہزار فرسنگ کے فاصلے سے آتے ہیں - جو شخص بھی یہاں یاترا کے لیے آتا اس کے لیے اپنے ساتھ اس قدر نقدی کا لانا ضروری تھا جس قدر بھی اس کے لیے ممکن ہو سکے اور وہ نقدی ایک سو سے لے کر دس ہزار تک ہوتی مگر نہ ایک سو سے کم ہو سکتی تھی اور نہ دس ہزار سے

Marfat.com

زیادہ - وہ اس نقدی کو ایک بڑے صندوق میں جو وہاں پڑا ہوتا ڈال دیتا اور بت کے گرد چکر لگاتا پھر جب وہ لوٹ کر اپنے اپنے شہر کو چلے جاتے تو اس مال کو تقسیم کر لیا جاتا - اس کا ایک تہائی مسلمانوں کو مل جاتا ، ایک تہائی شہر اور اس کے قلعوں کی بہبود کے لیے رکھ لیا جاتا ایک تہائی بت کے محافظوں اور بت کی دیکھ بھال کے لیے مقرر ہو جاتا - اس مذہب کی بنیاد صابی مشرکوں نے ڈالی تھی - یہ لوگ حضرت ابراهیم علیہ السلام کی قوم کے لوگ تھے جن سے حضرت ابراهیم نے شرک کے باطل ہونے میں مناظرہ کیا اور اپنے علم سے ان کے دلائل کو اور ہاتھ سے ان کے بتوں کو توڑا ، پھر وہ لوگ اس میں تحریف کرنے کے درپے رہے - یہ مذہب دنیا میں عہد قدیم سے چلا آتا ہے اور اس مذہب پر مختلف قسم کے لوگ کاربند ہیں -

چنانچہ ان میں سے بعض

سورج پرست

ہیں - ان کا خیال ہے کہ یہ ایک فرشتہ ہے جسے نفس اور عقل حاصل ہے اور یہ چاند اور ستاروں کے نور کی اصل ہے - ان کے خیال کے مطابق تمام سفلی موجودات اسی سے پیدا ہوتی ہے اور یہ خود فلک کے فرشتے کے پاس رہتا ہے اسی لیے تو یہ تعظیم ، سجدہ اور دعا کا مستحق ہے - ان کے یہاں اس کی عبادت کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ انھوں نے اس کے لیے ایک بت بنا رکھا ہے جس کے ہاتھ میں آگ کے رنگ کا ایک گوہر ہے - اس کی ایک خاص عمارت ہے جسے انھوں نے اسی کے نام پر بنا رکھا ہے - اس گھر کے لیے انھوں نے کئی ایک شہر اور جاگیریں وقف کر رکھی ہیں - اس گھر کے محافظ ، نگران اور دربان مقرر ہیں - وہ یہاں آتے ہیں اور دن میں تین بار اس بت کے لیے نماز پڑھتے ہیں ، مریض لوگ یہاں آ کر اس بت کے نام کا روزہ رکھتے ہیں ، عبادت کرتے ہیں ، اس سے دعائیں مانگتے ہیں اور اس کو درمیان میں وسیلہ بناتے ہیں - جب سورج [۲ : ۲۱٦] طلوع ہوتا ہے تو یہ سب کے سب اس کے سامنے سجدہ کرتے

Marfat.com

ہیں - اسی طرح جب سورج غروب ہوتا ہے اور جب وسط آسمان میں ہوتا ہے تو سجدہ کرتے ہیں - یہی وجہ ہے کہ ان تینوں وقتوں میں شیطان سورج کے ساتھ ہوتا ہے تاکہ ان سورج پرست لوگوں کی عبادت اور سجدہ جو کچھ ہو وہ شیطان کے لیے ہو ، اسی لیے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان اوقات میں قطعی طور پر نماز کا ارادہ کرنے سے منع فرمایا ہے کیونکہ اس میں بظاہر کفار سے مشابہت پائی جاتی ہے نیز اس لیے بھی منع فرمایا کہ شرک اور بتوں کی پرستش کے ہر ذریعے کو بند کر دیا جائے -

اور ایک اور گروہ نے چاند کا بت بنا لیا

انھوں نے خیال کیا کہ چاند تعظیم اور عبادت کا مستحق ہے اور اس سفلی جہاں کی تدبیر اسی کے سپرد ہے - اس کی عبادت کا طریقہ یہ ہے کہ انھوں نے بچھڑے کی شکل کا ایک بت اس کے لیے بنا رکھا ہے - بت کے ہاتھ میں ایک موتی ہے - یہ لوگ اس بت کی عبادت کرتے اور اس کے حضور سجدہ ریز ہوتے ہیں - اس کے لیے ہر ماہ میں چند مخصوص دنوں میں روزے بھی رکھتے ہیں ، پھر کھانے کی اشیا ، پینے کی اشیا ، خوشی اور سرور کی اشیا لے کر اس کے پاس آتے ہیں - کھانے سے فارغ ہو کر یہ لوگ ناچنے گانے اور ساز کی دھنیں نکالنے میں لگ جاتے ہیں -

ان میں سے بعض لوگ اُن بتوں کی پرستش کرتے ہیں جنھیں انھوں نے اپنے خیال میں ستاروں کی شکل اور ان کی روحانیت کے مطابق بنایا ہوا ہے ، انھوں نے ان کے لیے مندر اور عبادت گاہیں بنائی ہوئی ہیں - ہر ستارے کے لیے ایک خاص مندر ، خاص بت اور خاص عبادت ہے - اگر تو ان کے متعلق واقفیت حاصل کرنا چاہے تو تجھے کتاب " السرالمکتوم فی مخاطبة النجوم " جو ابن خطیب الری کی طرف منسوب ہے کا مطالعہ کرنا چاہیے ، تجھے بتوں کی پوجا کا راز ، اس پوجا کی کیفیت اور اس کے شرائط کا علم ہو جائے گا - ان تمام لوگوں کا مرجع بتوں کی پوجا ہے کیونکہ ان کا طریقہ صرف ایک خاص جسم اور خاص شکل کے ساتھ ہی جاری رہ

Marfat.com

سکتا ہے ، جس کی طرف یہ دیکھ سکیں اور جس کے پاس معتکف ہو سکیں - یہی وجہ ہے کہ روح پرستوں اور ستارہ پرستوں نے بت گھڑ رکھے ہیں - ان کا خیال ہے کہ یہ بت ان ستاروں کی شکلوں پر ہیں ، لہٰذا یہ بت بنا لینا دراصل ایک غائب معبود کی شکل پر تھا جس کی شکل ہیئت اور صورت پر اس بت کو بنایا گیا تاکہ یہ بت اس کا نائب اور قائم مقام ہو ورنہ یہ بات ظاہر ہے کہ کوئی عقلمند لکڑی یا پتھر کو اپنے ہاتھ سے تراشنے کے بعد یہ اعتقاد نہیں رکھ سکتا کہ وہ اس کا خدا اور معبود ہے -

بتوں کی پوجا کیے جانے کا ایک سبب یہ بھی تھا کہ شیاطین ان بتوں کے اندر داخل ہو کر لوگوں کے ساتھ ان کے اندر سے باتیں کرتے تھے - کسی قدر غیب کے امور کی اطلاع دیتے تھے اور بعض مخفی چیزوں کا انھیں پتا بتلاتے تھے - یہ لوگ تو ان شیطانوں کو دیکھ نہ سکتے تھے جس کی وجہ سے جاہل اور ادنیٰ درجے کے لوگ یہ خیال کر لیتے تھے کہ خود بت ان سے کلام اور خطاب کر رہا ہے - اُن میں سے جو عقلمند [۲ : ۲۱۷] تھے کہا کرتے تھے کہ یہ بتوں کی روحانیت ہے (کہ وہ بات کر رہے ہیں) - کچھ لوگ یوں کہتے کہ یہ فرشتے ہیں جو کلام کرتے ہیں ، کچھ لوگ کہتے کہ یہ عقول مجردہ ہیں ، بعض کہتے کہ یہ اجرام علویہ کی روحانیت ہیں ، اکثر لوگ ایسے تھے جو ان چیزوں کے متعلق جو وہ دیکھتے ، سوال ہی نہ کرتے تھے بلکہ بت سے یہ کلام سن کر اسے خدا بنا لیتے اور جو پس پردہ امور ہیں ان کے متعلق دریافت ہی نہ کرتے تھے - مختصر یہ کہ دنیا کے بیشتر لوگ بتوں کی پرستش میں مبتلا ہیں صرف وہ حنیف لوگ جو ملت ابراہیمی کے تابع ہیں اس سے نجات پا سکے ہیں ــ جیسا کہ بیان ہو چکا ان کی پوجا نوح علیہ السلام سے بھی پہلے سے جاری ہے اور ان کے مندروں ، وقفوں ، محافظوں ، دربانوں اور ان کتابوں سے جو ان کی عبادت کے طریقوں کے متعلق لکھی گئیں ساری زمین بھری پڑی ہے -

امام الحنفاء صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں :

Marfat.com

وَاجْنُبْنِي وَبَنِيَّ أَنْ نَّعْبُدَ الأَصْنَامَ رَبِّ إِنَّهُنَّ أَضْلَلْنَ كَثِيرًا مِنَ النَّاسِ

مجھے اور میرے بیٹوں کو بتوں کی پرستش سے دور رکھ ۔ خدایا ! انھوں نے تو بہت سے لوگوں کو گمراہ کر دیا ہے

وہ قومیں جنھیں اللہ تعالیٰ نے مختلف طریقوں سے ہلاک کیا وہ سب کے سب بتوں کی پوجا کیا کرتے تھے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ان کا قصہ بیان کیا ہے ۔ اللہ نے رسولوں کو اور ان کے متوحد تابعین کو ہلاک ہونے سے بچا لیا ۔ اس بات کو جاننے کے لیے کہ ان کی کثرت ہے نیز یہ کہ دنیا کے بیشتر لوگ یہی ہیں صرف اس قدر جان لینا کافی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک صحیح حدیث میں آیا ہے : ایک[1] ہزار میں سے نو سو ننانوے لوگ آگ میں بھیج دیے جائیں گے ۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے :

فَأَبَى أَكْثَرُ النَّاسِ إِلَّا كُفُورًا

اکثر لوگوں نے یہی کہا کہ ہم تو ضرور کفر کریں گے

اور فرمایا : وَإِنْ تُطِعْ أَكْثَرَ مَنْ فِي الأَرْضِ يُضِلُّوكَ عَنْ سَبِيلِ اللهِ

اگر تم اہل زمین کی اکثریت کی اطاعت کرو گے تو یہ لوگ اللہ کے راستے سے بھٹکا دیں گے

اور فرمایا : وَمَا أَكْثَرُ النَّاسِ وَلَوْ حَرَصْتَ بِمُؤْمِنِينَ

خواہ آپ کتنی بھی خواہش کریں پھر بھی اکثر لوگ ایمان لانے کے نہیں ہیں

---

١ - اس حدیث کو امام احمد اور بخاری نے سورۂ حج کی تفسیر میں ابو سعید خدری کی روایت کے حوالے سے اور کتاب الرقاق میں باب " ان زلزلة الساعة شئی عظیم " میں ابو ھریرہ کی روایت کے حوالے سے بیان کیا ہے ۔

Marfat.com

اور فرمایا : وَمَا وَجَدْنَا لِأَكْثَرِهِمْ مِنْ عَهْدٍ وَإِنْ وَجَدْنَا أَكْثَرَهُمْ لَفَاسِقِيْنَ

ہم نے ان میں سے اکثر لوگوں کو عہد پر قائم نہ پایا ہم نے تو بیشتر لوگوں کو فاسق ہی پایا ہے

اگر بتوں کی پوجا کا فتنہ نہ ہوتا تو ان کے پوجنے والے اپنی جانیں ، اپنے مال اور اپنی اولاد کو ان کے لیے قربان کر دینے کا اقدام نہ کرتے حالانکہ وہ اپنے بھائیوں کو ہلاک ہوتا ہؤا دیکھ رہے ہیں اور یہ بھی دیکھ رہے ہیں کہ ان پر کیا عذاب نازل ہؤا مگر اس سے ان کی بتوں سے محبت اور تعظیم میں کچھ اضافہ ہی ہؤا ہے - یہ لوگ ایک دوسرے کو اس عمل پر ڈٹے رہنے کی نصیحت کرتے ہیں ، اور وہ ان بتوں کی مدد کرنے اور عبادت کرنے کے لیے قسم قسم کی تکالیف برداشت کرتے ہیں - باوصف اس کے کہ ان لوگوں کے حالات سن رہے ہیں - جو ان بتوں کی عبادت میں مبتلا ہوئے اور پھر دنیاوی عذاب ان پر نازل ہؤا مگر وہ پھر بھی ان کی پوجا کرنے سے باز نہیں آتے -

لٰہذا بتوں کی پرستش کرنے کا فتنہ صورتوں کے عشق میں مبتلا ہونے اور ان سے بدکاری کرنے سے بھی زیادہ سخت ہے - عاشق کو اپنی مراد سے دنیا اور آخرت میں سزا ملنے کا خوف بھی باز نہیں رکھ سکتا حالانکہ وہ مشاہدہ کر رہا ہے کہ عشق والوں کو کس کس دکھ ، سزا، مار ، قید ، عذاب اور محتاجی میں مبتلا کیا گیا - یہ علاوہ اس عذاب کے ہے جو اللہ نے آخرت اور برزخ میں اس کے لیے تیار کر رکھا ہے ، مگر ان تمام امور کے ہوتے ہوئے بھی وہ اور زیادہ اقدام کرتا ہے اور اپنی غرض تک پہنچنے اور کامیاب ہونے کا بیشتر خواہاں رہتا ہے -

بتوں کی پوجا کا فتنہ بھی ایسا ہی ہے بلکہ اس سے بھی سخت ہے کیونکہ دلوں کا ان کی پوجا کرنا ان صورتوں کی پوجا کرنے سے کہیں بڑھ چڑھ کر ہے جن سے وہ بدکاری کرنا چاہتا ہے -

قرآن اور دیگر تمام کتب الٰہیہ اوّل سے آخر تک صراحتاً یہ بیان

Marfat.com

کر رہی ہیں کہ یہ دین باطل ہے ، اس کے پیرو کافر ہیں اور وہ لوگ اللہ اور اس کے رسولوں کے دشمن ہیں - وہ شیطان کے دوست اور پجاری ہیں - یہی لوگ وہ دوزخی ہیں جنہیں دوزخ سے نکالا نہ جائے گا - انھی لوگوں پر عقوبات نازل ہوئیں اور سزائیں دی گئیں - حق سبحانہ ، اس کے تمام رسول اور فرشتے ان سے بیزار ہیں نیز یہ کہ حق سبحانہ نہ تو انھیں معاف کرے گا اور نہ ان کا کوئی عمل قبول کرے گا - یہ بات دین حنیف سے (آگاہ ہونے پر) بالیقین واضح ہو جاتی ہے -

اللہ نے اپنے رسول اور اس کے ان تابعداروں کے لیے جو دین حنیف پر کار بند ہیں ان کے خون، ان کے مال ، ان کی عورتیں اور ان کی اولاد سب جائز قرار دے دیے ہیں اور اللہ نے انھیں حکم دیا ہے کہ وہ جہاں کہیں بھی پائے جائیں ان سے زمین کو پاک کر دیا جائے - اللہ نے ان کی ہر طرح سے مذمت کی ہے اور انھیں بدترین قسم کی سزاؤں کی دھمکی دی ہے - یہ لوگ ایک طرف ہیں اور اللہ کے رسول ایک طرف -

بتوں کی پوجا کے اسباب میں سے ایک سبب یہ ہے کہ یہ لوگ اللہ کی مخلوق میں غُلُو کرتے ہیں - انھیں ان کی حقیقی منزلت سے زیادہ جانتے ہیں یہاں تک کہ وہ ان میں خدائی کے اوصاف شامل کر دیتے ہیں - انھیں اللہ سبحانہ سے مشابہ کر دیتے ہیں - یہی وہ تشبیہ ہے جو امتوں میں واقع ہوئی اور جس کو اللہ سبحانہ نے باطل قرار دیا - اللہ نے اپنے رسولوں کو بھیجا اور کتابوں کو نازل فرمایا جن میں ان بتوں کا[1] انکار اور ان کا رد پایا جاتا ہے لٰھذا اللہ سبحانہ اس بات کی نفی کرتا ہے اور اس بات سے منع کرتا ہے کہ غیراللہ کو اللہ جیسا یا اللہ کا ہمسر یا اس کے مشابہ بنایا جائے - اس بات سے منع نہیں فرمایا کہ اللہ کو کسی

---

۱ - بلوغ الارب میں وانزل کتبہ فانکارہ الرد علی اھلہ درج ہے - یہ غلط ہے درست عبارت اغاثۃ اللھفان (۲ : ۲۲۶ مطبعہ مصطفیٰ البابی ۱۳۵۷ھ - ۱۹۳۹ء) میں یوں ہے : وانزل کتبہ بانکارہ والرد علی اھلہ -

Marfat.com

اور سے مشابہت دی جائے کیونکہ عام قوموں میں کوئی ایسی قوم نہیں پائی جاتی جس نے اللہ سبحانہ کو کسی مخلوق کے ساتھ مشابہ قرار دیا ہو اس طرح کہ مخلوق کو تو وہ اصل قرار دیں اور خالق کو اس کے مشابہ بنائیں۔ اس قسم کے لوگ انسانی فرقوں میں کہیں نہیں پائے جاتے۔ صرف پہلی قسم کے لوگ مشرکین کے گروہوں میں پائے جاتے ہیں۔ انھوں نے ان لوگوں کی تعریف میں جن کی وہ تعظیم کرتے، یا ان سے محبت رکھتے ہیں غلو کیا یہاں تک کہ اسے خالق سے مشابہ قرار دیا اور اسے خداوندی خصوصیات عطا کر دیں۔ نہیں بلکہ صراحتاً یہ کہا کہ وہ خدا ہے اور پھر انھوں نے ان تمام خداؤں کا ایک خدا بنانے سے انکار کرتے ہوئے کہا:

اِصْبِرُوْا عَلٰی آلِهَتِكُمْ

(اپنے معبودوں کے ضمن میں ڈٹے رہو)

اور واضح طور پر کہا کہ وہ قابل پرستش خدا ہے۔ جس کے ساتھ وہ امید بھی وابستہ رکھتے ہیں اور جس سے ڈرتے بھی ہیں۔ جس کی تعظیم بھی کی جاتی ہے اور جسے سجدہ بھی کیا جاتا ہے اور جس کے نام کی قسم بھی کھائی جاتی ہے اور جس کے لیے جانوروں کی قربانیاں بھی دی جاتی ہیں وغیرہ وغیرہ۔ عبادت کی خصوصیات جو صرف اللہ کے لیے زیبا ہیں۔

چنانچہ ہر مشرک اپنے بت اور معبود کو اللہ سے مشابہ قرار دیتا ہے اگرچہ وہ ہر لحاظ سے یہ تشبیہ نہیں دیتا، یہاں تک کہ کافر لوگ[۱] اللہ کے نقائص اور عیب بیان کرنے لگتے ہیں مثلاً وہ یہ کہتے ہیں ''اللہ محتاج ہے'' یا یہ کہ ''اللہ کے ہاتھ بندھے ہوئے ہیں'' اور یہ کہ اللہ تعالیٰ جب جہاں کو پیدا کرنے سے فارغ ہوا تو اس نے آرام کیا اور جن

۱۔ بلوغ الارب میں: ان الذین وصفوہ سبحانہ لکھا ہے مگر اغاثۃ اللھفان میں درست عبارت یوں درج ہے: ان الذین کفروا وصفوہ سبحانہ (اغاثۃ اللھفان: ۲: ۲۲۷)۔

Marfat.com

لوگوں نے اللہ کی اولاد اور بیوی ٹھہرائی - اللہ تعالیٰ ان امور سے کہیں بالا ہے - ان کا اس سے یہ مقصد نہ تھا کہ مخلوق کو اصل بنایا جائے اور پھر خالق کو ان سے تشبیہ دی جائے بلکہ انھوں نے اللہ کو علٰحدہ طور پر ان امور سے موصوف کیا۔ ان کا یہ مقصد ہرگز نہ تھا کہ غیر اللہ کو ان امور میں اصل بنائیں اور اللہ کو ان سے تشبیہ دیں - اسی لیے تو اللہ تعالیٰ کو ان امور سے موصوف کرنا باطل ترین بات ہے ، کیونکہ یہ امور در حقیقت نقائص اور عیوب ہیں - اللہ کے ان امور سے موصوف ہونے کے بُطلان کی وجہ تشبیہ اور تمثیل نہیں ہے لٰہذا ان امور کی اللہ سے نفی کرنے کے لیے تشبیہ کی نفی کا اثبات ضروری نہیں جیسا کہ بعض باطل علم کلام کے جاننے والے کرتے ہیں ، کیونکہ علما نے اس بات کی تصریح کی ہے کہ اللہ میں نقائص اور عیوب کی نفی کرنے کے معاملے میں کوئی عقلی دلیل قائم نہیں کی جا سکتی - ان کی نفی صرف اس لیے کی جاتی ہے کہ اس سے تشبیہ اور تمثیل لازم آتی ہے -

اس مقام پر ابن القیم نے لمبی[1] بحث کی ہے اور پھر آگے چل کر وہ کہتے ہیں ہمارا مقصد یہ ہے کہ تمام قوموں میں کوئی بھی ایسا شخص نہیں ہوا جس نے اللہ کو اللہ کی مخلوق کے ساتھ تشبیہ دی ہو اور پھر مخلوق کو اصل بنا کر پھر اللہ کو اس سے تشبیہ دی ہو - ان اُمتوں میں صرف تمثیل اور تشبیہ پائی جاتی تھی اس لیے کہ انھوں نے اپنے بتوں اور معبودوں کو خدا ہونے کے معاملے میں اللہ سے تشبیہ دی اور یہی تشبیہ بتوں کی پوجا کی اصل بنیاد ہے -

قرآن اس امر کو باطل قرار دینے کے بارے میں بھرا پڑا ہے کہ مخلوقات میں کوئی ہستی ایسی بھی ہو سکتی ہے جو اللہ تعالیٰ سے مشابہت یا مماثلت رکھتی ہو - یہی وہ امر ہے جو قرآن کے پیش نظر ہے تاکہ مشرکوں اور ان لوگوں کے عقیدوں کو باطل قرار دیا جائے جو اللہ کے ساتھ (مخلوق کو) تشبیہ دیتے ہیں اور غیراللہ کو اس کے برابر قرار

---

۱ - ملاحظہ ہو اغاثۃ اللهفان : ۲ : ۲۲۷ - ۲۲۸ -

دیتے ہیں - اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں :

فَلَا تَجْعَلُوا لِلّٰهِ اَنْدَادًا وَّ اَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ

تم اللہ کے مماثل کسی کو قرار نہ دو جبکہ تمہیں اس بات کا علم بھی ہے

اور فرمایا :

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّتَّخِذُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَنْدَادًا يُّحِبُّوْنَهُمْ كَحُبِّ اللّٰهِ

بعض لوگ غیراللہ کو اللہ کا ہم پلہ مان کر ان سے اللہ ہی کی سی محبت کرتے ہیں

ان لوگوں نے مخلوق کو خالق جیسا قرار دیا ، ندّ کے معنی مشابہ کے ہے - محاورتاً کہا جاتا ہے فلانٌ ندٌّ فُلانٍ ونَدِیدُہٗ یعنی فلاں فلاں کے مشابہ اور مثل ہے - اسی معنی میں حسّان کا یہ شعر ہے :

أَتَهْجُوْهُ وَلَسْتَ لَهُ بِنِدٍّ
فَشَرُّكُمَا لِخَيْرِكُمَا الْفِدَاءُ

کیا تو ان کی ہجو کرتا ہے جبکہ تو ان کا ہم پلہ نہیں لہٰذا جو تم دونوں میں سے برا ہو اسے اچھے پر قربان کر دیا جائے

اور جریر کہتا ہے :

أَتَيْمًا تَجْعَلُوْنَ إِلَيَّ نِدًّا
وَمَا تَيْمٌ[۲] لِذِي حَسَبٍ نَدِيدُ

کیا تم تیم کو میرا ہمسر قرار دیتے ہو حالانکہ تیم کسی بھی ذی حسب انسان کا ہمسر نہیں ہے

---

۱ - بلوغ الارب میں ند ندّہ درج ہے - اسے نَدِیدُہٗ پڑھیں جیسا کہ اغاثۃ اللھفان میں ہے -

۲ - بلوغ الارب میں یتّم ہے اسے تَیْمٌ پڑھیں جیسا کہ اغاثۃاللھفان میں ہے -

Marfat.com

بہر حال وہ اس امر پر کافی[1] بحث کرنے کے بعد کہتا ہے: لہٰذا[2] واضح ہو گیا کہ مُشَبِّہَہ وہ لوگ ہیں جو عبادت، تعظیم، انکساری، اس کی قسم کھانے، اس کے لیے نذر ماننے، اسے سجدہ کرنے اور اس [۲ : ۲۲۰] کے گھر پر قیام کرنے، اس کے لیے سر منڈانے، اس سے فریاد طلب کرنے اور بت اور اللہ کے مابین شرکت قرار دینے مثلاً اس قول میں "اللہ اور تمھارے سوا کچھ نہیں ہے" اور "میں اللہ اور تم پر بھروسا رکھتا ہوں" اور "میں اللہ اور تمھاری کفالت میں ہوں" اور "جو کچھ اللہ اور تو چاہے" اور یہ "اللہ اور تیرے لیے ہے" وغیرہ وغیرہ امور میں مخلوق کو خالق سے تشبیہ دیتے ہیں یہی لوگ، مُشَبِّہَہ[a] ہیں۔

جو شخص اس فصل کو صحیح معنوں میں غور سے پڑھے گا اس پر یہ بات واضح ہو جائے گی کہ دنیا میں بتوں کی پوجا سے کس طرح فتنہ بپا ہؤا، اس پر یہ بھی واضح ہو جائے گا کہ قرآن مجید نے تشبیہ اور تمثیل دینے والوں کا انکار کیا ہے تو اس امر میں کیا راز مخفی ہے، سیدھے راستے کی طرف اللہ ہی راہنمائی کرنے والا ہے۔

عربوں میں ایک قسم دھریوں کی ھے

یہ وہ[3] لوگ ہیں جنھوں نے مصنوعات کو صانع سے بالکل الگ تھلگ قرار دے رکھا ہے۔ ان لوگوں کا قول جیسا کہ خدائے تعالیٰ نے بیان کیا ہے یہ ہے:

مَا هِيَ إِلَّا حَيَاتُنَا الدُّنْيَا نَمُوتُ وَنَحْيَا وَمَا يُهْلِكُنَا إِلَّا الدَّهْرُ

زندگی تو صرف دنیا کی زندگی ہے ہم مرتے ہیں اور زندہ ہوتے ہیں

---

۱ - ملاحظہ ہو اغاثۃ اللہفان : ۲ : ۲۲۹ تا ۲۳۳ -

۲ - اغاثۃ اللہفان : ۲ : ۲۳۳

۳ - ملاحظہ ہو اغاثۃ اللفہان : ۲ : ۲۲۰ -

Marfat.com

اور ہمیں زمانے کے سوا کوئی چیز ہلاک نہیں کرتی

ان کے دو فرقے ہیں ۔ ایک فرقہ تو یہ کہتا ہے : خالق سبحانہ نے افلاک کو متحرک بنایا اور یہ حرکت عظیم ترین حرکت تھی پھر افلاک نے اس حرکت سے اللہ کے گرد چکر لگاتے لگاتے اس کو جلا دیا ۔ اللہ میں یہ سکت نہ تھی کہ انھیں قابو میں رکھتا اور ان کی حرکت کو روک لیتا ۔

دوسرا فرقہ یہ کہتا ہے کہ اشیا کی قطعاً کوئی ابتدا نہیں ، اشیا تو صرف '' قوۃ '' سے '' فعل '' کی طرف نکل کر آتی ہیں لٰہذا جو چیز پہلے '' بالقوہ '' ہو جب وہ '' فعل '' کی طرف نکل کر آ جائے تو اشیا کے مرکبات اور بسائط خود بخود پیدا ہو جاتے ہیں کسی اور چیز سے نہیں پیدا ہوتے ، نیز وہ یہ بھی کہتے ہیں : جہاں ازل سے ہے اور یہ اسی طرح ابد تک چلتا رہے گا ۔ نہ اس میں تغیر پیدا ہوگا اور نہ ہی اس کے فعل کے باوجود اسے زوال ہوگا اور یہ جہاں خود ہی ان اجزا کو جو اس کے اندر ہیں مضبوطی سے پکڑے ہوئے ہے ۔ یہی لوگ در حقیقت معطّلہ (دہریہ) ہیں [معطلہ وہ فرقہ ہے جو اللہ تعالی کی صفات کا منکر ہے] ۔

شہرستانی کی کتاب الملل والنحل میں دہریہ سے بحث کی گئی ہے جس کا ماحصل یہ ہے : یہ وہ لوگ ہیں جنھوں نے خلق کے دوبارہ زندہ کیے جانے کا اور لوٹائے جانے کا انکار کیا ہے ، وہ کہتے ہیں طبیعت (فطرت) زندہ کرنے والا ہے اور زمانہ فنا کرنے والا ہے ۔ انھی کے متعلق قرآن مجید میں یوں بیان کیا گیا ہے :

مَاهِيَ إِلاَّ حَيَاتُنَا الدُّنْيَا نَمُوتُ وَ نَحْيَا وَمَا يُهْلِكُنَا إِلاَّ الدَّهْرُ

یہ زندگی صرف دنیا کی زندگی ہے ہم مرتے ہیں اور زندہ ہوتے ہیں اور ہمیں زمانے کے سوا کوئی چیز ہلاک نہیں کرتی ۔

---

١ ۔ یعنی ان میں اہلیت پہلے ہی سے موجود ہوتی ہے اور یہی پھر حقیقی وجود اختیار کر لیتی ہیں ۔

Marfat.com

یہاں عالم سفلی میں جو طبائع محسوسہ ہیں ان کی طرف اشارہ ہے نیز اس بات کی طرف کہ زندگی اور موت مرکب ہونے اور پھر حل ہو جانے تک ہی محدود ہے لہذا طبیعت جامع ہے اور زمانہ ہلاک کرنے والا۔ حالانکہ انھیں اس بات کا کوئی علم نہیں ہے ، وہ تو صرف گمان سے کام لیتے ہیں لہٰذا اللہ تعالٰی نے غور و فکر کے ضروری امور سے استدلال کیا ہے چنانچہ اللہ تعالٰی فرماتے ہیں :

أَوَلَمْ يَتَفَكَّرُوا مَا بِصَاحِبِهِمْ مِنْ جِنَّةٍ إِنْ هُوَ إِلَّا نَذِيرٌ مُبِينٌ

کیا انھوں نے اس بات میں غور نہیں کیا کہ ان کا رسول کوئی دیوانہ نہیں ہے وہ تو واضح ڈرانے والا ہے

أَوَلَمْ يَنْظُرُوا فِي مَلَكُوتِ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ
أَوَلَمْ يَنْظُرُوا إِلَى مَا خَلَقَ اللّٰهُ

[۲ : ۲۲۱] کیا انھوں نے آسمانوں اور زمینوں کی حکومتوں کو نہیں دیکھا ، کیا انھوں نے ان چیزوں کو نہیں دیکھا جنھیں اللہ نے پیدا کیا ہے

قُلْ أَئِنَّكُمْ لَتَكْفُرُونَ بِالَّذِي خَلَقَ الْأَرْضَ فِي يَوْمَيْنِ

آپ فرما دیں کیا تم اس خدا کا انکار کرتے ہو جس نے زمین کو دو دن میں پیدا کیا

يَا أَيُّهَا النَّاسُ اعْبُدُوا رَبَّكُمُ الَّذِي خَلَقَكُمْ وَالَّذِينَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ

لوگو ! تم اس خدا کی عبادت کرو جس نے تمھیں اور تم سے پہلے کے لوگوں کو پیدا کیا تاکہ تم بچ سکو

يَا أَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّكُمُ الَّذِي خَلَقَكُمْ مِنْ نَفْسٍ وَاحِدَةٍ وَخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيرًا وَنِسَاءً وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِي تَسَاءَلُونَ بِهِ وَالْأَرْحَامَ

Marfat.com

لوگو ! تم اپنے اس رب سے ڈرو جس نے تمھیں ایک نفس
سے پیدا کیا پھر اس سے اس کی بیوی پیدا کی اور دونوں
سے بہت مرد اور عورت پھیلائے تم اس خدا سے اور ان
رشتہ داریوں سے ڈرو جن کے متعلق تم سے باز پرس ہوگی

لہٰذا یہ ثابت ہو گیا کہ مخلوق سے خالق کی طرف ضروری طور پر رہنمائی ہوتی ہے کیونکہ وہ ابتدا میں پیدا کرنے اور دوبارہ لوٹانے پر مکمل طور پر قدرت رکھتا ہے ۔ اللہ سبحانہ فرماتے ہیں :

وَضَرَبَ لَنَا مَثَلًا وَنَسِيَ خَلْقَهُ قَالَ مَنْ يُحْيِي
الْعِظَامَ وَهِيَ رَمِيمٌ قُلْ يُحْيِيهَا الَّذِي أَنشَأَهَا
أَوَّلَ مَرَّةٍ وَهُوَ بِكُلِّ خَلْقٍ عَلِيمٌ

اس نے تو ہماری مثالیں بیان کیں اور اپنی پیدائش کو بھول گیا اور کہا : جب ہڈیاں بوسیدہ ہو چکی ہوں گی تو انھیں کون زندہ کرے گا آپ فرما دیں انھیں وہ خدا زندہ کرے گا جس نے انھیں پہلی بار پیدا کیا تھا اور وہ خدا تمام مخلوق سے واقف ہے

اللہ تعالٰی نے فرمایا :

أَفَعَيِينَا بِالْخَلْقِ الْأَوَّلِ بَلْ هُمْ فِي
لَبْسٍ مِنْ خَلْقٍ جَدِيدٍ

(کیا ہم پہلی بار پیدا کرنے سے تھک گئے ہیں (ایسی کوئی بات نہیں بلکہ یہ لوگ تو نئی پیدائش کے متعلق شک میں ہیں)

اور کتاب مفتاح السعادہ میں ان لوگوں کے قول کی تردید کرتے ہوئے جو طبیعت (فطرت) کے قائل ہیں یوں بیان کیا ہے '' اے مسکین مجھے تو یوں معلوم ہو رہا ہے کہ تو کہہ رہا ہے کہ یہ تمام مخلوق طبیعت (فطرت) کے فعل سے پیدا ہوئی ہے اور طبیعت (فطرت) میں عجائب

Marfat.com

اور اسرار پائے جاتے ہیں ۔ اگر اللہ تجھے ہدایت کرنا چاہتا تو تو خود اپنے آپ سے پوچھتا اور کہتا اے نفس مجھے بتا دے کیا یہ طبیعت بذات خود قائم ہے اور اسے ان عجیب افعال کا علم ہے اور ان کے کرنے کی قدرت ہے یا یہ بذات خود قائم نہیں اور اسے نہ ان افعال عجیبہ کا علم ہے اور نہ ان کے کرنے کی قدرت ۔ بلکہ یہ تو ایک عرض اور صفت ہے جو متبوع کے ساتھ قائم ہے ، اسی کی تابع ہے اور اسی میں پائی جاتی ہے ؟ اگر یہ نفس تجھے یہ جواب دے کہ یہ طبیعت (فطرت) بذات خود قائم ہے ۔ اسے مکمل علم ، قدرت ، ارادہ اور حکمت حاصل ہے تو اس سے کہہ دے یہ صفات تو خالق ، باری اور صورت عطا کرنے والے خدا کی ہیں تو اُس کا نام طبیعت کیوں رکھتا ہے تو اس کا نام وہی کیوں نہیں رکھتا جو اس نے اپنے رسولوں کی زبانی بتایا ہے اور تو عقلمندوں اور سعادتمندوں میں کیوں شامل نہیں ہو جاتا کیونکہ جو صفات تو نے طبیعت کی بیان کی ہیں وہ سب اللہ کی صفات ہیں ۔

اور اگر یہ نفس تجھے کہے کہ طبیعت ایک عرض اور محمول ہے جو حامل (اٹھانے والے) کی محتاج ہے اور ان تمام افعال کا اسے نہ قطعاً علم ہے نہ ارادہ نہ قدرت اور نہ شعور ۔ ہم اس کے آثار مشاہدہ کرتے رہتے ہیں تو اس کے جواب میں تو اس سے کہہ دے کہ یہ ایک ایسی بات ہے جس کی تصدیق کوئی عقل سلیم کا مالک شخص نہیں کر سکتا ۔ یہ تمام عجیب و غریب افعال اور دانائی کی باریکیاں جن کو سمجھنے اور ان پر قدرت رکھنے سے عقلمندوں کی عقلیں عاجز آ گئیں ایسی چیز سے کیسے صادر ہو سکتی ہیں جس کا نہ کوئی فعل ہو نہ قدرت ، نہ حکمت اور نہ شعور اور کیا اس قسم کی باتوں کی تصدیق کرنے سے انسان دیوانوں اور ہذیان کے مریضوں کے زمرے میں شامل نہیں ہو جاتا ؟ اس کے بعد اس سے کہو جن امور کا تو نے دعویٰ کیا ہے اگر ان کا تجھے ثبوت مل جائے تو بہر حال یہ بات واضح ہے کہ یہ صفت اپنی ذات کو تو پیدا نہیں کر سکتی اور نہ اسے ایجاد کر سکتی ہے لہٰذا اس کا موجد اور خالق کون ہے ؟ اسے یہ طبیعت کس نے دی اور کس نے اسے ایسا [۲ : ۲۲۲]

Marfat.com

کرنے والا بنایا ؟ لہٰذا یہ بات اس کے تراشنے والے اور اس کے پیدا کرنے والے اور اس کی قدرت کاملہ ، علم اور حکمت کاملہ پر بہت ہی زبردست دلیل ہوگی لہٰذا تجھے جہان کے رب کو معطل قرار دینے اور اس کی صفات اور افعال کا انکار کرنے سے کوئی فائدہ نہ ہؤا اور اگر ہؤا تو یہ کہ تو نے ان امور کی مخالفت کی جو عقل اور فطرت کے تقاضے کے مطابق ہیں ۔ اگر ہم فیصلہ طبیعت پر چھوڑ دیں تو ہم تجھے دکھا دیں گے کہ تو طبیعت کے تقاضے سے باہر جا رہا ہے لہٰذا تو نہ تو قطعاً عقل اور فطرت کے تقاضے کے مطابق چلتا ہے اور نہ طبیعت اور انسانیت کے تقاضے کے مطابق اور یہ تمھارے جاہل اور گمراہ ہونے کا کافی ثبوت ہے ۔

اگر تو عقل کی طرف رجوع کرے اور کہے کہ حکمت بھی حکیم قادر و علیم کے سوا نہیں پائی جا سکتی اور نہ ہی مضبوط اور محکم تدبیر صانع قادر و مختار کے سوا کسی اور میں پائی جا سکتی ہے ۔ جو تدبیر کرتا ہے اور اپنی تدبیر کو جانتا بھی ہے ، اس پر قدرت بھی رکھتا ہے ۔ نہ وہ اس کے کرنے سے عاجز ہے ، نہ اس کے لیے وہ کام مشکل ہے ، اور نہ ہی اسے وہ کام بوجھل معلوم ہوتا ہے ۔

اس کے جواب میں تجھ سے کہا جائے گا : تیرا خانہ خراب تو نے اس خلاق عظیم کا اقرار کر لیا جس کے علاوہ نہ کوئی خدا ہے اور نہ کوئی رب لہٰذا تو اسے طبیعت یا عقل فعّال یا مُوجِب بذاتہ ناموں سے نہ پکار بلکہ یوں کہہ کہ یہی وہ خالق ، باریؑ ، مُصَوِّر ، ربّ العالمین ، قیّوم السمٰوات و الارض اور رب المشارق و المغارب ہے جس نے ہر چیز کی تخلیق عمدگی کے ساتھ کی اور جو کچھ بھی بنایا مضبوط بنایا ، لہٰذا تجھے کیا ہو گیا ہے کہ تو اس کے ناموں اور اس کی صفات کا انکار کر رہا ہے ، نہیں بلکہ اس کی ذات کا بھی ، اور تو اللہ کی بنائی ہوئی اور اللہ کی پیدا کی ہوئی چیزوں کو دوسروں کی طرف منسوب کر رہا ہے حالانکہ تو اس بات پر مجبور ہے کہ اس امر کا اقرار کرے اور ایجاد ، پیدائش ، ربوبیت اور تدبیر کو اسی سے منسوب کرے ۔ اس کے سوا کوئی اور چارۂ کار نہیں ،

Marfat.com

لہٰذا ہر تعریف رب العالمین ہی کے لیے ہے - مفتاح السعادہ کا بیان ختم ہؤا -

آمدی نے اپنی کتاب "أبکار الافکار" میں طبیعت کے ماننے والوں کے ساتھ بہت لطیف بحث کی ہے وہاں ملاحظہ فرمائیں -

اگر یہ بیماری دنیا کے بیشتر اطراف میں سرایت نہ کر چکی ہوتی تو ہم بھی اس کی تردید کرنے کی طرف توجہ نہ دیتے کیونکہ یہ باتیں اس کتاب کا موضوع نہیں ہیں -

جو لوگ "دہر" کے معتقد ہیں انھوں نے اس کے لیے صفاتِ کمال بھی ثابت کی ہیں مثلاً علم ، قدرت وغیرہ - انھی میں سے کسی کہنے والے نے کہا[1] ہے :

مَنَعَ البَقَاءَ تَقَلُّبُ الشَّمْسِ،
وَطُلُوعُهَا مِنْ حَيْثُ لَا تُمْسِي

سورج کے رد و بدل اور اس کے اس جگہ سے طلوع ہونے نے جہاں وہ رات کو نہیں ہوتا ہمیں اس دنیا میں باقی رہنے سے منع کر دیا ہے

[2]وَطُلُوعُهَا حَمْرَاءَ صَافِيَةً
وَغُرُوبُهَا صَفْرَاءَ كَالْوَرْسِ،

اور اس کے سرخ و صاف طلوع ہونے نے اور ہلدی کی طرح زرد غروب ہونے نے (ہماری بقا کی راہ مسدود کر دی ہے)

تَجْرِي عَلَى كَبِدِ السَّمَاءِ كَمَا
يَجْرِي حِمَامُ المَوْتِ فِي النَّفْسِ،

---

۱ - امالی (۳ : ۳۰) نے ان ابیات کو روح بن زنباع کی طرف منسوب کیا ہے - میمنی نے ان اشعار کا قائل قس بن ساعدہ ایادی بتایا ہے - ملاحظہ ہو سمط اللآلی : جزء ثالث صفحہ ۱۶ -

۲ - یہ شعر امالی میں یوں مرقوم ہے :

تَبْدُو لَنَا بَيْضَاءَ صَافِيَةً
وَتَغِيبُ فِي صَفْرَاءَ كَالْوَرْسِ،

Marfat.com

یہ وسط آسمان میں اس طرح چلتا ہے جس طرح سوت اندرونِ جاں رواں رہتی ہے

اَلْيَوْمَ اَعْلَمُ مَا يَجِئُ بِہٖ
وَمَضٰى بِفَصْلِ قَضَائِهٖ اَمْسِ

[۲ : ۲۲۳] مجھے معلوم ہے کہ آج کا دن کیا کچھ لے کر آئے گا ،
مجھے معلوم ہے کہ کل (گزشتہ) اپنے قطعی فیصلے کو لے کر بیت گئی

مذکورہ بالا بیان کے مطابق " دہر " کو ماننے والوں اور طبیعت پر اعتقاد رکھنے والوں کے درمیان کوئی فرق نہیں ہے ۔ بعض لوگوں نے ان دونوں میں فرق روا رکھا ہے ۔ چنانچہ کفار کے فرقوں کی تفصیل دیتے ہوئے سعد تفتازانی نے شرح المقاصد میں لکھا ہے : یہ بات واضح ہو گئی ہے کہ کافر ان لوگوں کا نام ہے جن میں کوئی ایمان نہیں ۔ اگر وہ ایمان کا اظہار کرے تو منافق کے نام سے مخصوص ہوگا اور اگر کوئی اسلام لانے کے بعد کافر ہو جائے تو اسے مرتد کے نام سے مخصوص کیا جائے گا کیونکہ وہ اسلام سے پھر گیا ہے ۔ اگر دو یا دو سے زائد خداؤں کا قائل ہو تو اسے مشرک کے نام سے مخصوص کیا جائے گا اس لیے کہ اس نے الوہیت میں شرکت کو مانا ہے اور اگر کسی دین اور منسوخ کتابوں میں سے کسی کا پیرو ہوگا تو اسے کتابی کہا جائے گا مثلاً یہودی اور نصرانی اور اگر وہ زمانے کے قدیم ہونے کا قائل ہوگا اور حوادث کو اس کی طرف منسوب کرتا ہوگا تو اسے خاص طور پر دہری کہا جائے گا ، اور اگر وہ اللہ سبحانہ کے وجود ہی کو نہ مانتا ہوگا تو اسے خاص طور پر معطل کہا جائے گا اور اگر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کو ماننے اور عقائد اسلام کو ظاہر کرنے کے باوجود دل میں ایسے عقائد رکھتا ہو جو بالاتفاق کفر (کا مظہر) ہیں تو اسے بخصوصیت زندیق کہا جائے گا ۔ یہ لفظ دراصل منسوب ہے زند کی طرف ۔ یہ ایک کتاب ہے جسے مزدک نے قباد کے عہد میں ظاہر کیا تھا ۔ اس کا خیال ہے کہ اس نے مجوسیوں کی وہ کتاب دیکھی ہے جسے زردشت لے کر آیا تھا ۔ وہ لوگ زردشت کو

Marfat.com

نبی خیال کرتے ہیں - شرح مقاصد کا بیان ختم ہوا - اور یہ نئی اصطلاحات ہیں اور اس میں کوئی جھگڑا یا اختلاف نہیں -

عربوں کی ایک قسم کا جھکاؤ صابیوں کی جانب ہے

یہ وہ لوگ ہیں جن کا '' ۱انواء '' کے متعلق وہی عقیدہ ہے جو منجمین کا سیاروں کے بارے میں ہے - یہاں تک کہ صابی جب بھی حرکت کرتا ہے یا ساکن ہوتا ہے یا سفر کرتا ہے یا مقیم ہوتا ہے تو ایک نہ ایک نوء کے ساتھ ہوتا اور وہ کہتے ہیں فلاں نوء کی بدولت بارش ہوئی - آگے چل کر جب ہم ان کے علوم پر بحث کریں گے تو اس امر کی تفصیل آ جائے گی -

۲صابئہ بڑی امتوں میں سے ایک امت ہے - لوگوں کو ان کے دین کے متعلق جس قدر زیادہ معرفت حاصل ہوئی ہے اسی قدر زیادہ ان کے متعلق اختلاف راہ پایا گیا ہے - ان کی دو قسمیں ہیں ، مومن اور کافر - اللہ تعالٰی فرماتے ہیں :

[۲ : ۶۲] إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَالَّذِينَ هَادُوا وَالنَّصَارَىٰ وَالصَّابِئِينَ مَنْ آمَنَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَعَمِلَ صَالِحًا فَلَهُمْ أَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ

بیشک جو لوگ ایمان لائے اور جو یہودی ہو گئے یا نصرانی اور صابئین ہیں جو بھی اللہ اور یوم آخرت پر ایمان لایا اور نیک کام کیے

---

۱ - انواء جمع ہے نوء کی ، نوء وہ ستارہ جو غروب ہونے کو ہو یا نوء یہ ہے کہ مغرب میں فجر کے وقت ایک ستارہ غروب ہو اور اسی وقت مشرق میں ایک اور ستارہ طلوع ہو -

۲ - یہ بیان بھی اغاثہ اللہفان سے لیا گیا ہے مگر آلوسی نے اس کا ذکر نہیں کیا - ملاحظہ ہو اغاثۃ اللہفان : ۲ : ۲۴۹ بعید -

Marfat.com

ان کے لیے ان کے رب کے پاس ان کا اجر ہوگا اور انھیں نہ کوئی خوف ہوگا اور نہ غم

چنانچہ اللہ نے اس آیت میں صابیوں کو ان چار امتوں میں شمار کیا جن میں سے ہر ایک کی دو قسمیں ہیں ناجی اور ہالک ۔ اللہ نے ان کا ذکر ان چھ امتوں میں بھی کیا ہے جو نجات پانے والی اور ہلاک ہونے والی دو قسموں میں منقسم ہیں ۔ جیسا اللہ کے اس قول میں :

إِنَّ الَّذِيْنَ آمَنُوا وَ الَّذِيْنَ هَادُوْا وَ الصَّابِئِيْنَ وَ النَّصَارىٰ وَ الْمَجُوْسَ وَ الَّذِيْنَ أَشْرَكُوْا إِنَّ اللهَ يَفْصِلُ بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ

جو لوگ ایمان لائے اور جو یہودی ہوئے اور صابئین اور نصاریٰ اور مجوسی ہیں اور وہ لوگ جو شرک کے مرتکب ہوئے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن ان کے مابین فیصلہ کر دے گا

اس آیت میں اللہ نے دو ایسی استوں کا ذکر کیا ہے جن کے پاس کوئی کتاب نہیں ہے اور نہ وہ ”بدبخت“ و ”سعادتمند“ (کے گروہ) میں منقسم ہیں ۔ یہ دو استیں مجوس اور مشرکین ہیں ۔ یہ ذکر صرف اس آیت میں ہے جس میں فیصلہ کرنے کا ذکر ہے ، اللہ نے اس آیت میں ان کا ذکر نہیں کیا جس میں جنت کا وعدہ کیا گیا ہے مگر صابئین کا دونوں آیتوں میں ذکر آیا ہے ، یہاں سے معلوم ہؤا کہ صابئین میں شقی بھی ہیں اور سعید بھی ۔

یہ لوگ حضرت ابراہیم الخلیل علیہ السلام کی قوم تھے ۔ حضرت ابراہیمؑ انھی کی طرف مبعوث ہوئے تھے ۔ ان لوگوں کا مسکن حرّان تھا اور یہی صابئوں کا گھر ہے ۔ ان کی دو قسمیں تھیں ۔ ایک قسم دین حنیف پر قائم تھی اور دوسری مشرک تھی ۔ ان میں سے جو مشرک تھے وہ سات ستاروں اور بارہ برجوں کی تعظیم کیا کرتے تھے اور اپنے مندروں میں ان کی تصویریں بنا کر رکھتے تھے ۔ ان ستاروں کے لیے ان کے یہاں مخصوص مندر پائے جاتے تھے ۔ یہی (ان کے) بڑے عبادت خانے تھے

Marfat.com

ایسے ہی جیسے عیسائیوں کے گرجے اور یہودیوں کے بیشعتہ (یہودیوں کا عبادت خانہ) - چنانچہ انھوں نے ایک بڑا مندر سورج کے لیے بنا رکھا ہے ، ایک چاند کے لیے ، ایک زُہرہ کے لیے ، ایک مشتری کے لیے ، ایک مریخ کے لیے ، ایک عُطارد کے لیے ، ایک زُحل کے لیے اور ایک مندر علتِ اُولٰی کے لیے - ان کے نزدیک ہر ستارے کے لیے مخصوص عبادت اور مخصوص دعا ہے - یہ لوگ اُن مندروں میں ان کی تصویریں بنا کر رکھتے ہیں - ان کے لیے خاص بت بناتے ہیں - ان کے لیے جانوروں کو ذبح کرتے ہیں - مسلمانوں کی طرح ان کے یہاں بھی پانچ نمازیں ہیں -

ان میں سے کچھ لوگ رمضان کے مہینے میں روزے بھی رکھتے ہیں اور کعبے کی طرف رخ کرکے نماز بھی پڑھتے ہیں - مکے کی بھی تعظیم کرتے ہیں اور حج کے لیے مکے جانے کا بھی عقیدہ رکھتے ہیں - مردار ، خون اور سؤر کے گوشت کو حرام قرار دیتے ہیں - شادی کے معاملے میں انھی رشتہ داروں کو حرام قرار دیتے ہیں جنھیں مسلمان حرام قرار دیتے ہیں - بغداد کے ارکان سلطنت کی ایک جماعت اسی مذہب پر کاربند تھی - انھی میں سے [1] ہلال بن المحسن الصابی تھے جو دیوان انشاء کے افسر اور مشہور رسائل کے مصنف ہیں - یہ مسلمانوں کے ساتھ روزے رکھا کرتے ، ان کے ساتھ عبادت کیا کرتے ، ان کے ساتھ زکوٰۃ ادا کرتے اور حرام چیزوں کو حرام قرار دیتے - لوگ تعجب کیا کرتے تھے کہ باوجود اس کے کہ یہ مسلمانوں کے مذہب پر نہیں ہیں پھر بھی ان کے ساتھ موافقت کرتے ہیں -

خیال کیا جاتا ہے کہ اس دین کی اصل یہ تھی کہ یہ لوگ دنیا کے مذاہب کی خوبیاں لے لیا کرتے تھے اور ان کی برائیوں سے قولاً اور عملاً علٰحدگی اختیار کرتے تھے اسی لیے انھیں صابئہ کہا گیا یعنی '' خارج [۲ : ۲۲۵] چنانچہ یہ لوگ ہر مذہب کی جملہ اور تفصیلی باتوں سے نکل

---

۱ - ہلال بن المحسن کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بذات خود خواب میں آکر مسلمان کیا تھا - تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو المنتظم لابن الجوزی : ۸ : ۱۷۷ تا ۱۷۹ اور البدایہ و النہایۃ : ۱۲ : ۷۰

Marfat.com

گئے اور صرف ان امور پر کاربند رہے جنھیں انھوں نے حق سمجھا۔

کفار قریش آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو صابی کہا کرتے تھے اور آپ کے اصحاب کو صَبَاۃ۔ محاورے میں کہتے ہیں صَبَأَ الرَّجُلُ [ہمزہ کے ساتھ] جب وہ ایک چیز سے نکل کر دوسری چیز میں چلا جائے اور صبا یَصْبُو اس وقت بولتے ہیں جب وہ مائل ہو جائے اسی سے اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے:

وَإِلَّا تَصْرِفْ عَنِّي كَيْدَهُنَّ أَصْبُ إِلَيْهِنَّ

(اے خدا) اگر تو ان کی چالوں کو مجھ سے پھیر نہ دے گا تو میں ان کی طرف مائل ہو جاؤں گا

یعنی میں راغب ہو جاؤں گا، معنی کے اعتبار سے مہموز اور معتل دونوں مشترک ہیں (صرف فرق اتنا ہے کہ) مہموز (کے معنی) کسی چیز سے ہٹ جانے کے ہیں اور معتل کے معنی کسی چیز کی طرف مائل ہونے کے ہیں۔ مہموز سے اسم فاعل صَابِئٌ بروزن قَارِئٌ آتا ہے اور معتل سے قَاضٍ کے وزن پر [پہلے کی جمع صَابِئُون، قَارِئُون کی طرح ہوگی اور دوسرے کی صَابُون، قَاضُون کی طرح] اور (قرآن مجید میں) دونوں طرح پڑھا گیا ہے۔

ہمارا مقصد یہ ہے کہ یہ لوگ تمام امتوں کے ساتھ شریک بھی ہیں اور ان سے جدا بھی ان میں سے جو حُنَفَاء ہیں وہ حنفیت میں مسلمانوں کے ساتھ شریک ہیں اور جو ان میں سے مشرک ہیں وہ بت پرستوں کے ساتھ شریک ہیں۔ وہ بخیال خویش راہ راست پر ہیں۔ ان لوگوں میں سے بیشتر لوگ فلسفی ہوتے ہیں اور فلسفی اپنے خیال میں ہر[1] دین میں سے وہ تمام چیزیں چن لیتے ہیں جنھیں عقل پسندیدہ کہتی ہے۔ ان کے

۱ - بلوغ الارب میں و الفلاسفة يأخذون بزعمهم دیا ہے مگر درست عبارت یوں ہے: و الفلاسفة يأخذون من كل دين بزعمهم جیسا کہ اغاثة اللهفان میں ہے اور میں نے اسی کو لے کر ترجمہ کیا ہے۔

Marfat.com

عقلا کے نزدیک انبیا اور ان کی شریعت کی اطاعت واجب ہے مگر ان میں سے بعض نہ انبیا کی شریعت کی اطاعت کو واجب قرار دیتے ہیں نہ حرام ، اور ان سے جو لوگ بیوقوف اور گھٹیا قسم کے ہیں وہ انبیا کی شریعت کی اطاعت سے منع کرتے ہیں ، یہی وجہ ہے کہ فلسفی اور صابئہ ان مستقل امتوں میں سے نہ تھے جن کے پاس کتاب ہے اور جن کے پاس کوئی نبی نہیں آیا اگرچہ یہ اسی قسم کی دعوت دیتے تھے جس قسم کی خدا کے رسول دیا کرتے تھے ۔

دنیا میں ہر قوم کے لیے اللہ تعالیٰ نے ضرور اپنی حجت پوری کر دی ہے اور ان کی اللہ کے خلاف جو حجت ہے اسے کاٹ کر رکھ دیا ہے :

لِئَلَّا يَكُونَ لِلنَّاسِ عَلَى اللَّهِ حُجَّةٌ بَعْدَ الرُّسُلِ

تاکہ رسولوں کے آنے کے بعد لوگوں کے پاس اللہ کے خلاف کوئی حجت باقی نہ رہے (اور اللہ کی حجت ان کے خلاف ہو جائے)

مقصود یہ ہے کہ صابئہ کے کئی فرقے ہیں ۔ ایک صابئہ حنفا ہیں ، ایک صابئہ مشرک ۔ ایک صابئہ فلاسفہ ، اور ایک وہ صابئہ ہیں جو ان تمام خوبیوں کو لے لیتے ہیں جن پر دیگر اہل ملت اور مذہب عمل پیرا ہوتے ہیں ۔ اس امر میں وہ کسی خاص ملت یا مذہب کی قید نہیں لگاتے ۔

پھر ان میں سے بعض ایسے ہیں جو تمام نبوتوں کا اقرار کرتے ہیں مگر ان کی تفصیل کے ضمن میں خاموشی اختیار کر لیتے ہیں ۔ بعض ایسے ہیں جو بالجملہ اور بالتفصیل دونوں طرح ان کا اقرار کرتے ہیں ، بعض بالجملہ اور بالتفصیل دونوں طرح ان کا انکار کرتے ہیں ۔ یہ لوگ اس بات کا اقرار کرتے ہیں کہ اس جہاں کا کوئی بنانے والا اور پیدا کرنے والا ہے جو دانا ہے اور عیوب اور نقائص سے پاک ہے ۔

پھر ان میں سے جو مشرک ہیں وہ کہتے ہیں : ہمارے پاس وسیلے کے بغیر اللہ تعالیٰ تک پہنچنے کی کوئی سبیل نہیں ہے لہٰذا ہمارے لیے ضروری ہے کہ اُن روحانی وسیلوں کے ذریعے اس کا تقرب حاصل کریں جو اس کے قریب ہیں ۔ یہ روحانی مقرب وہ ہیں جو جسمانی مادے اور جسمانی

Marfat.com

قُویٰ سے پاک ہیں ، بلکہ وہ تو پاک پیدا کیے گئے ہیں لہٰذا (وہ کہتے ہیں کہ) [۲ : ۲۲۶] پہلے ہم ان کا قرب حاصل کرتے ہیں پھر ان کے ذریعے اللہ کا قرب حاصل کرتے ہیں اور یہ ہمارے مالک خدا اور رب الارباب اور الٰہ الآلہہ کے پاس ہمارے سفارش کنندہ ہیں لہٰذا ہم ان کی عبادت صرف اس لیے کرتے ہیں کہ یہ ہمیں اللہ کے قریب کر دیں ۔ اس لیے ہمارا فرض ہے کہ ہم اپنے نفسوں کو طبعی شہوات سے پاک کریں اور اپنے اخلاق کو قواء غضبیہ کے پھندوں سے خلاصی دلائیں تاکہ ہمارے اور روحانیات کے درمیان مناسبت پیدا ہو اور ہماری ارواح ان کے ساتھ مل جائیں ۔ اس حالت کو پہنچ کر ہم ان سے اپنی حاجتیں طلب کرتے ہیں اپنے احوال ان کے سامنے پیش کرتے ہیں ، اپنے تمام احوال میں ہم ان کی طرف جھکتے ہیں ، وہ ہماری سفارش اس خدا کے پاس کرتے ہیں جو ہمارا بھی خدا ہے اور ان کا بھی ۔

اور یہ تطہیر اور صفائی ان روحانیات کی [۱] مدد کے بغیر ممکن نہیں ، یہ اسی صورت میں ممکن ہے کہ ہم عاجزی اختیار کریں ، دعائیں مانگتے ہوئے اس کے سامنے گڑ گڑائیں اس طرح کہ نمازیں ادا کریں ، زکوٰۃ دیں ، قربانی کے جانور ذبح کریں ، دھونی دیں اور ورد و وظائف کریں ۔ تب جا کر ہمارے نفسوں کو استعداد اور استمداد بغیر واسطے کے حاصل ہوگی بلکہ ہم یہ چیزیں اُس کان سے لیں گے جس سے رسول لیتے ہیں لہٰذا ہماری اور ان کی ایک ہی کیفیت ہوگی اور ہم اور وہ ایک ہی مرتبے کے مالک ہوں گے ۔

ان لوگوں کا عقیدہ ہے کہ انبیا نوع کے اعتبار سے تو ہمیں جیسے ہیں ، مادے کے لحاظ سے ہمارے شریک ہیں اور صورت و شکل میں بھی ہمیں جیسے ہیں ۔ جو کچھ ہم کھاتے ہیں وہ بھی کھاتے ہیں ، جو کچھ ہم پیتے ہیں وہ بھی پیتے ہیں ۔ وہ تو ہمارے جیسے انسان ہیں جو ہم پر فضیلت

۱ - بلوغ الارب میں باستعداد چھپا ہے اسے باستمداد پڑھیں جیسا کہ اغاثۃ اللہفان (۲ : ۲۵۲) میں ہے ۔

Marfat.com

حاصل کرنے کے خواہاں ہیں[۱]۔

ان لوگوں نے ان دو اصولوں کا انکار کیا ہے جنھیں لے کر اول سے آخر تک تمام انبیا اور رسول آئے۔ ایک خدائے واحد کی عبادت کرنا جس کا کوئی شریک نہیں ہے اور ان تمام خداؤں کا انکار کرنا جن کی اللہ کے علاوہ عبادت کی جاتی ہے، دوسرے یہ کہ اللہ کے رسولوں پر ایمان لایا جائے اور ان احکام پر ایمان لایا جائے جنھیں وہ اللہ کی طرف سے لے کر آئے ان کی تصدیق کرتے ہوئے ان کا اقرار کرتے ہوئے اور ان کی اطاعت اور فرمانبرداری کرتے ہوئے۔

یہ بات مشرکین صابئہ کے ساتھ ہی مخصوص نہیں ہے جیسا کہ بہت سے لوگوں سے غلطی ہوئی ہے بلکہ یہ تو تمام امتوں کے مشرکین کا مذہب ہے لیکن صابیوں کا شرک تو ستاروں اور علویات کی وجہ سے تھا۔ یہی وجہ تھی کہ امام الحُنَفَاء (حضرت ابراہیم) صلوات اللہ وسلامہ علیہ نے ان کی خدائی کو باطل کرنے میں ان سے نہایت اچھا اور واضح مناظرہ کیا، جس میں ان کی دلیل غالب رہی اور صابئہ کی دلیل باطل ہو گئی، جیسا کہ اللہ سبحانہ، نے سورہ انعام میں بیان کیا ہے اور ستاروں، چاند اور سورج کے غروب ہونے کی وجہ سے ان کے باطل ہونے کا ذکر کرنے کے بعد فرمایا کہ[۲] "یہ اللہ کے شایانِ شان نہیں کہ وہ غروب ہو بلکہ [۳]اللہ تو موجود

---

۱ - اس کے بعد آلوسی نے پانچ سطریں چھوڑ دی ہیں جن میں ابن قیم نے ابن عربی، ابن سبعین اور عفیف تلمسانی کو خوب کوسا ہے اور انھیں مشرکین صابئہ سے بدتر قرار دیا ہے حالانکہ ابن قیم کا یہ بیان ابن عربی کے مفہوم سے ناواقفیت پر مبنی ہے۔

۲ - بلوغ الارب اور اغاثۃ اللھفان دونوں میں یوں منقول ہے: فقال بعد ان بیّن بطلان الھٰیۃ الکواکب و القمر و الشمس بافولھا و أنّ الالٰہ اسے بأفولھا آنّ" الالٰہ پڑھیں یعنی بأفولھا اور آنّ" کے درمیان واؤ نہیں ہونی چاہیے۔

۳ - یہ لفظ (بل) بلوغ الارب میں نہیں ہے اور اس کے بغیر مفہوم درست نہیں نکلتا۔ اغاثۃ اللھفان میں درج ہے۔

Marfat.com

رہتا ہے غائب نہیں ہوتا - اسی طرح وہ ہمیشہ غالب ہوتا ہے مغلوب اور مقہور نہیں ہوتا ، وہ اپنے بندوں کو نفع پہنچاتا ہے ، اپنے پرستاروں کو نقصان اور نفع پہنچانے کی قدرت رکھتا ہے - چنانچہ اُن کی بات کو سنتا ہے ، اُن کے وجود کو دیکھتا ہے ، انھیں ہدایت دیتا اور ان کی رہنمائی کرتا ہے ، اُن سے ہر اس شے کو دور کر دیتا ہے جو انھیں نقصان یا دکھ دے - یہ صفات خدائے واحد کے سوا کسی اور میں نہیں پائی جا سکتیں لہٰذا اللہ کے سوا ہر معبود باطل ہے -

جب امام الحنفا نے دیکھا کہ سورج ، چاند اور کواکب میں یہ بات نہیں پائی جاتی تو یہاں سے ترقی کرکے وہ ان کے خالق ، ان کے بنانے والے اور ان کے ایجاد کرنے والے کی طرف بڑھے اور کہا :

اَنِّیْ وَجَّهْتُ وَجْهِیَ لِلَّذِیْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ

[۲ : ۲۲۷] میں نے اپنا چہرہ اس خدا کی طرف پھیر دیا ہے جس نے آسمانوں اور زمینوں کو پیدا کیا ہے

اس میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ حق سبحانہ ان کی جگہوں اور جولانگاہوں کا خالق ہے اور جولانگاہیں اللہ کی محتاج ہیں - اللہ کے بغیر ان کا ثبات ممکن نہیں ، یہ مقام و محل کی محتاج ہیں جو انھیں اٹھائے رکھے اور پیدا کرنے والے کی محتاج ہیں جو ان کی دیکھ بھال اور پرورش کرے اور جو محتاج ہو ، مخلوق ہو ، پرورش پائے اور اس کی دیکھ بھال کی گئی ہو وہ خدا نہیں ہو سکتا - اس پر ان کی قوم نے ان سے اللہ کے بارے میں حجت بازی کی - ظاہر ہے کہ جو اللہ کی عبادت کے امر میں حجت بازی کرے گا اس کی دلیل باطل ہوگی - اس پر ابراهیم علیہ السلام نے فرمایا :

اَتُحَاجُّوْنِّیْ فِی اللّٰهِ وَقَدْ هَدٰانِ

کیا تم مجھ سے اللہ کے بارے میں جھگڑتے ہو اسی نے تو مجھے ہدایت دی ہے

Marfat.com

اور یہ بہت ہی عمدہ کلام ہے یعنی کیا تم یہ چاہتے ہو کہ مجھے اپنے رب اور اس کی توحید اور اس ذات واحد کی عبادت کے اقرار کرنے سے ہٹا دو اور مجھے اس معاملے میں مبتلائے شک کر دو ، حالانکہ اسی نے میری راہنمائی کی ہے ، اسی نے حق کو میرے لیے واضح کر دیا ہے - یہاں تک واضح کر دیا ہے گویا میں اسے اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا ہوں - اس نے میرے لیے یہ بھی واضح کر دیا کہ شرک باطل ہے اور شرک کا انجام برا ہے نیز یہ کہ تمھارے خدا پرستش کے لائق نہیں ہیں ، ان کی پرستش کرنے والوں کے لیے وہ پرستش دنیا اور آخرت میں انتہائی نقصان کا باعث ہوگی لہذا تم مجھ سے یہ کیسے مطالبہ کر سکتے ہو کہ میں اللہ کی عبادت ترک کرکے اور توحید سے ہٹ کر اس کے ساتھ شریک بنانے کی راہ پر پڑ جاؤں حالانکہ اسی نے مجھے حق اور راستی کی راہ دکھائی ہے - دلیل پیش کرنے اور جھگڑنے کا فائدہ یہ ہوتا ہے کہ انسان دوسرے سے یہ مطالبہ کرے کہ وہ باطل سے رجوع کرکے حق کی طرف ، جہل سے علم کی طرف ، اور اندھے پن سے بینائی کی طرف منتقل ہو جائے مگر تمھارا مجھ سے اس حقیقی معبود کے بارے میں جس کے سوا ہر معبود باطل ہے جھگڑا کرنا اس (اصول) کے سراسر خلاف ہے -

اس پر ان مشرکوں نے آپ کو اپنے خداؤں سے ڈرایا کہ کہیں وہ انھیں ضرر نہ پہنچا دیں جس طرح کہ ایک مشرک ایک موحد کو اپنے اس خدا سے ڈراتا ہے جس کی وہ اللہ کے ساتھ ساتھ پوجا کرتا ہے کہ کہیں وہ اسے ضرر نہ پہنچا دے اس پر (ابراہیم) خلیل نے کہا :

وَلَآ أَخَافُ مَا تُشْرِكُونَ بِهٖ

جن بتوں کو تم اللہ کا شریک بناتے ہو میں ان سے نہیں ڈرتا

کیونکہ تمھارے خدا اس سے بھی کم درجہ اور حقیر ہیں کہ وہ ان لوگوں کو ضرر پہنچا سکیں جو خود ان کا انکار کریں اور ان کی عبادت سے بھی روگرداں ہوں - ازاں بعد حضرت ابراہیم نے اس معاملے کو خدائے واحد کی مشیت پر چھوڑ دیا اور اس بات پر چھوڑ دیا کہ خدا ہی سے ڈرا

Marfat.com

جا سکتا ہے اور صرف اسی کے ساتھ امید وابستہ کی جا سکتی ہے لٰہذا فرمایا :

إِلَّا أَنْ يَشَاءَ رَبِّي شَيْئًا

البتہ اگر اللہ جو میرا رب ہے چاہے (تو وہ نقصان پہنچا سکتا ہے)

مفہوم یہ ہے کہ میں تمھارے خداؤں سے نہیں ڈرتا کیونکہ ان کی مرضی کوئی چیز نہیں ، نہ انھیں قدرت حاصل ہے لیکن اگر میرا رب چاہے تو وہ مجھے دکھ اور مصیبت پہنچا سکتا ہے نہ کہ تمھارے خدا جن کی نہ تو کوئی مرضی ہے اور نہ انھیں کسی بات کا علم میسر ہے ، بخلاف اس کے میرے رب کی مرضی ہو کر رہتی ہے۔ اس کا علم ہر شے پر حاوی ہے لٰہذا اس بات کا کون زیادہ مستحق ہے کہ اس سے ڈرا جائے اور اس کی عبادت کی جائے ، کیا وہ اللہ سبحانہ ہے ؟ یا یہ بت ؟

پھر فرمایا :

أَفَلَا تَتَذَكَّرُونَ

کیا تم نصیحت نہیں پکڑتے

تاکہ تمھیں معلوم ہو جائے کہ تمھارا ان بتوں کو جن کی نہ کوئی مرضی ہے اور جنھیں کسی قسم کا علم حاصل نہیں اس خدا کا شریک بنانا جسے مشیت تامہ اور علم کامل حاصل ہے باطل ہے ۔

پھر فرمایا :

وَكَيْفَ أَخَافُ مَا أَشْرَكْتُمْ وَلَا تَخَافُونَ أَنَّكُمْ أَشْرَكْتُمْ بِاللَّهِ مَا لَمْ يُنَزِّلْ بِهِ عَلَيْكُمْ سُلْطَانًا

میں ان بتوں سے جنھیں تم شریک بناتے ہو کیسے ڈروں جبکہ تم اس بات سے نہیں ڈرتے کہ تم نے اللہ کے ساتھ ان بتوں کو شریک قرار دے دیا ہے جن کے شریک بنانے کی خاطر اللہ نے کوئی محکم دلیل نازل نہیں کی

Marfat.com

دلیل کو پلٹنے کا یہ بہترین طریقہ ہے اور باطل کہنے والے کی حجت کے بارے میں یہ بتانا ہے کہ وہ تو بذات خود اپنے غلط ہونے اور اپنے مذہب کے باطل ہونے کی دلیل ہے کیونکہ انھوں نے حضرت ابراہیم کو اپنے ان خداؤں سے ڈرایا تھا جن کی عبادت کرنے کی اللہ نے کوئی دلیل نہیں اتاری لہٰذا ان کی الوہیت کا باطل ہونا اور ان [۲ : ۲۲۸] کی عبادت کا ضرر رساں ہونا واضح ہو گیا ۔ اس کے باوجود تم اللہ کے ساتھ شریک بنانے سے خوف نہیں کھاتے اور نہ اللہ کے ساتھ دوسرے خداؤں کی عبادت کرنے ہی سے ڈرتے ہو ، لہٰذا دونوں گروہوں میں سے کون سا گروہ بے خوف ہونے کا زیادہ حقدار ہے موحدین کا گروہ یا مشرکین کا ؟ اللہ تعالیٰ نے دونوں فریقوں کے مابین عادلانہ فیصلہ دے دیا ، ایسا فیصلہ کہ اس سے صحیح تر کوئی اور فیصلہ نہیں ہو سکتا ۔

چنانچہ فرمایا :

اَلَّذِيْنَ آمَنُوْا وَلَمْ يَلْبِسُوْا اِيْمَانَهُمْ بِظُلْمٍ (ای بشرك) أُولٰئِكَ لَهُمُ الْاَمْنُ وَهُمْ مُهْتَدُوْنَ

جو لوگ ایمان لے آئے اور انھوں نے اپنے ایمان کے ساتھ ظلم (یعنی شرک کو) نہیں ملایا ان لوگوں کو امن حاصل ہوگا اور وہی ہدایت یافتہ لوگ ہیں

جب یہ آیت نازل ہوئی تو صحابہ کو سخت دشواری پیش آئی ۔ انھوں نے عرض کیا : یا رسول اللہ ! ہم میں سے کس نے اپنے نفس پر ظلم نہیں کیا ؟ اس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : ظلم سے مراد شرک ہے کیا تم نے صالح[1] بندے کا قول نہیں سنا :

اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيْمٌ

بیشک شرک ظلم عظیم ہے

۱ - صالح بندے سے لقمان مراد ہیں ۔

Marfat.com

لہٰذا حق سبحانہ نے موحدین کے لیے ہدایت اور امن کا فیصلہ دیا اور مشرکین کے لیے اس کے بر عکس یعنی گمراہی اور خوف کا ۔

پھر فرمایا :

وَ تِلْكَ حُجَّتُنَا آتَيْنٰهَا إِبْرٰهِيْمَ عَلٰى قَوْمِهٖ، نَرْفَعُ دَرَجٰتٍ مَّنْ نَّشَآءُ إِنَّ رَبَّكَ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ

یہ وہ دلیل ہے جو ہم نے ابراہیم کو ان کی قوم کے خلاف عطا کی ۔ ہم جس کے چاہتے ہیں درجات بلند کر دیتے ہیں بیشک تمھارا رب علیم و حکیم ہے ۔

ابو محمد بن حزم کہتا ہے : جس دین کی طرف صابی اپنے آپ کو منسوب کرتے تھے یہ مذہب روی زمین پر قدیم ترین مذہب تھا اور یہی بیشتر لوگوں کا مذہب تھا تا آنکہ انھوں نے نئی نئی باتیں پیدا کر لیں اور اس کے احکام کو بدل ڈالا ۔ تب اللہ نے ان کی طرف اپنے خلیل ابراهیم علیہ السلام کو دین اسلام دے کر بھیجا جس پر آج ہم قائم ہیں اور ان امور کی تصحیح کے لیے بھیجا جنھیں انھوں (صابیوں) نے خراب کر ڈالا تھا ، نیز وہ آسان دین حنیف دے کر بھیجا جسے اللہ کی طرف سے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لے کر ہمارے پاس آئے تھے ۔ وہ لوگ اس زمانے میں بھی حنفاء کہلاتے[1] رہے ۔

میں کہتا ہوں : ان کی دو قسمیں ہیں : صابۂ مشرک ، اور صابۂ حنفاء ۔ دونوں کے مابین کئی مناظرے ہوئے ۔ شہرستانی نے ان کے بعض مناظروں کا ذکر کیا ہے ۔

اللہ ہی ہدایت و توفیق دینے والا ہے ۔

---

۱ - باوغ الارب میں ایک لفظ چھوٹ گیا ہے چنانچہ وہاں : بعده الحنفاء مرقوم ہے اسے و بعده يُسَمَّوْنَ الحنفاء پڑھیں جیسا کہ اغاثة اللهفان (۲ : ۲۵۵) میں ہے ۔

Marfat.com

عربوں کی ایک قسم زندیق تھی

یہ قریش میں سے کچھ لوگ تھے ، ابن قتیبہ کتاب المعارف میں عہد جاہلیت کے مذاہب اہل عرب سے بحث کرتے ہوئے کہتا ہے : زندیقی مذہب قریش میں پایا جاتا تھا ۔ انہوں نے اسے حیرہ سے لیا تھا ، قاموس میں ہے : الزِنْدِیق [کسرہ کے ساتھ] یہ دو خداؤں کو ماننے والوں میں سے ہیں ۔ یا وہ لوگ ہیں جو نور اور ظلمت کے قائل ہیں ۔ یا وہ جو آخرت اور ربوبیت پر ایمان نہیں رکھتے یا وہ جو در پردہ کافر ہوں اور بظاہر مومن ، یا یہ لفظ " زن دین " یعنی " عورت کا دین " سے معرّب ہے اور اس سے اسم زندقہ ہے ۔ ابن کمال نے اس لفظ کے معنی بیان کرنے کے لیے ایک رسالہ تالیف کیا ہے ۔ مصنف قاموس نے جو لکھا ہے کہ یہ " زن دین " کا معرّب ہے اس کے صحیح ہونے کی کوئی صورت نہیں ہے جیسا کہ ظاہر ہے ، " زند " اس کتاب کا نام ہے ۔ جسے " مزدک " نے پیش کیا تھا اور وہ ثنویہ فرقوں میں سے مزدکیہ گروہ کا رئیس تھا ، وہ کسریٰ[1] بن انوشروان کے عہد میں گزرا ہے ۔ مزدکیہ اور ہیں اور مانویہ اور ۔ مانویہ مانی حکیم کے پیرو ہیں جو عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بعثت کے بعد شاپور کے عہد میں نمودار ہوا ۔ پھر طویل بحث کے بعد کہتا ہے : مصنف صحاح کہتا ہے : زندیق ثنویہ میں سے ہیں یہ [۲ : ۲۲۹] لفظ معرّب ہے ، اس کی جمع زنادقہ آتی ہے ۔ زنادقہ کی ھاء یاء محذوفہ کے عوض میں آئی ہے ۔ یہ در اصل زنادیق تھا اس سے اسم زندقہ آتا ہے ، یا[2] یہ وہ لوگ ہیں جو صانع حکیم کی نفی کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اگر صانع کا وجود ہوتا تو معاملہ ایسا (بے ربط) نہ ہوتا ۔

جو بات مجھے معلوم ہوتی ہے یہ ہے کہ ابن قتیبہ نے جس زندقہ

---

۱ ۔ بلوغ الارب میں کسریٰ بن انوشروان ہی مرقوم ہے اسے کسریٰ انوشروان پڑھیں ۔

۲ ۔ یہاں پر یوں معلوم ہوتا ہے گویا کچھ عبارت رہ گئی ہے کیونکہ اس عبارت کا ماقبل کے ساتھ کوئی ربط نہیں ہے ۔

Marfat.com

کو بعض عربوں کی طرف منسوب کیا ہے وہ ثنویت کا اعتقاد ہے یا نور و ظلمت کا عقیدہ ہے اور یہ بات اس کے اس بیان سے کہ انھوں نے اس مذہب کو حیرہ سے لیا تھا مستنبط ہوتی ہے کیونکہ حیرہ جیسا کہ ہم حیرہ کے بادشاہوں کے بیان میں ذکر کر چکے ہیں ایرانیوں کا علاقہ تھا اگرچہ یہاں کے باشندے اور بادشاہ وہ عرب تھے جو یا ایرانیوں کے دین پر تھے یا مسیحی دین پر۔ اگر اس کی مراد ان لوگوں سے ہوتی جو نہ آخرت کے قائل ہیں اور نہ ربوبیت کے تو اس صورت میں یہ کہنا کہ انھوں نے اسے حیرہ سے لیا تھا درست نہ ہوتا کیونکہ بہت سے عرب قبائل ایسے ہی تھے لٰہذا یہ بات متعین ہو گئی کہ اس کی مراد وہی ہے جو ہم نے بیان کی۔ اب ضروری ہوگیا کہ ہم یہاں ثنویت اورنور و ظلمت کے معتقدین کے اعتقادات کا ذکر کریں تا کہ ہمارا مقصود واضح ہو جائے۔

ثنویہ کے عقائد کا بیان

یہ وہ لوگ ہیں جن کا کہنا ہے کہ بنانے والے دو ہیں خیر کا بنانے والا نور ہے اور شر کا ظلمت، اور یہ دونوں قدیم، ازلی اور ابدی ہیں، قوی ہیں، حساس ہیں، ادراک کے مالک ہیں، سمیع ہیں اور بصیر ہیں۔ یہ دونوں اپنی ذات اور صورت میں مختلف اور فعل و تدبیر میں ایک دوسرے کی ضد ہیں، چنانچہ نور صاحب فضیلت، خوبصورت، صاف، خوشبودار اور خوش منظر ہے، اس کی ذات نیک، کریم، حکیم اور نفع رساں ہے۔ اسی سے نیکیاں اور مسرتیں اور اچھائی صادر ہوتی ہے۔ اس میں کسی قسم کا ضرر نہیں پایا جاتا، اور ظلمت اس کے برعکس ہے یعنی اس میں گدلا پن، نقص، بدبو اور بدصورتی ہے، اس کا نفس شریر، بخیل، بیوقوف، بدبودار اور ضرر رساں ہے۔ اس سے شر اور فساد پیدا ہوتا ہے۔ [۲ : ۲۳] اس کے بعد یہ مختلف ہو جاتے ہیں۔ چنانچہ ایک گروہ کہتا ہے: نور ازل سے تاریکی سے بالا رہا ہے۔ دوسرا فرقہ کہتا ہے: ہر ایک ایک دوسرے کے پہلو بہ پہلو ہے۔ ایک اور فرقہ کہتا ہے: نور ہمیشہ شمال کی جانب اٹھتا رہا ہے اور ظلمت جنوب کی جانب

Marfat.com

نیچے کو جاتی رہی ہے۔ اور یہ ازل سے ایک دوسرے کے مخالف چلے آئے ہیں۔ ان کا خیال ہے کہ ان میں سے ہر ایک کے چار بدن ہیں اور پانچواں روح ، چنانچہ نور کے چار بدن ماء ، نور ، ہوا اور پانی ہیں اور روح جاری پانی ہے ، اور یہ ان چاروں بدنوں میں ازل سے متحرک چلا آ رہا ہے اور ظلمت کے چار بدن ، آگ ، تاریکی باد سموم اور کُہر ہیں۔ اس کی روح دھوآں ہے۔ انھوں نے روح کے بدنوں کا نام ملائکہ رکھا ہے اور ظلمت کے بدنوں کا نام شیاطین اور بھوت - ان میں سے بعض کہتے ہیں : ظلمت سے شیاطین پیدا ہوتے ہیں اور نور سے ملائکہ - نور نہ شر پر قدرت رکھتا ہے اور نہ اس سے شر سر زد ہو سکتا ہے ، ظلمت خیر پر نہ قدرت رکھتی ہے اور نہ اس سے خیر سرزد ہو سکتی ہے - ان لوگوں کے نہایت پھسپھسے مذاہب ہیں ، ان پر عمر کے ساتویں حصے کے روزے فرض ہیں نیز ان پر فرض ہے کہ کوئی شخص کسی ذی روح کو ایذا نہ پہنچائے ، ان کی شریعت یہ ہے کہ کوئی شخص ایک دن کی خوراک سے زیادہ ذخیرہ نہ کرے ، جھوٹ ، بخل ، سحر اور بتوں کی پرستش ، زنا اور چوری سے پرہیز کرے -

مگر اس امر میں ان کا اختلاف ہے کہ آیا ظلمت قدیم ہے یا حادث ، چنانچہ ایک فرقہ کہتا ہے : یہ قدیم ہے اور ابتدا سے ہی نور کے ساتھ رہی ہے ، دوسرا فرقہ کہتا ہے : نہیں ، نور قدیم ہے لیکن اس سے ایک ردی خیال سرزد ہوا تو ظلمت پیدا ہو گئی لہذا ان کے مذہب کا مدار دو اصولوں پر ہے اور دونوں نہایت ہی باطل ہیں - ایک یہ کہ بدترین ، خبیث ترین اور ردی ترین موجودات بہترین موجودات کی ہمسر مخالف اور دشمن ہے - ہمیشہ اس کا مقابلہ کرتی رہتی ہے ، اس کی مخالفت کرتی رہتی اور اس کی بات کو توڑتی رہتی ہے اور بہترین چیز اسے درمیان میں سے ہٹا دینے کی طاقت نہیں رکھتی - یہ عقیدہ ان بت پرستوں کے عقیدے سے بھی بڑھ چڑھ کر ہے جو ان بتوں کی اس لیے عبادت کرتے ہیں کہ وہ انھیں اللہ کے قریب کر دیں کیونکہ وہ ان بتوں کو اللہ کی ملکیت ، اللہ کے پروردہ اور اللہ کی مخلوق قرار دیتے ہیں جیسا کہ وہ اپنے تلبیہ میں

Marfat.com

کہا کرتے تھے :

لَبَّیْکَ اَللّٰهُمَّ لَبَّیْکَ لَا شَرِیْکَ لَکَ اِلَّا شَرِیْکٌ هُوَ لَکَ تَمْلِکُهٗ وَ مَا مَلَکَ

خدایا میں بار بار اطاعت کے لیے حاضر ہوں ۔ تیرا کوئی شریک نہیں اس شریک کے سوا جو تیرا ہے تو اس کا بھی مالک اور تو ان تمام چیزوں کا مالک ہے جن کا وہ مالک ہے

دوسرا اصول یہ ہے کہ انھوں نے نور کو اس بات سے منزہ قرار دیا ہے کہ اس سے شر صادر ہو ۔ پھر اسے ہر قسم کے شر کا منبع ، اصل اور پیدا کرنے والا قرار دیا ہے ۔ انھوں نے دو خدا ، دو رب اور دو خالق قرار دے ہیں لٰہذا ان میں اللہ سے انکار ، اللہ کے ناموں سے انکار ، اللہ کی صفات سے انکار ، رسولوں اور انبیا سے انکار ، ملائکہ اور اللہ کی شریعتوں سے انکار تمام امور جمع ہو گئے ہیں اور مزید یہ کہ وہ اللہ کے معاملے میں شرک کا ارتکاب کرتے ہیں ، بدترین شرک کا ۔

ان پر قلم اٹھانے والوں نے یہ بھی رقم کیا ہے کہ ان میں سے کچھ وہ لوگ ہیں جنھیں ''دیصانیہ'' کہا جاتا ہے ۔ ان کا خیال ہے کہ اس جہان کی طینت اچھی ہؤا کرتی تھی اور یہ کچھ عرصے تک اس نور کے جسم سے مشابہت رکھتی رہی جو ان کے نزدیک خدا ہے ۔ خدا کو اس سے اذیت پہنچی ۔ جب دیر تک ایسے ہی رہا تو اس نے اسے اپنے سے دور کرنا چاہا لٰہذا خدا بھی وہی (کچھ) بن گیا اور اسی کے ساتھ مل جل گیا پھر ان دونوں سے یہ جہان مرکب ہؤا جو ظلمت و نور پر مشتمل ہے چنانچہ جن امور میں نیکی پائی جاتی ہے وہ تو نور کی طرف سے (آئے) ہیں اور جن میں فساد پایا جاتا ہے وہ ظلمت کی طرف سے ۔ وہ کہتا ہے : یہ لوگ لوگوں کو ہلاک کرتے ہیں ، ان کا گلا گھونٹتے ہیں اور پھر خیال کرتے ہیں کہ ہم ان پر احسان کر رہے ہیں اس لیے [۲ : ۲۳۱] کہ وہ نورانی روح کو تاریک جسم سے نجات دلا رہے ہیں ۔

کچھ لوگ کہتے ہیں : حق سبحانہ مدت تک تنہا رہنے سے اداس

Marfat.com

ہوگیا لہٰذا اس کے دل میں برا خیال آیا اور یہ خیال جسمیت اختیار کر کے تاریکی بن گیا ، پھر اس سے ابلیس پیدا ہؤا - اللہ نے اسے اپنے سے دور رکھنا چاہا مگر نہ کر سکا لہٰذا اللہ نے فوجوں اور نیکیوں کو پیدا کر کے شیطان سے (اپنا) بچاؤ کیا - بہر حال اب ابلیس نے شر پیدا کرنا شروع کر دیا - ان لوگوں کے مذہب کا اصل اصول جو ان کے خاص لوگوں کا عقیدہ ہے یہ ہے کہ ان پانچ کو قدیم مانا جائے : خدا ، زمانہ ، خلا ، ہیولیٰ اور ابلیس - خدا نیکیوں کا خالق ہے اور ابلیس شر کا - محمد بن زکریا الرازی کا یہی مذہب تھا مگر وہ ابلیس کو نہ مانتا تھا ، اس کی جگہ نفس کو مانتا تھا - وہ ان پانچوں کے قدیم ہونے کا بھی قائل تھا اور اس کے ساتھ صابئوں کے مذاہب مثلاً دہریہ ، فلاسفہ اور براھمہ کا رنگ بھی اس میں پایا جاتا تھا - اس نے ہر مذہب سے ان کی بری باتیں لے لی تھیں - اس نے ایک کتاب نبوتوں کے باطل ہونے پر لکھی ، ایک رسالہ آخرت کے رد میں رقم کیا اور دنیا کے تمام زندیقوں کے مذہبوں کو جمع کر کے ایک (نیا) مذہب گھڑ لیا اور کہا : میں کہتا ہوں : باریؑ ، نفس ، ہیولیٰ ، زمان اور مکان سب قدیم ہیں اور یہ جہان حادث ہے - کسی نے کہا : جہان کے حادث ہونے کی کیا وجہ ہے ؟ جواب دیا : نفس نے اس جہان میں غور و فکر کرنا چاہا اور اس خواہش نے اس میں حرکت پیدا کر دی ، اسے معلوم نہ تھا کہ جب نفس کے اجزا بکھر کر اس جہان میں مل جائیں گے تو اس کا کس قدر برا انجام ہوگا لہٰذا نفس بیقرار ہو گیا اور ہیولیٰ نے غیر مرتب اور غیر منظم طور پر حرکت کی مگر اپنے ارادے کو پورا کرنے سے عاجز آ گیا ، اس باریؑ نے اس جہان کے پیدا کرنے میں اس کی مدد کی اور اسے ایک نظام اور اعتدال کا پابند ہونے پر مجبور کیا کیونکہ باریؑ کو معلوم تھا کہ جب یہ نفس اپنے کیے کی سزا بھگت لے گا تو اپنے جہان میں لوٹ آئے گا، پھر اس کا اضطراب ختم ہو جائے گا ، اس کی خواہشات زائل ہو جائیں گی اور اسے آرام مل جائے گا ، لہٰذا اس نفس نے باریؑ کی مدد سے اس جہان کو پیدا کیا - پھر کہتا ہے : اگر ایسا نہ ہوتا تو نفس اس جہان کو

Marfat.com

پیدا نہ کر سکتا اور اگر یہ وجہ نہ ہوتی تو جہان وجود میں نہ آتا ۔
ہم حق سبحانہ سے ملتجی ہیں کہ ہمیں رسوائی سے بچائے رکھے ۔

عربوں کی ایک قسم ملائکہ پرست تھی

ایسے لوگ عربوں میں اکا دکا پائے جاتے تھے ۔ اللہ تعالی نے اپنے اس فرمان میں ایسے لوگوں کی تردید کی :

وَيَوْمَ نَحْشُرُهُمْ جَمِيعاً ثُمَّ نَقُولُ لِلْمَلَائِكَةِ : أَهٰؤُلَاءِ إِيَّاكُمْ كَانُوا يَعْبُدُونَ ؟ قَالُوا : سُبْحَانَكَ أَنْتَ وَلِيُّنَا مِنْ دُونِهِمْ بَلْ كَانُوا يَعْبُدُونَ الْجِنَّ أَكْثَرُهُمْ بِهِمْ مُؤْمِنُونَ ۔

جس دن ہم ان سب کو اٹھائیں گے پھر فرشتوں سے کہیں گے : کیا یہ لوگ تمھیں پوجا کرتے تھے ؟ وہ جواب دیں گے : تو پاک ہے اور تو ہی ہمارا والی ہے یہ نہیں ہیں بلکہ یہ تو جنوں کو پوجا کرتے تھے ان میں سے اکثر لوگ ان پر ایمان رکھتے تھے

اور اللہ تعالی فرماتے ہیں :

وَيَوْمَ نَحْشُرُهُمْ وَمَا يَعْبُدُونَ مِنْ دُونِ اللّٰهِ فَنَقُولُ : أَأَنْتُمْ أَضْلَلْتُمْ عِبَادِي هٰؤُلَاءِ أَمْ هُمْ ضَلُّوا السَّبِيلَ ؟ قَالُوا : سُبْحَانَكَ مَا كَانَ يَنْبَغِي لَنَا أَنْ نَتَّخِذَ مِنْ دُونِكَ مِنْ أَوْلِيَاءَ وَلٰكِنْ مَتَّعْتَهُمْ وَآبَاءَهُمْ حَتّٰى نَسُوا الذِّكْرَ وَكَانُوا قَوْماً بُوراً فَقَدْ كَذَّبُوكُمْ بِمَا تَقُولُونَ فَمَا تَسْتَطِيعُونَ صَرْفاً وَلَا نَصْراً وَمَنْ يَظْلِمْ مِنْكُمْ نُذِقْهُ عَذَاباً كَبِيراً ۔

جس دن ہم انھیں اور ان کے خداؤں کو اکٹھا کریں گے جن کی اللہ کے سوا یہ پوجا کیا کرتے تھے ، پھر پوچھیں گے : کیا تم نے میرے ان بندوں کو گمراہ کیا یا یہ خود راستے سے بھٹک گئے تھے ۔ وہ جواب دیں گے : تو پاک ہے ہمارے لیے مناسب نہ تھا کہ

Marfat.com

تمہارے سوا کسی اور کو اپنا ولی بناتے۔ لیکن تو نے انھیں اور ان کے آبا کو ساز و سامان دیا یہاں تک کہ یہ نصیحت کی بات کو بھول گئے اور تباہ ہو گئے۔ انھوں نے تمھاری بات کی تکذیب کی ، اب تم نہ تو ان کو اس سے ہٹا سکتے ہو اور نہ ان کی مدد کر سکتے ہو ، تم میں سے جو کوئی بھی شرک کرے گا ہم اسے بہت بڑا عذاب دیں گے

مفسرین نے ان آیتوں سے بحث کی ہے مگر یہاں اس امر کی کوئی گنجائش نہیں ہے جو کوئی ان کا مطالعہ کرنا چاہے اسے کتب تفسیر کی طرف رجوع کرنا چاہیے۔

ان میں سے ایک صنف جنوں کی پوجا کرتی تھی

اور یہ بادیہ نشینوں کی قلیل سی جماعت تھی ، اللہ تعالیٰ نے ان کا ذکر اس آیت میں کیا ہے :

وَأَنَّهُ كَانَ رِجَالٌ مِنَ الْإِنْسِ يَعُوذُونَ بِرِجَالٍ مِنَ الْجِنِّ فَزَادُوهُمْ رَهَقًا :

انسانوں میں سے کچھ لوگ جنوں کے مردوں کی پناہ لیا کرتے تھے جس سے ان کی سرکشی اور بڑھ گئی

یعنی ان کا تکبر ان کی سرکشی اور گمراہی۔ کہ انھوں نے انھیں گمراہ کیا اور انھوں نے ان سے پناہ کی درخواست کی کیونکہ جب کوئی شخص کسی ویرانے میں ہوتا تو کہتا : میں اس وادی کے سردار کے پاس اس کی قوم کے بیوقوفوں کے شر سے پناہ لیتا ہوں۔

اور اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں :

بَلْ كَانُوا يَعْبُدُونَ الْجِنَّ أَكْثَرُهُمْ بِهِمْ مُؤْمِنُونَ

بلکہ یہ لوگ جنّوں کی پوجا کیا کرتے تھے اور ان میں سے اکثر لوگ ان پر ایمان رکھتے تھے

Marfat.com

اور اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں :

أَلَمْ أَعْهَدْ إِلَيْكُمْ يَا بَنِي آدَمَ أَنْ لَا تَعْبُدُوا الشَّيْطَانَ إِنَّهُ لَكُمْ عَدُوٌّ مُبِينٌ وَأَنِ اعْبُدُونِي هَذَا صِرَاطٌ مُسْتَقِيمٌ

اے بنی آدم کیا میں نے تم سے یہ عہد نہ لیا تھا کہ تم شیطان کی پوجا نہ کرنا ۔ وہ تمہارا کھلم کھلا دشمن ہے اور یہ کہ تم میری عبادت کرنا یہی سیدھا راستہ ہے

اور فرمایا :

وَيَوْمَ يَحْشُرُهُمْ جَمِيعًا يَا مَعْشَرَ الْجِنِّ قَدِ اسْتَكْثَرْتُمْ مِنَ الْإِنْسِ وَقَالَ أَوْلِيَاؤُهُمْ مِنَ الْإِنْسِ رَبَّنَا اسْتَمْتَعَ بَعْضُنَا بِبَعْضٍ وَبَلَغْنَا أَجَلَنَا الَّذِي أَجَّلْتَ لَنَا قَالَ النَّارُ مَثْوَاكُمْ خَالِدِينَ فِيهَا إِلَّا مَا شَاءَ اللَّهُ إِنَّ رَبَّكَ حَكِيمٌ عَلِيمٌ ۔

جس روز اللہ ان سب کو جمع کرے گا اور کہے گا اے جنّو ! تم نے تو بہت سے انسانوں کو گمراہ کیا ۔ ان کے ان دوستوں نے جو انسانوں میں سے تھے کہا : اے ہمارے رب ہم نے ایک دوسرے سے فائدہ اٹھایا اور ہم اس مدت کو پہنچ گئے جو تو نے ہمارے لیے مقرر کر رکھی تھی ۔ اللہ نے فرمایا : تمہارا ٹھکانا دوزخ ہے تم اس میں ہمیشہ رہو گے البتہ اگر اللہ چاہے (تو تمھیں نکال بھی سکتا ہے) بیشک تیرا رب حکیم و علیم ہے ۔

یعنی تم نے انھیں خوب بھکایا اور گمراہ کیا ۔ ابن عباس ، مجاہد ، حسن وغیرہ فرماتے ہیں : (اس کے معنی ہیں) تم نے ان کے بہت سے [۲ : ۲۳۳] آدمیوں کو گمراہ کیا ۔ اس پر انسانوں میں سے جو لوگ ان کے دوست تھے اللہ تعالیٰ کو جواب دیں گے :

رَبَّنَا اسْتَمْتَعَ بَعْضُنَا بِبَعْضٍ

خدایا ! ہم نے ایک دوسرے سے فائدہ اٹھایا

Marfat.com

ان کی مراد یہ ہے کہ ہر دو نوع نے ایک دوسرے سے فائدہ اٹھایا ۔ چنانچہ جنّوں کا انسانوں سے فائدہ اٹھانا یہ ہے کہ انھوں نے جس کفر ، بدکاری اور نافرمانی کا انھیں حکم دیا انسانوں نے مانا کیونکہ انسانوں سے جنّوں کی اکثر و بیشتر غرض یہی ہوتی ہے لٰہذا جب انسانوں نے ان امور میں اطاعت کی تو انھوں نے ان کی آرزو پوری کر دی ۔ رہا انسانوں کا جنّوں سے فائدہ اٹھانا تو وہ یہ ہے کہ جنّوں نے اللہ کی نافرمانی کرنے اور اس کے ساتھ شریک بنانے میں انسانوں کی ہر اس طریقے سے مدد کی جو ان کی قدرت میں تھا مثلاً ان کے امور کو خوبصورت اور مزیّن کر کے پیش کرنا ، ان کو دعوت دینا اور ان کی بہت سی حاجات کو پورا کرنا اور ان کا جادو اور ٹونے کو کام میں لانا وغیرہ ۔ انسانوں نے جنّوں کی ان امور میں اطاعت کی جن سے وہ خوش ہوں مثلاً شرک ، فاحشات اور بدکاری اور جنوں نے انسانوں کی اطاعت ان امور میں کی جن سے وہ خوش ہوں مثلاً تاثیرات (سحر) اور کسی قدر غیب کی باتیں بتانا ، اس طرح ہر فریق نے دوسرے سے فائدہ اٹھایا ۔

کتاب " آکام المرجان فی احکام الجان " میں منقول ہے : ہمیں امام احمد نے حدیث سنائی وہ فرماتے ہیں کہ ہم سے محمد بن جعفر نے بیان کیا وہ فرماتے ہیں کہ شعبہ نے اعمش سے ، اعمش نے ابراہیم سے اور ابراہیم نے ابی معمر سے ۔ ابو معمر کہتے ہیں کہ عبداللہ بن مسعود نے فرمایا : انسانوں میں سے کچھ لوگ جنّوں میں سے کچھ لوگوں کی عبادت کیا کرتے تھے ۔ جنّوں کی یہ جماعت مسلمان ہو گئی مگر ان انسانوں نے ان کی عبادت کرنا نہ چھوڑا اس پر اللہ نے یہ آیت نازل فرمائی ۔

أُولٰئِكَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ يَبْتَغُوْنَ إِلَىٰ رَبِّهِمُ الْوَسِيْلَةَ أَيُّهُمْ أَقْرَبُ وَيَرْجُوْنَ رَحْمَتَهُ وَيَخَافُوْنَ عَذَابَهُ إِنَّ عَذَابَ رَبِّكَ كَانَ مَحْذُوْرًا ۔

یہی وہ لوگ ہیں جو پکارتے ہیں اور اپنے رب تک پہنچنے کا ذریعہ

چاہتے ہیں کہ کون زیادہ قریب ہے ؟ اور اللہ کی رحمت کی امید رکھتے ہیں اور اس کے عذاب سے ڈرتے ہیں بیشک تیرے رب کا عذاب ایسا ہے کہ اس سے بچنے کی کوشش کی جاتی ہے ۔

ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی ایک روایت میں ہے ، وہ فرماتے ہیں : یہ آیت عربوں میں سے کچھ لوگوں کے بارے میں نازل ہوئی جو ایسے جنّوں کی ایک جماعت کی عبادت کیا کرتے تھے - پھر جن" تو مسلمان ہو گئے اور انسان اس بات کو نہ جانتے ہوئے انھی کی عبادت میں لگے رہے ۔

ان میں سے ایک قسم نے آگ کو پوجا

ایسے لوگ عربوں میں متفرق تھے - یوں معلوم ہوتا ہے کہ یہ مذہب ایرانیوں اور مجوسیوں کے ذریعے ان میں سرایت کر گیا تھا ۔ بعض کہتے ہیں کہ آگ کی پرستش دنیا میں قابیل کے عہد سے چلی آ رہی ہے جیسا کہ ابو جعفر بن جریر نے ذکر کیا ہے کہ جب قابیل نے ہابیل کو قتل کر ڈالا اور اپنے باپ آدم سے بھاگا تو ابلیس نے اس کے پاس آ کر کہا : ہابیل کی قربانی اس لیے قبول کی گئی ہے اور آگ نے اسے اس لیے کھا لیا ہے کہ وہ آگ کی خدمت اور پوجا کیا کرتا تھا لٰہذا تو بھی آتشکدہ قائم کر دے جو تمھارے اور تمھاری اولاد کے لیے ہو ۔ اس پر اس نے ایک آتشکدہ بنا دیا لٰہذا قابیل پہلا شخص ہے جس نے آتشکدہ بنایا اور اس کی عبادت کی ۔ پھر یہ مذہب مجوسیوں میں سرایت کر گیا اور انھوں نے آگ کے لیے بہت سے گھر بنائے اور اس کے لیے وقف ، محافظ اور دربان مقرر کیے ۔ وہ اسے ایک لحظہ [۲ : ۲۳۴] کے لیے بھی بجھنے نہ دیتے تھے چنانچہ فریدوں نے ایک آتشکدہ ، طوس میں تعمیر کر دیا اور ایک بخارا میں ۔ بہمن نے سجستان میں ایک آتشکدہ تعمیر کیا ، ابو قتادہ نے ایک آتشکدہ بخارا کی جانب تعمیر کیا اور اسی طرح دیگر بہت سے آتشکدے تعمیر کیے گئے ۔

آتش پرست آتش کو مٹی سے افضل سمجھتے ہیں اور اس کی تعظیم

Marfat.com

کرتے ہیں اور ابلیس کی رائے کو صحیح قرار دیتے ہیں - بشار بن برد کے متعلق کہا جاتا ہے کہ وہ اس مذہب کا قائل تھا کیونکہ اس نے ایک قصیدے میں یہ شعر کہا تھا :

اَلاَرْضُ سَافِلَۃٌ سَوْدَاءُ مُظْلِمَۃٌ
وَالنَّارُ مَعْبُوْدَۃٌ مُذْ کَانَتِ النَّارُ

زمین نیچے کو جانے والی سیاہ اور تاریک ہے اور آگ کی پوجا تو اس زمانے سے ہوتی چلی آئی ہے جب سے آگ موجود ہے -

ان لوگوں کا کہنا ہے کہ آگ کی برکات تمام عناصر کی برکات کے مقابلے میں زیادہ وسیع ہیں - اس کا جسم سب سے بڑا ہے ، اس کی منزلت زیادہ وسیع ہے ، اس کا جوہر زیادہ شرف والا ہے اور جسم زیادہ لطیف ہے - دنیا میں ہر چیز کا وجود اسی کی بدولت ہے اور اس کے امتزاج کے بغیر نہ نشو و نما ہو سکتا ہے اور نہ کوئی چیز وجود میں آ سکتی یا ظہور پزیر ہو سکتی ہے -

اس کی عبادت کا طریقہ یوں ہے کہ یہ لوگ اس کے لیے ایک مربع گڑھا زمین میں کھودتے ہیں اور اس کے گرد چکر لگاتے ہیں - آتش پرستوں کی کئی قسمیں ہیں چنانچہ ان میں سے ایک فرقہ وہ ہے جو آگ میں کسی نفس کے ڈالنے اور آگ سے بدن کے جلنے کو حرام قرار دیتا ہے بیشتر مجوسی اسی عقیدے کے پیرو ہیں -

آتش پرستوں کا ایک اور فرقہ ہے جو اس کی پوجا کرنے میں اس حد تک چلے گئے ہیں کہ وہ اپنے آپ کو اور اپنی اولاد کو آگ پر قربان کر دیتے ہیں - اس عقیدے پر ہندوستان کے اکثر بادشاہ اور اس کے پیچھے چلنے والے لوگ ہیں - اپنی جان کی قربانی دینے اور آگ میں اپنے آپ کو ڈالنے کا ایک طریقہ مشہور و معروف ہے ، چنانچہ جو شخص اپنی جان یا اولاد یا اپنی بیوی کے ساتھ ایسا کرنا چاہتا ہے وہ پہلے اسے خوب اچھی طرح مُزَیّن کرتا ہے ، اسے بہترین لباس اور عمدہ ترین زیور پہناتا ہے ، بہترین سواری کے جانور پر سوار ہوتا ہے ، اس کے گرد باجے ، ڈھول اور بگل ہوتے ہیں اور پھر اسے آگ کی طرف اس شان و

Marfat.com

شوکت سے لے جایا جاتا ہے کہ شادی کی رات بھی اس شان و شوکت سے نہ لے جایا گیا ہوگا - یہاں تک کہ جب وہ آگ کے سامنے آ جاتا اور کھڑا ہو جاتا اور یہ شعلے بلند کر رہی ہوتی تو وہ اپنے آپ کو اس میں ڈال دیتا ہے اور جو لوگ اس وقت موجود ہوتے ہیں بیک آواز چلاتے اور اس کے لیے دعا کرتے ہیں - اس کے اس فعل پر انہیں رشک آتا ہے ، تھوڑی دیر کے بعد شیطان اس شخص کی صورت ہیئت ، اور شکل اختیار کر کے آتا اور اس کی کوئی بات اوپری نہ ہوتی ، پھر شیطان جو حکم چاہتا دیتا اور انہیں اس مذہب پر قائم رہنے کی نصیحت کرتا اور کہتا کہ وہ تو جنت ، باغات اور نہروں میں چلا گیا ہے - اسے آگ لگنے سے کوئی تکلیف نہیں پہنچی ، لہٰذا انہیں اس سے خوف نہ کھانا چاہیے اور نہ انہیں آئندہ ایسا کرنے سے باز رہنا چاہیے -

آتش پرستوں میں سے بعض لوگ زاہد اور عابد ہیں جو آگ کے گرد روزہ رکھ کر بیٹھتے اور چلے کاٹتے ہیں - ان کا طریقہ یہ ہے کہ لوگوں کو اچھے اخلاق مثلاً صدق ، وفا ، امانتداری ، پارسائی ، عفّت اور عدل کی ترغیب دیتے ہیں اور ان کے برعکس جو برائیاں ہیں ان کے ترک کر دینے کا حکم دیتے ہیں - آگ کی پرستش کرنے میں ان کا اپنا طرز ہے ، احکام ہیں اور وضع خاص ہے ، جن کی ادائی میں وہ کوتاہی نہیں کرتے -

عقلوں کی نادرہ کاریوں اور باہمی تناقض کی ایک مثال یہ ہے کہ ایک اور گروہ ہے جو اللہ کو چھوڑ کر پانی کی پوجا کرتا ہے ، انہیں ”حلبانیہ“ کہا جاتا ہے - ان کے خیال میں پانی ہر چیز کی اصل ہے اور اسی سے ہر چیز کی ولادت ، نشو و نما ، پاکیزگی اور آبادانی ہے نیز یہ کہ دنیا کے ہر کام میں پانی کی ضرورت رہتی ہے - اس کی عبادت کرنے کا ان کے یہاں یہ طریقہ مروج ہے کہ جب کوئی پانی کی پوجا کرنا چاہتا ہے تو کپڑے اتار کر سر ڈھانپ لیتا ہے پھر پانی میں داخل ہوتا ہے یہاں تک کہ پانی اس کی کمر تک آ جاتا ہے پھر ایک گھنٹہ یا دو گھنٹے یا اس سے زیادہ جس قدر کہ وہ کر سکتا ہے اس پانی میں رہتا ہے اور اپنے ساتھ جس قدر خوشبودار پھول لے جا سکتا ہے لے لیتا ہے

Marfat.com

اور ان کو ریزہ ریزہ کر کے تھوڑا تھوڑا پانی ہیں ڈالتا جاتا ہے اور پانی کی تسبیح و تمجید کرتا جاتا ہے - پھر جب واپس آنا چاہتا ہے تو اپنے ہاتھ سے پانی کو ہلاتا ہے ، پھر تھوڑا سا پانی لے کر اپنے سر اور جسم پر ڈالتا ہے ، ازاں بعد سجدہ کرتا ہے اور واپس چلا آتا ہے -

ابن قتیبہ کتاب المعارف میں کہتا ہے : مجوسیت (کا رواج) بنی تمیم میں تھا - زرارہ بن عُدُس التمیمی اور اس کا بیٹا حاجب بن زرارہ انھی میں سے تھا - اس نے اپنی بیٹی سے شادی کر لی تھی مگر بعد میں نادم ہؤا - انھی میں سے اقرع بن حابس تھا ، وہ بھی مجوسی تھا - وکیع بن حسان کا دادا ابوالاسود[1] بھی مجوسی تھا - ابن قتیبہ کا بیان ختم ہؤا -

ابن قتیبہ نے یہ بات جو بیان کی ہے کہ حاجب بن زرارہ نے اپنی بیٹی سے شادی کرلی تھی تو عربوں میں یہ رسم نہ تھی ، ان کا یہ مذہب بھی نہ تھا - حاجب میں یہ بری بات مجوسیوں کے ذریعے سرایت کر گئی تھی اور باوجود اس کے کہ عربوں کے یہاں ، مختلف مذہب اور مختلف مشرب تھے پھر بھی وہ محرمات کے ساتھ شادی کرنے سے اجتناب کرتے تھے - جو کچھ ابن قتیبہ نے بیان کیا ہے اس کا ذکر دوسروں نے بھی کیا ہے -

امام ماوردی " اعلام النبوۃ " میں کہتا ہے : بیان کیا جاتا ہے کہ حاجب بن زرارہ نے جو بنی تمیم کا سردار تھا اپنی بیٹی[2] سے شادی

---

۱ - المعارف میں ابو سود لکھا ہے -

۲ - یہ واقعہ اور اشعار بلوغ الارب : ۲ : ۵۲ پر پہلے گزر چکے ہیں : بہجہ اثری نے اس مقام پر لکھا ہے کہ زمخشری نے اساس میں ، زبیدی نے تاج میں اور اصفہانی نے اغانی میں ان دونوں شعروں کو لقیط بن زرارہ کی طرف منسوب کیا ہے - اصفہانی کہتا ہے : دختنوس لقیط بن زرارہ کی بیٹی تھی - پہلے یہ عمرو بن عُدُس کی بیوی تھی - تاج العروس (۴ : ۱۴۷) میں ہے : دَخْتَنُوس بروزن عَضْرَفُوط ، لقیط بن زرارہ کی بیٹی یہ لفظ معرّب ہے دراصل یہ دختر نوش یعنی شیریں بیٹی ہے اس نے یہ نام کسریٰ کی بیٹی کے نام پر رکھا تھا -

Marfat.com

کرلی تھی اور اس سے اولاد بھی ہوئی تھی ۔ اس نے اس کا نام کسریٰ کی بیٹی کے نام پر " دختنوس " رکھا تھا ، شادی کرتے وقت اس نے یہ رجز بھی کہا تھا :

یَا لَیْتَ شِعْرِی عَنْکِ دُخْتَنُوسُ
إِذَا أَتَاهَا الْخَبَرُ الْمَرْمُوسُ

اے دختنوس کاش مجھے معلوم ہو جب اسے یہ پوشیدہ خبر ملے گی

أَتَسْحَبُ الذَّیْلَیْنِ أَمْ تَمِیسُ
لَا بَلْ تَمِیسُ إِنَّهَا عَرُوسُ

کیا وہ دامن گھسیٹ کر چلے گی یا مٹک کر چلے گی نہیں بلکہ مٹک کر چلے گی کیونکہ وہ تو دلہن ہے

[۲ : ۲۳۶] قریش کے یہاں یہ بات فاحشات میں سے سمجھی جاتی تھی ۔ ماوردی کا بیان ختم ہؤا ۔

زرارہ ، اس کے بیٹے اور اقرع بن حابس اور ابوالاسود کا حال ابوالفرج الاصفہانی کی کتاب الاغانی اور کتاب لب لباب[۱] لسان العرب میں موجود ہے ، اقرع بن حابس صحابہ میں سے تھے ۔ ابن حجر الاصابہ میں کہتے ہیں : یہ اقرع بن حابس بن عقال بن محمد بن سفیان التمیمی المجاشعی الدارمی ہیں ۔ ابن اسحٰق کہتے ہیں ۔ یہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئے اور فتح مکہ ، حُنَیْن اور طائف میں شرکت کی ، مؤلفۃ القلوب میں سے تھے ، ان کا اسلام اچھے پایے کا تھا ۔

الزبیر " نسب " میں کہتا ہے : اقرع جاہلیت میں عربوں کے منصف تھے ۔ انھی کے بارے میں جریر کہتا ہے بعض کہتے ہیں کہ کسی اور نے کہا ہے (موقع یہ ہے کہ) ان کے پاس فرافصہ اور خالد بن ارطاۃ مفاخرت کا مقدمہ فیصلہ کرانے کے لیے آئے تھے ۔

---

۱ ۔ لب لباب لسان العرب سے مراد خزانۃ الادب للبغدادی ہے ۔ آلوسی نے کہیں بھی وضاحت سے اس کتاب کا نام نہیں لکھا ۔

Marfat.com

یَا اَقْرَعَ بْنَ حَابِسٍ یَا اقْرَعُ
اِنَّکَ اِنْ یُصْرَعْ اَخُوكَ تُصْرَعُ

اے اقرع بن حابس ، اے اقرع اگر تمھارا بھائی پچھاڑ دیا گیا تو تجھے بھی پچھاڑ دیا جائے گا

[۲ : ۲۳۷] ابن دُرَید کہتا ہے: اقرع بن حابس کا اصلی نام فراس تھا ، انھیں سر سے گنجا ہونے کی وجہ سے اقرع کہا گیا ، یہ عہد جاہلیت میں بھی اور عہد اسلام میں بھی شرفا میں شمار ہوتے تھے۔ ابن شاہین نے روایت کی ہے کہ جب عُیَینَہ بن حصن نے بنی العنبر کو قتل کیا تو ان کا وفد آیا۔ پھر سارا قصہ بیان کیا ہے۔ اس قصے میں ہے کہ اقرع بن حابس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے قیدی عورتوں کے بارے میں گفتگو کی ، ظاہر ہے کہ اقرع قیدی عورتوں کے آنے سے پہلے ہی مدینے میں موجود تھے ، اسی قصے کا ذکر کرتے ہوئے اور اپنے چچا اقرع بن حابس پر فخر کرتے ہوئے فرزدق کہتا ہے:

وَعِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰہِ قَامَ ”ابنُ حَابِسٍ“
بِخُطَّۃِ اَسْوَارٍ اِلَی الْمَجْدِ حَازِمٍ

اور ابن حابس نے رسول اللہ کے پاس کھڑے ہو کر بزرگی کی طرف جانے والے دانشمند انسان کا کارنامہ کیا

لَہٗ اَطْلَقَ الاَسْرَی الَّتِیْ فِیْ قُیُوْدِھَا
مُغَلَّلَۃٌ اَعْنَاقُھَا فِی الشَّکَائِمِ

ان قیدیوں کو جو بیڑیوں میں جکڑے ہوئے تھے اس کی خاطر رہا کر دیا گیا۔ ان کی گردنیں لوہے کی لگاموں کے طوق میں کسی تھیں

عربوں کی ایک قسم سورج پرست تھی

اور یہ حِمْیَری عرب تھے جو یہودی ہونے سے پہلے سورج پرست تھے۔ انھی میں سے بلقیس کی قوم بھی تھی ، وہی بلقیس جس کا قصہ

Marfat.com

حضرت سلیمان علیہ السلام کے ضمن میں مشہور ہے - اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں اس امر کا یوں ذکر کیا ہے :

وَتَفَقَّدَ الطَّيْرَ فَقَالَ مَا لِيَ لَا أَرَى الْهُدْهُدَ أَمْ كَانَ مِنَ الْغَائِبِينَ لَأُعَذِّبَنَّهُ عَذَابًا شَدِيدًا أَوْ لَأَذْبَحَنَّهُ أَوْ لَيَأْتِيَنِّي بِسُلْطَانٍ مُبِينٍ فَمَكَثَ غَيْرَ بَعِيدٍ فَقَالَ أَحَطْتُ بِمَا لَمْ تُحِطْ بِهِ وَجِئْتُكَ مِنْ سَبَإٍ بِنَبَإٍ يَقِينٍ

انھوں نے پرندوں کو ڈھونڈا اور فرمایا : کیا بات ہے کہ ہدہد نظر نہیں آ رہا ، کیا وہ غائب ہے؟ میں اسے سخت سزا دوں گا یا اسے ذبح کر دوں گا یا پھر اسے واضح دلیل پیش کرنی چاہیے - تھوڑی دیر کے بعد (وہ آ گیا) اور کہنے لگا میں نے وہ بات معلوم کی ہے جس کا آپ کو علم نہیں ہے اور میں قوم سبا کے متعلق ایک پکی خبر لایا ہوں

روایت ہے کہ جب سلیمان علیہ السلام نے بیت المقدس کی تعمیر مکمل کر لی تو حج کی تیاری کی اور حرم میں آئے - انھوں نے جتنی مدت چاہا وہاں قیام کیا پھر یمن کی طرف روانہ ہو گئے ، مکے سے صبح کے وقت نکلے اور ظہر کے وقت صنعا پہنچ گئے ، وہاں کے علاقے کی صفائی انھیں بھلی معلوم ہوئی تو وہاں قیام کر لیا - اس کے بعد انھیں پانی نہ ملا - ہُدہُد ان کا پیشرو ہؤا کرتا تھا اس لیے کہ یہ پانی کو خوب دریافت کر لیتا ہے - اسی لیے آپ نے اسے ڈھنڈوایا مگر یہ نہ ملا - پھر جب سلیمان علیہ السلام یہاں اترے تو اس نے آسمان پر ایک چکر لگایا اور ایک ہدہد کو نیچے بیٹھتے دیکھا - یہ ہد ہد بھی نیچے اتر کر اس کے پاس چلا گیا دونوں نے ایک دوسرے سے احوال بیان کیے ، اب سلیمان علیہ السلام کا ہدہد اس دوسرے ہدہد کے ساتھ وہ تمام چیزیں دیکھنے کے لیے گیا جو اس نے بیان کی تھیں ، پھر عصر کے بعد لوٹ کر آ گیا - تمام قصہ بیان کر دیا - شاید اللہ تعالیٰ کی قدرت کے عجائبات میں اور ان امور میں جن کے ساتھ اللہ نے اپنے خاص بندوں کو مخصوص کر رکھا ہے ایسی چیزیں

Marfat.com

ہوں گی جو اس سے بھی بڑی ہوں گی جو انہیں جانتا ہوگا وہ تو انہیں بڑی سمجھ لے گا اور جو نہ جانتا ہوگا وہ ان کے متعلق دریافت کرے گا : إِنِّيْ وَجَدْتُّ امْرَأَةً تَمْلِكُهُمْ (میں نے ایک عورت کو ان پر حکمران پایا ہے) اس کی مراد بلقیس بنت شراحیل بن مالک بن ریان سے ہے : وَ أُوْتِيَتْ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ وَلَهَا عَرْشٌ عَظِيْمٌ [۲ : ۲۳۸] (اسے اللہ نے ہر چیز دے رکھی ہے اور اس کا تخت بڑا ہے) ۔ کہا جاتا ہے کہ یہ تخت تیس ہاتھ عرض میں تھا اور تیس ہاتھ ہی اونچا تھا یا اسّی در اسّی تھا ۔ یہ سونے اور چاندی کا بنا ہؤا تھا جس میں جواہر جڑے ہوئے تھے ۔

وَجَدْتُّهَا وَقَوْمَهَا يَسْجُدُوْنَ لِلشَّمْسِ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَزَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطَانُ أَعْمَالَهُمْ فَصَدَّهُمْ عَنِ السَّبِيْلِ فَهُمْ لَا يَهْتَدُوْنَ أَلَّا يَسْجُدُوْا لِلّٰهِ الَّذِيْ يُخْرِجُ الْخَبْءَ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ وَيَعْلَمُ مَا يُخْفُوْنَ وَمَا يُعْلِنُوْنَ اللّٰهُ لَا إِلٰهَ إِلَّا هُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ قَالَ سَنَنْظُرُ أَصَدَقْتَ أَمْ كُنْتَ مِنَ الْكَاذِبِيْنَ اِذْهَبْ بِكِتَابِيْ هٰذَا فَأَلْقِهْ إِلَيْهِمْ ثُمَّ تَوَلَّ عَنْهُمْ فَانْظُرْ مَاذَا يَرْجِعُوْنَ قَالَتْ يَا أَيُّهَا الْمَلَأُ إِنِّيْ أُلْقِيَ إِلَيَّ كِتَابٌ كَرِيْمٌ إِنَّهُ مِنْ سُلَيْمَانَ وَإِنَّهُ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ أَلَّا تَعْلُوْا عَلَيَّ وَأْتُوْنِيْ مُسْلِمِيْنَ قَالَتْ يَا أَيُّهَا الْمَلَأُ أَفْتُوْنِيْ فِيْ أَمْرِيْ مَا كُنْتُ قَاطِعَةً أَمْرًا حَتّٰى تَشْهَدُوْنِ قَالُوْا نَحْنُ أُولُوْا قُوَّةٍ وَأُولُوْا بَأْسٍ شَدِيْدٍ وَالْأَمْرُ إِلَيْكِ فَانْظُرِيْ مَاذَا تَأْمُرِيْنَ

میں نے اسے اور اس کی قوم کو اللہ کو چھوڑ کر سورج کو سجدہ کرتے پایا ہے اور شیطان نے ان کے اعمال کو ان کے لیے مزین کر رکھا ہے اور اس نے انہیں صحیح راہ سے ہٹا رکھا ہے یہی وجہ ہے کہ وہ

Marfat.com

صحیح راہ نہیں پا سکتے ۔ تاکہ یہ اس خدا کو سجدہ نہ کریں جو آسمانوں اور زمینوں کی پوشیدہ چیزیں نکالتا ہے اور وہ ان تمام امور کو بھی جانتا ہے جنھیں وہ چھپاتے ہیں اور جنھیں اعلانیہ کرتے ہیں ۔ اللہ وہ ہے جس کے سوا کوئی اور معبود نہیں ہے اور وہ عرش عظیم کا مالک ہے ۔ (سلیمان نے) کہا : ہم ابھی دیکھتے ہیں کہ تو سچ کہہ رہا ہے یا جھوٹ ۔ میری یہ چٹھی لے جا اور انھیں دے کر ایک طرف ہٹ جا اور دیکھ کہ وہ کیا جواب دیتے ہیں ۔ کہنے لگی : اے اشراف قوم ! میرے پاس ایک باعزت و با وقار چٹھی آئی ہے اور اس کی ابتدا خدائے رحمٰن اور رحیم کے نام سے ہے (اور اس میں لکھا ہے کہ) تم سرکشی نہ کرو اور مُطیع ہو کر چلے آؤ ۔ اس نے کہا : اے اشراف قوم ! اس معاملے میں تم مجھے واضح فیصلہ دو ۔ میں تمھاری موجودگی کے بغیر کوئی بات طے نہیں کرنے کی ۔ انھوں نے جواب دیا : ہم طاقتور ہیں اور بہت بہادر ہیں ۔ معاملہ تمھارے اختیار میں ہے اب غور کر لو (کہ تم ہمیں کیا حکم دیتی ہو)

ان تمام آیات کے اختتام تک جو اس قصے میں وارد ہوئی ہیں ۔ انجام کار وہ ایمان لے آئی جیسا کہ اس آیت سے پتا چلتا ہے : وَصَدَّهَا مَا كَانَتْ تَعْبُدُ مِنْ دُوْنِ اللهِ (اسے ایمان لانے سے ان چیزوں نے روک رکھا تھا جن کی وہ اللہ کو چھوڑ کر عبادت کیا کرتی تھی) یعنی یہ کہ اسے اسلام کی طرف آنے سے سورج کی پرستش (کے ذوق) نے روک رکھا تھا ۔ إِنَّهَا كَانَتْ مِنْ قَوْمٍ كَافِرِيْنَ قِيْلَ لَهَا ادْخُلِي الصَّرْحَ فَلَمَّا رَأَتْهُ حَسِبَتْهُ لُجَّةً وَكَشَفَتْ عَنْ سَاقَيْهَا (یہ کافر لوگوں میں سے تھی ۔ اس سے محل میں داخل ہونے کو کہا گیا ۔ جب اس نے محل کو دیکھا تو اسے گہرا پانی خیال کرکے پنڈلیوں سے کپڑا اٹھا دیا) ۔ روایت ہے کہ بلقیس کے آنے سے پہلے سلیمان کے حکم سے ایک محل تعمیر کیا گیا ، اُس کا صحن سفید کانچ کا تھا ، اس کے نیچے پانی جاری کر دیا گیا اور اس میں سمندر کے جانور ڈال دیے گئے اور اس کے اوپر کے حصے میں تخت رکھ دیا گیا جس پر سلیمان علیہ السلام بیٹھ

Marfat.com

گئے - جب بلقیس نے اس محل کو دیکھا تو اسے ساکن پانی خیال کیا اسی لیے پنڈلی سے کپڑا اٹھا دیا - قَالَ اِنَّهٗ صَرْحٌ مُّمَرَّدٌ مِّنْ قَوَارِیْرَ قَالَتْ رَبِّ اِنِّیْ ظَلَمْتُ نَفْسِیْ وَاَسْلَمْتُ مَعَ سُلَیْمٰنَ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ (فرمایا : یہ تو ایک کانچ کا بلند محل ہے کہنے لگی : خدایا ! میں نے تو اپنے نفس پر ظلم کیا اورمیں سلیمان کے کے ساتھ اللہ رب العالمین کی اطاعت کرتی ہوں) -

اس میں اختلاف ہے کہ آیا سلیمان علیہ السلام نے اس سے شادی کر لی تھی یا ہمدان کے بادشاہ ذی تبع سے اس کی شادی کر دی تھی - جو کچھ تفسیر اور تاریخ کی کتابوں میں لکھا ہے یا سورج کی پرستش کرنے کا جو سبب ہم پہلے بیان کر چکے ہیں اور پھر سورج کی عبادت کے بارے میں سورج پرستوں کے جو خیالات تھے یا اس کی پرستش کا جو طریقہ تھا ان سب امور کے دہرانے کی کوئی ضرورت نہیں -

اور عربوں کی ایک قسم ستارہ پرست تھی

بنی تمیم کے کچھ لوگ اس عقیدے کے مالک تھے ، وہ ستاروں میں سے " دبران " کی پوجا کیا کرتے تھے ان کے باطل خیالات میں سے ایک خیال یہ ہے کہ جب دبران نے ثریا کو اس کا مہر دیا تو " عیّوق " نے اسے اس کام سے روکا ، ثریا میں تقریباً بیس چھوٹے چھوٹے ستارے ہیں ، دبران ہر وقت ان کے پیچھے لگا رہتا ہے اور رشتہ مانگتا رہتا ہے - یہی وجہ ہے کہ انھوں نے ان ستاروں کا نام " قلاص " رکھ چھوڑا ہے - اسی بنا پر شاعر نے یہ شعر کہا ہے :

اَمَّا ابْنُ طَوْقٍ فَقَدْ اَوْفٰی بِذِمَّتِہٖ
کَمَا وَفٰی " بِقِلَاصِ النَّجْمِ " حَادِیْھَا[1]

---

۱ - حادی (اونٹوں کو گا کر چلانے والا) سے مراد دبران ہے جیسا کہ ذوالرمہ کے اس شعر میں :

قِلَاصٌ حَدَاھَا رَاکِبٌ مُتَعَمِّمٌ
ھَجَائِنَ قَدْ کَادَتْ عَلَیْہِ تَفَرَّقُ

Marfat.com

ابن طوق نے اپنے عہد کو اسی طرح پورا کیا جس طرح " دبران "
نے " ثریا " سے اپنا وعدہ پورا کیا تھا

لخم ، خزاعہ ، اور قریش کے بعض قبائل " شِعریٰ العبور " کی پرستش کیا کرتے تھے ۔ یہ طریقہ ان کے لیے ابو کبشہ وجز بن غالب نے جاری کیا تھا ، ابو کبشہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ آمنہ کے والد وھب بن عبد مناف کا دادا تھا ۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے اور آپ نے قریش اور دیگر عرب قبائل کی بت پرستی کی مخالفت کی تو وہ آپ کو ابن ابی کبشہ کہنے لگ گئے اس لیے کہ آپ نے اسی طرح ان کی مخالفت کی تھی جس طرح ابو کبشہ نے شعریٰ کی پرستش کرکے ان کی مخالفت کی تھی ، اللہ تعالیٰ کے اس فرمان میں یہی مراد ہے :

وَأَنَّهُ رَبُّ الشِّعرىٰ

(اور شعریٰ کا رب بھی وہی ہے)

اللہ نے شعریٰ کا خاص طور پر اس لیے ذکر کیا ہے کہ جن لوگوں کا ہم نے ذکر کیا ہے وہ اسی کی پرستش کیا کرتے تھے ۔ شعریٰ کی تخصیص اس لیے بھی کی گئی ہے کہ انہیں یہ بتا دیا جائے کہ اگرچہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو کبشہ سے ان کی مخالفت کرنے میں موافقت کی ہے پھر بھی آپ نے شعریٰ کی پرستش کرنے کے معاملے میں ابو کبشہ کی بھی مخالفت کی ہے ۔

ستاروں میں ایک ستارہ شِعریٰ غمیصاء بھی ہے ۔ عَبُور ، جَوزاء کے ستاروں میں سے ہے جو پہلے درجے کے بڑے ستاروں میں شمار ہوتا ہے ۔ شکلیں بنانے والوں نے اس کی شکل سرطان میں کھینچی ہے ۔ اسے " کلب الجبار " بھی کہتے ہیں ۔ اس کا نام عبور کیونکر پڑا ؟ وہ اس طرح کہ لغت کے مصنفین نے عربوں کی من گھڑت کہانیوں اور خرافات میں ذکر کیا ہے کہ عبور اور غمیصاء اور سہیل ایک جگہ اکٹھے ہوا کرتے تھے ان ہر دو شعریٰ کو " سہیل کی دو بہنیں " کہا جاتا ہے ، پھر سہیل

Marfat.com

نیچے اتر گیا اور یمانی بن گیا - عبور اس کے پیچھے پیچھے گیا - اس نے کہکشاں کو عبور کر لیا ، غمیصاء اپنی جگہ پر رہا مگر سہیل کے فراق میں رو رو کر اس کی آنکھیں میلی ہو گئیں ، اور آنکھ میں میل کا آنا نقص اور کمزوری ہے - شعری عبور ، غمیصاء سے بہت زیادہ روشن ہے اور غمیصاء پھیلے ہوئے بازو کے ستاروں میں سے ہے - اس کے اور عبور کے درمیان کہکشاں ہے ، تصویر بنانے والے اسے کلب اکبر کی تصویر میں سے [۲ : ۲۴۰] شمار کرتے ہیں - یہ آسمان کو عرض میں طے کرتا ہے کوئی دوسرا ستارہ ایسا نہیں کرتا -

قبیلہ طے کے بعض لوگ " ثریا " کی پرستش کرتے تھے ، ثریا کئی ستاروں کا مجموعہ ہے - ربیعہ کے بعض قبائل مِرزَم [بروزن مِنبَر] کی پوجا کیا کرتے تھے اور یہ دونوں شعری ستاروں کے ساتھ ہی کے دو ستارے ہیں اور رزم کے معنی جمع کرنے کے ہیں اور محاورہ ہے رَزَمَ الشِتاءُ رَزْمَۃً (جب سردی بڑھ جائے) - نوء مِرزَم کا نام بھی اسی وجہ سے پڑا - کہا جاتا ہے کہ ان دونوں مرزم ستاروں میں سے ایک ستارہ شِعریٰ عبور کے پیچھے پیچھے آتا ہے - چنانچہ تصویر بنانے والے اسے " کف الکلب " نام دیتے ہیں - دوسرا ستارہ بہت ہی مخفی ہے اور یہ پھیلائے ہوئے بازو کے ستاروں میں سے ہے - رہے کنانہ تو وہ چاند کی پوجا کیا کرتے تھے -

ہم ان کے پوجا کرنے کے طریقوں کا ذکر کر چکے ہیں -

عربوں کی ایک قسم یہودی مذہب کی پیرو تھی

یہودیت قوم حِمیَر میں پائی جاتی تھی اگرچہ ان میں اکثریت مجوسیوں ، سورج پرستوں اور دیگر لوگوں کی تھی - اس کا سبب یہ تھا کہ " تُبّع اصغر " جب بادشاہ بنا [جس کا نام تُبّع حسان بن تُبّع بن کَلیکَرِب بن تُبّع آقرن ہے اور یہ آخری تُبّع تھا] تو لوگوں پر اس کا بڑا رعب تھا - اس نے اپنے بھانجے حارث بن عمرو بن حُجر الکندی کو جو امرؤ القیس شاعر کا دادا تھا قبیلہ معد کی طرف بھیجا اور ان کا اسے

Marfat.com

بادشاہ بنا دیا ، پھر شام کی طرف گیا جہاں غسانی حکمران تھے ۔ غسانیوں نے اس کی اطاعت قبول کر لی مگر عیسائیت میں داخل ہونے کے معاملے میں معذرت کر لی اور اس کے بھانجے حرث بن عمرو کے پاس چلے گئے جو اس وقت علاقہ ہجر کے مقام مشقّر میں تھا ۔ وہاں اس کے پاس کچھ اور لوگ بھی آئے جو یثرب سے ہو کر آئے تھے ۔ یہ وہ لوگ تھے جو عمرو بن عامر مزیقیاء کے ساتھ نکلے تھے اور انھوں نے یثرب میں یہودیوں کی مخالفت کی تھی ۔ انھوں نے یہودیوں کی شکایت کی اور ان کے برے پڑوسی ہونے کا ذکر کیا نیز یہ کہا کہ ہم جب ان کے یہاں اترے تھے تو جو شرائط ان سے طے پائیں تھیں انھوں نے ان کی خلاف ورزی کی ۔ ساتھ ہی انھوں نے (حرث کو) باہمی رشتہ داری کا واسطہ دیا ۔ اس پر حارث کو غصہ آ گیا وہ یثرب کی طرف[1] چل کھڑا ہوا اور اُحد پہاڑ کے دامن میں جا اترا ۔ یہودیوں کو بلایا اور ان کے تین سو پچاس آدمیوں کو بے آب و دانہ قید میں رکھا تاآنکہ وہ چل بسے ۔ پھر چاہا کہ یثرب کو تباہ کر دے ، یہ دیکھ کر ایک یہودی اٹھ کر اس کی طرف آیا جس کی اس وقت عمر دو سو پچاس سال تھی ۔ اس نے کہا : اے بادشاہ غصے میں آ کر لوگوں کو قتل نہ کرو اور لوگوں کی جھوٹی باتوں پر یقین نہ کرو کیونکہ تمھاری منزلت اس سے بالا و بلند ہے کہ تمھارا رعب تمھیں خفت میں لے آئے یا ضد میں آ کر تم جلد بازی کے مرتکب ہو ۔ تم اس [۲ : ۲۸۱] بستی کو تباہ نہ کر سکو گے ۔ بادشاہ نے کہا : یہ کیوں ؟ اس نے جواب دیا : کیونکہ یہ اسماعیل کی اولاد میں سے ہونے والے نبی کی ہجرت گاہ ہے اور وہ نبی اُس عظیم الشان عمارت کے پاس سے نکلے گا ۔ عظیم الشان عمارت سے اس کی مراد بیت الحرام سے تھی ۔ اس پر تُبّع اپنے ارادے سے باز آ گیا اور مکے کی نیت سے روانہ ہو پڑا ، اس کے ساتھ یہ یہودی اور یہودیوں کا ایک اور عالم بھی تھا ، یہ دونوں حبر تھے ۔

---

۱ - بلوغ الارب میں فسار الیہ یثرب چھپا ہے اسے فسار الی یثرب پڑھیں ۔

Marfat.com

بہر حال تبع مکے آیا ، کعبے پر غلاف چڑھایا اور لوگوں کو کھانا کھلایا ۔
اسی کا یہ شعر ہے :

فَكَسَوْنَا الْبَيْتَ الَّذِیْ حَرَّمَ
اللهُ مُلَاءً مُعَظَّمًا¹ وَبُرُوْدًا

ہم نے اس گھر پر جسے اللہ نے قابل تعظیم قرار دیا ہے منقش دو تہی چادریں اور دھاری دار چادریں چڑھائیں

بعض لوگ کہتے ہیں کہ یہ شعر تُبّع اوسط کا ہے ۔

اس کے بعد وہ یمن واپس چلا آیا اور یہ دونوں یہودی اس کے ساتھ تھے ، اس نے انھی کا دین اختیار کر لیا تھا اور وہ موسیٰ علیہ السلام پر اور جو کچھ تورات میں اترا تھا اس پر ایمان لے آیا ۔ جب اہل یمن کو اس امر کی اطلاع ہوئی تو انھوں نے اس سے اختلاف کیا اور اس کے دین کے ضمن میں اس کی اطاعت کرنے سے انکار کر دیا ۔ اس نے انھیں آگ سے فیصلہ کرانے کی دعوت دی ، اس طرح کہ یہ دونوں یہودی عالم (حبر) اور اہل یمن میں سے کچھ لوگ آگ میں داخل ہوئے ، آگ نے ان لوگوں کو تو جلا دیا مگر یہ دونوں یہودی عالم اور تورات صحیح و سلامت رہی ۔ اس پر اہل یمن نے اس کی اطاعت قبول کی اور اس کی موافقت کرنے لگے ۔ یمن میں یہودیوں کے داخلے کا باعث یہی امر تھا ۔ یہ تبّع وہی تُبّع ہے جس نے یمن اور ربیعہ کے مابین معاہدہ کرایا تھا ۔ اس نے اٹھتر سال حکومت کی ۔ یہودیت بنی کنانہ ، کندہ ، اور بنی الحٰرث بن کعب میں بھی تھی ۔ شاید اس کی وجہ یہ ہو کہ یہ لوگ یثرب اور خیبر میں یہودیوں کے پڑوسی تھے اس لیے ان میں بھی یہودیت سرایت کر گئی ہوگی ۔

---

۱ ۔ بلوغ الارب میں مُعظماہی چھپا ہے ۔ بہجہ اثری نے اس کی معضدا تصحیح فرمائی ہے وہ کپڑا جس کے بازو کے مقام پر نقش و نگار کیے گئے ہوں ۔

Marfat.com

عربوں کی ایک قسم عیسائی مذہب پر تھی

عیسائیت کا رواج ربیعہ و غسان میں اور قضاعہ کے کچھ حصے میں تھا - معلوم ہوتا ہے کہ انھوں نے عیسائیت رومیوں سے اخذ کی تھی کیونکہ عرب تجارت کی غرض سے ان کے ملک میں اکثر آتے رہتے تھے - حیرہ میں عربوں کے متفرق قبائل نے مجتمعاً عیسائیت قبول کر لی - انھیں عِبَاد [عین کے نیچے کسرہ اور باء مخفف] کہا جاتا تھا - ان میں سے عدیؓ بن زید عبادی بھی تھا - عدی کا ذکر اور حالات عنقریب آئیں گے - بنو تغلب بھی عرب عیسائی تھے - یہ قبیلہ بڑی شان و شوکت اور طاقت والا تھا - عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے ان سے اپنے عہد خلافت میں اس شرط پر صلح کی تھی کہ یہ اپنی اولاد میں سے کسی کو بپتسمہ نہ دیا کریں گے اور یہ کہ ان کا صدقہ دگنا ہوگا ، لہٰذا جب کسی مسلمان فرد پر [۲ : ۲۴۲] کوئی صدقہ واجب ہو تو قوم تغلب کے عیسائی فرد کو اس سے دگنا ادا کرنا ہوگا - اس صدقے کی ادائی کے معاملے میں ان کے مرد اور عورت یکساں ہوں گے ، بچوں پر کچھ واجب نہ ہوگا - یہی اصول ان کی ان زمینوں پر استعمال کیا گیا جن پر وہ صلح کے دن قابض تھے لہٰذا جس قدر لگان مسلمانوں سے لیا جاتا تھا اس سے دگنا ان سے - ان کے بچوں اور ناقص العقل افراد کی زمین سے بھی دگنا لگان وصول کیا جائے گا مگر ان کے جانوروں اور دیگر اموال اور غلاموں پر کوئی شے عائد نہ ہوگی - اہل نجران بھی عیسائی عربوں میں سے تھے ، ان کے اشراف میں سے چودہ افراد پر مشتمل ایک وفد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا - ان میں ان کا سیّد بھی تھا اور وہ ان کا سردار تھا اور عاقب بھی تھا - عاقب سید سے دوسرے درجے پر آتا ہے اور اسی کی رائے کے مطابق عمل ہوتا ہے - رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : تم دونوں مسلمان ہو جاؤ - انھوں نے کہا : ہم تو مسلمان ہو چکے ہیں - آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : تم مسلمان نہیں ہوئے - انھوں نے جواب دیا : ہم آپ سے پہلے اسلام لا چکے ہیں - آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : تم جھوٹ

Marfat.com

کہہ رہے ہو تین باتیں تمھیں اسلام سے روک رہی ہیں ۔ صلیب کی پرستش کرنا ، سؤر کھانا اور یہ عقیدہ رکھنا کہ اللہ کی بھی اولاد ہے ، اور (اسی وقت) یہ آیت نازل ہوئی :

إِنَّ مَثَلَ عِيسَىٰ عِندَ اللَّهِ كَمَثَلِ آدَمَ خَلَقَهُ مِن تُرَابٍ ثُمَّ قَالَ لَهُ كُن فَيَكُونُ

اللہ کے نزدیک عیسیٰ کی مثال آدم کی سی ہے کہ اللہ نے آدم کا مٹی کا اندازہ بنایا پھر کہا ہو جا اور وہ ہو گیا

جب آپ نے یہ آیت پڑھ کر ان کو سنائی تو انھوں نے کہا : جو آپ کہہ رہے ہیں ہم تو اسے جانتے ہی نہیں ۔ اس پر مباہلہ کی آیت نازل ہوئی اور وہ یہ ہے :

فَمَنْ حَاجَّكَ فِيهِ مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَكَ مِنَ الْعِلْمِ فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ أَبْنَاءَنَا وَأَبْنَاءَكُمْ وَنِسَاءَنَا وَنِسَاءَكُمْ وَأَنْفُسَنَا وَأَنْفُسَكُمْ ثُمَّ نَبْتَهِلْ فَنَجْعَلْ لَعْنَتَ اللَّهِ عَلَى الْكَاذِبِينَ

علم کے آ جانے کے بعد جو شخص آپ سے عیسیٰ کے بارے میں جھگڑے تو آپ فرما دیں آؤ ہم بھی اپنے بیٹوں کو بلاتے ہیں اور تم بھی اپنے بیٹوں کو بلاؤ اور ہم بھی اپنی عورتوں کو بلاتے ہیں اور تم بھی اپنی عورتوں کو بلاؤ اور ہم بھی اپنے آپ کو بلاتے اور تم بھی آؤ اس کے بعد ہم دعا مانگیں اور جھوٹوں کو اللہ کی لعنت کا مورد بنائیں

اس وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا : اللہ نے مجھے حکم دیا ہے کہ اگر تم اسلام قبول نہیں کرتے تو میں تم سے مباہلہ کروں ۔ انھوں نے جواب دیا : اے ابو القاسم ہم واپس جا کر غور کریں گے اور پھر آپ کے پاس آئیں گے ۔ پھر وہ علٰحدہ ہو کر آپس میں باتیں کرنے لگے اور حق یہ ہے کہ سچ سچ باتیں کیں ۔ سید نے عاقب

Marfat.com

سے کہا : اللہ کی قسم تمھیں معلوم ہے کہ یہ شخص نبی مرسل ہے اگر تم اس سے ملاعنت کر لیتے تو وہ تمھاری بیخ کنی کر دیتا ، جب بھی کسی قوم نے کسی نبی سے لِعان کیا ہے تو پھر ان کا نہ کوئی بڑا باقی رہ سکا ہے اور نہ ان کے بچے بڑھ سکے ہیں - اگر تم اس کی تابعداری نہیں [۲ : ۲۴۳] کرتے اور اپنے مذہب پر ہی ڈٹے رہنا چاہتے ہو تو اس سے صلح کرکے اپنے وطن کو لوٹ جاؤ - جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نکلے تھے تو ان کے ساتھ علی رض ، حسن رض ، حسین رض اور فاطمہ رضی اللہ عنہم تھے - رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں فرمایا تھا کہ اگر میں دعا کروں تو تم آمین کہنا - مگر عیسائیوں نے ایک دوسرے پر لعنت کرنے سے انکار کر دیا اور جزیہ ادا کرنے کی شرط پر صلح کر لی - جزیہ یہ تھا کہ صفر کے مہینے میں بھی کپڑوں کا ایک ہزار جوڑا دیں گے اور رجب میں بھی اور نقدی علاوہ ہوگی - یہ بھی روایت ہے کہ انھوں نے اس شرط پر صلح کی تھی کہ وہ آپ کو ہر سال دو ہزار جوڑے ، تینتیس زرہیں ، تینتیس اونٹ اور چونتیس گھوڑے دیں گے ، آپ نے بھی انھیں تحریر دے دی پھر [۱] عمرو بن حزم کو ان کی طرف بھیجا اور جب اسے نجران کی طرف روانہ کیا تو یہ لکھ کر دیا : بسم اللہ الرحمٰن الرحیم - یہ اللہ اور اس کے

---

۱ - عمرو بن حزم : عمرو بن حزم بن زید لوذان الانصاری الخزرجی ، صحابی ہیں - سب سے پہلی جنگ جس میں انھوں نے شرکت کی خندق کی جنگ تھی - رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں اہل نجران کے لیے عامل مقرر کیا تھا اور اس وقت ان کی عمر سترہ سال کی تھی - ان کے عامل مقرر کیے جانے سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خالد بن الولید کو ان کی طرف روانہ کیا تھا اور وہ مسلمان ہو گئے تھے - آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل نجران کے لیے ایک دستاویز بھی لکھ دی تھی جس میں فرائض ، سنن ، صدقات ، اور دیانات وغیرہ کا ذکر تھا - انھوں نے مدینے میں ۵۱ھ یا بقول بعض ۵۴ھ میں وفات پائی -

Marfat.com

رسول کی طرف سے امان نامہ ہے ۔ مسلمانو ! معاہدے کو پورا کیا کرو ۔ یہ وصیت نامہ ہے محمد (نبی صلی اللہ علیہ وسلم) کی طرف سے عمرو بن حزم کے لیے جب اسے یمن کو بھیجا گیا ۔ میں اسے حکم دیتا ہوں کہ وہ ہر معاملے میں تقویٰ اللہ کو پیش نظر رکھے ۔ نیک برتاؤ کرے ۔ غنیمت کے مال میں سے اللہ کا پانچواں حصہ وصول کرے اور پھلوں پر جو صدقہ مسلمانوں پر فرض کیا گیا ہے وہ حاصل کرے ۔

اور جو عہد نامہ آپ نے ان کو ان چیزوں کے بارے جو ان کے تصرف میں تھیں لکھ کر دیا تھا وہ یہ تھا :

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۔ یہ وہ عہد نامہ ہے جسے محمد النبی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اہل نجران کو لکھ دیا ۔ آپ کو اختیار حاصل تھا کہ ان کے ہر پھل ، سونے ، چاندی اور غلام کے ضمن میں جو حکم[1] چاہتے دیتے ۔ مگر آپ[2] نے ان پر مہربانی فرما کر ان کا تمام مال انھی کے لیے چھوڑ دیا ہے ، اس شرط پر کہ وہ ہر رجب میں دو ہزار جوڑے اواقی کے ادا کیا کریں گے ایک ہزار رجب میں اور ایک ہزار صفر میں اور ہر جوڑے کے ساتھ ایک اوقیہ چاندی بھی ہوگی اور جو خراج سے زائد ہو یا اوقیہ میں سے کچھ کم ہو جائے تو اس کے مطابق حساب کر لیا جائے گا اور جو زرہیں ، گھوڑے ، رکاب اور سامان ان سے لیا جائے گا اس کو بھی حساب میں شمار کر لیا جائے گا ۔ اہل نجران کے ذمے میرے قاصدوں کی خوراک بھی ہوگی اور انھیں ان کے ٹھہرنے کا بیس دن تک انتظام بھی کرنا ہوگا ۔ ان کو ایک ماہ سے زائد عرصے کے لیے روکا نہیں جانا چاہیے ۔ نیز ان کے ذمے یہ کام بھی ہے کہ وہ تیس زرہیں ، تیس گھوڑے ، تیس اونٹ اس وقت عاریتاً دیا کریں گے جب یمن میں جنگ یا غداری واقع ہو ۔ جو زرہیں اور گھوڑے ، رکاب یا سامان عاریتاً لیے

---

۱ ۔ بلوغ الارب میں حکمة چھپا ہے اسے حکمہ پڑھیں ۔

۲ ۔ بلوغ الارب میں فافصل ذلک علیھم و اترک چھپا ہے اسے فافضل علیھم و ترک ذلک پڑھیں ۔

Marfat.com

جانے کے بعد تباہ ہو جائے اس کی ذمہ داری میرے قاصدوں پر عائد ہوگی کہ وہ ان چیزوں کو ادا کریں ۔ اہل نجران اور نواح کے لوگوں کو اللہ کی پناہ اور محمد النبی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حمایت حاصل ہوگی ، ان کے مالوں ، جانوں ، زمینوں ، ملت اور ان کے ان لوگوں کو بھی جو وہاں موجود ہوں یا کہیں گئے ہوئے ہوں گے (پناہ اور حمایت حاصل ہوگی) ۔ ان کے قبیلوں اور گرجوں اور ہر اس چیز کو خواہ وہ کم ہو یا زیادہ جو ان کے قبضے میں ہے (پناہ اور حمایت حاصل ہوگی) ، کوئی پادری اپنے علاقے میں کسی قسم کا تغیر کرنے کا مجاز نہ ہوگا ۔ اسی طرح نہ کوئی راہب اپنی رہبانیت میں اور نہ کوئی کاہن اپنی کہانت میں تغیر کا مجاز ہوگا ۔ ان کے ذمے نہ جاہلیت کا کوئی سود ہوگا اور نہ جاہلیت کا خون نہ [۲ : ۲۴۴] انہیں جلاوطن کیا جائے گا ، نہ ان سے عُشر لیا جائے گا اور نہ کوئی فوج ان کی زمین کو پامال کرے گی ۔ ان میں سے جو شخص جزیہ مانگے گا ہم اس سے آدھا آدھا بانٹ لیں گے ۔ نہ ہم کسی پر ظلم کریں گے اور نہ کوئی ہم پر ظلم کرے گا ۔ ان میں سے آئندہ جو شخص بھی سود لے گا اس سے میرا کوئی معاہدہ نہیں ۔ ان میں سے کسی شخص کو کسی دوسرے کے جُرم میں نہ پکڑا جائے گا ۔ اس تحریر میں جو کچھ درج ہے اس کو اللہ کی پناہ اور محمد النبی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سرپرستی حاصل ہے تاآنکہ اللہ تعالی کوئی اپنا حکم نازل فرما دے ۔ یہ بات اس وقت تک قائم رہے گی جب تک وہ نیک نیت رہیں اور جو کچھ ان کے ذمے ہے اس کی اصلاح کرتے رہیں ۔ اس صورت میں یہ مظلوم ہو کر واپس نہ جائیں گے ۔ اس عہد نامے پر ابو سفیان بن حرب ، غیلان بن عمرو ، بنو نصر میں سے مالک بن عوف کے علاوہ ، اقرع بن حابس الحنظلی اور مغیرہ بن شعبہ نے گواہی ثبت کی، بعد میں تمام خلفائے راشدین نے اپنے عہد خلافت میں انہیں اسی قسم کا عہد نامہ لکھ کر دیا ۔

Marfat.com

بعض ان لوگوں کا ذکر جو عہد جاہلیت میں عربوں کے دین پر قائم رہنے کی وجہ سے مشہور تھے

عربوں میں سے اہل عقل و دانش کی ایک جمعیت اُن امور میں عمرو بن لُحی سے متفق نہ تھی جو اس نے اختراع کر لیے تھے نہ ہی وہ بتوں کی پرستش اور دیگر بری باتوں کی متبع تھی - برعکس اس کے وہ اس کجروی اور باطل کی مخالف تھی جس میں عمرو کے نفس نے اسے پھانس رکھا تھا - اس جمعیت کے افراد فقط ان چیزوں کی پرستش کرتے تھے جنھیں عقل پسند کرے اور مقررہ شریعتیں جن کی تائید کریں ، یہ مختلف قبیلوں سے تعلق رکھنے والے بعض افراد تھے جو طبقے اور حکم کے اعتبار سے ایک دوسرے سے مختلف تھے - ہم یہاں چند ان لوگوں کا ذکر کرتے ہیں جن کا حال ہمیں معتبر کتابوں میں ملا ہے اور سارا نہیں تو کچھ ہی سہی - یہ اس لیے کہ یہ کتاب ادیبوں کے لیے قابل مطالعہ بن جائے - اللہ (ہی) اپنی رضا مندی کی طرف توفیق دینے والا ہے - ان میں سے ایک

قس بن ساعدة الایادی

ہے - (قبیلہ) ایاد [ہمزہ کے نیچے زیر] معد بن عدنان میں سے ہے - ذہبی کہتا ہے : ابن شاہین اور عبدان نے قس بن ساعدة کا ذکر صحابہ میں کیا ہے - ابن حجر نے اصابہ میں بھی یہی کہا ہے کہ ابو علی ابن السکن ابن شاہین ، عبدان مروزی اور ابو موسیٰ نے اس کا ذکر صحابہ میں کیا ہے مگر ابن السکن نے واضح الفاظ میں بیان کیا ہے کہ قس بن ساعدہ بعثت سے پہلے ہی مر گیا تھا - ابن سید الناس نے '' سیرة '' میں اپنی سند سے جو ابن عباس تک جاتی ہے کہا ہے کہ جارود بن عبداللہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا - یہ جارود اپنی قوم کا سردار تھا - اور کہا : قسم اس خدا کی جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا میں نے

Marfat.com

آپ کی صفت انجیل میں دیکھی تھی اور (مریم) البتول کے بیٹے نے آپ کی [۲ : ۲۴۵] خوشخبری دی تھی لہٰذا میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی خدا نہیں اور یہ کہ آپ محمد رسول اللہ ہیں ۔ ابن سید الناس کہتا ہے کہ جارود خود بھی ایمان لے آیا اور اس کی قوم کا دیگر ہر سردار بھی ایمان لے آیا ۔ ان کے ایمان لانے سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو خوشی ہوئی اور آپ نے فرمایا : اے جارود کیا عبدقیس کے وفد کے لوگوں میں کوئی ایسا شخص ہے جو قُس کو جانتا ہو ۔ اس نے جواب دیا : یا رسول اللہ ! ہم سب اسے جانتے ہیں اور ان تمام لوگوں میں سے میں خاص طور پر اس کے نقش قدم پر چلا کرتا تھا ۔ وہ عربوں کے اعلیٰ خاندان میں سے تھا ، فصیح تھا ، اس نے سات سو سال عمر پائی ، اس نے سمعان حواری کا زمانہ بھی پایا تھا ، وہ پہلا عرب تھا جس نے اللہ کی عبادت کی ۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ میں اب بھی اسے دیکھ رہا ہوں کہ وہ اپنے رب کی قسم کھا رہا ہے (اور کہہ رہا ہے) کہ جو بات لکھی جا چکی ہے وہ اپنی مدت مقررہ کو پہنچ کر رہے گی اور ہر عمل کرنے والے کو اس کے عمل کا پورا پورا اجر ملے گا ۔ پھر اس نے یہ اشعار کہے :

هَاجَ لِلْقَلْبِ مِنْ جَوَاهُ ادِّكَارُ
وَلَيَالٍ خِلَالَهُنَّ نَهَارُ

محبوب کی سخت محبت کی وجہ سے اس کی یاد پھر دل میں بھڑک اٹھی اور کئی ایک راتوں کے بعد دن گزر گئے

چند ایک اور اشعار ہیں جن کا آخری شعر یہ ہے :

وَالَّذِي قَدْ ذَكَرْتُ دَلَّ عَلَى
اللهِ نُفُوْساً لَهَا هُدًى وَاعْتِبَارُ

جس بات کا میں نے ذکر کیا ہے اس نے کئی ایسے انسانوں کی اللہ کی طرف رہنمائی کی ہے جنھیں ہدایت اور عبرت حاصل ہے

اس پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : جارود ! ذرا ٹھہر

Marfat.com

جاؤ ، میں اسے نہیں بھولوں گا جبکہ وہ سوق عکاظ میں خاکستری رنگ کے اونٹ پر سوار کچھ بات کہہ رہا تھا ۔ میرا خیال نہیں کہ وہ بات مجھے اب یاد ہوگی ۔ ابوبکر نے کہا : یا رسول اللہ ! مجھے یاد ہے اس روز میں سوق عکاظ میں موجود تھا اور اس نے اپنے خطبے میں یہ الفاظ کہے تھے : لوگو ! سنو اور یاد رکھو ۔ جب تم یاد رکھو گے تو تمھیں فائدہ ہوگا ، جو زندہ رہا وہ مرا بھی ۔ اور جو مر گیا وہ ہمارے ہاتھ سے نکل گیا ، جو بات ہونے والی ہے وہ ہو کر رہے گی ۔ آسمان میں علم ہے اور زمین میں عبرتیں ۔ بچھا ہؤا بستر ہے اور بلند چھت اور ستارے ادھر ادھر حرکت کر رہے ہیں اور سمندر ہیں جن کا پانی کبھی خشک نہ ہوگا ۔ تاریک رات ہے اور برجوں والا آسمان ہے ۔ قُس حتمی طور پر قسم کھا کر کہتا ہے کہ اگر زمین پر رضا مندی ہوگی تو اس کے بعد یقیناً ناراضگی بھی ہوگی اور اللہ جس کی قدرت سب پر غالب ہے اس کا ایک دین ہے جو اسے تمھارے اس دین سے جس پر تم کاربند ہو زیادہ محبوب ہے ۔ کیا بات ہے کہ میں دیکھتا ہوں لوگ جاتے ہیں پھر واپس نہیں آتے ؟ کیا وہ وہیں قیام کرنے پر راضی ہو گئے یا انھیں چھوڑ دیا گیا ہے اور وہ سو گئے ہیں ؟ اس کے بعد ابوبکر نے اس کے وہ اشعار جو انھیں یاد تھے پڑھے :

فِي الذَّاهِبِيْنَ الأَوَّلِيْنَ
مِنَ القُرُوْنِ لَنَا بَصَائِرْ

پہلی صدیوں میں جو لوگ چلے گئے ہیں ان میں ہمارے لیے بصیرتیں ہیں

لَمَّا رَأَيْتُ مَوَارِداً
لِلْمَوْتِ لَيْسَ لَهَا مَصَادِرْ

[۲ : ۲۴۶] جب میں نے دیکھا کہ موت کے گھاٹ پر آنے کی
جگہیں تو ہیں مگر واپس جانے کی جگہیں نہیں ہیں

وَرَأَيْتُ قَوْمِي نَحْوَهَا
يَسْعَى الأَكَابِرُ وَ الأَصَاغِرْ

Marfat.com

اور میں نے دیکھا کہ میری قوم کے چھوٹے اور بڑے سب لوگ
ادھر ہی دوڑ کر جا رہے ہیں

لَا یَرْجِعُ الْمَاضِیْ اِلَیَّ
وَلَا مِنَ الْبَاقِیْنَ غَابِرٌ[۱]

جو چلا گیا ہے وہ واپس لوٹ کر میرے پاس نہیں آتا اور جو باقی
رہ گئے وہ بھی باقی نہیں رہنے کے

اَیْقَنْتُ اَنِّیْ لَا مَحَالَةَ
حَیْثُ صَارَ الْقَوْمُ صَائِرٌ

مجھے یقین ہے کہ میں بھی بالضرور منتقل ہو کر وہیں چلا جاؤں
گا جہاں اور لوگ چلے گئے ہیں

ابو حاتم سجستانی کی کتاب المعمرین میں ہے : قس بن ساعدہ تین سو اسی سال زندہ رہا ۔ اس نے ہمارے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ پایا اور آپ کا کلام سنا ۔ زمانۂ جاہلیت کے لوگوں میں سے یہ پہلا شخص ہے جس کا دوبارہ زندہ کیے جانے پر ایمان تھا اور یہ پہلا شخص ہے جو لاٹھی کے سہارے کھڑا ہؤا اور جس نے امابعد کہا ۔ یہ عربوں کے داناؤں میں سے تھا اور یہ پہلا شخص ہے جس نے الی فلان بن فلاں لکھا ۔

مرزباتی کہتا ہے : بہت سے اہل علم نے ذکر کیا ہے کہ قس چھ سو سال زندہ رہا ۔ جاحظ نے '' البیان و التبیین '' میں قُس اور اس کی قوم کا ذکر کیا ہے ۔ وہ کہتا ہے : قس اور اس کی قوم کو وہ فضیلت حاصل ہے جو کسی اور عرب کو حاصل نہیں کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے کلام کی ، عکاظ میں اونٹ پر کھڑے ہونے کی اور اس کی وعظ کی روایت کی ہے ۔ آپ کو اس کے کلام کی خوبی پر تعجب ہؤا ہے اور

---

۱ - غابر : بہجۃ اثری نے غابر کے معنی ماضی کے دیے ہیں اور یہ معنی یہاں چسپاں نہیں ہوتے ۔ غابر کا لفظ اضداد میں سے ہے یہاں بمعنی '' باقی '' کے ہیں ۔

Marfat.com

آپ نے اسے صحیح قرار دیا ہے اور یہ ایسا شرف ہے جس کے حاصل کرنے سے امنگیں عاجز رہتی ہیں اور آرزوئیں اس کو پائے بغیر ہی منقطع ہو جاتی ہیں ۔ اللہ تعالیٰ نے قُس کو اس لیے یہ توفیق دی کہ اس نے توحید کے حق میں دلیل پیش کی ، اخلاص کا اظہار کیا اور دوبارہ زندہ کیے جانے پر ایمان لایا ۔ یہی وجہ ہے کہ قُس عرب بھر کا خطیب تھا ۔ اس کے نسب نامے میں اختلاف ہے ۔ بعض یوں بیان کرتے ہیں : قس بن ساعدہ بن حذافہ بن زفر اور بعض :حذافہ بن زہر بن ایاد بن نزار اور بعض : قس بن ساعدہ بن عمرو بن عدی بن مالک بن ایدعان بن النمر بن وائلۃ بن الطشان بن عوذ بن مناۃ بن یقدم بن دعمی بن ایاد اور بعض کہتے ہیں وہ : ابن ساعدہ بن عمرو بن شمر بن عدی بن مالک ہے ۔ اللہ ہی بہتر جانتا ہے ۔

اور ان میں سے ایک

زید بن عمرو بن نفیل

[۲ : ۲۴۷] ہے ۔ استیعاب کا مصنف کہتا ہے : زید بن عمرو بن نفیل بن عبدالعُزّٰی بن رباح بن عبداللہ بن قرط بن رزاح بن کعب بن لؤی بن غالب بن فہر القرشی العدوی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے پہلے ہی دین حنیفی یعنی دین ابراهیم علیہ السلام کی تلاش میں تھا ۔ یہ نہ تو بتوں کے لیے جانور ذبح کیا کرتا اور نہ مردار اور خون کھاتا ۔

ابن حجر اصابہ میں کہتا ہے : بغوی اور ابن مندہ وغیرہ نے زید بن عمرو کا ذکر صحابہ میں کیا ہے مگر یہ سوچنے کا مقام ہے کیونکہ زید بعثت نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے پانچ سال پہلے فوت ہو گیا تھا لیکن دو احتمالوں میں سے ایک احتمال کی بنا پر وہ صحابی کی تعریف میں آ جاتے ہیں اور وہ یہ ہے کہ صحابی وہ ہے جس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان رکھتے ہوئے آپ کو دیکھا ہو ۔ (اب سوال یہ ہے کہ) کیا اس شخص کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان رکھنے کے معاملے میں یہ شرط لازم ہے کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بعثت کے بعد دیکھے اور پھر دیکھتے ہی یا دیکھنے کے بعد ایمان لے آئے ، یا یہ کہ

Marfat.com

اس شخص کے لیے صرف اسی قدر کافی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عنقریب مبعوث ہونے پر ایمان رکھتا ہو جیسا کہ اس قصے میں اور دیگر قصوں میں منقول ہے ۔

ابن اسحٰق نے ذکر کیا ہے کہ اسماء بنت ابی بکر فرماتی ہیں : یقیناً میں نے زید بن عمرو بن نفیل کو کعبے کے ساتھ اپنی پیٹھ لگائے دیکھا ہے ، وہ کہہ رہا تھا : اے قوم قریش ! قسم ہے اس خدا کی جس کے قبضے میں میری جان ہے میرے سوا تم میں سے کوئی بھی دین ابراهیم پر کاربند نہیں ۔

فاکہی نے اپنی سند سے جو عامر بن ربیعہ پر جا کر ختم ہوتی ہے بیان کیا ہے کہ عامر کہتے ہیں کہ میں زید بن عمرو سے اس وقت ملا جس وقت وہ مکے سے باہر حراء کے ارادے سے جا رہے تھے ۔ انھوں نے کہا : اے عامر ! میں اپنی قوم سے الگ ہو چکا ہوں اور میں ملت ابراهیم اور اس خدا کی پرستش کرتا ہوں جس کی ابراھیم کے بعد اسماعیل عبادت کیا کرتے تھے ۔ اسماعیل خانہ کعبہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھا کرتے تھے ۔ میں اسماعیل پھر عبدالمطلب کی اولاد میں سے ایک نبی کا منتظر ہوں ۔ میرا خیال نہیں کہ میں ان کا زمانہ پا سکوں گا مگر میں ان پر ایمان رکھتا ہوں ، ان کی تصدیق کرتا ہوں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ وہ نبی ہیں ۔ ملاحظہ ہو حدیث ۔

واقدی نے اسی قسم کی حدیث نقل کر کے ان الفاظ کا اضافہ کیا ہے : اگر تمھاری مدت عمر لمبی ہو جائے تو انھیں میری طرف سے سلام کہنا ۔ اس بیان میں یہ بھی ہے : کہ جب میں اسلام لے آیا تو میں نے اس کا سلام نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچا دیا ۔ آپ نے سلام کا جواب دیا اور اس پر رحمت کی دعا کی اور فرمایا : میں نے اسے جنت میں دامن گھسیٹ گھسیٹ کر چلتے ہوئے دیکھا ہے ۔

واقدی نے زید بن عمرو بن نفیل کے بیٹے سعید بن زید سے روایت کی ہے ، وہ کہتا ہے : میرا باپ اس وقت فوت ہوا جس وقت قریش کعبہ تعمیر کر رہے تھے اور تعمیر کعبہ کا واقعہ بعثت سے پانچ سال

Marfat.com

پہلے کا ہے ، اب رہے مذکورہ بالا سعید بن زید تو یہ اسلام کی طرف سبقت لے جانے والوں میں سے تھے ۔ انھوں نے ہجرت کی اور جنگ احد میں اور بعد کی جنگوں میں شرکت کی ۔ بدر کی جنگ کے وقت یہ مدینے میں نہ تھے ۔ اس جنگ میں شریک نہ ہونے کی یہی وجہ [۲ : ۲۴۸] ہے ۔ یہ عشرہ مبشرہ میں سے ہیں ، بہت پہلے اسلام لانے والوں میں سے ہیں ، حضرت عمرؓ سے بھی پہلے ایمان لائے ۔ حضرت عمرؓ ان کے ہی پاس خود ان کے گھر میں ایمان لائے تھے کیونکہ یہ حضرت عمرؓ کی بہن فاطمہ کے خاوند تھے ۔

واقدی کہتا ہے : ان کی وفات عقیق میں ہوئی اور انھیں وہاں سے مدینے لایا گیا ۔ یہ ۵۰ھ کی بات ہے بعض ۵۱ھ بتاتے ہیں اور بعض ۵۲ھ کہتے ہیں اور یہ ستر سال سے کچھ اوپر تک زندہ رہے ۔

علامہ دوانی دیباچہ' العقائد العضدیہ کی شرح میں فرماتے ہیں اور شرح الفوائد الغیاثیہ میں السید عیسی الصفوی نے ان کی پیروی کرتے ہوئے کہا ہے کہ زید بن عمر مذکور نبی تھے جن کی طرف اپنی ذاتی تکمیل کی غرض سے وحی بھیجی گئی تھی ۔ ان کا مضمون یہ ہے : نبی وہ انسان ہوتا ہے جسے اللہ تعالی نے مخلوق کی طرف بھیجا ہو تاکہ جو وحی بھی اسے اللہ کی طرف سے پہنچے وہ اسے مخلوق تک پہنچا دے ۔ نبی کی اس تعریف کو پیش نظر رکھتے ہوئے اس میں وہ لوگ شامل نہ ہوں گے جن کی طرف اللہ تعالٰی نے وہ امور بطور وحی نازل فرمائے جن کی اس شخص کو اپنی ذاتی تکمیل کے لیے ضرورت تھی ، بدون اس کے کہ اسے کسی اور کی طرف مبعوث کیا گیا ہو جیسا کہ زید بن عمرو بن نفیل کے متعلق کہا جاتا ہے البتہ اگر تکلف کر کے اسے شامل کر لیں تو ہو سکتا ہے ۔

میں کہتا ہوں کہ یہ درست نہیں ہے کیونکہ کسی مؤرخ یا کسی محدث نے یہ نہیں کہا کہ وہ نبی ہے اور نہ ہی یہ کہا ہے کہ اس نے نبوت کا دعوی کیا پھر یہ کہ اس کا معاملہ مشہور ہے اور وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں زندہ بھی تھا ، اس عہد میں آنحضرت

Marfat.com

صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا کوئی اور نبی نہیں ہؤا ۔

ذہبی کہتا ہے : زید بن عمرو بن نفیل وہی شخص ہے جس کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ وہ تن تنہا ایک امت کے طور پر قیامت کے دن اٹھایا جائے گا ۔ وہ ابراهیمی دین کا پیرو تھا ۔ اس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا مگر وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے پہلے ہی وفات پاگیا تھا ۔ وہ شام اور بلقاء بھی گیا تھا ۔ قریش کے کچھ افراد یعنی زید ، ورقہ ، عثمان بن الحٰرث اور عبید بن جحش قریش کے مخالف تھے اور ان سے کہتے تھے کہ تم تو ان چیزوں کی پرستش کرتے ہو جو نہ ضرر پہنچا سکتی ہیں اور نہ نفع ، مراد بتوں سے تھی ، (یہ بھی کہتے تھے کہ یہ بت) ان کے ذبح کیے ہوئے جانوروں کو بھی نہیں کھاتے ۔ زید کی ملاقات بعثت سے پہلے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ہوئی اور اس نے آپ سے کہا : میں عیسائیت اور یہودیت کے قریب گیا مگر جو بات میں چاہتا تھا میں نے ان میں نہ دیکھی ۔ اس پر میں نے ایک راہب سے اس کا ذکر کیا تو اس نے مجھ سے کہا : تو ابراهیم کی ملت حنیفیہ چاہتا ہے اور یہ آج کہیں نہیں ملتی لہٰذا تو اپنے شہر کو چلا جا کیونکہ اللہ تعالیٰ تیری قوم میں سے ایک شخص کو نبوت کے منصب پر فائز کرنے والا ہے جو دین حنیف لے کر آئے گا اور وہ نبی اللہ کے یہاں تمام مخلوق سے زیادہ عزت والا ہوگا ۔ ذہبی کا بیان ختم ہؤا ۔

یہیں سے تجھے معلوم ہو جائے گا کہ جو کچھ دوانی نے کہا ہے وہ اس قسم کے لوگوں کی شان کے شایاں نہیں ۔

اسی طرح حواشی الکازرونی میں جو کچھ درج ہے کہ ہو سکتا ہے زید کو مخلوق کی طرف بھیجا گیا ہو اور اس کی دلیل یہ ہے کہ وہ کعبے کے ساتھ پیٹھ کو سہارا دے کر کہا کرتا تھا : لوگو ! میری طرف آؤ کیونکہ میرے سوا اب کوئی اور شخص باقی نہیں جو ابراهیم کا پیرو ہو ۔ یہاں سے معلوم ہوتا ہے کہ ہو سکتا ہے کہ وہ نبی ہو لہٰذا نبی کی جو تعریف کی گئی ہے اس سے اس کی مخالفت نہیں ہوتی ۔ بیان ختم ہؤا ۔

Marfat.com

یہ ایسی بات ہے جس سے ہمیں سخت حیرت ہوتی ہے ۔ یہی حال ان تمام بیانوں کا ہے جو حواشی کے مصنفین نے دیے ہیں ۔

بیضاوی نے اللہ تعالیٰ کے فرمان " فَلَا تَجْعَلُوا لِلّٰهِ اَنْدَادًا " کی تفسیر کرتے ہوئے اس بات کا ذکر کیا ہے اور کہا ہے : یہ جاہلیت کا موحد تھا ۔

اپنی قوم کے دین کو چھوڑنے اور پھر جو برتاؤ قوم کے افراد نے اس سے کیا اس کا ذکر کرتے ہوئے کہتا ہے :

أَرَبًّا وَاحِداً أَمْ أَلْفَ رَبٍّ
أَدِيْنُ إِذَا تَقَسَّمَتِ الاُمُوْرُ

جب تمام امور کی تقسیم کی جا چکی ہے تو کیا میں اب ایک خدا کی اطاعت کروں یا ہزار کی

عَزَلْتُ اللَّاتَ وَالْعُزَّى جَمِيْعاً
كَذٰلِكَ يَفْعَلُ الْجَلَدُ الصَّبُوْرُ

میں نے لات اور عُزّیٰ دونوں سے علاحدگی اختیار کی ، طاقتور اور صابر انسان ایسا ہی کیا کرتا ہے

فَلَا عُزَّى أَدِيْنُ وَلَا ابْنَتَيْهَا
وَلَا صَنَمَيْ بَنِيْ عَمْرٍو أَزُوْرُ

لہٰذا میں نہ عُزّیٰ کی اطاعت کرتا ہوں نہ اس کی دو بیٹیوں کی اور نہ ہی میں بنی عمرو کے دو بتوں کی زیارت کے لیے جاتا ہوں

وَلَا غَنَماً أَدِيْنُ وَكَانَ رَبًّا
لَنَا فِي الدَّهْرِ إِذْ حِلْمِيْ يَسِيْرُ

میں غنم کی بھی اطاعت نہیں کرتا یہ ایک زمانے تک ہمارا رب رہا مگر میں اس وقت کم عقل تھا

عَجِبْتُ وَفِي اللَّيَالِيْ مُعْجِبَاتٌ
وَفِي الْاَيَّامِ يَعْرِفُهَا الْبَصِيْرُ

Marfat.com

مجھے تعجب ہوتا ہے اور ظاہر ہے کہ راتوں میں اور دنوں میں تعجب انگیز باتیں ہوتی ہیں جنھیں صاحب بصیرت انسان ہی جانتا ہے -

بِأَنَّ اللهَ قَدْ أَفْنَىٰ رِجَالاً
كَثِيراً كَانَ شَأْنَهُمُ الفُجُور

کہ اللہ تعالیٰ نے بہت سے ایسے لوگوں کو فنا کر دیا جن کی عبادت بدکاری کی تھی

وَ أَبْقَىٰ آخَرِيْن بِبِرِّ قَوْمٍ
فَيَرْبَلُ مِنْهُمُ الطِّفْلُ الصَّغِيْرُ

کچھ لوگوں کی نیکی کی وجہ سے دیگر لوگوں کو باقی رکھا تا کہ ان کے چھوٹے بچے جوان ہو جائیں

وَ بَيْنَا المَرْءُ يَعْثُرُ ثَابَ يَوْماً
كَمَا يَتَرَوَّحُ الغُصْنُ المَطِيْرُ

جب کوئی شخص لغزش کھاتا ہے تو ایک نہ ایک دن (حقیقت کی طرف) لوٹ آتا ہے جس طرح اس ٹہنی کے پتے (دوبارہ) نکل آتے ہیں جس پر بارش پڑی ہو

ولٰكِنْ أَعْبُدُ الرَّحمٰنَ رَبِّي
لِيَغْفِرَ ذَنْبِيَ الرَّبُّ الغَفُوْرُ

لیکن میں اپنے رب رحمٰن کی پرستش کرتا ہوں تا کہ رب غفور میرے گناہ کو معاف کر دے

فَتَقْوَى اللهِ رَبِّكُمْ احْفَظُوْهَا
مَتَىٰ مَا تَحفِظُوْهَا لاَ تَبُوْرُ

لٰہذا تم اپنے رب کے تقویٰ کی حفاظت کرو کیونکہ جب تم اسے محفوظ کر لو گے تو یہ تباہ نہ ہوگا

Marfat.com

تَرَى الاَبرارَ دَارَهُم جِنَانٌ
وللكُفّارِ حَامِيَةٌ سَعِيرٌ

تو دیکھتا ہے کہ نکوکاروں کا گھر جنت ہے اور کفار کے لیے سخت گرم دوزخ

جو اشعار اس کے روایت کیے جاتے ہیں ان میں سے یہ اشعار بھی ہیں مگر ابن ھشام کو اس معاملے میں اختلاف ہے :

إلَى اللهِ اَهْدِی مِدْحَتِی وَ ثَنائِیَا
و قَولاً رَضِیّاً لا یَنِی الدَّھرَ بَاقِیَا

میں اپنی مدح و ثنا کا تحفہ اللہ کی طرف بھیجتا ہوں اور اس پسندیدہ قول کا تحفہ بھیجتا ہوں جو ہمیشہ کے لیے باقی رہے گا

إلَى المَلِکِ الاَعلَی الّذِی لَیسَ فَوقَہ
إلٰہٌ وَ لاَ رَبٌّ یَکُونُ مُدَانیاً

اس بہت بلند بادشاہ کی طرف جس کے اوپر کوئی اور خدا نہیں ہے اور نہ ہی کوئی رب ہے جو اس کے قریب تک بھی پہنچ سکے

أَلاَ اَیُّھَا الاِنسَانُ إیّاکَ وَالرَّدَای
فَانَّکَ لاَ تَخْفٰی مِنَ اللهِ خَافِیَا

اے انسان موت (اور اس کے بعد کے آنے والے امور سے) بچ کیونکہ اللہ سے کوئی بات مخفی نہیں ہے

و إیّاکَ لاَ تَجْعَلْ مَعَ اللهِ غَیْرَہ
فَاِنَّ سَبِیْلَ الرُّشدِ اصْبَحَ بَادِیَا

خبردار ! اللہ کے ساتھ کسی اور کو شریک نہ بنانا کیونکہ ہدایت کا راستہ واضح ہو چکا ہے

حَنَانَیکَ اِنَّ الجِنَّ کانت رَجَاءَھُم
وَ اَنتَ إلٰھی رَبُّنَا وَ رَجَائِیَا

Marfat.com

خدایا ! تو بار بار اپنی رحمت ہم پر نازل فرما ۔ ان کی (دوسرے لوگوں) امید جنّوں کے ساتھ وابستہ تھی ۔ اے ہمارے رب تو ہی میرا خدا تو ہی میری امید ہے

رَضِیتُ بِکَ اللّٰھُمّ رَبّاً فَلَنْ أُرَی
أَدِینُ إلٰھاً غَیْرَکَ اللهُ ثَانِیاً

اے میرے اللہ میں تیرے رب ہونے پر راضی ہوں ۔ اے اللہ میں تیرے سوا کسی دوسرے خدا کی اطاعت کرتا ہؤا نہ پایا جاؤں گا

وَ أنْتَ الّذِی مِنْ فَضْلٍ مَنٍّ وَرَحْمَةٍ
بَعَثْتَ إلَی مُوسَی رَسُولاً مُنَادِیاً

اے خدا تو نے ہی اپنے احسان و رحمت سے موسیٰ کی طرف اپنا ندا دینے والا فرشتہ بھیجا

فَقُلْتَ لَہُ : إذْھَبْ وَ ھَارُونُ فَادْعُوا
إلَی اللهِ فِرْعَوْنَ الّذِی کَانَ طَاغِیاً

اور تو نے اس سے کہا : تو اور ہارون دونوں جا کر سرکش فرعون کو اللہ کی طرف آنے کی دعوت دو

وَ قُولاَ لَہُ : أ أنْتَ سَوّیْتَ ھٰذِہٖ
بِلاَ وَتَدٍ حَتّی اطْمَأنّتْ کَمَا ھِیَا ؟

اور اس سے کہو : کیا تو نے اسے (کائنات) میخوں کے بغیر بنایا ہے تا آنکہ اسے سکون حاصل ہو گیا جیسی کہ یہ ہے

وَ قُولاَ لَہُ : أ أنْتَ رَفّعْتَ ھٰذِہٖ
بِلاَ عَمَدٍ أرْفِقْ إذاً بِکَ بَانِیاً ؟

ور اس سے کہو : کیا تو نے بغیر ستونوں کے اسے بلند کیا ہے گر ایسا ہے تو تو کیا ہی مہربان بانی ہے

وَ قُولاَ لَہُ : أ أنْتَ سَوّیْتَ وَسْطَھَا
مُنِیْراً إذَا مَا جَنّہُ اللّیْلُ ھَادِیاً ؟

Marfat.com

اور اس سے کہو : کیا تو نے اس کے وسط میں روشن چاند بنایا
ہے جب رات آ جاتی ہے تو یہ رہنما ہوتا ہے

وَ قُولاَ لَهُ : مَنْ يُرْسِلِ الشَّمْسَ غُدْوَةً
فَيُصْبِحُ مَامَسَّتْ مِنَ الأَرْضِ ضَاحِيَا ؟

اور اس سے کہو : صبح کے وقت کون سورج کو بھیجتا ہے
چنانچہ جس قدر زمین کے حصے کو سورج چھوتا ہے وہاں دھوپ
ہو جاتی ہے

وَ قُولاَ لَهُ : مَنْ يُنْبِتُ الحَبَّ فِي الثَّرَى
فَيُصْبِحُ مِنْهُ البَقْلُ يَهْتَزُّ رَابِيَا ؟

اور اس سے کہو : زمین میں (سے) دانہ کون اُگاتا ہے جس سے
سبزی بڑھتی اور لہلہاتی چلی جاتی ہے

وَ يَخْرُجُ مِنْهُ حَبُّهُ فِي رُءُوسِهِ
وَ فِي ذَاكَ آيَاتٌ لِمَنْ كَانَ وَاعِيَا

اور پھر اس کے سروں میں سے (خوشوں میں سے) دانہ نکلتا ہے
اس معاملے میں اہل بینش کے لیے واضح نشانیاں موجود ہیں

وَ أَنْتَ بِفَضْلٍ مِنْكَ نَجَّيْتَ يُونُسَا
وَ قَدْ بَاتَ فِي أَضْعَافِ حُوتٍ لَيَالِيَا

(اے خدا) تو نے اپنی مہربانی سے یونس کو نجات دی درآنحالیکہ
وہ کئی راتوں تک مچھلی کے اندر پڑا رہا تھا

وَإِنِّي وَ لَوْ سَبَّحْتُ بِاسْمِكَ رَبَّنَا
لأُكْثِرُ إِلاَّ مَا غَفَرْتَ خَطَائِيَا

اے ہمارے رب میں اگرچہ تیرے نام کی تسبیح بیان کرتا ہوں بار بار
یہ دعا مانگتا ہوں کہ تو میری خطا معاف کر دے

Marfat.com

فَرَبَّ الْعِبَادِ أَلْقِ سَيْباً وَرَحْمَةً
عَلَيَّ وَبَارِكْ فِي بَنِيَّ وَمَالِيَا

[۲ : ۲۵۱] اے بندوں کے رب مجھ پر اپنے عطیّے اور رحمت نازل فرما ، اور میرے بیٹوں اور مال میں برکت دے

ابن اسحٰق سے مروی ہے وہ کہتا ہے : مجھے زید بن عمرو بن نفیل کے گھرانے کے کسی شخص نے بتایا کہ جب زید مسجد کے اندر کعبے کی طرف منہ کر کے کھڑا ہوتا تو کہتا : میں حقیقی طور پر بار بار اطاعت گزاری کے لیے حاضر ہوں ، بندگی اور عبودیت کے لیے ۔ میں اسی خدا کی پناہ لیتا ہوں جس کی پناہ ابراہیم نے لی تھی اور وہ کعبے کی طرف رخ کر کے کھڑے ہو کر یہ کہا کرتا تھا :

إِنِّي لَكَ اللَّهُمَّ عَانٍ رَاغِمُ
مَهْمَا تُجَشِّمْنِي فَإِنِّي جَاشِمُ

اے خدا میں تیرے سامنے عاجزی کرنے والا ہیچ مقدار فرد ہوں ، تو مجھے جو حکم بجا لانے کو کہے میں اس کی تکلیف برداشت کروں گا

اسی کے یہ اشعار بھی ہیں جیسا کہ ابن اسحٰق نے بیان کیا ہے :

وَأَسْلَمْتُ وَجْهِي لِمَنْ أَسْلَمَتْ
لَهُ الْأَرْضُ تَحْمِلُ صَخْراً ثِقَالاً

میں اس خدا کا اطاعت گزار ہوں جس کی مطیع زمین ہے چنانچہ وہ بھاری پتھر اٹھاتی ہے

دَحَاهَا فَلَمَّا رَآهَا اسْتَوَتْ
عَلَى الْمَاءِ أَرْسَى عَلَيْهَا الْجِبَالَا

اللہ نے زمین کو پھیلا دیا اور جب یہ پانی پر قرار پکڑ گئی تو اللہ نے اس پر پہاڑوں کو مضبوط گاڑ دیا

Marfat.com

وَاَسْلَمْتُ وَجْهِیَ لِمَنْ اَسْلَمَتْ
لَهُ الْمُزْنُ تَحْمِلُ عَذْباً زُلَالاً

اور میں اس ذات پاک کا مطیع ہوں جس کے مطیع بادل ہیں اور وہ میٹھا اور مقطر پانی اُٹھائے ہوتے ہیں

اِذَا ھِیَ سِیْقَتْ اِلَی بَلْدَۃٍ
اَطَاعَتْ فَصَبَّتْ عَلَیْھَا سِجَالاً

جب ان بادلوں کو ہانک کر کسی شہر کی طرف لے جایا جاتا ہے تو یہ اطاعت کرتے ہیں اور وہاں ڈولوں پانی بہا دیتے ہیں

خطاب نے زید کو اس قدر ایذا پہنچائی کہ وہ مکے سے نکل کر مکے کی اوپر کی جانب جا کر حرا میں جو مکے کے بالمقابل ہے جا اترا۔ خطاب نے قریش کے چند نوجوانوں اور چند بےوقوفوں کو اس کی (حرکات کی) نگرانی پر مقرر کر کے کہا: اسے مکے میں داخل نہ ہونے دینا۔ چنانچہ زید ان سے چھپ کر مکے میں داخل ہؤا کرتا اور جب انھیں اس کا پتا چلتا تو وہ خطاب کو اطلاع دے دیتے، اسے نکالتے اور اسے اذیت پہنچاتے، کہ مبادا وہ ان کے دین کو خراب کر دے یا کہیں ان میں سے کوئی فرد ان کے دین کو چھوڑ کر اس سے موافقت نہ کر لے۔ زید نے ان لوگوں کے سامنے جنھوں نے بیت اللہ کی کئی باتوں کو حلال قرار دے رکھا تھا، بیت اللہ کی تعظیم کرتے ہوئے کہا:

لَاھُمَّ اِنِّیْ مُحْرِمٌ لَاحِلَّہٗ
وَاِنَّ بَیْتِیْ اَوْسَطُ الْمَحَلَّہْ

خدایا! میں اہل حرم میں سے ہوں۔ حرم سے باہر رہنے والوں میں سے نہیں ہوں، میرا گھرانا بھی اعلیٰ درجے کا گھرانا ہے

عِنْدَ الصَّفَا لَیْسَ بِذِی مَضَلَّہٗ

(یہ گھرانا) صفا کے پاس ہے اور گمراہی کا گھرانا نہیں ہے

اس کے بعد دین ابراھیم کی تلاش میں نکلا حتیٰ کہ موصل اور

Marfat.com

جزیرہ تک پہنچا پھر وہاں سے شام کا رخ کیا ، تمام شام کا چکر کاٹا اور بالآخر بلقاء کے علاقے میں مِیْفَعَہ کے مقام پر ایک راہب کے پاس [۲ : ۲۵۲] پہنچا - عیسائیوں کے خیال میں اُسے تمام عیسائیت کا علم حاصل تھا - زید نے اس راہب سے دین حنیفی کے متعلق دریافت کیا اور اُسے جو کچھ کہنا تھا اس سے کہہ دیا - چنانچہ یہ بڑی تیزی کے ساتھ وہاں سے نکل کر مکے کو روانہ ہو گیا لیکن ابھی یہ لخم کے علاقے کے درمیان میں ہی پہنچا تھا کہ انہوں نے حملہ کر کے اسے مار ڈالا - اس پر ورقہ بن نوفل نے اس کے مرثیے میں یہ اشعار کہے :

رَشَدتَّ وَأَنْعَمْتَ ابنَ عَمْرٍو وإِنَّمَا
تَجَنَّبْتَ تَنُّوراً مِنَ النَّارِ حَامِيَا

اے زید بن عمرو تو نے خوب ہدایت پائی اور تو نے خوب غور کیا
تو نے دوزخ کے سخت گرم تنور سے دوری اختیار کر لی ہے

بِدِينِكَ رَبّاً لَيسَ رَبٌّ كَمِثْلِهِ
وَتَرْكِكَ أَوْثَانَ الطَّوَاغِي كَمَا هِيَا

کیونکہ تو نے ایسے رب کی اطاعت کی جس جیسا کوئی رب نہیں - نیز اس لیے کہ تو نے بت خانے کے بتوں کو اپنی حالت پر چھوڑے رکھا (ان کے سامنے سر نہ جھکایا)

وَإِدْرَاكِكَ الدِّينَ الَّذِي قَدْ طَلَبْتَهُ
وَلَمْ تَكُ عَنْ تَوحِيدِ رَبِّكَ سَاهِيَا

(اور اس لیے بھی کہ) تو نے جس دین کو تلاش کیا اسے پا لیا
اور تو اپنے رب کی توحید سے غافل نہ تھا

فَأَصْبَحْتَ فِي دَارٍ كَرِيمٍ مُقَامُهَا
تُعَلَّلُ فِيهَا بِالكَرَامَةِ لَاهِيَا

لہٰذا اب تو اس گھر میں چلا گیا ہے جہاں قیام کرنا عزت کا سبب

ہے ۔ تجھے اس گھر میں بار بار اعزاز دیا جاتا ہے اور تو وہاں بالکل بے فکر و بے غم ہے

تُلَاقِی خَلِیْلَ اللّٰہِ فِیْھَا وَلَمْ تَکُنْ
مِنَ النَّاسِ جَبَّارًا اِلَی النَّارِ ھَادِیًا[1]

تو اس گھر میں خلیل اللہ سے ملاقات کرتا ہے تو ان زبردستوں میں سے نہ تھا جو دوزخ کی طرف لوگوں کی رہبری کرتے ہوں

وَقَدْ تُدْرِکُ الْاِنْسَانَ رَحْمَۃُ رَبِّہٖ
وَلَوْ کَانَ تَحْتَ الْاَرْضِ سَبْعِیْنَ وَادِیًا

انسان کو خواہ وہ ستر وادیاں زمین کے نیچے کیوں نہ ہو اللہ کی رحمت آن لیتی ہے

بخاری نے اپنی صحیح میں ذکر کیا ہے کہ زید بن عمرو بن نفیل دین کے تعلق دریافت کرنے اور اس کی پیروی کرنے کی غرض سے شام کی طرف چلا گیا تھا ۔ اسے ایک یہودی عالم ملا جس سے اس نے ان کے دین کے متعلق دریافت کرتے ہوئے کہا کہ میں اس سے بالا ہوں کہ میں تمھارے دین کی پیروی کروں لہٰذا مجھے کچھ بتاؤ ۔ یہودی عالم نے کہا : ہمارے دین پر تو اس وقت تک کاربند نہیں ہو سکتا جب تک تو اللہ کے غضب میں سے اپنا حصہ نہ لے لے ۔ زید نے کہا : میں اللہ کے غضب ہی سے تو بھاگ رہا ہوں اور جب تک مجھ میں طاقت ہے میں اللہ کے غضب کو اپنے اوپر وارد نہ کروں گا ۔ تو کیا تو مجھے کسی اور دین کا پتا بتا سکتا ہے ؟ اس نے جواب دیا : میں نہیں جانتا ہاں اگر دین حنیف ہو (تو درست ہے) ۔ زید نے کہا : دین حنیف کیا ہے ؟ اس نے کہا : ابراہیم کا دین ، ابراہیم نہ یہودی تھے اور نہ نصرانی ، وہ اللہ کے سوا کسی کی پرستش نہ کرتے تھے ۔ یہ پھر روانہ ہو گیا اب اس کی ملاقات ایک عیسائی عالم سے ہوئی اور اس نے بھی

---

۱ - بلوغ الارب میں ھاویا واؤ کے ساتھ چھپا ہے اسے ھادیا دال کے ساتھ پڑھیں ۔

Marfat.com

وہی بات کہی تو وہ بولا : جب تک تو اللہ کی لعنت میں سے اپنا حصہ نہ لے لے گا اس وقت تک تو ہمارے دین پر کار بند نہیں ہو سکتا ۔ زید نے کہا : میں اللہ کی لعنت ہی سے تو بھاگ رہا ہوں اور جہاں تک میرے بس میں ہے میں اللہ کی لعنت اپنے اوپر وارد نہ ہونے دوں گا اور نہ کسی قسم کا اللہ کا غضب ۔ تو کیا تو مجھے کسی اور دین کا پتا بتائے گا ؟ اس نے کہا : مجھے دین حنیف کے سوا کسی اور دین کا علم نہیں ۔ زید نے کہا : دین حنیف کیا ہے ؟ اس نے کہا ابراھیم کا دین ۔ ابراھیم نہ یہودی تھے اور نہ نصرانی، وہ اللہ کے سوا کسی اور کی پرستش نہ کرتے تھے ۔ جب زید نے ابراھیم علیہ السلام کے متعلق یہ بات سنی تو وہاں سے نکل آئے ۔ جب کھلے میدان میں پہنچے تو ہاتھ اُٹھا کر کہا : خدایا ! میں تجھے گواہ بناتا ہوں کہ میں ابراھیم کے دین کا پیرو ہوں

اور ان میں سے ایک

امیّہ بن ابی الصلت[1]

[۲ : ۲۵۳] ہے اس کا نام عبداللہ بن ابی ربیعہ بن عوف الثقفی ہے ، اصمعی کہتا ہے : امیہ نے اپنے تمام اشعار میں آخرت کا ذکر کیا ۔ اس کے برعکس عنترہ نے اپنے اشعار میں سر تا سر جنگ کا ذکر کیا ۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے بعض اشعار کو مبنی بر صداقت قرار دیا ہے ۔

صحیح مسلم میں رُشَید بن سُوَید سے مروی ہے وہ کہتا ہے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے سواری پر بیٹھا تو آپ نے فرمایا : کیا تجھے امیہ بن ابی الصلت کا کوئی شعر یاد ہے ؟ میں نے عرض کیا : جی ہاں ۔ آپ نے فرمایا : تو سناؤ ۔ یہاں تک کہ میں نے

---

۱ - ابو الصلت کا نام ربیعہ بن وھب بن علاج الثقفی ہے اور اس کی ماں رُقیہ بنت عبد شمش بن عبد مناف تھی (الروض الانف : ۱ : ۱۵)

Marfat.com

آپ کو ایک سو شعر سنائے۔ اس پر آپ نے فرمایا: وہ تو مسلمان ہونے ہی والا تھا، اور ایک روایت میں ہے: وہ اپنے اشعار میں (یوں معلوم ہوتا ہے کہ) اسلام لانے ہی والا تھا۔ ایک روایت میں ہے: اس کے اشعار تو مومن کے اشعار ہیں مگر دل کافر کا دل تھا۔

اصابہ میں ہے کہ ابن عباس سے مروی ہے کہ کسی نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو امیہ کا یہ شعر سنایا:

رَجُلٌ وثَوْرٌ تَحْتَ رِجْلِ يَمِينِهِ
والنَّسْرُ لِلأُخْرىٰ ولَيْثٌ مُرْصَدُ

اس کے دائیں پائے کے نیچے ایک آدمی اور ایک بیل ہے اور بائیں پائے کے نیچے گدھ اور شیر پاسبانی کے لیے مقرر ہیں

یہ سن کر آپ نے فرمایا: سچ کہتا ہے حاملین عرش ایسے ہی ہیں۔

محمد بن حبیب کے دیوان کی شرح میں منقول ہے: کہا جاتا ہے کہ حاملین عرش آٹھ ہیں۔ آدمی، بیل، گدھ، اور شیر۔ یہ چار ہوئے۔ اور چار اور ہیں۔ مگر آج کل حاملین عرش چار ہیں جب قیامت کا دن آئے گا تو ان کی مدد کے لیے چار اور مقرر کر دیے جائیں گے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان میں ہے:

وَيَحْمِلُ عَرْشَ رَبِّكَ فَوْقَهُمْ يَوْمَئِذٍ ثَمَانِيَةٌ

اس دن تمہارے رب کے عرش کو ان کے اوپر آٹھ آدمی اٹھائے ہوں گے

میرے علم میں اسی طرح آیا، آگے اللہ ہی بہتر جانتا ہے۔

اور کہا جاتا ہے کہ وہ جو انسانی شکل میں ہے وہ بنی آدم کے رزق کی سفارش کرتا ہے اور وہ جو گدھ کی شکل میں ہے وہ پرندوں کے رزق کی سفارش کرتا ہے اور مجھے یہ خبر بھی ملی ہے کہ ہر فرشتے کے چار چہرے ہیں ایک چہرہ آدمی کا، ایک بیل کا، ایک شیر کا اور ایک گدھ کا۔

بیان ختم ہوا

Marfat.com

اغانی میں اپنی سند سے بیان کیا گیا ہے کہ جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو امیہ بن ابی الصلت کے یہ اشعار سنائے گئے

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ مُمْسَانَا وَ مُصْبَحَنَا
بِالْخَيْرِ صَبَّحَنَا رَبِّي وَ مَسَّانَا

شام و صبح کرتے ہوئے ہم اللہ ہی کی تعریف کرتے ہیں ۔ میرے رب نے ہمیں صبح و شام نیکی کے ساتھ رکھا

رَبُّ الْحَنِيفَةِ لَمْ تَنْفَدْ خَزَائِنُهَا
مَمْلُوءَةٌ طَبَّقَ الْآفَاقَ أَشْطَانَا

وہ دین حنیفی کا مالک ہے جس کے خزانے ختم نہیں ہونے کے ۔ یہ خزانے بھرے ہوئے ہیں اور اس دین حنیفی کی رسیاں تمام جہاں پر مسلط ہیں

أَلَا نَبِيٌّ لَنَا مِنَّا فَيُخْبِرَنَا
مَا بَعْدَ غَايَتِنَا مِنْ رَأْسِ مَجْرَانَا

کیا کوئی ہمارا نبی نہیں ہے جو ہمیں بتائے کہ ہماری ابتدا سے لے کر انتہا تک کے بعد کی کیا خبریں ہیں

بَيْنَا يُرَبِّبُنَا آبَاؤُنَا هَلَكُوا
وَ بَيْنَمَا نَقْتَفِي الْأَوْلَادَ أَبْلَانَا

ابھی ہمارے والدین ہماری پرورش ہی کر رہے ہوتے ہیں کہ مر جاتے ہیں اور ہم اولاد کی دیکھ بھال کر رہے ہوتے ہیں کہ ہمیں مصیبت میں ڈال دیا جاتا ہے

وَ قَدْ عَلِمْنَا لَوْ إِنَّ الْعِلْمَ يَنْفَعُنَا
أَنْ سَوْفَ تَلْحَقُ أُخْرَانَا بِأُولَانَا

اور ہمیں معلوم ہے بشرطیکہ یہ علم ہمیں نفع پہنچا سکتا ہو کہ ہمارے آخر میں آنے والے پہلے لوگوں سے عنقریب جا ملیں گے (سب

Marfat.com

کا انجام موت ہے)

وَ قَدْ عَجِبْتُ وَ مَا بِالْمَوْتِ مِنْ عَجَبٍ
مَا بَالُ أَحْيَائِنَا يَبْكُوْنَ مَوْتَانَا

مجھے تعجب ہوتا حالانکہ موت میں کوئی تعجب انگیز بات نہیں ہے ، یہ کیا بات ہے کہ ہمارے زندہ لوگ مردوں پر روتے ہیں

[۲ : ۲۵۴] ہوتے ہوتے ان اشعار تک پہنچے :

يَارَبِّ لَا تَجْعَلَنِّيْ كَافِراً أَبَداً
وَاجْعَلْ سَرِيْرَةَ قَلْبِيْ الدَّهْرَ إِيْمَانَا

اے میرے رب مجھے کبھی بھی کافر نہ بنانا اور میرے دل کے باطن کو ہمیشہ سراپا ایمان رکھنا

وَاخْلُطْ بِهِ بِنْيَتِيْ وَاخْلُطْ بِهِ بَشَرِيْ
وَاللَّحْمَ وَالدَّمَ مَا عَمَّرْتَ إِنْسَانَا

(اے خدا) جب تک کوئی انسان زندہ ہے اس ایمان کو میرے پیکر ، میری کھال ، میرے گوشت اور میرے خون کا جزو بنائے رکھنا

إِنِّيْ أَعُوْذُ بِمَنْ حَجَّ الْحَجِيْجُ
وَالرَّافِعُوْنَ لِدِيْنِ اللهِ أَرْكَانَا

میں اس خدا کی پناہ لیتا ہوں جس کی طرف حاجی حج کے لیے آتے ہیں اللہ کے دین کے ارکان کو بلند کرنے والے اسی کی پناہ لیتے ہیں

مُسَلِّمِيْنَ إِلَيْهِ عِنْدَ حَجِّهِم
لَمْ يَبْتَغُوْا بِثَوَابِ اللهِ أَثْمَانَا

حج کرتے وقت وہ اپنے آپ کو اسی کے سپرد کر دیتے ہیں ، اور

Marfat.com

وہ اللہ کے ثواب کے عوض میں کوئی قیمت نہیں لینا چاہتے

ان اشعار کے سننے کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : اس کے اشعار مومنوں کے اشعار ہیں مگر دل کافر کا دل ہے ۔

ابن قتیبہ طبقات الشعرا میں کہتا ہے : امیہ کو لوگ بتاتے تھے کہ ایک نبی جس کا زمانہ قریب آ گیا ہے آنے والا ہے اور وہ یہ امید لگائے بیٹھا تھا کہ وہ خود نبی ہوگا مگر جب اسے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے آنے کی خبر ملی تو اس نے حسد کی وجہ سے آپ کا انکار کیا اور جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کے اشعار سنائے گئے تو آپ نے فرمایا : اس کی زبان تو ایمان لے آئی مگر دل کافر رہا ۔

امیہ نے بہت سے ایسے الفاظ استعمال کیے ہیں جو عربوں میں معروف نہ تھے ۔ وہ ان الفاظ کو کتابوں سے لیا کرتا تھا ۔ ان میں سے اس کا یہ شعر ہے :

بآيَةِ قَامَ يَنْطِقُ كُلُّ شَيْءٍ
وخَانَ أَمَانَةَ الدِّيكِ الغُرَابُ

اللہ کے معجزے سے ہر چیز بولنے لگ گئی اور کوے نے مرغ کی امانت میں خیانت کی

اس کے خیال میں مرغا کوے کا ندیم تھا ۔ کوے نے شراب کے کے عوض مرغے کو رہن رکھ دیا اور دھوکے سے شراب فروش کے پاس چھوڑ گیا ۔ شراب فروش نے مرغے کو پاسبان مقرر کر دیا ۔

اسی طرح کا اس کا یہ شعر ہے :

قَمَرٌ وَسَاهُورٌ يُسَلُّ وَيُغْمَدُ،

چاند ہے اور ساہور ہے کبھی چاند کو کھینچ کر نکال لیا جاتا ہے اور کبھی اس ساہور میں ڈال دیا جاتا ہے

Marfat.com

اہل کتاب کے خیال میں " ساہور " چاند کا غلاف ہے - جب چاند کو گرہن لگتا ہے تو چاند اس غلاف کے اندر چلا جاتا ہے ۔

سورج کے متعلق اس کا یہ شعر ہے :

لَيْسَتْ بِطَالِعَةٍ لَهُمْ فِيْ رِسْلِهَا
إِلَّا مُعَذَّبَةً وَإِلَّا تُجْلَدُ

سورج آرام آرام سے طلوع نہیں ہوتا - سزا یا کوڑے کھا کر ہی طلوع ہوتا ہے

امیہ آسمانوں کو صاقورہ اور حاقورہ کہا کرتا تھا - ہمارے علما کا خیال ہے کہ اس کے اشعار کتاب اللہ پر بطور حجت کے پیش نہیں کیے جا سکتے - جب اس کی وفات کا وقت آ گیا تو اس نے یہ شعر کہا :

كُلُّ عَيْشٍ وَإِنْ تَطَاوَلَ يَوْمًا
صَائِرٌ[1] مَرَّةً إِلَى أَنْ يَزُوْلَا

ہر زندگی خواہ وہ کتنی ہی لمبی کیوں نہ ہو ایک نہ ایک دن زائل ہو کر رہتی ہے

لَيْتَنِيْ كُنْتُ قَبْلَ مَا قَدْ بَدَا لِيْ
فِيْ رُؤُوْسِ الْجِبَالِ أَرْعَى الْوُعُوْلَا

[۲ : ۲۵۵] کاش کہ میں اس موت کے ظاہر ہونے سے پہلے پہاڑوں میں بکروں کا چرواہا ہوتا

اس کے دیوان کا شارح سورج والے شعر کی تشریح میں کہتا ہے:

ابو عمرو کہتا ہے کہ ابوبکر الہذلی کا بیان ہے کہ میں نے ابن

---

۱ - یہ شعر مروج الذہب (۱ : ۷۱) میں اس طرح ہے :
كُلُّ عَيْشٍ وَإِنْ تَطَاوَلَ حِيْنًا
فَقُصَارَى أَيَّامِهِ أَنْ يَزُوْلَا

Marfat.com

عباس رض کے آزاد کردہ غلام عکرمہ رض سے کہا : تمھاری اس کے متعلق کیا رائے ہے یہ جو ہم تک پہنچا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے امیہ بن ابی الصلت کے متعلق فرمایا تھا : اس کے اشعار تو مومن کے اشعار ہیں مگر دل کافر کا ہے - عکرمہ نے جواب دیا : یہ درست ہے مگر تمھیں کونسی بات اجنبی معلوم ہوئی ہے ؟ انھوں نے کہا : ہمیں اس کا یہ شعر اجنبی معلوم ہوا ہے :

وَالشَّمْسُ تُصْبِحُ كُلَّ آخِرِ لَيْلَةٍ
حَمْرَاءَ يُصْبِحُ لَوْنُهَا يَتَوَرَّدُ

ہر رات کے آخر میں سورج کا رنگ صبح کے وقت سرخ ہو جاتا ہے
اور پھر گلابی ہو جاتا ہے

لَيْسَتْ بِطَالِعَةٍ لَهُمْ فِي رِسْلِهَا
إِلَّا مُعَذَّبَةً وَإِلَّا تُجْلَدُ

یہ آرام آرام سے طلوع نہیں ہوتا سزا یا کوڑے کھا کر ہی طلوع ہوتا ہے

سورج کو کوڑے لگنے کی کیا وجہ ہے ؟ عکرمہ نے کہا : قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے سورج اس وقت تک طلوع نہیں ہوتا جب تک ستر ہزار فرشتے اسے نیزے نہ چبھو دیں - اس سے کہا جاتا ہے کہ طلوع ہو - سورج کہتا ہے : میں ان لوگوں پر طلوع نہ ہوں گا جو اللہ کو چھوڑ کر میری پرستش کرتے ہیں - اس پر دو فرشتے سورج کے پاس آتے ہیں یہاں تک کہ لوگوں کو روشنی پہنچانے کے لیے سورج اوپر کو اٹھ آتا ہے - اس وقت شیطان اس کے پاس آ کے اُس کو طلوع ہونے سے روکنا چاہتا ہے - سورج اس کے دونوں سینگوں پر طلوع ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ اسے سورج کے نیچے رکھ کر جلاتا ہے اور پھر جب بھی سورج غروب ہونے لگتا ہے تو یہ سجدہ میں گر پڑتا ہے - اس وقت شیطان آ کر اسے سجدہ کرنے سے روکنا چاہتا ہے - تو سورج اس کے سینگوں پر غروب ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ اسے سورج کے نیچے رکھ کر جلاتا ہے - نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان کا یہی مطلب ہے -

Marfat.com

تَطْلُعُ بَیْنَ قَرْنَیِ الشَّیْطَانِ وَ
تَغْرُبُ بَیْنَ قَرْنَیِ الشَّیْطَانِ

سورج شیطان کے دونوں سینگوں کے درمیان طلوع بھی ہوتا ہے اور غروب بھی

اغانی میں زبیر بن بکار سے مروی ہے ۔ وہ کہتا ہے مجھے میرے چچا نے بتایا کہ جاہلیت میں اُمیّہ نے کتابوں پر غور کیا تھا ، پڑھا تھا اور اس نے عبادت کی غرض سے ٹاٹ بھی پہنا تھا اور وہ ان لوگوں میں سے تھا جنھوں نے ابراہیم[۴] ، اسماعیل[۴] اور حنیفیہ کا ذکر کیا ہے ۔ اس نے شراب کو حرام قرار دیا تھا ۔ بتوں سے علٰحدگی اختیار کر لی تھی ۔ روزے رکھے تھے اور نبوت حاصل کرنے کے لالچ میں دین کو تلاش کیا تھا ۔ کیونکہ اس نے ان کتابوں میں پڑھا تھا کہ عرب کے علاقہ حجاز میں ایک نبی مبعوث ہوگا حالانکہ وہ امید لگائے بیٹھا تھا کہ وہی یہ نبی ہوگا مگر جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے تو اس نے ان سے حسد کیا ۔ واقعہ بدر کے بعد یہ قریش کو بھڑکا دیا کرتا تھا اور مقتولین بدر کے مرثیے کہا کرتا تھا ۔ ان میں سے اس کا ایک حائیہ قصیدہ ہے جس کی روایت کرنے سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے ۔ اس میں وہ کہتا ہے :

مَاذَا بِبَدْرٍ فَالْعَقَنْقَلِ
مِنْ مَرَازِبَةٍ جَحَاجِحْ

بدر اور عقنقل کے مقام پر کئی بہادر سوار اور سردار ہیں (جو خاک میں مل گئے)

[۲ : ۲۵۶] کیونکہ جو لوگ وہاں مارے گئے تھے ان کے سرداروں میں ربیعہ بن عبد شمس کے دو بیٹے عتبہ اور شیبہ بھی تھے ۔ یہ دونوں امیہ کے ماموں زاد بھائی تھے اس لیے کہ اس کی والدہ رقیہ بنت عبدشمس تھی ۔

Marfat.com

اصابہ میں ہے : مرآۃ کے مصنف نے اس کے حالات میں ابن ہشام سے نقل کرتے ہوئے ذکر کیا ہے ۔ اس کا بیان ہے کہ امیہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لایا ۔ طائف سے اپنا مال لینے اور ہجرت کرنے کی نیت سے حجاز آیا ۔ جب بدر کے مقام پر اترا تو کسی نے کہا : اے ابو عثمان کہاں کا ارادہ ہے ؟ اس نے جواب دیا : میں محمد کی تابعداری کرنا چاہتا ہوں ۔ کسی نے جواب میں کہا : کیا تجھے معلوم ہے کہ اس کنوئیں میں کیا ہے ؟ جواب دیا : نہیں ۔ اسے بتایا گیا کہ اس کنوئیں میں شیبہ ، ربیعہ اور فلاں و فلاں ہیں ۔ یہ سن کر اس نے اپنی ناک کاٹی ، کپڑے پھاڑ دیے ، رویا پیٹا اور طائف کی طرف چلا گیا ، آخر وہیں مرا ۔ یہ واقعہ اس نے ۸ھ کے واقعات میں درج کیا ہے ۔ مشہور یہی ہے کہ امیہ ۹ھ میں مرا ، مؤرخین کے نزدیک اس بارے میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ وہ کافر مرا اور یہ درست ہے کہ وہ زندہ رہا یہاں تک کہ اس نے اہل بدر کا مرثیہ کہا ۔ بعض کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان :

اَلَّذِیْ آتَیْنَاہُ آیَاتِنَا فَانْسَلَخَ منها

وہ شخص جس کو ہم نے اپنی نشانیاں عطا کیں ، مگر وہ ان میں سے نکل گیا

اسی کے بارے میں نازل ہؤا تھا ۔ بعض کہتے کہ یہ ثقفی لوگوں کے ایمان لانے سے پہلے ۹ھ میں کفر کی حالت میں بمقام طائف چل بسا ۔ میں نے اس کے دیوان میں ایک قصیدہ دیکھا ہے جس میں اس نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح کہی ہے ۔ اس کا مطلع یہ ہے :

لَکَ الحَمْدُ وَالمَنُّ رَبَّ العِبَادِ
اَنْتَ المَلِیْکُ و اَنْتَ الحَکَمْ

اے بندوں کے رب تمام تعریف تیرے ہی لیے ہے ۔ تمہارا ہی احسان ہے تو ہی مالک اور تو ہی فیصلہ دینے والا ہے

پھر آگے چل کر یہ اشعار ہیں :

Marfat.com

وَدِنْ دِيْنَ رَبِّكَ حَتّٰى التُقٰى
و اِجْتَنِبَنْ الهَوٰى و الضَّجَمْ

اپنے رب کے دین کی تقویٰ کی حد تک اطاعت کر اور اپنی خواہشات اور مخالفت سے اجتناب کر

مُحَمَّدٌ أَرْسَلَهُ بِالهُدَى
فَعَاشَ غَنِيًّا وَلَمْ يَهْتَضِمْ

(اللہ نے) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو ہدایت دے کر بھیجا آپ نے عجز و انکسار سے زندگی گزاری اور کسی پر ظلم نہیں کیا

عَطَاءٌ مِنَ اللهِ أُعْطِيتَهُ
وَخَصَّ بِهِ اللهُ أَهْلَ الحَرَمْ

یہ اللہ کا عطیہ ہے جو آپ کو دیا گیا ہے اور اللہ نے اہل حرم کو اس کے ساتھ مخصوص کر دیا ہے

وَقَدْ عَلِمُوا أَنَّهُ خَيْرُهُمْ
وَفِي بَيْتِهِمْ ذِي النَّدَى و الكَرَمْ

اہل حرم کو معلوم ہے کہ آپ ان میں سے بہترین انسان ہیں اور ان کے گھرانے میں سخاوت و کرم والے ہیں

يَعِيبُونَ مَاقَالَ لَمَّا دَعَا
وَقَدْ فَرَّجَ اللهُ إِحْدَى الشُبُهَمْ

جب آپ نے لوگوں کو دعوت دی تو انھوں نے عیب نکالنے شروع کر دیے اور اللہ نے ان کی بدولت ایک بہت بڑی مصیبت کو دور کر دیا

بِهِ وَهُوَ يَدْعُو بِصِدْقِ الحَدِيثِ
إِلَى اللهِ مِنْ قَبْلِ زَيْغِ القَدَمْ

اور آپ سچی باتوں کے ذریعے لوگوں کو اللہ کی طرف دعوت دینے

Marfat.com

ہیں پیشتر اس کے کہ قدم کج رو ہو جائیں

أَطِيعُوا الرَّسُولَ عِبَادَ الإِلٰهِ
تَنْجُوْنَ مِنْ شَرِّ يَوْمٍ أَلَمٍّ

اے بندگان خدا اس رسول کی اطاعت کرو تم آنے والے دن کے شر سے بچ جاؤ گے

تُنْجَوْنَ مِنْ ظُلُمَاتِ العَذَابِ
وَمِنْ حَرِّ نَارٍ عَلَى مَنْ ظَلَمْ

تم عذاب کی ظلمات سے نجات پا جاؤ گے اور دوزخ کی گرمی سے بچ جاؤ گے جو مشرکوں پر نازل ہونے والی ہے

دُعَاءُ النَّبِيِّ بِهِ خَاتَمٌ
فَمَنْ لَمْ يُجِبْهُ أَسَرَّ ۱ النَّدَمْ

یہ اس نبی کی دعوت ہے جن کے ساتھ مہر نبوت ہے جو آپ کی بات نہ مانے گا وہ (آخر) ندامت کا اظہار کرے گا

نَبِيٌّ هُدًى صَادِقٌ طَيِّبٌ
رَحِيمٌ رَؤُوفٌ بِوَصْلِ الرَّحِمْ

[۲ : ۲۵۷] یہ ایسے نبی ہیں جنھوں نے لوگوں کو ہدایت کی ، سچے ہیں ، پاک ہیں ، رحیم ہیں ، اور رشتہ داری کے تعلقات ملانے کے معاملے میں مہربان ہیں

بِهِ خَتَمَ اللّٰهُ مَنْ قَبْلَهُ
وَمَنْ بَعْدَهُ مِنْ نَبِيٍّ خُتِمْ

---

۱ - أَسَرَّ اضداد میں سے ہے اس کے معنی " چھپانے " اور " ظاہر کرنے " کے ہیں - قرآن مجید کی اس آیت میں دونوں معنی بیان کیے گئے ہیں :

وَأَسَرُّوا النَّدَامَةَ لَمَّا رَأَوُا العَذَابَ

Marfat.com

اللہ نے ان سے پہلے اور ان کے بعد آنے والے نبیوں (کے سلسلے) کو ان پر ختم کر دیا

يَمُوتُ كَمَا مَاتَ مَنْ قَدْ مَضٰى
يُرَدُّ إِلَى اللهِ بَارِي النَّسَمْ

یہ بھی اسی طرح وفات پا جائیں گے جس طرح گزشتگان چل بسے انھیں بھی خدائے خالق ارواح کی طرف لوٹا دیا جائے گا

مَعَ الْأَنْبِيَا فِي جِنَانِ الْخُلُودِ
هُمْ أَهْلُهَا غَيْرَ حَلِّ الْقَسَمْ

یہ جنتِ خُلد میں انبیاء کے ساتھ ہوں گے وہ انبیاء اہل جنت ہیں ہاں اللہ اپنی قسم کو پورا کرکے رہے گا

وَ قَدَّسَ فِينَا بِحُبِّ الصَّلٰوة
جَمِيعاً وَعَلَّمَ خَطَّ الْقَلَمْ

آپ نے نماز کی محبت کے ذریعے سب لوگوں کو پاک کیا اور قلم کا لکھا ہؤا (قرآن) سکھایا

كِتَاباً مِنَ اللهِ نَقْرَأُ بِهِ
فَمَنْ يَعْتَدِيهِ فَقَدْ مَا أَثِمْ

یعنی وہ اللہ کی کتاب جسے ہم پڑھتے ہیں جو اس سے سرکشی کرے گا وہ گناہ گار ہوگا

اسی کے یہ اشعار بھی ہیں :

أَلَا كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ غَيْرُ رَبِّنَا
وَ لِلّٰهِ مِيرَاثُ الَّذِي كَانَ فَانِيَا

خبردار ہمارے رب کے سوا ہر چیز فنا ہونے والی ہے اور جو بھی فانی ہے اس کی میراث اللہ ہی کو ملے گی

Marfat.com

وَلِيٌّ لَهُ مِنْ دُونِ كُلِّ وِلَايَةٍ
إِذَا شَاءَ لَمْ يُمْسُوا جَمِيعاً مَوَالِيَا

ہر ولایت کو چھوڑ کر وہی اس کا ولی ہے اور اگر وہ چاہے تو کوئی بھی کسی کا والی نہ ہوگا

وَإِنْ يَكُ شَيْئٌ خَالِداً وَمُعَمَّراً
تَأَمَّلْ تَجِدْ مِنْ فَوْقِهِ اللهَ بَاقِيَا

اگر کوئی چیز ہمیشہ رہنے والی یا عمر پانے والی ہو تو غور کرنے پر تجھے معلوم ہوگا کہ اللہ اس کے اوپر دائم اور باقی ہے

لَهُ مَا رَأَتْ عَيْنُ الْبَصِيرِ وَفَوْقَهُ
سَمَاءُ الْإِلٰهِ فَوْقَ سَبْعِ سَمَائِيَا

دیکھنے والے کی آنکھ جو کچھ بھی دیکھتی ہے سب اسی کا ہے اور اس کے اوپر یعنی میرے سات آسمانوں کے اوپر اللہ کا آسمان ہے

یہ ایک عظیم الشان قصیدہ ہے جس میں اللہ تعالیٰ کی توحید اور بعض انبیاء کے قصے ہیں مثلاً نوح ، یوسف ، موسیٰ ، داؤد ، اور سلیمان علیہم السلام - مجھے اس قصیدے کے یہ اشعار پسند ہیں :

أَلَا لَنْ يَفُوتَ الْمَرْءَ رَحْمَةُ رَبِّهِ
وَلَوْ كَانَ تَحْتَ الْأَرْضِ سَبْعِينَ وَادِيَا

یاد رکھو اللہ کی رحمت کسی انسان سے خواہ وہ ستر وادیاں زمین کے نیچے کیوں نہ ہو اچک کر نہیں جا سکتی

يُعَالِي وَتُدْرِكُهُ مِنَ اللهِ رَحْمَةٌ
وَيُضْحِي ثَنَاءً فِي الْبَرِيَّةِ زَاكِيَا

انسان غرور کرتا ہے مگر اللہ کی رحمت اسے آ پکڑتی ہے اور وہ تمام مخلوق میں پاک تعریف کا مجسمہ بن جاتا ہے

اور اس قصیدے کے آخر کے یہ اشعار :

Marfat.com

وَأَنْتَ الَّذِي مِنْ فَضْلِ سَيْبٍ وَنِعْمَةٍ
بَعَثْتَ إِلَى مُوسَى رَسُولاً مُنَادِيَا

تو تو وہ خدا ہے جس نے اپنے عطیوں اور نعمتوں کی مہربانی کرتے ہوئے موسیٰ کے پاس اپنا منادی کرنے والا فرشتہ بھیجا

فَقَالَ أَعِنِّي ۱ بِابْنِ أُمِّي فَإِنَّنِي
كَثِيرٌ بِهِ يَا رَبِّ صِلْ لِي جَنَاحِيَا

موسیٰ نے کہا : اے اللہ میری مدد کے لیے میرے بھائی کو میرے ساتھ کر دے کیونکہ اس کی وجہ سے میں کثیر بن جاؤں گا خدایا میرے بازو کو میرے ساتھ ملا دے

وقُلْتَ لِهَارُونَ : اذْهَبَا فَتَظَاهَرَا
عَلَى الْمَرْءِ فِرْعَوْنَ الذي كَانَ طَاغِيَا

اور تو نے ہارون سے کہا : تم دونوں جاؤ اور سرکش فرعون کے خلاف ایک دوسرے کی مدد کرو

وَقُولاَ لَهُ آأَنْتَ سَوَّيْتَ هٰذِهِ
بِلاَ وَتَدٍ حَتَّى اطْمَأَنَّتْ كَمَا هِيَا

اور اس سے کہو کیا تو نے اس زمین کو میخوں کے بغیر بنایا ہے یہاں تک کہ یہ اپنی موجودہ سکون پزیر حالت کو پہنچ گئی ؟

وَقُولاَ لَهُ آأَنْتَ سَوَّيْتَ وَسْطَهَا
مُنِيرًا إِذَا مَا جَنَّهُ اللَّيْلُ سَارِيَا

اور اُس سے کہو کیا تو نے اس کے وسط میں روشن (چاند) بنایا ہے جو رات ہونے پر چلنے لگ پڑتا ہے

وَقُولاَ لَهُ مَنْ أَخْرَجَ الشَّمْسَ بُكْرَةً
فَأَصْبَحَ مَا مَسَّتْ مِنَ الأَرْضِ ضَاحِيَا

---

۱ - بلوغ الارب میں یا ابن اُمی" چھپا ہے اسے بِابْنِ اُمّی پڑھیں -

Marfat.com

اور اس سے کہو صبح کے وقت سورج کو کس نے نکالا جس سے زمین کا تمام وہ حصہ جس کو سورج چھوتا ہے دھوپ میں ہوتا ہے

وَقُولَا لَهُ مَنْ أَنْبَتَ الْحَبَّ فِي الثَّرَى
فَأَصْبَحَ مِنْهُ الْبَقْلُ يَهْتَزُّ رَابِيَا

[۲ : ۲۵۸] اور اس سے کہو زمین میں کس نے دانے اگائے جس سے سبزی اپنی بالیدگی کی وجہ سے جھومنے لگتی ہے

فَأَصْبَحَ مِنْهُ حَبُّهُ فِي رُؤُوسِهِ
فَفِي ذَاكَ آيَاتٌ لِمَنْ كَانَ وَاعِيَا

پھر اس کے دانے اس کے سروں پر آ جاتے ہیں ان تمام امور میں یاد رکھنے والوں کے لیے نشانیاں ہیں

پہلے بیان ہو چکا ہے کہ بعض ادبا نے اس قصیدے کو زید بن عمرو بن نفیل کی طرف منسوب کیا ہے مگر یہ درست نہیں ، کیونکہ یہ اشعار امیہ کے دیوان میں مندرج ہیں اور اسی کے اشعار سے زیادہ تر مناسبت بھی رکھتے ہیں - یہی اس کے شارحین کی بھی رائے ہے - بہر حال توفیق خدا ہی عطا کرتا ہے -

اور ان میں سے ایک

أرباب بن رئاب

ہے - ابن قتیبہ کتاب المعارف میں ان لوگوں کا ذکر کرتے ہوئے جو مبعث النبی صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے (کسی) دین پر کاربند تھے کہتا ہے : ارباب بن رئاب - یہ عبدالقیس میں سے تھا - شن میں سے - وہ عیسیٰ کے دین کا پیرو تھا - نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے پہلے اس نے کسی پکارنے والے کو یوں پکارتے سنا : دنیا میں تین بہترین شخص ہیں - رئاب شنّی ، بحیرا راہب اور تیسرا ابھی نہیں آیا اور وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہیں - جب ارباب کی اولاد میں کوئی مر جاتا تو دفن کرنے

Marfat.com

کے بعد لوگ اس کی قبر پر ہلکی سی بارش پاتے - بیان ختم ہؤا -

اور یہ ندا جن کی آواز تھی اور بعثت نبویہ سے پہلے جنوں کی آوازیں بکثرت آتی رہیں اور امام ماوردی نے ''کتاب اعلام النبوۃ'' میں اس قسم کی بہت سی چیزوں کا ذکر کیا ہے - وہ فرماتے[1] ہیں : بنی خثعم کے ایک آدمی سے مروی ہے وہ کہتا ہے کہ قبیلہ خثعم کے افراد نہ حلال کو حلال سمجھا کرتے اور نہ حرام کو حرام - وہ بتوں کی پرستش کیا کرتے تھے - ایک بار کا واقعہ ہے کہ ہم ایک رات ایک بت کے حضور میں تھے ، کسی باہمی اختلاف کے متعلق اس سے فیصلہ کرانے گئے تھے کہ بت کے اندر سے کسی نے چلا کر کہا :

یَا اَیُّھَا النَّاسُ ذَوُو الْاَجْسَامِ
مَا اَنْتُمْ وَطَائِشُو الْاَحْلَامِ

اے دانشمند افراد قافلہ کجا تم اور کجا ہواس باختہ لوگ

وَمُسْنِدُ الْحُکْمِ اِلَی الْاَصْنَامِ
تَصَدَّعَ بِالْحَقِّ وَبِالْاِسْلَامِ

اے فیصلہ کو بتوں کے سپرد کرنے والو بت تو حق بات اور اسلام کا علانیہ اظہار کر رہے ہیں

ھٰذَا نَبِیٌّ سَیِّدُ الْاَنَامِ
اَعْدَلُ ذِی حُکْمٍ مِنَ الْاَحْکَامِ

یہ لوگوں کے سردار نبی ہیں نہایت عادلانہ حکم دینے والے اور منصف ہیں

قَدْ طَھَّرَ النَّاسَ مِنَ الْاٰثَامِ

انھوں نے لوگوں کو گناہوں سے پاک کر دیا ہے

خثعمی کہتا ہے کہ ہم ڈر گئے اور میں مکے کی طرف چلا گیا اور

---

۱ - ملاحظہ ہو اعلام النبوۃ : ۱۱۶ - ۱۱۹

Marfat.com

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لے آیا -

[۲ : ۲۵۹] ان آوازوں[۱] میں سے ایک وہ ہے جس کی حکایت ابو عیسیٰ[۲] نے کی ہے وہ کہتا ہے : رات کے وقت قریش نے ابو قبیس کے پہاڑ پر کسی ہاتف کو یوں کہتے ہوئے سنا :

[۳]إِنْ يُسْلِمِ السَّعْدَانِ يُصْبِحْ مُحَمَّدٌ
بِمَكَّةَ لَا يَخْشَىٰ خِلَافَ الْمُخَالِفِ

اگر دونوں سعد اسلام لے آئیں تو مکے میں محمد کی یہ حالت ہو جائے گی کہ اسے کسی کی مخالفت کا خوف نہ ہوگا

صبح ہوئی تو ابو سفیان نے کہا " سعدان " کون ہیں ؟ کیا سعد بکر اور سعد تمیم ہیں ؟ جب دوسری رات ہوئی تو اسے یوں کہتے سنا گیا :

يَا سَعْدُ سَعْدَ الْأَوْسِ كُنْ أَنْتَ نَاصِرًا
وَيَا سَعْدُ سَعْدَ الْخَزْرَجِيِّينَ الْغَطَارِفِ

اے قبیلۂ اوس کے سعد تو مددگار بن جا اور اے قبیلۂ خزرج کے سرداروں کے سعد (تو بھی)

أَجِيبَا إِلَى دَاعِي الْهُدَىٰ وَتَمَنَّيَا
عَلَى اللَّهِ فِي الْفِرْدَوْسِ مُنْيَةَ عَارِفِ

---

۱ - بلوغ الارب میں : و من ھتوفھم درج ہے مگر اعلام النبوہ میں : و من بشائر ھتوفھم منقول ہے -

۲ - بلوغ الارب میں ابو عیس مکتوب ہے اسے ابو عیسیٰ پڑھیں جیسا کہ اعلام النبوہ میں ہے -

۳ - بلوغ الارب میں یہ شعر یوں ہے :

ان یسلم السعدان یصبح بمکۃ
محمد لا یخشی خلاف المخالف

تصحیح اعلام النبوہ سے کی گئی ہے -

Marfat.com

راہ راست کی طرف دعوت دینے والے کی بات مانو اور جنت میں اللہ سے آرزو وابستہ کرو کسی ایسے شخص کی طرح جو خدا شناس ہو

فَإِنَّ ثَوَابَ اللهِ لِطَالِبِ الهُدَى
جَنَّاتٌ مِنَ الفِرْدَوْسِ ذَاتُ زَخَارِفِ

کیونکہ ہدایت کے طلبگار کے لیے اللہ کی طرف سے جنت کی بارونق کیاریاں بطور ثواب کے ملیں گی

صبح ہوئی تو ابو سفیان نے کہا : اللہ کی قسم یہ تو سعد بن معاذ اور سعد بن عبادہ ہیں - بیان ختم ہؤا - مذکورہ بالا کتاب میں اور دیگر سیرت کی کتابوں میں ان کا مفصل حال منقول ہے -

اور ان میں سے ایک

سوید بن عامر المصطلقی

تھا - سید مرتضٰی نے اپنی امالی میں روایت کیا ہے کہ مسلم الخزاعی کا بیان ہے اور پھر المصطلقی کہتا ہے کہ ایک شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو سوید بن عامر کے یہ اشعار سنا رہا تھا ، اُس وقت میں بھی وہاں موجود تھا :

لَا تَأْمَنَنَّ وَإِنْ أَمْسَيْتَ فِي حَرَمٍ
إِنَّ المَنَايَا بِكَفَّيْ كُلِّ إِنْسَانٍ

خواہ تو حرم کے اندر ہی کیوں نہ ہو تجھے مطمئن نہیں رہنا چاہیے کیونکہ موتیں تو ہر انسان کے دونوں ہاتھوں میں ہوتی ہیں

وَاسْلُكْ طَرِيقَكَ تَمْشِي غَيْرَ مُخْتَشِعٍ
حَتَّى يُبَيَّنَ مَا يَمْنِي لَكَ المَانِي

تو اپنی راہ پر عاجزی سے اور سر نیچے جھکا کر نہ چل یہاں تک کہ تجھے معلوم ہو جائے کہ اللہ تعالیٰ نے تیری قسمت میں کیا لکھا ہے

Marfat.com

فَكُلُّ ذِیْ صَاحِبٍ یَوْماً یُفَارِقُهُ،
وَكُلُّ زَادٍ وَإِنْ أَبْقَيْتُهُ، فَانِیْ

ہر دوست والا ایک نہ ایک دن دوست سے جدا ہوگا اور ہر زاد ، خواہ تو اسے بچا کر رکھے فنا ہوگا

وَالْخَيْرُ وَالشَّرُّ مَقْرُونَانِ فِی قَرَنٍ
بِكُلِّ ذٰلِكَ يَأْتِيكَ الْجَدِيدَانِ

نیکی اور بدی دونوں ایک رسی میں جکڑی ہوئی ہیں روز و شب کی گردش تجھے ان سے دو چار کرتی رہے گی

یہ سن کر رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے فرمایا : اگر میں اس کے زمانے میں ہوتا تو وہ ضرور مسلمان ہو جاتا ۔ بیان ختم ہؤا ۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ان اشعار سے پتا چلتا ہے کہ اس کا میلان حنیفیت کی طرف تھا ۔

اور ان میں سے ایک

اسعد ابو کرب الحمیری

[۲ : ۲۵۰] تھا ۔ ابن قتیبہ کہتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے سات سو سال پہلے اسعد آپ پر ایمان لے آیا اور اس نے یہ اشعار کہے تھے :

شَهِدتُّ عَلَى أَحْمَدٍ أَنَّهُ،
رَسُولٌ مِنَ اللهِ بَارِی النَّسَمْ

میں گواہی دیتا ہوں کہ احمد روحوں کو پیدا کرنے والے اللہ کی کی طرف سے بھیجے ہوئے رسول ہیں

فَلَوْ مُدَّ عُمْرِی إِلَى عَصْرِهِ،
لَكُنْتُ وَزِيراً لَهُ وَابْنَ عَمْ

Marfat.com

اگر میری عمر ان کے زمانے تک لمبی ہو جائے تو میں ان کا وزیر ہوں گا اور عمزاد (چچا زاد بھائیوں کی طرح مددگار اور معاون ہوں گا)

یہ تبع اوسط تھا اس نے بہت سی جنگیں لڑیں - یہ ان تمام راستوں پر چلا جن پر اس کے آباء و اجداد چلے تھے - یہ ستاروں کے حساب سے چڑھائی کرتا اور روانہ ہوتا تھا ، ستاروں کے احکام کے مطابق امور سلطنت چلاتا تھا - اس نے بڑی مدت تک حکومت کی - وہ بڑا سخت گیر تھا - آخر قوم حمیر اس سے اکتا گئی اور انہیں وہ چڑھائیاں جن پر یہ انہیں مجبور کیا کرتا تھا بوجھل معلوم ہونے لگیں - چنانچہ انھوں نے اس کے بیٹے حسان بن تبع سے درخواست کی کہ اگر وہ اس کے قتل کرنے میں ان کی مدد کرے تو وہ اسے بادشاہ بنا دیں گے - مگر جب اس نے انکار کیا تو انھوں نے اسی کو قتل کر دیا - مگر یہ الگ بات ہے کہ بعد ازاں وہ اپنے کیے پر نادم ہوئے - ان میں اس معاملے کے ضمن میں اختلاف پیدا ہو گیا کہ اسعد کے بعد کسے بادشاہ بنائیں بالآخر حالات نے انہیں اس کے بیٹے حسان کو بادشاہ بنانے پر مجبور کر دیا اور اس سے پختہ وعدہ لے لیا کہ جو کچھ انھوں نے اس کے باپ سے کیا ہے وہ ان سے اس کا بدلہ نہ لے گا - کہا جاتا ہے کہ یہ تُبّع پہلا شخص تھا جس نے خانۂ کعبہ پر چمڑے اور یمنی چادروں کا غلاف چڑھایا - اسی کے یہ شعر ہیں :

قَدْ كَانَ ذُوالقَرْنَيْنِ قَبْلِي مُسْلِماً
مَلِكاً تَدِينُ لَهُ المُلُوكُ و تَحْشُدُ

جو مجھ سے پہلے ذوالقرنین مسلمان تھا وہ ایسا بادشاہ تھا جس کی دیگر بادشاہ اطاعت کرتے اور (اس کے) بلاوے پر حاضر ہو جاتے تھے

مِنْ بَعْدِهِ بِلْقِيسُ كَانَتْ عَمَّتِي
مَلَكَتْهُمُ حَتَّى أتَاهَا الهُدْ هُدُ

Marfat.com

اس کے بعد میری پھوپھی بلقیس تھی جو ہد ہد کے آنے تک ان پر
حکمران رہی

اور انھی میں سے ایک

وکیع بن سلمہ بن زہیر الایادی

تھا - ابن الکلبی کہتا ہے : جرہم کے بعد خانہ کعبہ کا والی وکیع بن سلمہ ہؤا - اس نے مکے کی نچلی جانب ایک محل بنایا جس میں اس نے "حزورہ" نامی ایک قوم بسا دی ، انھی کے نام پر حزورہ کو مکہ کہا گیا - اس نے اس محل میں ایک سیڑھی بنائی - یہ اس سیڑھی پر چڑھ جایا کرتا اور خیال کرتا کہ وہ اللہ سے مناجات کر رہا ہے - یہ بہت سی نیک باتیں کہا کرتا تھا - عربوں کے علما یہ خیال کیا کرتے تھے کہ یہ صدیقین میں سے ایک صدیق ہے - اس کا ایک قول یہ ہے : دودھ پلانے والی ہے ، دودھ چھڑانے والی ہے ، امن والی ہے ، ہلاک کرنے والی ہے ، قطع تعلق ، مصیبت ، صلہ رحم اور اچھے الفاظ -

[۲ : ۲۶۱] اس کے کلام میں سے یہ بھی ہے : تمھارا رب کہتا ہے کہ میں نیکی کا نیک بدلہ دوں گا اور بدی کی سزا دوں گا دنیا میں جو لوگ ہیں وہ سب آسمان والے خدا کے غلام ہیں جرہم ہلاک ہوگئے اور ایاد کی کثرت ہوگئی - صلاح و فساد کا بھی یہی عالم ہے -

جب اس کی وفات کا وقت آ گیا تو اس نے ایاد کو جمع کیا اور کہا : میری وصیت سن لو : گفتگو دو کلموں کی ہوتی ہے اور وضاحت کر دینے کے بعد حکم ہوتا ہے - جو ہدایت پر ہو اس کی تابعداری کرو اور جو گمراہ ہو جائے اسے چھوڑ دو - ۱ ہر شخص کو اس کے اپنے اعمال کی جزا ملے گی ، اس کے یہ الفاظ ضرب المثل بن گئے -

ابن الکلبی کہتا ہے : جب وکیع مرا تو پہاڑوں پر چڑھ کر اس

---

۱ - لفظی ترجمہ : ہر بکری کو اسی کی ٹانگوں سے لٹکایا جاتا ہے - یہ مثل یوں بھی بولی جاتی ہے : کُلُّ شَاۃٍ تُنَاطُ بِرِجْلَیْھَا

Marfat.com

کی موت کی خبر کا اعلان کیا گیا ۔ اسی کے متعلق بشیر بن الحجیر الایادی کہتا ہے :

وَنَحْنُ إِيَادٌ عِبَادُ الإلٰهِ
وَرَهْطُ مُنَاجِيهِ فِي سُلَّمٍ

ہم قوم ایاد اللہ کے بندے اور اس شخص کے قبیلے میں سے ہیں جو سیڑھی پر چڑھ کر اللہ سے مناجات کیا کرتا تھا

وَنَحْنُ وُلَاةُ الحِجَابِ العَتِيقِ
زَمَانَ النُّخَاعُ عَلَى جُرْهُمٍ

اور ہم قدیم مکہ کے والی ہیں اس زمانے میں جبکہ نُخَاع[۱] کی بیماری قبیلہ جرہم میں پڑی تھی

کہا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جرہم میں ایک بیماری پھیلا دی جسے نخاع کہتے ہیں ۔ اُس بیماری سے ایک رات کے اندر نوجوانوں کے علاوہ اسّی ادھیڑ عمر کے لوگ مر گئے ۔ انھی لوگوں کے متعلق کسی عرب نے کہا ہے :

هَلَكَتْ جُرْهُمُ الكِرَامُ فِعَالاً
وَوُلَاةُ البَنِيَّةِ الحُجَّابِ

کریمانہ افعال والے جرہم ہلاک ہو گئے جو خانہ کعبہ کے والی تھے

نُخِعُوا لَيْلَةً ثَمَانِينَ كَهْلاً
وَشَبَاباً كَفَى بِهِمْ مِنْ شَبَابِ

ایک ہی رات کے اندر اسّی ادھیڑ عمر لوگوں کو نخاع کی بیماری

---

۱ ۔ نخاع کے لفظی معنی ” حرام مغز “ کے ہیں اس بیماری کا اثر چونکہ حرام مغز پر ہوتا اس لیے یہ نام پڑا ۔

Marfat.com

لگی اور ایسے نوجوانوں کو بیماری لگی کہ ان کی جوانی کی شان بیان
نہیں ہو سکتی
اور ان میں سے ایک

عمیر بن جندب الجہنی

ہے - یہ شخص ان لوگوں میں سے تھا جو زمانۂ جاہلیت میں اللہ کو واحد جانتے تھے جو اپنے رب کے ساتھ کسی کو شریک قرار نہیں دیتے تھے - اس کا ایک عجیب قصہ (بیان کیا جاتا) ہے جس کا ذکر مصنف قاموس نے بھی '' قصل '' کے مادے کے تحت اپنی کتاب میں کیا ہے - چنانچہ وہ کہتا ہے : اسمعیل[1] بن ابی خالد سے مروی ہے وہ کہتے ہیں : اسلام سے تھوڑا ہی عرصہ پہلے قبیلہ جہینہ کا فرد عمیر بن جندب فوت ہو گیا - لوگوں نے اس کی تجہیز کا بندوبست کیا - اچانک اس نے اپنے سر سے کپڑا اٹھا کر کہا : قُصَل کہاں ہے ؟ (اور قُصَل اس کا ایک چچا زاد بھائی تھا) لوگوں نے کہا : سبحان اللہ ! وہ تو ابھی گزر کر گیا ہے - تجھے اس سے کیا کام ؟ اس نے جواب دیا : میرے پاس کوئی شخص آیا اور اس نے مجھ[2] سے کہا : تو مرے ، کیا تو اپنی قبر کو نہیں دیکھ رہا کہ وہ کھودی جا رہی ہے اور وقت قریب آ گیا ہے کہ تمہاری ماں تجھے زندہ نہ پائے - اچھا یہ تو بتاؤ اگر ہم تمہیں کسی اور جگہ بدل دیں اور تمہاری قبر میں قُصَل کو دفن کر دیا

---

١ - ١٤٦ھ میں وفات پائی -

٢ - محمد بہجہ اثری محشی بلوغ الارب نے مصنف قاموس کے اس واقعہ کو اپنی کتاب میں درج کرنے پر تعجب کا اظہار کیا ہے - راقم کہتا ہے کہ اثری صاحب کو مصنف قاموس پر اظہار تعجب کرنے سے پہلے اپنے استاد پر تعجب کرنا چاہیے جس نے اس واقعہ کو یہاں نقل کیا ہے - موت کے بعد زید بن خارجہ انصاری اور ربعی بن خراش نے کلام کی - ملاحظہ ہو راقم کی تالیف حیات جاوداں صفحہ ٣٢ تا ٣٦ اور وہ حوالہ جات جو وہاں دیے ہیں -

Marfat.com

جائے جو چلتے ہوئے اکڑ کر چلتا ہے ، پھر ہم اس قبر کو پتھروں سے بھر دیں ، تو کیا تو اپنے رب کی عبادت کرے گا اور نماز ادا کرے گا ؟ اور ان لوگوں کی راہ کو چھوڑ دے گا اور جو شرک کرتے اور لوگوں کو گمراہ کرتے ہیں ؟ میں نے کہا : ہاں ۔ راوی کہتا ہے : اس کے بعد وہ ہوش میں آ گیا ۔ اس نے شادیاں کیں اور اس کے یہاں اولاد ہوئی اور فصل تین ہی راتیں گزار سکا تھا کہ فوت ہو گیا اور اسے عُمَیر کی قبر میں دفن کر دیا گیا ۔

اور ان میں سے ایک

عدی بن زید العبادی

ہے ۔ عدی بن زید بن حماد بن زید بن ایوب بنی امرؤ القیس بن زید مناۃ بن تمیم میں سے تھا ۔

مصنف[1] اغانی کہتا ہے : یہ ایوب عربوں میں پہلا شخص تھا جس کا نام ایوب رکھا گیا ۔ عدی جاھلیت کے شعرا میں سے ایک فصیح شاعر تھا ۔ یہ مذہباً عیسائی تھا ۔ اس کا باپ ، اس کی والدہ اور اس کے گھر والے بھی عیسائی تھے ۔ مصنف اغانی کہتا ہے آل عدی کا حیرہ میں آ کر سکونت اختیار کرنے کا سبب یہ ہوا کہ اُس کا دادا ایوب دراصل[2] یمامہ کا رہنے والا تھا ۔ اس نے اپنی قوم کے کسی شخص کو مار ڈالا

---

۱ - آلوسی نے جیسا کہ اس نے خود ذکر کیا ہے یہ بیان اغانی سے لیا ہے ملاحظہ ہو کتاب الاغانی : ۲ : ۸۰ ببعد مگر اغانی کی مکمل عبارت نقل نہیں کی ، بیشتر مقامات پر جملوں کے جملے حذف کر دیے ہیں جس سے مفہوم میں خلل پڑ رہا ہے ۔ میں نے اغانی کو پیش نظر رکھتے ہوئے اس خلل کو دور کرنے کی کوشش کی ہے ۔

۲ - بلوغ الارب میں ” کان بمنزلة الیمامة “ ہے اسے کان منزلُه الیمامة پڑھیں جیسا کہ اغانی میں ہے ۔

Marfat.com

اور بھاگ کر بنی الحٰرث بن کعب کے ایک آدمی کے پاس جس کا نام اوس بن کلام ہے حیرہ چلا گیا ۔ اوس اس کا بیوی کی طرف سے رشتہ دار تھا ۔ اس نے اس کی عزت و تکریم کی اور اس کے گھر کے لیے تین سو اوقیہ سونے سے ایک قطعۂ زمین خرید لیا ، پھر اس گھر کی تعمیر پر دو سو اوقیہ سونا صرف کیا اور اسے دو سو اونٹ مع ان کے چرواہوں[1] کے دے دیے ۔ ایک گھوڑا اور ایک لونڈی بھی دی ۔ (پھر ہوتے ہوتے) اس کا تعلق حیرہ کے بادشاہوں کے ساتھ ہو گیا ۔ انھوں نے اس کی اور اس کے بیٹے زید بن ایوب کی خدمات کا اعتراف کیا چنانچہ جو شخص بھی بادشاہ مقرر ہوتا وہ ایوب کی اولاد کو ضرور انعام دیتا ۔

اس کے بعد زید نے آل قلام کی ایک عورت سے شادی کر لی جس سے حمّاد پیدا ہوا ۔ ایک دن زید بن ایوب شکار کے لیے نکلا[2] ، اسے بنی امرؤ القیس کا ایک آدمی مل گیا جو خون کا بدلہ لینا چاہتا تھا[3] ۔ اس نے زید پر اچانک حملہ کیا اور اسے موت کے گھاٹ اتار کر خود فرار ہو گیا ۔

حمّاد اپنے ماموں کے ہاں رہا تا آنکہ جوان ہو گیا ۔ اس کی ماں نے اسے لکھنا سکھایا ۔ حماد بنی ایوب میں سے پہلا شخص تھا جو لکھنا جانتا تھا اور یہ بہترین منشی بنا یہاں تک کہ نعمان اکبر کا میر منشی بن گیا ۔ یہ نعمان کے یہاں اس عہدے پر کام کرتا رہا یہاں تک کہ اس کے یہاں ایک لڑکا پیدا ہوا جس کا نام اس نے اپنے باپ کے نام پر زید رکھا ۔ ایرانی دہقانوں میں سے ایک دہقان جس کا نام فروخ ماہان تھا حماد کا دوست تھا ۔ جب حماد کی وفات کا وقت قریب آ گیا تو اس

---

۱ - بلوغ الارب میں یرعاھا ہے اسے برعاءھا پڑھیں ۔
۲ - اس کے بعد بہت سی عبارت آلوسی نے چھوڑ دی ہے ۔
۳ - قتل تو زید کے باپ ایوب نے کیا تھا ۔ اس شخص نے قیافے سے معلوم کر لیا کہ زید ایوب کا بیٹا ہے ۔ یہ سارا بیان آلوسی نے حذف کر دیا ہے ۔

Marfat.com

نے اپنے بیٹے زید کو اس دہقان کے سپرد کر دیا ، وہ ایرانی سرداروں میں سے تھا - فروخ ماہان نے زید کو اپنی تحویل میں لے لیا - زید لکھائی میں پہلے ہی ماہر تھا - اس دہقان نے اسے فارسی زبان بھی سکھا دی ، زید عقلمند شخص تھا ، پھر دہقان نے کسریٰ کے پاس سفارش کی [۲ : ۲۶۳] کہ زید کو شاہی ضروریات کے لیے محکمۂ ڈاک کا نگران مقرر کر دیا جائے - چنانچہ کسریٰ نے اسے مقرر کر دیا اور وہ یہ ایک عرصے تک اس عہدے پر فائز رہا -

اس کے بعد نعمان مر گیا اور حیرہ والوں میں اختلاف پیدا ہو گیا کہ بادشاہ کسے بنایا جائے ، آخر طے پایا کہ خود کسریٰ ان میں سے کسی کو مقرر کر دے - اس رئیس نے زید بن حمّاد کو بادشاہ بنانے کا مشورہ دیا چنانچہ زید حیرہ پر حکمرانی کرتا رہا حتیٰ کہ کسریٰ نے المنذر بن ماء السماء کو بادشاہ مقرر کر دیا - زید نے نعمہ بنت ثعلبہ العدویۃ سے شادی کر لی جس سے عدی پیدا ہوا - ایرانی سردار فروخ ماہان کے ہاں بھی ایک لڑکا پیدا ہوا جس کا نام اس نے شاہان مرد رکھا - جب عدی[1] جوان ہوا - تو ایرانی سردار نے اسے اپنے بیٹے کے ساتھ فارسی مکتب میں بھیج دیا - اس نے لکھنا اور فارسی بولنا سیکھ لیا ، یہاں تک کہ جب فارغ ہوا تو نہایت فہیم اور فصیح ترین عربی جاننے والوں میں شمار ہونے لگا - شعر بھی کہتا تھا ، اس نے فنِ تیر اندازی بھی سیکھا اور گھوڑے پر سوار ہو کر چوگان بازی کا ایرانی کھیل بھی سیکھ لیا وغیرہ وغیرہ - اس کے بعد جب اس ایرانی سردار کی ملاقات کسریٰ سے ہوئی تو اس نے کسریٰ سے کہا : میرے یہاں ایک عربی لڑکا ہے جو نہایت فصیح اور عربی اور فارسی انشا پردازی میں خوب ماہر ہے اور بادشاہ کو ایسے آدمی کی ضرورت (رہتی) ہے - سردار نے عدی بن زید کو پیش کیا ، عدی خوبرو اور اعلیٰ درجے کا حسین تھا - ایرانی لوگ خوبرو انسان کو

---

۱ - اغانی میں یہ عبارت یوں ہے : فلما ایفع طرحہ ابوہ فی الکُتّاب حتی اذا حذق ارسلہ المرزبان الخ -

Marfat.com

برکت والا سمجھا کرتے تھے ۔ کسریٰ کو عدی پسند آ گیا چنانچہ کسریٰ کے دیوان میں عدی پہلا شخص تھا جس نے عربی زبان لکھی ۔ حیرہ کے لوگ عدی کو پسند کرتے اور اس سے ڈرتے تھے ۔ وہ کسریٰ کے دیوان واقع مدائن میں اس کام پر مقرر رہا ، اس کی بڑی تعظیم کی جاتی تھی تو اس وقت (ابھی) اس کا باپ زید بھی زندہ تھا ۔ ہوتے ہوتے اس کی اس قدر شہرت ہوئی کہ زید کی شہرت اپنے بیٹے عدی کے مقابلے میں ماند پڑ گئی ۔

پھر جب منذر مرا تو عدی نے کوشش کر کے کسریٰ سے نعمان بن منذر کو حیرہ کا بادشاہ بنوا ایا ۔ مگر کچھ مدت کے بعد لوگوں نے عدی کے خلاف ایک تہمت تراشی اور کہا : عدی کہتا ہے کہ تو حیرہ پر اس کا عامل ہے ۔ اس سے نعمان کو غصہ آ گیا اور عدی کو کہلا بھیجا کہ وہ اس کی ملاقات کا بڑا خواہاں ہے ۔ جب عدی آیا تو نعمان نے اسے قید کر دیا ۔ یہ کچھ عرصہ قید میں رہا یہاں تک کہ کسریٰ کا ایلچی اسے قید خانے سے نکالنے کے لیے آ گیا ۔ نعمان کو ڈر لاحق ہوا کہ کہیں یہ رہا نہ ہو جائے لہٰذا اس نے عدی کو اس طرح ڈھانپا کہ وہ گھٹ کر مر گیا ۔ بعد میں نعمان کو اس کے قتل کرنے پر ندامت ہوئی اور وہ سمجھ گیا کہ اسے بہکایا گیا ہے ۔ اس کے بعد وہ ایک دن شکار کے لیے نکلا تو اسے عدی کا ایک بیٹا ملا جس کا نام زید تھا ۔ اس نے زید سے گفتگو کی اور اسے عالی ظرف بچہ پایا ، اس سے نعمان کو بڑی خوشی ہوئی چنانچہ اس نے اسے اپنا مقرب بنا لیا اور اس سے اس کے باپ کے قتل کی معافی مانگی ۔ پھر کسریٰ کو لکھا کہ وہ اس کی تربیت [۲ : ۲٦۴] کرے اور اس کے باپ کی جگہ اسے مقرر کر دے چنانچہ کسریٰ نے ایسا ہی کیا ۔ یہ وہ چٹھیاں رقم کیا کرتا تھا جو عربوں کے شاہی خاندانوں کے نام لکھی جاتی تھیں اور جو سلطنت کے خاص معاملات کے متعلق ہوتی تھیں ۔ ایرانی بادشاہوں کے یہاں عورتوں کی صفات لکھی ہوتی تھیں اور وہ ان علاقوں میں یہ صفات لکھ کر بھیج دیتے تھے اور جہاں کہیں کوئی ایسی عورت ہوتی جس میں وہ صفت

Marfat.com

پائی جاتی اسے بادشاہ کے پاس بھیج دیا جاتا تھا مگر ایرانی بادشاہ ان صفات والی عورتوں کی تلاش عربوں کے علاقے میں نہیں کیا کرتے تھے۔ جب کسریٰ نے ایک خاص صفت کی عورت کو تلاش کیا تو عدی نے کہا: میں منذر کے خاندان سے واقف ہوں اور تمھارے غلام نعمان کے یہاں اس کی بیٹیوں، بہنوں اور چچا کی بیٹیوں میں اس صفت کی بیس سے زائد عورتیں موجود ہیں۔ مجھے اپنے کسی ایسے معتبر آدمی کے ہمراہ بھیجیں جو عربی جانتا ہو تاکہ میں آپ کی آرزو اس تک پہنچا دوں۔ اس پر کسریٰ نے اس کے ہمراہ ایک سمجھدار آدمی روانہ کیا۔ زید اسے لے کر نکلا اور اس شخص کی عزت کرنے اور اس سے مہربانی سے پیش آنے لگا۔ بالآخر وہ حیرہ پہنچا، جب نعمان کے پاس گیا تو اس سے کہا: کسریٰ کو اپنی ذات اور اپنے بیٹوں کے لیے کچھ عورتیں چاہییں اور وہ چاہتا ہے کہ تمھارے ساتھ رشتہ داری کر کے تمھیں عزت بخشے۔ اسی لیے اس نے ہمیں بھیجا ہے۔ نعمان نے زید سے کہا اور ایلچی سن رہا تھا: کیا سواد (عراق) کی خوبصورت عورتوں اور ایران کی موٹی آنکھ والی عورتوں میں اسے اپنی ضرورت کے مطابق عورتیں نہیں مل سکتیں۔ ایلچی نے فارسی زبان میں زید سے پوچھا: "مہا" کسے کہتے ہیں۔ زید نے فارسی میں بتایا کہ اس کے معنی ہیں "گاوان" یعنی گائے۔ ایلچی خاموش ہو گیا۔ زید نے نعمان سے کہا: بادشاہ کا ارادہ صرف تمھیں عزت بخشنے کا ہے۔ اگر اسے معلوم ہوتا کہ یہ بات تمھیں ناگوار معلوم ہوگی تو وہ یہ بات کبھی نہ لکھتا۔ نعمان نے ان دونوں کو دو دن تک اپنے پاس ٹھہرایا، پھر کسریٰ کی طرف لکھ بھیجا "جو چیز بادشاہ مانگتا ہے وہ میرے پاس نہیں ہے" اور زید سے کہا: بادشاہ کے سامنے میرا عذر پیش کر دینا۔ جب دونوں کسریٰ کے پاس واپس چلے آئے تو زید نے ایلچی سے کہا: جو کچھ تو نے سنا ہے وہ بادشاہ سے سچ سچ کہہ دینا کیونکہ میں بھی اسی طرح کہوں گا جس طرح تو کہے گا اور اس میں تم سے اختلاف نہ کروں گا۔ جب دونوں کسریٰ کے پاس گئے تو زید نے کہا: یہ اس کی چٹھی ہے اور چٹھی پڑھ کر

Marfat.com

اسے سنا دی، کسریٰ نے کہا: جو بات تو نے مجھے بتائی تھی وہ کہاں ہے؟ زید نے جواب دیا: میں تو پہلے ہی آپ کو بتا چکا ہوں کہ اوروں کو اپنی عورتیں دینے میں عرب بخل کرتے ہیں اور یہ ان کی بدقسمتی ہے کہ وہ بھوک اور ننگ کو سیری اور لباس پر ترجیح دیتے ہیں اور تمھارے علاقے کی پاکیزہ ہوا کے مقابلے میں وہ بادِ سموم کو پسند کرتے ہیں یہاں تک کہ وہ اسے قید خانہ کہہ کر پکارتے ہیں۔ جو الفاظ اس نے استعمال کیے تھے ان کے متعلق آپ اس ایلچی سے دریافت کر لیں کیونکہ مجھے وہ الفاظ آپ کے سامنے دہرانے میں شرم محسوس ہوتی ہے۔ کسریٰ نے ایلچی سے پوچھا: نعمان نے کیا کہا تھا؟ ایلچی نے جواب دیا: کیا سواد اور فارس کی گایوں میں اسے اس قدر عورتیں نہیں مل سکتیں کہ وہ ہماری عورتوں کا مطالبہ کرتا ہے؟ کسریٰ کے چہرے پر غصے کے آثار دکھائی دیے اور وہ کئی ماہ تک خاموش رہا، نعمان کو بھی اس کی ناراضگی کی خبر مل گئی۔ اس کے بعد کسریٰ نے اس کی طرف لکھ بھیجا کہ تم یہاں آؤ کیونکہ مجھے تم سے ایک کام ہے۔ اس سے نعمان ڈر گیا چنانچہ اس نے اپنا اسلحہ اور وہ تمام چیزیں، جنھیں وہ اٹھا سکتا تھا اپنے ساتھ اٹھا لیں اور قبائل عرب کے پاس جا کر پناہ لے لی مگر کسی نے اسے پناہ نہ دی سب نے کہا: [۲ : ۲۶۵] ہم میں کسریٰ کے مقابلے کی تاب نہیں۔ ہوتے ہوتے وہ چھپ کر ذی قار میں بنی شیبان کے یہاں جا اترا اور ھانیؑ بن قبیصہ سے ملا۔ اس نے اسے پناہ دے دی اور کہا: مجھ پر تمھاری کفالت لازم ہے اور میں تمھیں ہر اس چیز سے بچاؤں گا جس سے میں اپنی ذات اور اپنے گھر والوں کو بچاتا ہوں، یہ ذمہ داری مجھے بھی تباہ کر دے گی اور تجھے بھی، میں تجھے ایک رائے دیتا ہوں مگر اس لیے نہیں کہ تجھے اپنی پناہ سے نکال دوں بلکہ اس لیے کہ یہی صحیح رائے ہے۔ اس نے کہا: بتاؤ کیا رائے ہے؟ ھانیؑ نے کہا: انسان کو ہر بات زیب دے سکتی ہے مگر یہ بات زیب نہیں دیتی کہ بادشاہ ہونے کے بعد وہ ایک عامی شخص بن جائے۔ موت تو ہر شخص کو آئے گی۔ کریمانہ موت اس

Marfat.com

بات سے بہتر ہے کہ تم ذلت کے گھونٹ بھرو یا بادشاہ ہونے کے بعد ایک عامی شخص بن جاؤ - تم اپنے آقا کے پاس جاؤ اور اپنے ساتھ تحائف اور مال لے جاؤ اور اپنے آپ کو اس کے سامنے ڈال دو یا وہ تمھیں معاف کر دے گا لٰہذا تم پھر سے قدرت والے بادشاہ بن جاؤ گے یا وہ تمھیں تکلیف پہنچائے گا - تمھارے لیے موت بہتر ہے بہ نسبت اس کے کہ بھوکے عرب تم سے کھیلیں اور ان کے لٹیرے تمھیں نوچیں - نعمان نے کہا : میری بیویوں اور گھر والوں کا کیا حال ہوگا ؟ ھانیؑ نے کہا : وہ میری ذمہ داری میں ہوں گے - کسریٰ اس وقت تک ان تک نہ پہنچ سکے گا جب تک پہلے میری بیٹیوں تک نہ پہنچ لے - یہ سن کر نعمان نے کہا : تمھارے باپ کی قسم یہی صحیح رائے ہے - اس کے بعد اس نے کچھ گھوڑے اور یمنی منقش چادروں کے دوشالے اور جواہر اور نایاب چیزیں جو اس کے پاس تھیں منتخب کیں اور کسریٰ کے پاس بھیج دیں - پھر ایک معذرت نامہ لکھا اور اس میں رقم کیا کہ وہ کسریٰ کی خدمت میں حاضر ہو رہا ہے - کسریٰ نے وہ تحائف قبول کر لیے اور اسے آنے کا حکم دیا - ایلچی نے واپس آ کر یہ بات کہہ سنائی اور یہ بھی بتایا کہ اس نے کسریٰ کی طرف سے کوئی برا ارادہ نہیں دیکھا - چنانچہ نعمان اس کی طرف روانہ ہو گیا ، جب ساباط پہنچا تو اسے زید بن عدی ملا اس نے کہا : اے نعمان اگر بچ سکتا ہے تو جان بچا کر نکل جا - نعمان نے جواب دیا : اے زید ! کیا یہ ساری تیری کارستانی ہے ؟ خدا کی قسم اگر میں زندہ رہا تو تجھے اس طرح سے قتل کروں گا کہ کسی عربی نے اس طرح کسی کو قتل نہ کیا ہوگا - اس کے جواب میں زید نے کہا : خدا کی قسم میں نے تمھارے لیے ایسی باندھنے کی رسی تیار کر رکھی ہے جسے گھوڑی کا چست بچہ بھی نہ کاٹ سکے - جب کسریٰ کو معلوم ہؤا کہ وہ دروازے پر آ پہنچا ہے تو اس نے اس سے دھوکا کیا - یہ واقعہ اسلام سے تھوڑا ہی عرصہ پہلے کا ہے - اس سے عربوں کو غصہ آ گیا اور نعمان کا قتل ذی قار کی جنگ کا سبب بن گیا -

Marfat.com

اور ان میں سے ایک

ابو قیس صرمہ بن ابی أنس

ہے - ابن قتیبہ کہتا ہے : یہ بنی النجّار میں سے تھا - اس نے رہبانیت اختیار کرلی تھی ، ٹاٹ کے کپڑے پہنتا تھا اور بتوں سے علیحدگی اختیار کر لی تھی - عیسائی بننے لگا تھا مگر پھر رک گیا - اس کے بعد وہ اپنے گھر کے اندر چلا گیا جسے اس نے اپنی مسجد بنا لیا - اس میں حائض عورت یا جنبی انسان داخل نہ ہو سکتا تھا - وہ کہا کرتا تھا : میں ابراهیم کے رب کی پرستش کرتا ہوں - جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینے تشریف لائے تو یہ مسلمان ہو گیا اور اچھا مسلمان رہا - رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں یہ شعر اسی کا ہے :

ثَوَى فِي قُرَيْشٍ بِضْعَ عَشْرَةَ حِجَّةً
بِمَكَّةَ لَوْ يَلْقَى صَدِيقًا مُوَاتِيَا

آپ مکے کے اندر قریش میں دس سے کچھ اوپر سال تک مقیم رہے
تاکہ آپ کو کوئی موافق دوست مل جائے

زمانۂ جاہلیت میں اسی نے یہ اشعار کہے تھے :

سَبِّحُوا اللهَ شَرْقَ كُلِّ صَبَاحٍ
طَلَعَتْ شَمْسُهُ وَكُلِّ هِلَالِ

ہر صبح سورج طلوع ہونے پر اور چاند کے نکلنے پر اللہ کی پاکیزگی بیان کرو

يَا بَنِيَّ الأَرْحَامَ لَا تَقْطَعُوهَا
وَصِلُوهَا قَصِيرَةً مِنْ طِوَالِ

بیٹا ! رشتہ داری کے تعلقات منقطع نہ کرنا ، انھیں ملاتے رہنا خواہ رشتہ داری چھوٹی ہو خواہ بڑی

Marfat.com

یَابُنَیَّ النُّجُومَ لَا تَظْلِمُوْ هَا
إِنَّ ظُلْمَ النُّجُومِ دَاءٌ عُضَالٌ[1]

بیٹا ! ستاروں پر ظلم نہ کرو کیونکہ ان پر ظلم کرنا لا علاج مرض ہے

اور ان میں سے ایک

سیف بن ذی یزن

ہے - امام ماوردی " اعلام النبوہ " میں کہتا[2] ہے : جب سیف بن ذویزن حبشہ پر قابض ہونے میں کامیاب ہو گیا اور یہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کے کئی سال بعد کی بات ہے تو عربوں کے وفد ، اشراف اور شعرا اسے مبارک باد دینے اور مدح کرنے کے لیے آئے ، ساتھ ہی ان تکالیف کا بھی ذکر کیا جو اس نے برداشت کی تھیں - اسی طرح قوم کے خون کا بدلہ لینے کا بھی ذکر کیا - قریش کا وفد بھی اس کے پاس آیا اور ان میں عبدالمطلب بن ہاشم ، امیہ بن عبد شمس ، عبدالالہ بن جُدعان اور اسد بن خویلد بھی تھے ، ان کے ساتھ دیگر اشراف قریش بھی تھے - جب آئے تو سیف بن ذویزن اپنے " غمدان ، ناسی محل کی سب سے بالائی منزل پر تھا - اسی محل کے متعلق امیہ بن ابی الصلت کہتا ہے :

إِشْرَبْ هَنِیئًا عَلَیْکَ التَّاجُ مُرْتَفِعًا[3]
فِی رَأْسِ غُمْدَانَ دَارٍ مِنْکَ مِحلَالَا

تم مزے سے تاج پہن کر اور کہنی کے سہارے تکیہ لگائے غمدان

---

۱ - اس شعر میں " اقواء " پایا جاتا ہے -

۲ - ملاحظہ ہو اعلام النبوہ : ۱۲۴ تا ۱۲۶ ، اور العقد الفرید : ۱ : ۲۴۲ تا ۲۴۴ -

۳ - اعلام النبوہ اور بلوغ الارب دونوں میں مُرتفعا ہی ہے مگر العقد الفرید (۱ : ۲۴۲) میں مرتفقا ہے اور یہی درست ہے -

Marfat.com

کی چوٹی پر بیٹھ کر شراب پیو اور غمدان تمھارا گھر ہے جہاں تم اترا کرتے ہو

راوی کہتا ہے کہ انھوں نے باریابی کی درخواست کی۔ اس نے اجازت دے دی چنانچہ یہ اس کے پاس گئے۔ اُس نے جسم پر عنبر ملا ہؤا تھا ، عطریات کی چمک اس کے سر پر دکھائی دیتی تھی۔ اس نے دو چادریں زیب بدن کر رکھی تھیں ، ایک [۲ : ۲٦۷] کو بطور تہمد اور دوسری کو بطور جُبّہ اوڑھا ہؤا تھا۔ اس کی تلوار اس کے سامنے پڑی تھی۔ اس کے دائیں اور بائیں ، بادشاہ ، شہزادے اور رؤسا تھے۔ راوی کہتا ہے کہ عبدالمطلب نے قریب ہو کر بات کرنے کی اجازت چاہی۔ سیف بن ذویزن نے کہا : اگر تم ان لوگوں میں سے ہو جو بادشاہوں کے حضور میں بات کرتے ہیں تو ہم نے تمھیں اجازت دے دی ہے۔ عبدالمطلب نے کہا : اے بادشاہ اللہ نے تمھیں ایک بلند مقام عطا کیا ہے جو دشوار اور ناقابل یافت ہے ، عالی اور عظیم ہے اور اللہ نے تمھارا ایسا پودا بنایا ہے جس کی جڑیں پاک اور اصل طاقتور ہے۔ جڑیں مضبوط گڑی ہوئی ہیں اور شاخیں اونچی چلی گئی ہیں ، تم بہت ہی عزت والے مقام پر فائز ہو اور نہایت پاکیزہ خاندان میں ہو۔ خدا کرے تم سے کوئی قابل لعنت بات سرزد نہ ہو۔ تم عربوں کے بادشاہ ہو اور ان کا ایسا موسم بہار ہو جس کی بدولت وہ سرسبز و شاداب ہوتے ہیں۔ اے بادشاہ تم عربوں کے ایسے سردار ہو جس کی وہ اطاعت کرتے ہیں اور ان کا ایسا ستون ہو جس پر ان کا دار و مدار ہے اور ان کا ایسا قلعہ ہو جہاں آ کر وہ لوگ پناہ لیتے ہیں۔ تمھارے اسلاف بہترین اسلاف تھے اور تم ہمارے لیے ان کے بہترین جانشین ہو۔ جن کے جانشین تم ہو وہ نابود نہیں ہو سکتے اور جن کے سلف تم ہو وہ گمنام نہیں ہو سکتے۔ اے بادشاہ ہم اللہ کے حرم کے باسی ہیں اور اس کے گھر کے محافظ ہیں۔ ہمیں تمھارے پاس اس خدا نے بھیجا ہے جس نے تمھیں اس مصیبت کو دور کرنے کے لیے پسند کیا ہے جس کے بوجھ کے نیچے ہم دبے ہوئے ہیں لہٰذا ہم مبارکباد دینے کے

Marfat.com

لیے آئے ہیں اپنی مصیبت بیان کرنے نہیں آئے۔

ابن ذی یزن نے کہا : اے مقرر تم کون ہو ؟ اس نے جواب دیا : میں عبدالمطلب بن ہاشم ہوں۔ سیف نے کہا۔ ہمارا بھانجا ؟ اس نے کہا : ہاں تمھارا بھانجا۔ سیف نے کہا : قریب آ جاؤ۔ اور اس[۱] نے تمام قوم کے مقابلے میں انھیں اپنے سے قریب تر کر لیا اور کہا : خوش آمدید۔ تمھارے لیے اونٹنی اور پالان[۲] ہے اور اونٹ بٹھانے کی نرم جگہ ہے۔ تم ایک سخی بادشاہ کے پاس آئے ہو جو بڑے عطیے دیتا ہے۔ بادشاہ نے تمھاری بات سن لی ہے اور تمھاری رشتہ داری کو پہچان لیا ہے اور تمھارے وسیلے کو قبول کر لیا ہے۔ تم دن کو بھی اور رات کو بھی ہمارے یہاں مہمان ہو۔ جب تک تم یہاں رہو عزت سے رہو اور جب کوچ کر جانا چاہو گے تو تمھیں انعام سے نوازا جائے گا۔

راوی کہتا ہے کہ اس کے بعد ان سے کہا گیا کہ وہ مہمان خانے اور قیام گاہِ وفود کی طرف تشریف لے جائیں۔ پھر وہ ایک ماہ تک وہاں ٹھہرے مگر نہ بادشاہ کے پاس جا سکتے تھے اور نہ ہی وہ انھیں واپس جانے کی اجازت دیتا تھا۔ راوی کہتا ہے کہ اس کے بعد وہ چونکا اور عبدالمطلب کو بلا بھیجا۔ اسے خلوت میں لے گیا ، اپنے قریب بٹھایا اور کہا : اے عبدالمطلب ! میں اپنے علم کا ایک راز تمھارے سپرد کرتا ہوں اگر کوئی اور ہوتا تو میں اس راز کو اس کے سامنے فاش نہ کرتا مگر چونکہ میں نے تمھیں (اس راز کی) اصل پایا ہے اس لیے میں تمھیں اس سے مطلع کرتا ہوں یہ راز تمھارے پاس نہاں[۳] رہنا چاہیے تاآنکہ اللہ [۲ : ۲۶۱] اس کی اجازت دے کیونکہ اللہ اس معاملے میں اپنا فیصلہ

---

۱ - بلوغ الارب اور اعلام النبوہ میں فادناہ علی القوم وعلیہ ہے مگر العقد الفرید میں ، فادناہ و قرّبہ' ہے -

۲ - بلوغ الارب میں رجلا ہے اسے رحلا پڑھیں جیسا کہ العقد الفرید اور اعلام النبوہ میں ہے -

۳ - بلوغ الارب میں مطویاً ہے مگر العقد الفرید میں مصونا ہے اور وہی بہتر ہے -

Marfat.com

کر کے رہے گا - میں پوشیدہ کتاب اور اس چھپے ہوئے علم میں جسے ہم نے اپنی ذات کے لیے منتخب[۱] کر رکھا ہے اور جسے ہم نے اوروں سے چھپا کر رکھا ہے ایک عظیم خبر اور بہت بڑی منزلت پاتا ہوں جس میں عام[۲] لوگوں کے لیے اور تمھاری تمام قوم کے لیے اور بالخصوص تمھاری ذات کے لیے زندگی کا شرف اور موت کی فضیلت پائی جاتی ہے - عبدالمطلب نے کہا : تمھارے جیسے لوگ ہی تو خوش بھی کرتے ہیں اور احسان بھی فرماتے ہیں - وہ کیا راز ہے تم پر تمام بادیہ نشین یکے بعد دیگرے قربان ہوں ؟

ابن ذی یزن نے کہا : جب تہامہ میں ایک ایسا بچہ پیدا ہو جس کے دونوں کندھوں کے درمیان ایک خال ہو گا تو پھر اس کی امامت اور تمھاری سرداری قیامت تک قائم رہے گی -

عبدالمطلب نے کہا : تم ایسی نیکی لے کر آئے ہو جیسی کوئی آنے والا لے کر نہیں آیا - اگر بادشاہ کی تعظیم اور ہیبت نہ ہوتی تو میں درخواست کرتا کہ وہ مجھے ایسی بشارت دے جس سے مجھے مزید خوشی ہو -

ابن ذی یزن نے کہا : یہ اس کے پیدا ہونے کا وقت ہے یا وہ پیدا ہو چکا ہے اس کا نام احمد ہے - اس کا باپ اور ماں دونوں وفات پا جائیں گے اور اس کا دادا اور چچا اس کے کفیل ہوں گے - ہم[۳] نے اسے کئی بار جنا ہے اور اللہ اسے علانیہ طور پر لوگوں کی طرف مبعوث کرے گا اور ہم میں سے اس کے مددگار تیار کرے گا - وہ ان لوگوں کی مدد سے

---

۱ - بلوغ الارب میں اخترناہ ہے مگر العقد الفرید میں ادخرناہ ہے -

۲ - العقد الفرید میں : کافة ہے -

۳ - بلوغ الارب میں اور اعلام النبوہ میں قد و لدناہ مراراً ہے مگر العقد الفرید میں قد و جدناہ مراراً ہے -

Marfat.com

دوستوں کو عزت بخشے گا اور دشمنوں کو ذلت اور ادھر اُدھر[1] ہر طرف لوگوں کی سرکوبی کرے گا اور اچھے اچھے ملکوں کو فتح کر لے گا۔ بتوں کو[2] توڑ دے گا اور آگوں کو بجھا دے گا۔ اللہ کی پرستش کرے گا ، شیطان کو راند دے گا۔ اس کا قول فیصلہ کن اور حکم عادلانہ ہوگا۔ نیک کام کا حکم بھی دے گا اور خود بھی کرے گا۔ برے کاموں سے روکے گا اور انہیں باطل کرے گا۔

عبدالمطلب نے کہا : اے بادشاہ ! خدا کرے تمہارا بخت عزت والا ہو ، تمہاری نسل بلند ہو ، تمہارا ملک اچھا ہو تمہاری عمر لمبی ہو۔ کیا بادشاہ کسی[3] قدر وضاحت کر کے مجھے خوش کرے گا ؟

ابن ذی یزن نے کہا : پردوں والے گھر (کعبہ) کی قسم ، علامات[4] اور علامتی پتھروں کی قسم ! اے عبدالمطلب تو ہی اس کا دادا ہے اور اس میں کسی قسم کا جھوٹ نہیں ہے۔

راوی کہتا ہے یہ سن کر عبد المطلب سجدے میں گر گئے۔

پھر ابن ذی یزن نے کہا : خدا تیرے سینے کو ٹھنڈا اور خوش کرے اور تمہارے امور کو رفعت عطا کرے ، سر اُٹھا ، کیا جو بات میں نے تم سے کہی تم نے اسے محسوس کیا ہے ؟

عبدالمطلب نے کہا : ہاں اے بادشاہ ! میرا ایک بیٹا تھا جو مجھے

---

۱ - محاورے میں کہتے ہیں : خرجوا یضربون الناس عن عرض ای عن شقة و ناحیة کیفما اتفق لا یبالون من ضربوا۔

۲ - تکسر اور تخمد کی بجائے یکسر اور یخمد پڑھیں۔

۳ - بلوغ الارب اور اعلام النبوہ میں : فقد اوضح بعد الایضاح ہے۔ اسے بأن یُوضح فیه بعض الا یضاح پڑھیں جیسا کہ العقد الفرید میں ہے۔

۴ - بلوغ الارب میں والعاملات علی النصب ہے مگر اس کے کوئی معنی نہیں بنتے العقد الفرید میں والعلاماتِ والنُصُب دیا ہے اور اسی کو لے کر ترجمہ کیا گیا ہے۔

Marfat.com

بہت پسند تھا اور میں اس پر بڑا مہربان تھا ۔ میں نے اس کی شادی اپنی قوم کی ایک شریف زادی سے کر دی جس کا نام آمنہ بنت وھب بن عبد مناف تھا ۔ اس کے یہاں ایک بچہ پیدا ہؤا جس کا میں نے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نام رکھا ۔ اس کا والد اور والدہ دونوں فوت ہوگئے اور میں نے اور اس کے چچا نے اس کی کفالت کی ۔ اس کے دونوں کندھوں کے درمیان ایک خال ہے اور اس میں تمام وہ علامات پائی جاتی ہیں جن کا تم نے ذکر کیا ہے ۔

ابن ذی یزن نے کہا : جو کچھ میں نے تم سے بیان کیا ہے وہ بالکل اسی طرح ہے جس طرح میں نے کہا ہے ۔ اپنے بیٹے کی حفاظت کرو اور اسے یہودیوں سے بچائے رکھو کیونکہ وہ اس کے دشمن ہیں مگر اللہ تعالیٰ انھیں اس تک نہ پہنچنے دے گا ۔ جو بات میں نے تم سے کہی ہے اسے ان لوگوں سے جو تمھارے ساتھ ہیں چھپائے رکھنا کیونکہ مجھے ڈر ہے کہ کہیں یہ تم سے اس بات کی بنا پر حسد نہ کرنے لگ جائیں کہ تمھاری سرداری قائم ہو جائے گی لٰھذا وہ اس بچے کو تکلیف پہنچانا چاہیں گے اور اس کے لیے (مشکلات کے) جال بچھائیں گے اور ان کی اولاد یہ کام ضرور کرے گی ۔ اگر مجھے یہ معلوم نہ ہوتا کہ موت [۲ : ۲۶۹] مجھے اس کی بعثت سے پہلے ہی آ دبوچے گی تو میں ضرور اپنی پیادہ اور گھوڑ سوار فوج کو لے کر روانہ ہو جاتا تاآنکہ یثرب جہاں ان کا دارالحکومت ہو گا پہنچ جاتا کیونکہ میں ناطق کتاب اور علم قدیم میں یہ بات پاتا ہوں کہ یثرب میں ان کی حکومت کا استحکام ہوگا ، وہیں ان کے مددگار ہوں گے اور وہیں قبر کی جگہ ہو گی ۔ اگر[1] مجھے اس بات کا ڈر نہ ہوتا کہ ان پر آفتیں اور مصیبتیں نازل ہو جائیں گی تو میں باوجود ان کی صغر سنی کے ان کے نام کا اعلان کر دیتا اور عربوں کو

---

۱ ۔ بلوغ الارب میں لولا أنی آقیہ الایات ہے مگر اس کے کوئی معنی نہیں بنتے اسے لولا أنی أتوقّی علیہ الآفات پڑھیں جیسا کہ العقد الفرید میں ہے ۔

Marfat.com

ان کے نقش قدم پر چلنے کا حکم دیتا لیکن میں اس امر کو تمھاری طرف پھیر دیتا ہوں بدون اس کے کہ تمھارے ساتھیوں کے حق میں کوتاہی کروں -

اس کے بعد اس نے ہر آدمی کو دس غلام ، دس سیاہ لونڈیاں ، یمنی چادروں کے دو جوڑے ، پانچ رطل سونا ، دس رطل چاندی اور عنبر کی بھری ہوئی اوجھ دینے کا حکم دیا - عبدالمطلب کو اس سے دس گنا دینے کا حکم دیا اور اس سے کہا کہ سال ختم ہونے پر مجھے بتانا کہ اس کا کیا حال ہے -

راوی کہتا ہے کہ سال گزرنے سے پہلے ہی ذویزن مر گیا - وہ کہتا ہے کہ عبدالمطلب اکثر کہا کرتے تھے : اے قوم قریش : تم اس بات کے باعث مجھ سے حسد نہ کرنا کہ بادشاہ نے مجھے اس قدر عطیات سے نوازا ہے کیونکہ یہ تو سب کچھ صرف ہو جائے گا - تم اس ذکر ، فخر اور شرف پر حسد کرنا جو میرے اور میری اولاد کے لیے باقی رہے گا - جب اس سے پوچھا جاتا کہ وہ کیا ہے ؟ تو وہ کہتا : جو کچھ میں کہہ رہا ہوں اس کا تمھیں علم ہو جائے گا خواہ کچھ مدت کے بعد ہی کیوں نہ ہو - ماوردی کا بیان ختم ہؤا -

یہ عقل کے الہامات میں سے دل کی آوازیں ہیں کیونکہ عقل آنے والے واقعات کے متعلق تخمیناً پہلے سے آگاہ کر دیتی ہے اور اس بات کے درحقیقت واقع ہو جانے پر وہ بات حسی طور پر بھی موجود ہو جاتی ہے - بہت کم حوادث ایسے ہوں گے جن کی قبل از وقت اطلاع نہ ہو گئی ہو اور جس طرح وہ بات دل میں کھٹکتی ہے اسی کے مطابق اس کی تاثیر ہوتی ہے -

اور ان میں سے ایک

ورقہ بن نوفل القرشی

ہے - ان کا نام ورقہ بن نوفل بن اسد بن عبدالعزیٰ بن قصیّ ہے - ان کا نسب نامہ پردادا پر پہنچ کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے جا ملتا ہے -

Marfat.com

زبیر بن بکار کہتا ہے : ورقہ بتوں کی پوجا کو ناپسند کرتا تھا ۔ دنیا میں دین کی تلاش میں پھرتا رہا ۔ کتابیں پڑھیں ۔ خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اس سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں دریافت کرتیں تو یہ کہا کرتا : میرے خیال میں تو وہ اس امت کے نبی ہیں جن کی بشارت موسیٰ اور عیسیٰ نے دی ہے ۔

ابن کثیر کہتا ہے : ابن اسحٰق کا بیان ہے کہ خدیجہ بنت خویلد بن اسد بن عبدالعُزّیٰ نے ورقہ سے ان امور کا ذکر کیا جو ان کے غلام میسرہ نے ان سے ذکر کیے تھے مثلاً شام کے اس سفر میں جو آپ نے خدیجہ کے لیے اختیار کیا تھا راہب کا قصہ ، اور اس کا یہ کہنا کہ اس درخت کے نیچے نبی ہی اترا ہے اور جو کچھ میسرہ دیکھا کرتا کہ دو فرشتے آپ کو سایہ کر رہے ہیں تو ورقہ نے کہا : اے خدیجہ اگر تمھارا بیان درست ہے تو محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اس امت کے نبی ہیں اور مجھے معلوم ہے کہ اس امت [۲ : ۲۷۰] کا ایک نبی آنے والا ہے جس کا انتظار ہے اور یہی اس کا زمانہ ہے ۔ ابن اسحٰق کہتا ہے کہ ورقہ کو اس میں دیر ہوتی معلوم ہوتی تو کہتا : میں کب تک منتظر رہوں گا ؟ اسی کے متعلق اس نے یہ شعر کہے ہیں :

لَجَجْتَ وَكُنْتَ فِي الذِّكرىٰ لَجُوْجاً
لِهَمٍّ طَالَمَا بَعَثَ النَّشِيْجَا

(اے ورقہ) تو نے اصرار کیا اور تو نصیحت حاصل کرنے پر بڑا مصر تھا اس غم کی وجہ سے جس نے ایک عرصے تک آہ و زاری کو برانگیختہ کیا ہے

وَ وَصْفٍ مِنْ خَدِيْجَةَ بَعْدَ وَصْفٍ
فَقَدْ طَالَ انْتَظَارِىْ يَا خَدِيْجَا

اور خدیجہ کے بیان پر بیان نے اس غم کو اکسایا اے خدیجہ میں تو بڑی مدت سے انتظار کر رہا ہوں

Marfat.com

بِبَطْنِ المكتّين¹ عَلَى رجَائِي
حَدِيثُكَ أَنْ أَرَى مِنْهُ خُرُوجَا

تمھاری باتوں پر امید لگائے ہوئے میں مکے کی وادی میں پڑا ہوں کہ کس طرح اس غم سے نجات پاؤں

بما خَبَّرتِنَا مِنْ قَوْلِ قُسٍّ
مِنَ الرُّهْبَانِ أَكْرَهُ أَن يَعُوجَا

اور جو تو نے قس (بن ساعدہ) کا قول نقل کیا ہے وہ قس جو راہبوں میں سے تھا مجھے خطرہ ہے کہ کہیں وہ اپنی بات کو واپس نہ لے لے

بِأَنَّ مُحَمَّداً سَيَسُودُ يَوْماً
وَيَخْصِمُ مَن يَكُونُ لَهُ حَجِيجَا

(اس لیے) کہ محمد عنقریب ایک دن سردار بنیں گے اور جو ان سے جھگڑیں گے وہ ان پر غالب آئیں گے

وَيُظْهِرُ فِي البلاد ضِيَاءَ نُورٍ²
يُقيم بِهِ البَرِيَّةَ أَن تَمُوجَا

---

۱ - محمد بہجہ اثری نے یہاں الروض الانف (۱ : ۱۲۴) سے نقل کر کے ایک دلچسپ بحث کی ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ بعض اوقات تثنیہ مذکور ہوتا ہے مگر مراد مفرد ہی ہوتا ہے چنانچہ یہاں مکتین کہا ہے اور مراد مکہ ہے بلحاظ ظواہر اور بطاح کے اور قرآن مجید میں ہے وَجَعَلْنَا لِأَحَدِهِمَا جَنَّتَيْنِ اور پھر آیت کے آخر میں کہا : وَدَخَلَ جَنَّتَهُ' اور مفرد لفظ لایا گیا حالانکہ جنت تو وہی ہے۔

۲ - سہیلی فرماتے ہیں کہ اس شعر سے نور اور ضیاء کے معنی کی وضاحت ہو جاتی ہے کہ ضیاء وہ روشنی ہے جو نور سے پھیلتی ہے اور یہ کہ نور اصل ہے اور ضیاء اس سے نکلتی ہے چنانچہ قرآن مجید میں ہے فَلَمَّا أَضَاءَتْ مَا حَوْلَهُ ذَهَبَ اللهُ بِنُورِهِمْ - ایک جگہ ہے جَعَلَ الشَّمْسَ ضِيَاءً وَالْقَمَرَ نُوراً کیونکہ نور قمر سے اس قدر روشنی نہیں پھیلتی جس قدر کہ سورج سے پھیلتی ہے - خاص طور سے مہینے کے شروع اور آخر میں

Marfat.com

اور وہ شہروں میں اپنے نور کی روشنی ظاہر کریں گے جس سے وہ مخلوق کو اضطراب سے بچائے رکھیں گے

فَیَلْقیٰ مَنْ یُحَارِبُہٗ خَسَاراً
وَ یَلْقیٰ مَنْ یُسَالِمُہٗ فَلُوجَا

[۲ : ۱۷۲] جو آپ سے جنگ کرے گا خسارے میں رہے گا اور جو آپ سے صلح کے ساتھ پیش آئے گا کامیاب ہوگا

فَیَالَیْتِیْ[1] اِذَا مَا کَانَ ذَاکُمْ
شَھِدْتُّ وَ کُنْتُ اَوَّلَھُمْ وَ لُوْجَا

کاش جب ایسا ہو تو میں موجود ہوں اور سب سے پہلے اس کے دین میں داخل ہوں

وَ لُوْ[2] جاً فِی الَّذِیْ کَرِھَتْ قُرَیْشٌ
وَ لَو عَجَّتْ بِمَکَّتِہَا عَجِیْجَا

میں اس دین میں داخل ہو جاؤں جسے قوم قریش ناپسند کرتی ہے خواہ وہ مکے میں کتنا ہی غل مچاتے رہیں

اُرَجِّیْ بِالَّذِیْ کَرِھُوْا جَمِیْعاً
اِلیٰ ذِی الْعَرْشِ اِنْ سَفَلُوا عَرُوجاً

جس دن کو تمام کی تمام قوم قریش ناپسند کرتی ہے اس کے ذریعے میں عرش والے رب کی طرف بلند مرتبے کی امید رکھتا ہوں خواہ یہ لوگ خود تنزل کی طرف جاتے رہیں

فَھَلْ اَمْرُ السَّفَالَۃِ غَیْرُ کُفْرٍ
بِمَنْ یَخْتَارُ مَنْ سَمَکَ الْبُرُوْجَا

---

۱ - بلوغ الارب میں : فیالیتنی اذا کان ذاکم دیا ہے اور اس طرح سکتہ پڑتا ہے تصحیح الروض الانف سے کی گئی ہے -

۲ - بلوغ الارب میں ولو الگ اور جافی الگ ہے اس سے بہت دھوکا ہوتا ہے اسے وَلُوْجاً پڑھیں -

Marfat.com

کیا جس (نبی) نے اس خدا کو اختیار کر رکھا ہو جس نے برجوں کو بلند کیا ہے اس نبی کا انکار کمینے پن کے سوا کچھ اور بھی ہو سکتا ہے

فَإِنْ يَبْقَوْا وَأَبْقَ تَكُنْ أُمُورٌ
يَضِجُّ الكَافِرُونَ لَهَا ضَجِيجًا

اگر وہ بھی زندہ رہے اور میں بھی زندہ رہا تو ایسے امور پیش آئیں گے جن سے کافر چیخ اُٹھیں گے

وَإِنْ أَهْلِكْ فَكُلُّ فَتًى سَيَلْقَى
مِنَ الأَقْدَارِ مُتْلِفَةً حَرُوجَا

اور اگر میں مر جاؤں (تو کوئی بات نہیں کیونکہ) ہر شخص کو ہلاک کرنے والی تنگ تقدیریں ملیں گی

ورقہ کی وفات اس زمانے میں ہوئی جس زمانے میں ابھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی نازل نہ ہو رہی تھی اور یہ فرائض اور احکام کے نازل ہونے سے پہلے کی بات ہے -

زبیر اپنی کتاب ”نسب قریش“ میں کہتا ہے : ورقہ بن نوفل نے اپنے مرنے پر کوئی اولاد نہیں چھوڑی -

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : ورقہ کو برا مت کہو کیونکہ میں نے اسے سفید کپڑوں میں دیکھا ہے - اسی کے یہ شعر ہیں :

إِرْفَعْ ضَعِيفَكَ لَا يَحِرْبِكَ ضُعْفُهُ
يَوْمًا فَتُدْرِكَهُ العَوَاقِبُ قَدْ نَمَا

اپنے کمزور کو اوپر اٹھا اس کی کمزوری تجھے کہیں راہ راست سے نہ بھٹکا دے کیونکہ انجام کار اسے سہارا مل جائے گا اور وہ نشو و نما پا جائے گا

يَجْزِيكَ أَوْ يُثْنِي عَلَيْكَ وَإِنَّ مَنْ
أَثْنَى عَلَيْكَ بِمَا فَعَلْتَ كَمَنْ جَزَى

وہ تمھیں جزا دے گا یا تمھاری تعریف کرے گا اور جو شخص اس نیکی کی وجہ سے جو تم نے اس سے کی ہے تمھاری تعریف کرے وہ ایسا ہے جیسا کسی نے تمھیں نیک جزا دی ہو۔

جب بلال بن رباح رضی اللہ عنہ کو مکے کی تپتی ہوئی زمین پر عذاب دیا جا رہا تھا اور وہ احد احد پکار رہے تھے تو ورقہ ان کے پاس سے گزرے اور کہا: خدا کی قسم اے بلال! وہ ایک ہے وہ ایک ہے۔ اور ورقہ نے کفار کو انھیں عذاب دینے سے روکا مگر وہ باز نہ آئے۔ اس پر ورقہ نے کہا: خدا کی قسم اگر تم نے اسے مار ڈالا تو میں اس کی قبر کو باعث رحمت[1] خداوندی سمجھوں گا اور پھر یہ شعر کہے:

لَقَدْ نَصَحْتُ لِأَقْوَامٍ وَقُلْتُ لَهُمْ
أَنَا النَّذِيرُ فَلَا يَغْرُرْكُمْ أَحَدٌ

میں نے لوگوں کو نصیحت کی اور کہا: میں تمھیں آگاہ کرتا ہوں تم کسی کے دھوکے میں نہ آنا

لَا تَعْبُدُنَّ إِلَهًا غَيْرَ خَالِقِكُمْ
فَإِنْ دُعِيتُمْ فَقُولُوا دُونَهُ حَدَدٌ[2]

تم اپنے پیدا کرنے والے کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو اور اگر کوئی یہ بات کرنے کو کہے تو کہدو: یہ بات ہم ہرگز نہ کریں گے

---

۱ - لسان الارب میں ہے: الحنان: الرحمة والعطف والحنان: الرزق والبرکة - اراد لأجعلنّ قبره موضع حنان ای مظنة من رحمة الله تعالیٰ فأتمسح بِهِ متبركاً كما يتمسح بقبورالصالحين الذين قتلوا فی سبيل الله من الأمم الماضية فيرجع ذلک عاراً عليكم و سُبة عندالناس -

۲ - حدد: الحدد: المَمْنعُ -

سُبْحَانَ ذِی العَرْشِ لاَ شَئیٌ یُعَادِلُہٗ
رَبُّ البَرِیَّۃِ فَرْدٌ وَاحِدٌ صَمَدٗ

عرش کا مالک پاک ہے کوئی چیز اس کے برابر نہیں وہ مخلوق کا رب ہے ، تنہا ہے ، ایک ہے اور بے نیاز ہے

سُبْحَانَہٗ ثُمَّ سُبْحَاناً نَعُوْذُ بِہٖ
وَ قَبْلَنَا سَبَّحَ الجُوْدِیُّ وَالجُمُدُ

میں اس کی بار بار پاکیزگی بیان کرتا ہوں اور اس کے پاس پناہ لیتا ہوں ہم سے پہلے جودی اور جُمُد پہاڑوں نے بھی اس کی تسبیح بیان کی ہے

مُسَخَّرٌ کُلُّ مَنْ تَحْتَ السَّمَاءِ لَہٗ
لاَ یَنْبَغِی أَنْ یُنَاوِی مُلْکَہٗ أَحَدٗ

جو کوئی بھی آسمان کے نیچے ہے سب اس کے حکم کے ماتحت ہیں کسی کے لیے مناسب نہیں کہ اس کی حکومت کی مخالفت کرے

لَمْ تُغْنِ عَنْ هُرْمُزٍ یَوْماً خَزَائِنُہٗ
وَالخُلْدَ قَدْ حَاوَلَتْ عَادٌ فَمَا خَلَدُوْا

ہر مز کو اس کے خزانے کوئی فائدہ نہ پہنچا سکے قوم عاد نے ہمیشہ کی زندگی چاہی لیکن وہ بھی نہ رہے

[1] وَلاَ سُلَیْمَانَ إِذ دَانَ الشُّعُوبُ لَہٗ
وَالجِنُّ و الإِنْسُ تَجْرِی بَیْنَہَا البُرُدُ

اور نہ سلیمان کو ان کے خزانوں نے کوئی فائدہ پہنچایا جب قبائل اس کے مطیع تھے اور جن اور انس قاصد بن کر جایا کرتے تھے

---

۱ - سہیلی نے یہ شعر یوں دیا ہے :

ولا سلیمان اذ تجری الریاح بہ
و الانس و الجن فیما بینها مرد

Marfat.com

لاَ شَیْئَ مِمَّا تَرَی تَبْقَی بَشَاشَتُہ،
یَبْقَی الاِلٰہُ وَ یُوْدَی المَالُ وَالوَلَدُ،

جو چیز بھی تو دیکھ رہا ہے اس کی بشاشت باقی نہ رہے گی صرف اللہ باقی رہے گا اور مال اور اولاد ہلاک ہو جائے گی

سہیلی کہتا ہے : ورقہ کے حناناً کہنے سے مراد یہ ہے کہ میں اس کی قبر کو عبادت گاہ اور رحمت کی جگہ بنا لوں گا ، حنان کے معنی رحمت کے ہیں ۔

ابو الحسن برہان الدین ابراہیم البقاعی الشافعی نے ایک کتاب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر ورقہ کے ایمان لانے اور ان کے صحابی ہونے کے متعلق لکھی ہے ۔ اس نے نہایت عمدگی کے ساتھ اسے تالیف کیا ہے اور جن لوگوں نے ورقہ کے صحابی ہونے سے انکار کیا ہے ان کی سختی سے تردید کی ہے ۔ اس میں انہوں نے ان واقعات کو جمع کر دیا ہے جن میں ورقہ کے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے کی تصریح پائی جاتی ہے اور اس بات کی تصریح پائی جاتی ہے کہ ورقہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت سے خوش ہؤا تھا اور ان احادیث کا بھی ذکر کیا جو اس بات کی گواہی دیتی ہیں کہ وہ جنت میں ہے نیز وہ احادیث بھی درج کی ہیں جن کو علما نے ورقہ کے بارے میں نقل کیا ہے ، علاوہ ازیں وہ بھی جو علما نے صحابہ کے ناموں کے متعلق تصنیف کردہ کتابوں میں دیا ہے ۔ اس نے اپنی تالیف کا نام بَذْلُ النُّصْحِ و الشَّفَقَةِ لِلتَّعریفِ بِصُحْبَةِ السَّیِّدِ وَرَقَةَ رکھا ہے ۔ جو کچھ بقاعی نے ورقہ بن نوفل کے بارے میں لکھا ہے اس کا ماحصل یہ ہے : یہ ان لوگوں میں سے تھا جو جاہلیت میں توحید کے قائل تھے لہٰذا اس نے بتوں کی پرستش اور دیگر اقسام شرک میں قریش اور باقی عربوں کی مخالفت کی ۔ اس نے اپنی عقل سلیم سے یہ معلوم کر لیا کہ کافروں نے صحیح دین ابراہیم کو نہیں پہچانا ۔ اس نے اللہ کو ایک جانا اور حنیفیت یعنی دین ابراہیم کی تلاش میں سرگرم رہا تا کہ اسے معلوم ہو جائے کہ اللہ کے نزدیک عبادت کا

Marfat.com

محبوب ترین طریقہ کیا ہے ۔ چنانچہ اس نے اپنی عقل کی رہنمائی پر ہی کفایت نہیں کی بلکہ دنیا کا سفر کیا تاکہ اللہ کی عبادت کا علم ان اہل علم سے حاصل کرے جو اللہ کی ان نازل کردہ کتابوں کے عالم ہیں جن میں ادیان کا ذکر ہے ۔ لہٰذا اس کی اس درخواست نے اسے ان اہل ذکر کے پاس پہنچا دیا جن سے[۱] سوال کرنے کا اللہ نے حکم دیا ہے تاآنکہ اس نے اس دین کی تابعداری کی جس کی تابعداری اللہ نے اس زمانے میں واجب قرار دی تھی اور وہ دین شریعت موسیٰ علیہ السلام کو منسوخ کرنے والا دین نصرانیت تھا ۔ اس نے ان کی اطاعت ان امور میں نہیں کی جن کو وہ بدل چکے تھے بلکہ صرف توحید میں کی اور یہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو جن کی بشارت موسیٰ اور عیسیٰ علیہما السلام نے دی تھی تلاش کرنے لگا جب ان کے چچا کی [۲ : ۲۷۳] بیٹی صدیقہ کبریٰ خدیجہ رضوان اللہ تعالی علیہا نے جو کچھ دیکھا تھا اور جن علامات کی انھیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق خبر دی گئی تھی مثلاً بادلوں کا آپ پر سایہ کرنا وغیرہ اور اس امر سے ورقہ کو مطلع کیا تو ورقہ نے امید کی کہ یہی شخص ہوں گے جن (کے آنے) کی بشارت دی گئی ہے چنانچہ ورقہ نے اس ضمن میں اشعار کہے جن میں انھوں نے امر موعود کے پورا ہو جانے کے بارے میں انتہائی اشتیاق کا اظہار کیا تاکہ وہ نصرانیت چھوڑ کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دین میں آ جائیں ۔ اس لیے کہ جب انھیں علما نے بتایا کہ اللہ کے نزدیک محبوب ترین دین وہ دین ہے جو اس نبی کا ہے جس کی بشارت دی گئی ہے تو ورقہ نے زید بن عمرو بن نُفَیل سے کہا : اس نبی کے آنے تک میں اپنی نصرانیت ہی پر کاربند رہوں گا ۔ جب اللہ تعالیٰ نے اس بات کو پورا کر دیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کے ثبوت میں واقعات پیش آنے لگے مثلاً پتھروں اور درختوں کا آنحضرت صلی اللہ علیہ

---

۲ - اشارہ اس آیت کی طرف ہے :

فَاسْئَلُوا أَهْلَ الذِّكْرِ إِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ

Marfat.com

وسلم کو سلام کہنا اور اسرافیل کا چھپ چھپ کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو پکارنا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اس سے ڈرنا اور پھر خوف کا بڑھ جانا وغیرہ جب یہ باتیں ورقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک پہنچیں تو انھیں ان سے بہت خوشی ہوئی اور وہ ثابت قدم ہو گئے - ان کا دل مضبوط ہو گیا اس بات نے ان کو حوصلہ عطا کر دیا ، پھر اسرافیل کی باری ختم ہو جانے پر جب نبوت کی ابتدا ہوئی اور آپ کے پاس جبریل علیہ السلام آئے اور انھوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سینے کو چیرنے کا جو حکم ملا تھا اسے پورا کیا اور آپ کے دل کو دھویا اور اس میں حکمت رحمت اور جو کچھ اللہ نے چاہا رکھا - پھر جبریل دکھائی دیے اور اللہ نے قرآن کا کچھ حصہ آپ پر اُتارا اور ورقہ کو اس کی خبر دی گئی تو ورقہ کے رونگٹے کھڑے ہو گئے اور اس نے اللہ کی تسبیح و تقدیس بیان کی - اس سبب سے اس کی خوشی اور بڑھ گئی ، اس نے گواہی دی کہ یہی تو ناموس اکبر ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے انبیا علیہم السلام کے پاس آتا رہا ہے اور گواہی دی کہ اُسی فرشتے نے آپ پر کلام الٰہی نازل کیا ہے اور یہ بھی گواہی دی کہ آپ اس امت کے نبی ہیں اور یہ آرزو ظاہر کی کہ اے کاش وہ اس وقت تک زندہ رہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مل کر جہاد کر سکے - یہ تمام امور ان تعلقات کے علاوہ تھے جو ورقہ کے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی بیوی صدیقہ خدیجہ کے ساتھ قرابت داری و نسبت کے تھے جن سے محبت پیدا ہوتی ہے - خدا اس سے راضی ہو اور اسے راضی رکھے -

اس کے اشعار میں سے یہ اشعار ہیں :

أَتَبْكُرُ أَمْ أَنْتَ العَشِيَّةَ رَائِحُ

وَفِي الصَّدْرِ[۱] مِنْ إِضْمَارِكَ الحُزْنَ فَادِحُ

[۲ : ۲۷۴] کیا تو صبح کو یا شام کے وقت روانہ ہو گیا اور غم

۱ - بلوغ الارب میں وفی الصبر ہے جس کے کوئی معنی نہیں بنتے تصحیح الروض الانف (۱ : ۱۲۷) سے کی گئی ہے -

Marfat.com

کو چھپانے کی وجہ سے تمہارے سینے میں بہت بھاری غم ہے

لِفُرقَةِ قَومٍ لا اُحِبُّ فِراقَهُم
كَأَنَّكَ عَنهُم بَعدَ يَومَينِ نازِحُ

ان لوگوں کی جدائی کی وجہ سے جن کی جدائی میں پسند نہیں کرتا گویا کہ تو بھی دو دن کے بعد ان سے دور چلا جائے گا

وَاَخبارَ صِدقٍ خَبَّرَت عن مُحَمَّدٍ
يُخَبِّرُها عَنهُ اِذا غابَ ناصِحُ

خدیجہ رض نے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے متعلق سچی خبریں بتائیں ایسی خبریں جن کی اطلاع اسے ایک ناصح دیتا ہے جب وہ غائب ہو جاتا ہے

فَتاكَ الَّذي وَجَّهتِ يا خَيرَ حُرَّةٍ
بِغَورٍ وَفِي النَّجدَينِ حَيثُ الصَّحاصِحُ

اے بہترین شریف زادی جس نوجوان کو تو نے پست زمین، نجد اور ہموار زمین میں بھیجا تھا

اِلَى سُوقِ بُصرى فِي الرِّكابِ الَّتِي غَدَت
وَهُنَّ مِنَ الاَحمالِ قُعصٌ[۱] دَوالِحُ

بُصریٰ کی منڈی تک ان سواریوں میں جو روانہ ہوئیں جبکہ بوجھ کی وجہ سے ان کی گردنیں سر اور پیٹھ ایک طرف جھکی ہوئی تھی اور وہ اس بوجھ کو لے کو آہستہ آہستہ چل رہی تھیں

---

۱ - بلوغ الارب میں قعص ذوائح چھپا ہے ۔ ذوائح کو دوالح پڑھیں جیسا کہ الروض الانف میں ہے ۔ قُعْص پڑھنے سے کوئی معنی نہیں بنتے محمد بہجۃ اثری نے قعصہ و اقعصہ : اذا قتلہ سریعاً لکھا ہے مگر یہ معنی یہاں چسپاں نہیں ہوتے ۔ میرے خیال میں یہ قُعس ہونا چاہیے جو قعساء کی جمع ہے ۔ قعساء وہ اونٹنی جس کا سر پیٹھ اور گردن ایک طرف جھکی ہوئی ہو اور میں نے یہی پڑھ کر ترجمہ کیا ہے ۔

Marfat.com

۱ یخبرنا عن کل خیر ۲ بعلمہ
و للحق ابواب لھن مفاتح

(وہ نوجوان) اپنے علم سے ہر بھلائی کی ہمیں خبر دیتا ہے ، حق بات کے کئی دروازے ہوتے ہیں اُن کی چابیاں بھی ہوتی ہیں

بان ابن عبد اللہ احمد مرسل
الی کل من ضمت علیہ الاباطح

کہ عبداللہ کا بیٹا احمد ان تمام لوگوں کی طرف بھیجا گیا ہے جو بطحا کے اندر رہتے ہیں

وظنی بہ ان سوف یبعث صادقا
کما ارسل العبدان ھود و صالح

ان کے متعلق مجھے یقین ہے کہ عنقریب انہیں حق بات کہنے کے لیے مبعوث کر دیا جائے گا جس طرح اللہ کے دو بندوں ہود اور صالح کو بھیجا گیا تھا

و موسیٰ و ابراھیم حتی یری لہ
بھاء و منشور من الذکر واضح

نیز جس طرح موسیٰ اور ابراہیم کو بھیجا گیا یہاں تک کہ ان کی شان و شوکت واضح اور شہرت وسعت پزیر نظر آئے گی

و یتبعہ حیا لؤی بن غالب
شبابھم و الاشیبون ۳ الجحاجح

لؤی بن غالب کے دو قبیلے ان کے پیرو ہو جائیں گے یعنی ان کے

---

۱ - الروض الانف میں فخبرنا ہے -
۲ - بلوغ الارب میں حبر حاء اور باء کے ساتھ ہے تصحیح الروض الانف سے کی گئی ہے -
۳ - الاشیبون - اشیب کی جمع سالم ہے اور یہ خلاف قیاس آئی ہے -

Marfat.com

نوجوان بھی اور بوڑھے سردار بھی

فَإِنْ أَبْقَ حَتَّى يُدْرِكَ النَّاسُ أَمْرَهُ
فَأَنِّي بِهِ مُسْتَبْشِرُ الْوُدِّ فَارِحُ

اگر میں اس وقت تک زندہ رہوں کہ لوگ ان کی نبوت کو پا لیں تو میں ان کی دوستی سے خوش ہوں گا

وَإِلَّا فَإِنِّي يَا خَدِيْجَةُ فَاعْلَمِيْ
عَنْ أَرْضِكِ فِي الْأَرْضِ الْعَرِيْضَةِ سَائِحُ

ورنہ اے خدیجہ یاد رکھنا کہ تمھاری سر زمین سے گھومتا پھرتا کسی وسیع زمین میں چلا جاؤں گا

اسی کے یہ اشعار بھی ہیں :

وَإِنْ يَكُ حَقًّا يَا خَدِيْجَةُ فَاعْلَمِيْ
حَدِيْثُكِ[1] إِيَّاهَا فَأَحْمَدُ مُرْسَلُ

اے خدیجہ اگر تمھاری باتیں سچی ہیں تو یاد رکھو کہ یہ احمد مرسل ہیں

وَجِبْرِيْلُ يَأْتِيْهِ وَمِيْكَالُ فَاعْلَمِيْ
مِنَ اللهِ وَحْيٌ يَشْرَحُ الصَّدْرَ مُنْزَلُ

اور ان کے پاس جبریل اور میکائیل آتے ہیں تجھے معلوم ہونا چاہیے کہ اللہ کی طرف سے اتاری ہوئی وحی ہے جو سینے کو کھول دیتی ہے

يَفُوْزُ بِهِ مَنْ فَازَ فِيْهَا بِتَوْبَةٍ
وَيَشْقَى بِهِ الْعَاتِي[2] الْغَرِيْرُ الْمُضَلَّلُ

جس کو توبہ میسر آ گئی وہ کامیاب ہو گیا اور سرکش ، مغرور اور

---

۱ - بلوغ الارب میں یہ مصراع اسی طرح ہے مگر یہ عبارت درست نہیں ہے -

۲ - بلوغ الارب میں " عانی " نون کے ساتھ ہے -

Marfat.com

گمراہ لوگ بدبخت ہوں گے

فَرِیْقَانِ مِنْهُمْ فِرْقَةٌ فِی جَنَّانِه
وَ اُخْرٰی بِاَجْوَازِ الْجَحِیْمِ تُغَلَّلُ

دو گروہ ہوں گے ایک گروہ جنت میں ہوگا اور دوسرے کو جہنم کے وسط میں جکڑا جائے گا

فَسُبْحَانَ مَنْ تَهْوِی الرِّیَاحُ بِاَمْرِهٖ
وَ مَنْ هُوَ فِی الْاَیَّامِ مَاشَاءَ یَفْعَلُ

پاک ہے وہ خدا جس کے حکم سے ہوائیں چلتی ہیں اور وہ جو کچھ چاہتا ہے کر گزرتا ہے

وَ مَنْ عَرْشُهٗ فَوْقَ السَّمٰوٰتِ کُلِّهَا
وَ اَقْضَاءُهٗ فِی خَلْقِهٖ لَا تُبَدَّلُ

[۲ : ۲۷۵] جس کا عرش تمام آسمانوں کے اوپر ہے اور جس کے فیصلے مخلوقات کے متعلق بدلے نہیں جا سکتے

اسی کے یہ شعر بھی ہیں :

یَا لَلرِّجَالِ وَ صَرْفِ الدَّهْرِ وَ الْقَدَرِ
وَ مَا لِشَیْءٍ قَضَاهُ اللّٰهُ مِنْ غِیَرِ

لوگوں پر زمانے کی گردش پر اور تقدیر پر تعجب آتا ہے اور جس چیز کا فیصلہ اللہ کر دے اس میں کوئی تبدیلی نہیں ہو سکتی

جَاءَتْ خَدِیْجَةُ تَدْعُوْنِیْ لِاُخْبِرَهَا
وَ مَا لَنَا بِخَفِیِّ الْغَیْبِ مِنْ خَبَرِ

خدیجہ رض مجھے بلانے کے لیے آئی تاکہ میں اسے کچھ بتاؤں ہمیں مخفی غیب کی کوئی خبر نہیں

جَاءَتْ لِتَسْاَلَنِیْ عَنْهُ لِاُخْبِرَهَا
اَمْرًا اَرَاهُ سَیَاْتِی النَّاسَ مِنْ اُخُرٍ

Marfat.com

وہ مجھ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت دریافت کرنے کے لیے آئی تاکہ میں اسے اس معاملے کے متعلق خبر دوں جو لوگوں کے پاس سب سے آخر میں آئے گا

فَخَبَّرَتْنِي بِأَمْرٍ قَدْ سَمِعْتُ بِهِ
فِيمَا مَضَى مِنْ قَدِيمِ الدَّهْرِ وَالْعُصُرِ

چنانچہ اس نے مجھے اس بات کی خبر دی جس کے متعلق میں بہت عرصے سے سنتا چلا آیا تھا

بِأَنَّ أَحْمَدَ يَأْتِيهِ فَيُخْبِرُهُ
جِبْرِيلُ أَنَّكَ مَبْعُوثٌ إِلَى الْبَشَرِ

کہ جبریل احمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آتا ہے اور انہیں بتاتا ہے کہ آپ انسانوں کی طرف مبعوث کیے گئے ہیں

فَقُلْتُ عَلَّ الَّذِي تُرْجِينَ يُنْجِزُهُ
لَكِ الْإِلَهُ فَرُجِّي الْخَيْرَ وَانْتَظِرِ

میں نے کہا: ہو سکتا ہے کہ اللہ تیری امید بر لائے لہذا بھلائی کی امید رکھ اور انتظار کرتی رہ

وَأَرْسِلِيهِ إِلَيْنَا كَيْ نُسَائِلَهُ
عَنْ أَمْرِهِ مَا يَرَى فِي النَّوْمِ وَالسَّهَرِ

اور انہیں ہمارے پاس بھیج دینا تاکہ ہم ان سے ان کے حالات دریافت کریں کہ انہیں خواب اور بیداری میں کیا کچھ دکھائی دیتا ہے

فَقَالَ حِينَ أَتَانَا مَنْطِقاً عَجَباً
يَقِفُّ مِنْهُ أَعَالِي الْجِلْدِ وَالشَّعَرِ

جب وہ (صلی اللہ علیہ وسلم) ہمارے پاس آئے تو انہوں نے ایسی عجیب گفتگو کی کہ اس سے (ہمارے) رونگٹے کھڑے ہو گئے

إِنِّي رَأَيْتُ أَمِينَ اللهِ وَاجَهَنِي
فِي صُورَةٍ أُكْمِلَتْ مِنْ أَعْظَمِ الصُّوَرِ

Marfat.com

میں نے جبریل کو اپنے سامنے ایسی صورت میں کھڑا دیکھا ہے جو کامل اور بزرگ ترین صورت تھی

ثُمَّ اسْتَمَرَّ فَكَادَ الخَوْفُ يُذْعِرُنِي
مِمَّا يُسَلِّمُ مَاحَوْلِي مِنَ الشَّجَرِ

آپ نے اپنی گفتگو جاری رکھی اور مجھے ان درختوں کے سلام کرنے کی وجہ سے جو میرے ارد گرد تھے خوف دامنگیر ہونے لگا

فَقُلْتُ : ظَنِّي وَمَا أَدْرِي أَيَصْدُقُنِي
أَنْ سَوْفَ يُبْعَثُ يَتْلُو مُنزَلَ السُّوَرِ

میں نے کہا : میرا خیال تو یہ ہے اور مجھے معلوم نہیں کہ میرا خیال صحیح ہے یا نہیں کہ انھیں عنقریب مبعوث کیا جائے گا اور ان سورتوں کو آپ پڑھیں گے جو آپ پر اتاری جائیں گی

وسَوْفَ أبليكَ ان أعْلَنْتَ دَعْوتَهُمْ
مِنَ الجِهَادِ بِلاَ مَنٍّ ولا كَدَرِ

اور اگر آپ نے ان کو جہاد کی دعوت دی تو میں کسی قسم کا احسان جتائے اور دل پر بوجھ محسوس کیے بغیر آپ کا ساتھ دوں گا۔

اور ان میں سے ایک

عامر بن الظرب العدوانی

ہے - یہ عرب کے داناؤں اور خطیبوں میں سے تھا جیسا کہ ان کے باب میں بیان ہو چکا - اس کی ایک طویل وصیت ہے جس کے آخر میں کہتا ہے : میں نے کبھی کوئی ایسی چیز نہیں دیکھی جس نے اپنی ہی ذات کو پیدا کیا ہو اور میں نے ہر وضع کی ہوئی چیز کو کسی کی بنائی ہوئی پایا اور ہر آنے والے کو جانے والا پایا - اگر لوگ بیماری سے مرتے ہوتے تو دوا ان کو زندہ بھی کر سکتی - پھر کہا : میں مختلف امور دیکھ رہا ہوں اور ” حق “- کسی نے پوچھا : ” حق“ کیا ہے ؟ جواب دیا :

Marfat.com

یہاں تک کہ مردہ زندہ ہو جائے اور لاشئی شئی بن جائے ۔ آسمانوں اور زمینوں کو اسی لیے پیدا کیا گیا ہے مگر لوگ اسے پشت دکھا کر چلے گئے اور کہا : مجھے تعجب ہوتا ہے کہ میں تو نصیحت کرنا چاہتا ہوں [۲ : ۲۷٦] کاش کوئی اس کا قبول کرنے والا ہوتا ۔ اس عامر کا ذکر اس کتاب میں کئی ایک جگہ پر پہلے کیا جا چکا ہے ۔ ہم اس کے کسی قدر حالات بھی بیان کر چکے ہیں کچھ حالات مناسب جگہ پر پھر بیان کیے جائیں گے۔ ان شاء اللہ ۔

اور ان میں سے ایک

عبدالطابخہ بن ثعلب بن وبرہ بن قضاعہ

ہے ۔ یہ پیدا کرنے والے خدا عز و جل پر اور آدم علیہ السلام کے پیدا کیے جانے پر ایمان رکھتا تھا ۔ اس نے اس کے متعلق اشعار بھی کہے ہیں اور وہ یہ ہیں :

أَدْعُوكَ يَا رَبِّ بِمَا أَنْتَ أَهْلُهُ
دُعَاءَ غَرِيقٍ قَدْ تَشَبَّثَ بِالعُصُمْ

اے میرے رب میں تمھیں ان الفاظ میں پکارتا ہوں جن کا تو اہل ہے
اس ڈوبنے والے کی طرح جو ہر قسم کے سہارے کی چیز کو پکڑتا ہے

لِأَنَّكَ أَهْلُ الحَمْدِ وَ الخَيْرِ كُلِّهِ
وَ ذُوالطَّوْلِ لَمْ تُعْجِلْ بِسُخْطٍ وَلَمْ تَلُمْ

کیونکہ تو ہر حمد اور خیر کا اہل ہے تو مہربان ہے ناراض ہونے میں جلدی نہیں کرتا اور نہ ملامت کرتا ہے

وَ أَنْتَ الَّذِي لَمْ يُحْيِهِ الدَّهْرُ ثَانِيًا
وَلَمْ يَرَ عَبْدٌ مِنْكَ فِي صَالِحٍ وَجَمْ

تو ہی وہ خدا ہے جسے زمانے نے دوبارہ زندہ نہیں کیا اور کسی بندے نے تمھاری طرف سے نیک کاموں میں خاموشی نہیں دیکھی

Marfat.com

وَأَنْتَ الْقَدِيمُ الأَوَّلُ الْمَاجِدُ الَّذِي
تَبَدَّأْتَ خَلْقَ النَّاسِ فِي أَكْتَمِ الْعَدَمِ

اور تو ہی قدیم ، اول اور بزرگ ہے جس نے مخلوق کو نہایت ہی پوشیدہ عدم سے پیدا کیا

وَأَنْتَ الَّذِي أَحْلَلْتَنِي غَيْبَ ظُلْمَةٍ
إِلَى ظُلْمَةٍ فِي صُلْبِ آدَمَ فِي ظُلَمِ

اور تو نے ہی مجھے تاریکی کے گڑھے میں اتار کر آدم کی پشت کی تاریکی میں لا رکھا

اور ان میں سے ایک

علاّف بن شہاب التمیمی

ہے - یہ بھی اللہ اور یوم حساب پر ایمان رکھتا تھا - اسی کے متعلق وہ اپنے اشعار میں کہتا ہے اور خوب کہتا ہے :

[۲ : ۲۷۷] وَلَقَدْ شَهِدْتُ الْخَصْمَ يَوْمَ رِفَاعَةٍ
فَأَخَذْتُ مِنْهُ خِطَّةَ الْمُغْتَالِ

وَعَلِمْتُ أَنَّ اللهَ جَازِ عَبْدَهُ
يَوْمَ الْحِسَابِ بِأَحْسَنِ الأَعْمَالِ

اور مجھے معلوم ہے کہ اللہ اپنے بندے کو حساب کے دن اچھے اعمال کی شکل جزا دے گا

اور ان میں سے ایک

المتلمس بن اُمیہ الکنانی

ہے - یہ عربوں کو کعبے کے صحن میں خطاب کرتا اور کہتا تھا : میری اطاعت کرو تم ہدایت پا جاؤ گے - لوگوں نے کہا : وہ کیا ہے ؟ کہا - تم نے انفرادی طور پر مختلف قسم کے خدا بنا رکھے ہیں مجھے

Marfat.com

معلوم ہے کہ اللہ اس سے راضی نہیں ، اللہ تعالی ان خداؤں کا رب ہے اور وہ یہی پسند کرتا ہے کہ اسی ایک کی عبادت کی جائے ۔ جب اس نے یہ کہا تو عرب منتشر ہو گئے اور ایک گروہ اس سے اجتناب کرنے لگا اور ان کا خیال ہے کہ یہ بنی تمیم کے دین پر تھا ۔

اور ان میں سے ایک

زُہیر بن ابی سُلمی

ہے ۔ جب یہ کسی خار دار درخت کے پاس سے گزرتا درآنحالیکہ وہ خشک ہونے کے بعد سر سبز ہو چکا ہوتا تھا تو کہتا : اگر عرب مجھے گالیاں نہ دینے لگ جائیں تو میں ضرور اس خدا پر ایمان لے آؤں جس نے خشک ہو جانے کے بعد تجھے زندہ کیا ہے ۔ وہ عنقریب ہڈیوں کو بھی زندہ کرے گا درآنحالیکہ وہ بوسیدہ ہو چکی ہوں گی ۔ یہ اپنے معلقے میں کہتا ہے :

أَلاَ أَبْلِغِ الأَحْلاَفَ عَنِّي رِسَالَةً
وَذُبْيَانَ هَلْ أَقْسَمْتُمْ كُلَّ مُقْسَمِ

حلیف اقوام کو میرا پیغام پہنچا دو (کہ کیا یہ صحیح ہے کہ تم) ہر قسم کا حلف اٹھا کر صلح کو پختہ کر چکے ہو اور ذُبیان کو بھی یہی پیغام پہنچا دو ۔

یہاں احلاف سے مراد أسد اور غَطَفان ہے ، احلاف کا مفرد حِلْف ہے ۔ محاورہ ہے فلان حِلْف بنی فُلان ۔ جب وہ اس کی ان تمام باتوں سے حفاظت کریں جن سے اپنی حفاظت کرتے ہیں اور پھر اوروں کے خلاف وہ مددگار بھی ہو ، رہا هَلْ أَقْسَمْتُمْ كُلَّ مُقْسَمِ تو اس کے معنی کل اقْسَام کے ہیں ۔ زہیر کہتا ہے : قبیلہ ذبیان اور ان کے حلیفوں کو میرا یہ پیغام دو اور ان سے کہہ دو تم نے صلح کے پختہ کرنے کے لیے ہر قسم کا حلف اٹھایا ہے لہذا تمہیں اس قسم کو توڑنے سے بچنا چاہیے اور اجتناب کرنا چاہیے ۔

Marfat.com

فَلَا تَكْتُمُنَّ اللّٰہَ مَا فِیْ نُفُوْسِکُمْ
لِیَخْفٰی وَ مَهْمَا یُکْتَمِ اللّٰہُ یَعْلَمِ

جو کچھ تمھارے دلوں میں ہے اسے اللہ سے نہ چھپاؤ تاکہ وہ مخفی رہ جائے اور اللہ سے جو بات بھی چھپائی جائے گی وہ اسے جان لے گا

زہیر کہتا ہے: صلح کا جو معاملہ تم طے کر چکے ہو اسے چھپاؤ نہیں ، تم دل میں کہتے ہو کہ تمھیں صلح کی ضرورت نہ تھی اور نہ ہی ہم جنگ سے اکتائے تھے کیونکہ دھوکا کرنے کے جس ارادے کو تم چھپائے ہوئے ہو اللہ اسے جانتا ہے جیسا کہ صلح ہو جانے کے بعد حصین بن ضمضم نے عبسی کو قتل کر کے کیا۔ زوزنی کی تشریح اس سے بھی زیادہ واضح ہے چنانچہ وہ کہتا ہے دھوکے اور عہد شکنی کے جس ارادے کو تم دل میں چھپائے ہوئے ہو اسے اللہ سے نہ چھپاؤ اس نیت سے کہ یہ اللہ سے مخفی رہے کیونکہ جو چیز بھی اللہ سے چھپائی جائے اللہ اسے جانتا ہے۔ اس کی مراد یہ ہے کہ اللہ مخفی امور اور باطن کے رازوں کو جانتا ہے اور مخلوق کے دل کی باتیں اللہ سے مخفی نہیں ہیں لہٰذا تم بھی دھوکا دہی اور عہد شکنی کو دل میں چھپائے نہ رکھو کیونکہ تم اسے چھپائے بھی رکھو گے تب بھی اللہ کو اس کا علم ہو جائے گا۔

یُؤَخَّرْ فَیُوْضَعْ فِیْ کِتَابٍ فَیُدَّخَرْ
لِیَوْمِ الْحِسَابِ اَوْ یُعَجَّلْ فَیُنْقَمِ

اس کی جزا کو مؤخر کر دیا جائے گا اور اسے نامۂ اعمال میں رکھ کر قیامت کے دن کے لیے جمع کر دیا جائے گا یا جلدی دنیا ہی میں اس کا بدلہ لے لیا جائے گا (بدلہ بہر حال لے لیا جائے گا)

یعنی جو کچھ تمھارے دلوں میں ہے تم اسے اللہ سے نہ چھپاؤ ورنہ اسے یوم الحساب تک اٹھا رکھا جائے گا اور اللہ تم سے اس کا حساب لے گا یا

Marfat.com

دنیا ہی میں اس کی سزا دے دے گا - شرح زوزنی میں ہے : اس کے عذاب میں تاخیر کر دی جائے گی اور اس کے نامہ اعمال میں لکھ دیا جائے گا اور اسے یوم حساب کے لیے اٹھا رکھا جائے گا یا آخرت کی طرف جانے سے پہلے ہی عذاب دینے میں جلدی کی جائے گی اور ایسا کرنے والے کو سزا دی جائے گی - زہیر کی مراد یہ ہے خواہ بزود خواہ بدیر گناہ کے عذاب سے نجات نہیں مل سکتی - زوزنی کا بیان ختم ہؤا -

ان ابیات میں زہیر نے باری تعالیٰ کے وجود کا اعتراف کیا ہے اور اللہ تعالیٰ کے لیے اس نے صفات کمال ثابت کی ہیں مثلاً علم ، حیات اور قدرت اور ان کے دوبارہ زندہ کیے جانے اور اٹھائے جانے ، ثواب ، عذاب اور محافظ ملائکہ کا اقرار کیا ہے ، اسی طرح دیگر امور کا بھی اقرار کیا ہے جنھیں لے کر اسلام آیا - اس کے یقین اور ایمان پر یہ نہایت وضاحت کے ساتھ دلالت کرتی ہے -

اور ان میں سے ایک

خالد بن سنان بن غیث العبسی

ہے - یہ اس بات کا اقرار کرتا تھا کہ رب اور اللہ ایک ہی ہے ، ملّت حنیفیہ پر کار بند تھا - بہت سے لوگوں کا خیال ہے کہ یہ نبی تھا - حدیث میں ہے : ذَاكَ نَبِيٌّ أَضَاعَهُ قَوْمُهُ یہ ایک نبی تھا جسے اس کی قوم نے کھو دیا - اس کی وجہ یہ ہے کہ اس نے اپنی قوم سے کہا : مجھے دفن کر دو جب تین راتوں کے بعد ہرن آئیں تو مجھے نکال لینا میں تمھیں بتاؤں گا کہ مجھے کیا حکم دیا گیا ہے - چنانچہ ہرنیاں ان کی قبر پر تین رات کے بعد آئیں مگر ان لوگوں نے اس کو نہ نکالا اور کہا : عرب کہیں گے ہم نے اپنے مردوں کو قبر سے نکالا ہے -

اس کی بیٹی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئی ، جب اس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو قُلْ هُوَاللهُ أَحَدٌ پڑھتے سنا تو کہا : میرا باپ یہ پڑھا کرتا تھا - اس قول کے کہنے والوں کا اس

Marfat.com

زمانے کے بارے میں اختلاف ہے جس میں وہ تھا ، اکثر کا یہی خیال ہے کہ یہ اس فترت کے زمانے میں گزرا جو عیسیٰ اور محمد علیہما السلام کے درمیان تھا ۔ ان میں سے بعض یہ کہتے ہیں کہ یہ عیسیٰ علیہ السلام سے پہلے گزرا اور جو لڑکی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئی تھی وہ اس کی صُلبی بیٹی نہ تھی ، اس کی پشت اور نسل میں سے تھی ۔

حجاز کے کسی شہر میں بہت بڑی آگ دکھائی دی ، خالد بن سنان اٹھا اور اسے بجھا دیا ، ازاں بعد وفات پائی اور اس کا ایک قصہ ہے جس کا ذکر ابو عبیدہ معمر بن المثنی نے کتاب الجماجم میں کیا ہے اور حاکم نے مستدرک میں یعلٰی بن مہدی عن ابی عوانہ عن ابی یونس عن عکرمہ عن ابن عباس کی سند سے اس کا ذکر کیا ہے کہ بنی عبس کے ایک آدمی نے جسے خالد بن سنان کہتے ہیں اپنی قوم سے کہا : میں حوادث کی آگ بھجا دوں گا ، پھر سارا قصہ نقل کیا ہے اور اس قصے میں بیان کیا ہے کہ خالد گئے ۔ یہ آگ ایک حرہ میں پہاڑ کے ایک شگاف سے نکل رہی تھی ۔ اس حرّہ کو حرۃ اشجع کہا جاتا تھا ۔ پھر اس نے سارا قصہ بیان کیا ہے کہ یہ اس شگاف میں داخل ہو گئے حالانکہ آگ دوزخ کا کوئی پہاڑ معلوم ہو رہی تھی ۔ خالد آگ کو اپنی لاٹھی سے سے مارتا چلا گیا تا آنکہ اس نے اسے اس شگاف کے اندر دھکیل دیا ۔ پھر خود نکل آیا ، میں نے اس قصے کا کچھ حصہ نیران العرب کی بحث [۲ : ۹۷ ۲] میں بیان کیا ہے ۔

کہا جاتا ہے کہ اسی خالد بن سنان نے عنقاء کے خلاف دعا کی اور عنقاء غائب ہو گیا ، اس کی نسل منقطع ہو گئی ۔ زیادہ صحیح یہی بات ہے کہ جنھوں نے عنقاء کو بد دعا دی تھی وہ حنظلہ بن صفوان تھے اور وہ نبی تھے جنھیں اللہ تعالیٰ نے اہل رَس" کی طرف بھیجا تھا (اور رس" کے معنی کنوئیں کے ہیں) مگر لوگوں نے ان کی تکذیب کی اور انھیں قتل کر ڈالا ، اس پر اللہ تعالیٰ نے ایک نبی کی طرف جو بخت نصر کے ساتھ تھا اور جس کا نام ارمیا بن برخیا تھا وحی کی کہ بخت نصر

Marfat.com

کو حکم دو کہ وہ ان عربوں پر حملہ کر دے جن کے گھروں پر کوئی تالے نہیں ہوتے اور انھیں اس برتاؤ کے بدلے میں جو انھوں نے اپنے نبی سے کیا ، قتل کر دے ۔

زمخشری اپنی کتاب الامثال میں عربوں کے اس قول پر بحث کرتے ہوئے کہتا ہے : طَارَتْ بِهِ عَنْقَاءُ مُغْرِبٌ (ایسا غائب ہوا جیسے گدھے کے سر سے سینگ) : لوگوں کا خیال ہے کہ یہ ایک بڑی گردن والا پرندہ تھا جو حنظلہ بن صفوان الحمیری اہل رس کے نبی کے عہد میں تھا ۔ بعض کہتے ہیں کہ اسے عنقاء اس وجہ سے کہا گیا کہ اس کی گردن میں سفیدی تھی ، یہ ان تمام پرندوں میں سے جنھیں اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا خوبصورت ترین پرندہ تھا ۔ یہ جھپٹ کر ایک بچے کو اٹھا لے گیا اور بہت دور نکل گیا اسی لیے اسے مُغرب کہا گیا ۔ حنظلہ نے اس کے لیے بد دعا کی چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اسے بجلی کے ذریعے مار ڈالا ۔ زمخشری کا بیان ختم ہوا ۔

دَمیری حیاۃالحیوان میں کہتا ہے : یہ ایک عجیب پرندہ ہے جو پہاڑ جتنے بڑے انڈے دیتا ہے اور بہت اونچا پرواز کرتا ہے ، اس کا یہ نام اس لیے پڑا کہ اس کی گردن پر طوق کی شکل کی سفیدی تھی ۔

قزوینی کہتا ہے : اس کا جسم تمام پرندوں سے بڑا اور خلقت بھی سب سے بڑی ہے ۔ یہ ہاتھی کو یوں جھپٹ کر لے جاتا ہے جس طرح چیل چوہے کو ۔ یہ قدیم زمانے میں لوگوں میں رہا کرتا تھا مگر ان کو اس سے بہت تکلیف پہنچی تا آنکہ ایک دن ایک دلھن کو مع زیورات کے چھین کر لے گیا ۔ حنظلہ نبی نے بد دعا کی تو اللہ نے اسے لے جا کر خطِ استواء سے دور بحرِ محیط کے ایک جزیرے میں پھینک دیا ، یہ ایسا جزیرہ ہے جہاں لوگ پہنچ نہیں سکتے اور وہاں کثرت سے حیوانات پائے جاتے ہیں مثلاً ہاتھی ، گینڈا ، بھینس ، شیرببر ، درندے اور شکاری پرندے ۔ جب یہ اڑتا ہے اور اس کے پروں سے جو آواز پیدا ہوتی ہے وہ نہایت مہیب کڑک اور طغیانی کی آواز کی طرح ہوتی ہے اور یہ پرندہ دو ہزار سال تک زندہ رہتا ہے اور پانچ سو سال [۲ : ۲۸۰]

Marfat.com

گزرنے پر جفتی کرتا ہے ۔

عُکبری شرح مقامات میں کہتا ہے : اہل رس کا ایک بلند پہاڑ تھا جس میں مختلف قسم کے پرندے پائے جاتے تھے ان میں عنقاء بھی تھا ۔ یہ بہت بڑے جسم اور لمبی گردن والا پرندہ تھا جس کا چہرہ انسان کے چہرے کی طرح تھا ۔ یہ نہایت خوبصورت پرندہ تھا ، پرندوں کو کھا جایا کرتا تھا ۔ ایک دن جو اسے بھوک لگی تو ایک بچے کو اٹھا کر لے گیا پھر ایک لڑکی کو ۔ اس پر لوگوں نے اپنے نبی حنظلہ بن صفوان سے شکایت کی ۔ حنظلہ نے بد دعا کی پرندہ غائب ہو گیا اور اس کی نسل منقطع ہو گئی ۔ بعض کہتے ہیں کہ یہ بجلی گرنے سے جل گیا ۔ حنظلہ عیسیٰ اور محمد علیہما السلام کے درمیانی وقفے میں گزرے ہیں ۔ اس کا نام عنقاء اس کی گردن کے لمبا ہونے کی وجہ سے پڑا ۔ بعض کہتے ہیں کہ یہ پرندہ موسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں تھا ۔ ایک مثال ہے کَالعَنْقَاءِ تُسْمَعُ بِهَا وَ لَا تُرٰی کَالغُولِ (عنقاء کی طرح جس کا نام تو سننے میں آتا ہے مگر چڑیل کی طرح دکھائی نہیں دیتا) عدم رؤیت سے مراد ہے کہ نسل منقطع ہونے کے بعد یہ دکھائی نہیں دیا جیسا کہ ذکر ہو چکا ہے اسے مُغْرِب [بروزن اسم فاعل اَغْرَبَ] اس لیے کہا گیا یہ عجیب و غریب کام کرتا ہے ۔ اس مثال میں یہ لفظ مُغْرِب کی صفت کے بغیر استعمال ہوا ہے ۔ یہیں سے معلوم ہوا کہ اس لفظ کا وصف کے بغیر بھی استعمال کرنا جائز ہے جیسا کہ شاعر نے کہا ہے :

لَمَّا رَأَيْتُ بَنِي الزَّمَانِ وَ مَا بِهِمْ
خِلٌّ وَ فِيٌّ لِلشَّدَائِدِ أَصْطَفِي

جب میں نے دنیا کے لوگوں کو دیکھا اور ان میں کوئی بھی وفادار دوست جسے مصیبت کے وقت کے لیے منتخب کر لیا جائے نہ پایا

Marfat.com

أَيْقَنْتُ أَنَّ الْمُسْتَحِيْلَ ثَلاَثَۃٌ
الغُولُ والعَنْقَاءُ وَالخِلُّ الوَفِيُّ

تو مجھے یقین ہوگیا کہ تین چیزوں کا ملنا ناممکن ہے - چڑیل ، عنقاء اور وفادار دوست

قاضی الفاضل اکثر یہ اشعار پڑھا کرتے تھے :

وَإِذَا السَّعَادَۃُ أَحْرَسَتْکَ عُیُوْنُهَا
نَمْ فَالمَخَاوِفُ کُلُّهُنَّ أَمَانُ

جب خوش بختی کے پاسبان تمھاری پاسبانی کر رہے ہوں تو تو سو جا کیونکہ تمام خوف کی چیزیں تمھارے لیے امان دہ ہیں

وَاصْطَدْ بِهَا العَنْقَاءَ فَهِيَ حِبَالَۃٌ
وَاقْتَدْ بِهَا الجَوزَاءَ فَهِيَ عِنَانُ

یہ خوش بختی تمھیں جال کا کام دے گی اس سے عنقاء کا شکار کر اس سے جوزاء کو ہانک کر لے جا یہ باگ کا کام دے گی

ایک اور کہتا ہے :

الجُوْدُ وَالغُولُ وَالعَنْقَاءُ ثَالِثَۃٌ
أَسْمَاءُ أَشْیَاءَ لَمْ تُوجَدْ وَلَمْ تَکُنِ

سخاوت ، غول اور عنقاء تینوں ایسی چیزوں کے نام ہیں جو نہ پائی گئی ہیں اور نہ تھیں

ابن حجر العسقلانی نے اپنی اس کتاب میں جو انھوں نے صحابہ کے متعلق لکھی ہے خالد بن سنان کے کچھ حالات نقل کیے ہیں وہاں سے دیکھ لیں -

اور ان میں سے ایک

عبداللہ القضاعی

ہے - یہ ابن تغلب بن وبرہ بن قضاعہ ہے جو اللہ اور آخرت پر ایمان رکھتا تھا اور جس کا شمار عربوں کے داناؤں اور مشہور فضلا میں ہوتا تھا - اپنی نوعیت کے مذکورہ بالا لوگوں کی طرح مذہب میں

Marfat.com

یہ دین حنیفی کا پیرو تھا - اس بات کا پتا اس کے اس کلام اور بلیغ نظام سے چلتا ہے جس کی روایت کی گئی ہے - اس قسم کا نام جاہلیت [۲ : ۲۸۱] میں شاذ و نادر ہی رکھا جاتا تھا اس اصول اور عادت کی بنا پر جو انھوں نے نام رکھنے کے بارے میں اختیار کر رکھا تھا - جب ہم عربوں کے اعمال اور افعال کے متعلق عربوں کے مذاہب کا ذکر کریں گے تو یہ بحث آئے گی -

اور ان میں سے ایک

عُبید بن ابرص الاسدی

ہے - اس عبید کا نسب نامہ خُزَیمہ بن مُدرِکہ بن الیاس بن مضر پر ختم ہوتا ہے ، اس کے اشعار اس کے موحد ہونے پر دلالت کرتے ہیں - یہ کہتا ہے :

وَ لَتَأتِيَنْ بَعدِي قُرُونٌ جَمَّةٌ
تَرْعىٰ مَخَارِمَ أَيكَةٍ وَ لَدُودا

میرے بعد بہت سی قومیں آئیں گی جو ایکہ کی چوٹیوں اور لدود میں جانور چرایا کریں گی

فَالشَّمسُ طَالِعَةٌ وَ لَيْلٌ كَاسِفٌ
وَالنَّجْمُ يَجْرِي أنْحُساً وَ سُعُودا

سورج طلوع ہوتا ہے اور رات بے نور ہوتی ہے اور ستارے نحس اور اور سعد ہو کر چلتے ہیں

حَتّٰى يُقَالَ لِمَنْ تَعَرَّقَ دَهْرَهُ
يَا ذَا الزَّمَانَةِ هَلْ رَأَيْتَ عَبِيدا

یہاں تک کہ اس شخص سے کہا جائے گا جس نے زمانے کو خوب

۱ - بلوغ الارب میں " محارم " حاء مہملہ کے ساتھ مرقوم ہے مگر میں نے مَخَارِم خاء معجمہ کے ساتھ پڑھ کر ترجمہ کیا ہے -

Marfat.com

جانا پہچانا ہے اے کمزور قویٰ والے کیا تو نے عَبید کو دیکھا ہے

مِا ئَتَتَیْ زَمَانٍ كَامِلِیْنَ وَبِضْعَةٌ
عِشْرِیْنَ عِشْتُ مُعَمَّرًا مَحْمُوْدًا

میں دو سو بیس سے کچھ اوپر تک کا عرصہ معمر اور محمود ہو کر زندہ رہا ہوں۔

اَدْرَكْتُ اَوَّلَ مُلْكِ نَصْرٍ نَاشِئًا
وَ بِنَاءَ شَدَّادٍ وَ كَانَ اَبِیْدًا

میں نے ابھرتی جوانی میں نصر کی حکومت کا ابتدائی زمانہ پایا شدّاد کے محل کو دیکھا اور وہ ہمیشہ رہنے والا تھا (جس کے بارے میں شدّاد کو خیال تھا کہ وہ ہمیشہ باقی رہے گا)

وَ طَلَبْتُ ذَا الْقَرْنَیْنِ حَتّٰی فَاتَنِیْ
رَكْضًا وَكِدْتُ بِاَنْ اَرٰی دَاؤدَا

میں نے ذوالقرنین کو تلاش کیا یہاں تک کہ وہ میرے ہاتھ سے گھوڑا دوڑا کر نکل گیا اور قریب تھا کہ میں داؤد کو دیکھ لوں

مَا تَبْتَغِیْ مِنْ بَعْدِ هٰذَا عِیْشَةً
اِلَّا الْخُلُوْدَ وَلَنْ تَنَالَ خُلُوْدًا

اس کے بعد تو ہمیشہ کی زندگی کے سوا کون سی زندگی چاہتا ہے مگر تو کبھی بھی ہمیشہ کی زندگی نہیں پا سکتا

وَ لَیَفْنَیَنْ هٰذَا وَذَاكَ كِلَاهُمَا
اِلَّا الْخُلُوْدَ الْاِلٰهُ وَ وَجْهَهُ الْمَعْبُوْدَا

یہ زندگی اور وہ زندگی دونوں فنا ہو جائیں گی خدا اور اس کی معبود ذات کے سوا (کچھ بھی باقی نہیں رہنے کا)

اور یہ جاہلیت کے شعرا میں سے اعلیٰ درجے کا شاعر تھا۔ ابن

Marfat.com

سلام الجمحی نے اسے چوتھے طبقے میں شمار کیا ہے اور طرفہ اور علقمہ بن عبدہ کو اس کے ساتھ ملا دیا ہے -

ابن قتیبہ کتاب الشعر و الشعرا میں کہتا ہے : یہ عَبِید تین سو سال سے زائد عرصے تک زندہ رہا - نعمان بن المنذر کے دادا المنذر بن امرؤالقیس کے دو دن ہوتے تھے ، ایک عذاب کا دن اور ایک انعام کا دن ، عذاب کے دن جو پہلا شخص اسے نظر آتا اسے وہ قتل کر دیتا چنانچہ اسے عَبید مل گیا اور اس نے اسے قتل کر ڈالا ، اس کی کہانی لمبی ہے جس کے بیان کرنے کا یہاں موقع نہیں ہے -

اور ان میں سے ایک

کعب بن لؤی بن غالب

ہے ، یہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اجداد میں سے ہیں - ہم نے اُن کے اس خطبے کا جو انھوں نے قریش کو دیا اور جس کا ذکر [۲ : ۲۸۲] زبیر بن بکار نے کیا ہے عربوں کی اجتماع گاہوں کے باب میں ذکر کر دیا ہے - نیز اس بات کا ذکر بھی کر دیا ہے کہ جمعہ کے دن قریش ان کے پاس آ کر جمع ہوتے تھے - یہ اپنے خطبے میں لوگوں کو اطاعت کرنے ، سمجھنے ، سیکھنے اور زمین و آسمان کی تخلیق اور رات اور دن کے اختلاف ، حالات کے رد و بدل اور جو گزشتگان پر گزری اور آئندگان پر گزرے گی ان سب کے معاملے میں غور کرنے کا حکم دیا کرتے تھے اور انھیں صلہ رحمی ، ہر ایک کو سلام کہنے ، عہد کی پابندی کرنے ، قرابت داری کے حقوق کی رعایت رکھنے ، محتاجوں اور یتیموں کو صدقہ اور خیرات دینے کی ترغیب دیا کرتے تھے - ان کو موت اور موت کی ہولناکیوں اور قیامت کے حالات یاد دلاتے تھے - انھیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کی بشارت دیا کرتے تھے - فرماتے تھے کہ وہ میری اولاد میں سے ہوگا اور فرماتے کہ اگر تم ان کا زمانہ پا لو تو ان کی اطاعت کرنا ، نیز یہ کہ وہ نبی بیت اللہ الحرام سے ظہور

Marfat.com

میں آئے گا اور شعر پڑھتے جن میں اس بات کا ذکر ہوتا ، وہ اس بات کا اشتیاق ظاہر کرتے کہ خدا کرے وہ اس زمانے کو دیکھ لیں جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کو اپنے دین کی طرف دعوت دیں گے وغیرہ وغیرہ - ایسی باتیں جو الہامات کی عطا کردہ ذہانت اور صادق تخیلات پر دلالت کرتی ہیں اور یہ تمام امور اس بات کی واضح دلیل ہیں کہ انھوں نے دین ابراھیمی کا دامن مضبوطی سے پکڑا ہؤا تھا اور حقیقت اور اسلام پر کاربند تھے - علما کی کثیر تعداد اس کی قائل ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سلسلۂ نسب کے تمام آباؤ اُمہات اپنے اعتقاد میں موحد اور قیامت اور یوم حساب پر ایمان رکھتے تھے اور وہ احکام جنھیں دین حنیف لے کر آیا -

ماوردی نے اعلام النبوہ میں جو بیان دیا ہے اس سے اسی بات کی طرف اشارہ نکلتا ہے - اس لیے کہ ماوردی کہتے ہیں : چونکہ اللہ کے نبی اللہ کے تمام بندوں میں سے منتخب شدہ ہیں اور تمام مخلوق میں سے بہترین ہیں یہ اس لیے کہ اللہ نے انھیں حق پر کاربند رہنے کا حکم دیا ہے لٰہذا اللہ نے انھیں شریف ترین عناصر سے پیدا کیا اور نہایت مضبوط رشتہ داریوں سے ان کی مدد کی تاکہ ان کا نسب ہر قسم کی نکتہ چینی سے اور ان کا منصب ہر قسم کی جرح سے محفوظ رہے تاکہ لوگوں کے نفس ان کے زیادہ سے زیادہ مطیع ہوں اور دل ان کی طرف زیادہ سے زیادہ مائل ہوں - جس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ وہ نہایت تیزی سے ان کی بات کو قبول کریں گے اور ان کے حکم کی زیادہ اطاعت کریں گے - ماوردی کا بیان ختم ہؤا -

عبدالمطلب کے چہرے سے نور چمک رہا ہوتا تھا اور ان کے چہرے کے خطوط میں خیر کی علامات روشن تھیں اور وہ اپنی اولاد کو سرکشی اور ظلم ترک کر دینے کا حکم اور مکارم اخلاق اختیار کرنے کی ترغیب دیا کرتے تھے - ردی قسم کی باتوں سے روکا کرتے تھے - وہ اپنے وصایا میں کہا کرتے تھے کہ ظالم سے انتقام لے لیا جاتا ہے قبل اس سے کہ وہ دنیا سے نکلے اور اسے اس کی سزا مل جاتی ہے ، پھر

Marfat.com

یوں ہؤا کہ ایک ظالم آدمی مر گیا اور اسے کوئی سزا نہ ملی - عبدالمطلب کو اس کے بارے میں کہا گیا تو انھوں نے تھوڑا سا سوچنے کے بعد فرمایا : اللہ کی قسم اس گھر کے بعد ایک اور گھر ہے جس میں [۲ : ۲۸۳] نیک کام کرنے والے کو اس کی نیکی کی جزا ملے گی اور بدکار کو اس کی بدکاری کی سزا ملے گی - ان کی دعا میں مقبولیت پائی جاتی تھی - انھوں نے اپنی ذات پر شراب حرام قرار دے رکھی تھی اور یہ پہلے شخص تھے جو حراء میں عبادت کے لیے گئے - یہ جب رمضان کا چاند دیکھ لیتے تو حراء پر چلے جاتے - مسکینوں کو کھانا کھلاتے اور اپنے دسترخوان میں سے کچھ پرندوں کے لیے اور پہاڑ کی چوٹی پر کے وحشی جانوروں کے لیے اٹھا رکھتے - ان سے بہترین کستوری کی خوشبو آیا کرتی تھی - جب کبھی قریش قحط سالی میں مبتلا ہو جاتے تو ان کے وسیلے سے بارش کے لیے دعا کرتے چنانچہ اللہ تعالیٰ خوب بارش برساتا - سقایہ[1] ، رفادہ[2] اور ریاست منتقل ہو کر عبدالمطلب کے پاس چلے گئے تھے - انھوں نے شام کے بادشاہوں اور حمیر کے بادشاہوں سے یمن میں عہد لیا تھا ، یہی وجہ ہے کہ وہ ان ممالک میں سفر پر جایا کرتے تھے - عبدالمطلب کو جب قوت اور طاقت حاصل ہو گئی تو انھوں نے زمزم کا کنؤاں کھودا اور اس میں سے کعبے کی دو ہرنیاں اور رکن یمانی کا پتھر جنھیں عامر بن الحرث الجرہمی نے اس کنوئیں میں پھینک دیا تھا

---

۱ - سقایہ - قریش پانی میں سویز منقّی بھگو کر حاجیوں کو پلایا کرتے تھے یہی سقایہ تھا - اس کا انتظام ایک خاص شخص کے ہاتھ میں ہؤا کرتا تھا -

۲ - قریش کا ہر شخص اپنی بساط کے مطابق کچھ رقم نکالتا اور جب وہ جمع ہو جاتی تو حاجیوں کے لیے کھانے کا انتظام کیا جاتا اور ایام حج میں تمام حاجیوں کو کھانا کھلایا جاتا تھا - یہی رفادہ ہے - ان دونوں کاموں یعنی سقایہ اور رفادہ کا انتظام عبدالمطب کے ہاتھوں میں آیا تھا -

Marfat.com

نکالا - پھر ان ہرنیوں سے سونے کے پترے بنا کر خانہء کعبہ کے دروازے پر لگا دیے اور پتھر کو رکن میں رکھ دیا - ہوتے ہوتے عبدالمطلب بڑے سردار اور عالی منزلت شخص بن گئے۔ اُن کے حکم کی اطاعت کی جاتی تھی - ان کی نسل نجیب ہوئی - یہاں تک کہ ایک مرتبہ جب یہ حجر میں بیٹھے تھے اور ان کے گرد ان کے بیٹے شیر کی مانند بیٹھے ہوئے تھے تو وہاں سے ایک بدوی گزرا ، اس نے کہا ، جب اللہ کوئی سلطنت وجود میں لانا چاہتا ہے تو اس کے لیے اس قسم کے لوگوں کو پیدا کر دیتا ہے - چنانچہ اللہ تعالیٰ نے نبوت کے ذریعے ان کے لیے سلطنت پیدا کر دی جس کی وجہ سے ان کا نام ہمیشہ کے لیے زندہ ہو گیا اور ان کی منزلت بلند ہو گئی یہاں تک کہ وہ دنیا کے سردار بن گئے اور مشہور ہو گئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آباء میں سے جو بھی آپ کے قریب تھا اس کی سرداری اور شہرت اوروں کے مقابلے میں بہت زیادہ تھی - وہ زیادہ فضیلت والے اور زیادہ عبادت گزار تھے -

اب رہے ہاشم تو وہ مسافروں کا بار خود اٹھاتے اور حقوق ادا کرتے تھے - ان کے چہرے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نور چمکتا تھا - جو شخص بھی آپ کو دیکھ لیتا وہ آپ کی دست بوسی کرتا اور جس چیز کے پاس سے گزرتے وہ ان کو سجدہ کرتی تھی - ان کی سخاوت ضرب المثل تھی اور یہ پہلے شخص تھے جنھوں نے دو سفروں یعنی موسم سرما کے سفر اور موسم گرما کے سفر کا طریقہ قریش کے لیے جاری کیا - امیہ بن عبد شمس نے ہاشم جیسا بننا چاہا مگر نہ بن سکا اس پر قریش کے بہت سے آدمیوں کو خوشی ہوئی ، چنانچہ وہب بن عبد قصی نے اس کے متعلق یہ شعر کہے :

تَحَمَّلَ هَاشِمْ مَا ضَاقَ عَنْهُ
وَ أَعْيَا أَنْ يَقُوْمَ بِهِ بُرَيْضُ [۱]

[۲:۲۸۴] ہاشم نے وہ (اخراجات و بارہائے گراں) برداشت کیے جن کے

---

۱ - اسی شعر میں قافیہ کا عیب پایا جاتا ہے جسے اقواء کہتے ہیں -

Marfat.com

اٹھانے اور ذمہ داری لینے سے بُرَیْض (امیہ بن عبد شمس) عاجز آگیا

أَتَاهُمْ بِالْغَرَائِرِ مُتْأَقَاتٍ
مِنَ الشَّامِ بِالْبُرِّ الْبَغِيْضِ

یہ شام سے اس گندم کے بھرے ہوئے تھیلے لایا جو امیّہ بن شمس کو برے معلوم ہوتے تھے

فَأَوْسَعَ أَهْلَ مَكَّةَ مِنْ هَشِيْمٍ
وَشَابَ الْخُبْزَ بِاللَّحْمِ الْغَرِيْضِ

اس نے روٹیوں کے باریک ٹکڑے تمام اہل مکہ پر تقسیم کر دیے اور (سوکھے) گوشت کو تازہ گوشت کے ساتھ ملا دیا

ہاشم کا اصلی نام عمرو تھا ۔ اُن کا نام ہاشم اس لیے پڑا کہ انھوں نے سب سے پہلے مکے میں ایک قحط زدہ سال میں اپنی قوم کے لیے روٹیوں[1] کو ریزہ ریزہ کیا ۔ اس سال انھوں نے فلسطین کا سفر اختیار

---

1 - سہیل نے الروض الانف میں لکھا ہے : لغت میں مشہور یوں ہے : ثَرَدْتُ الْخُبْزَ فَهُوَ ثَرِيْدٌ وَمَثْرُوْدٌ ۔ ہاشم کو ثارِدٌ نہیں کہا گیا بلکہ ہاشم کہا گیا ہے ۔ قیاس تو یہ چاہتا ہے کہ جس طرح ثرید کو هَشِيْمٌ نہیں کہہ سکتے بلکہ ثَرِيْد اور مَثْرُوْد کہتے ہیں ۔ اسی طرح اسم فاعل میں بھی کہا جائے ۔ لیکن اس نام کے پڑنے کی وجہ سمجھنے کے لیے تھوڑی سی وضاحت کی ضرورت ہے ۔ مؤرخین لکھتے ہیں کہ ہاشم حاجیوں کو کھانا کھلانے میں قریش سے مدد لیا کرتے تھے اور وہ ان کی مدد مال سے کیا کرتے تھے ۔ ایک بار سخت قحط پڑا تو انھوں نے قریش کو مدد کے لیے کہنا مناسب نہ سمجھا اور خود اپنا سارا مال لے کر شام چلے گئے اور وہاں سے انھوں نے اس مال کے عوض بسکٹ اور آٹا خریدا اور حج کے موسم میں مکے واپس چلے آئے۔ انھوں نے ان تمام بسکٹوں کو ریزہ ریزہ کیا اور خوب کوٹا پھر حاجیوں کے لیے ایک کھانا تیار کیا جو ثرید کے بہت مشابہ تھا ۔ اسی لیے ہاشم نام پڑا ۔ کیونکہ خشک بسکٹ کا ثرید نہیں بن سکتا اسے تو ریزہ ریزہ ہی کیا جا سکتا ہے ۔ اسی کے متعلق عبداللہ بن الزبعری کے قائیہ اشعار ہیں ۔

Marfat.com

کیا ، وہاں سے آٹا خریدا اور لے کر مکے آ گئے - اونٹنیوں کو ذبح کر کے ثرید بنایا اور تمام اہل مکہ کو دیا تاآنکہ وہ کھا کر چلے گئے - اسی کے متعلق شاعر کہتا ہے -

يَا أَيُّهَا الرَّجُلُ الْمُحَوِّلُ رَحْلَه
هَلَّا نَزَلْتَ بِآلِ عَبْدِ مَنَافِ

ارے وہ شخص جو ایک جگہ سے منتقل ہو کر دوسری جگہ جا رہا ہے تو آل عبد مناف کے ہاں جا کر کیوں نہیں اترا

الآخِذُوْنَ الْعَهْدَ مِنْ آفَاقِهَا
الرَّاحِلُونَ لِرِحْلَةِ الْإِيلَافِ

جو آفاق کے لوگوں سے عہد لینے والے ہیں اور لوگوں کو مالوف کرنے کی غرض سے سفر کرنے والے ہیں

وَالرَّائِشُونَ وَلَيْسَ يُوْجَدُ رَائِشٌ
وَالْقَائِلُوْنَ هَلُمَّ لِلْأَضْيَافِ

وہ اس وقت بھی لوگوں کو کھانا کھلاتے اور کپڑے پہناتے ہیں جس وقت کوئی کھلانے اور پہنانے والا نہیں مل سکتا وہ ایسے عالم میں بھی مہمانوں کو آنے کی دعوت دینے والے ہیں

وَالْخَالِطُوْنَ غَنِيَّهُمْ بِفَقِيْرِهِمْ
حَتّٰى يَكُوْنَ فَقِيْرُهُمْ كَالْكَافِيْ

وہ اپنے مالداروں کو اپنے غریبوں کے ساتھ ملا دیتے ہیں تاآنکہ ان کا مفلس انسان بھی ایسا ہو جائے کہ اور کو مستغنی بنا دے

عَمْرُو الْعُلٰى هَشَمَ الثَّرِيْدَ لِقَوْمِه
[1]وَرِجَالُ مَكَّةَ مُسْنِتُوْنَ عِجَافُ

---

۱ - بلوغ الارب میں یہ مصرع اسی طرح ہے مگر اس طرح اس میں اقواء پایا جاتا ہے - اسی شعر کی دوسری روایت جس میں نہ اقواء پایا جاتا ہے اور نہ معنی میں پیچیدگی ، یوں ہے :

قَوْمٍ بِمَكَّةَ مُسْنِتِيْنَ عِجَافِ

Marfat.com

بلند مرتبہ عمرو نے اپنی قوم کے لیے روٹیوں کو ریزہ ریزہ کیا جبکہ
مکے کے لوگ قحط زدہ اور بھو کے تھے

اب رہے عبد مناف تو انھیں ان کے حسن و جمال کی وجہ سے قمرالبطحاء کہا جاتا تھا ۔ ان کا اصلی نام مغیرہ تھا ۔ حضرتِ زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ انھیں ایک پتھر ملا جس پر یہ حروف کندہ تھے " میں مغیرہ بن قُصیّ ہوں "۔ انھوں نے قریش کو تقوی اللہ اور صلہ رحمی کا حکم دیا ۔ انھیں بتوں سے دشمنی تھی ۔ ان کے چہرے پر نور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم چمک رہا ہوتا تھا ۔ ان [۲ : ۲۸۵] کا نام مغیرہ تھا ان کی والدہ نے انھیں تعظیماً مناف کے سپرد کر دیا تھا اور مناف مکے کے بڑے بتوں میں سے تھا لٰھذا عبد مناف نام ان پر غالب آ گیا ۔ ان کے والد کے مرنے کے بعد ان کی سخاوت اور سیاست کی وجہ سے ان کی سرداری مستحکم ہو گئی تھی یہاں تک کہ ایک شاعر نے ان کے بارے میں یوں کہا :

كَانَتْ قُرَيْشٌ بَيْضَةً فَتَفَقَّأَتْ
فَالمُحُّ خَالِصُهُ لِعَبْدِ مَنَافِ

قریش تو ایک انڈے کی طرح تھی جو ٹوٹ گیا اور اب خالص زردی
عبد مناف کے لیے ہے

رہے قُصیّ تو وہ قریش کے عالم تھے اور سب سے زیادہ حق پر قائم رہنے والے تھے ۔ یہ اپنی قوم کو جمعہ کے دن جمع کر کے نصیحت کرتے ، انھیں حرم کی تعظیم کرنے کو کہتے اور انھیں بتاتے کہ عنقریب حرم میں ایک نبی مبعوث ہوگا ، وہ بتوں کی پوجا کرنے سے منع کیا کرتے تھے ۔ اس نے خزاعہ کو مکے سے نکال دیا اور مکے میں خالص قُصیّ ہی کی سرداری رہ گئی ۔ پھر وہ قریش کو جمع کرنے کے در پے ہوئے ۔ قریش اس وقت بنی کنانہ کے مختلف قبیلوں میں بکھرے ہوئے تھے ۔ بنو کنانہ متعرض ہوئے ۔ قُصیّ نے ان لوگوں کو لے کر جنھوں نے ان کا ساتھ دیا بنو کنانہ سے جنگ کی یہاں تک کہ اس نے قریش کو

Marfat.com

بنی کنانہ سے علٰحدہ کر لیا اور انھیں لا کر مکے میں جمع کر دیا ، جس پر ان کا نام '' مُجَمِّع '' پڑ گیا ۔ انھی کے متعلق ان کا شاعر کہتا ہے :

أَبُونَا قُصَیٌّ کَانَ یُدعٰی مُجَمِّعًا
بِهٖ جَمَّعَ اللّٰهُ القَبَائِلَ مِنْ فِهْرٖ

ہمارے باپ قصی کو مجمع کہا جاتا تھا اللہ نے انھی کی بدولت فھر (قریش) کے قبائل کو اکٹھا کر دیا

جب یہ ایک جگہ جمع ہو گئے تو انھیں بطحائے مکہ میں پہاڑی گھاٹیوں اور پہاڑ کی چوٹیوں پر اتارا گیا اور بطحائے مکہ کے مختلف حصے کر کے انھیں اپنی قوم میں تقسیم کر دیا اور قریش کے ہر قبیلے کو مکے کے اس مقام پر اتارا جہاں وہ صبح کے وقت پہنچے تھے ۔ ان کے سپرد حجابت ، سقایہ ، رفادہ ، ندوہ اور لواء تھا ۔ یہ (انتظام) قریش میں دین کی طرح ایک دستور بن کر مروج ہو گیا جس کو چھوڑ کر کسی اور پر عمل نہیں کیا جا سکتا تھا ۔ ان کے اکٹھا ہونے سے ان کی طاقت میں اضافہ ہو گیا یہاں تک کہ ان کے والی ہونے کا عقد کیا گیا اور کعبے کی از سر نو تعمیر کی گئی ۔ قصی پہلا شخص ہے جس نے ابراهیم اور اسمٰعیل کے بعد کعبے کو تعمیر کیا ۔ پھر قریش نے فیصلے کرنے ، باہمی اختلاف (کے دور کرنے) اور باہمی مشاورت کے لیے دارالندوہ بنایا ۔ یہ پہلا گھر تھا جو مکے میں تعمیر ہؤا ۔ پہلے لوگ اپنے اپنے پہاڑوں پر جمع ہؤا کرتے تھے ۔ اب انھوں نے مکے میں اپنے لیے گھر تعمیر کر لیے لہٰذا ان کی سرداری کی بنیاد پڑ گئی اور ان میں ریاست کا ظہور ہؤا ۔ مختصر یہ کہ جب تمھیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نسب کا حال معلوم ہو جائے اور آپ کی ولادت کی پاکیزگی کا پتا چل جائے تو واضح ہو جائے گا کہ [۲ : ۲۸۶] یہ شریف آباء کی اولاد میں سے ہیں جو سیادت و سرداری کے مالک تھے کیونکہ آپ محمد بن عبداللہ ابن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبد مناف بن قصی بن کلاب بن مرہ بن لؤی بن غالب بن

Marfat.com

فہر بن مالک النضر بن کنانۃ بن خزیمۃ بن مدرکۃ بن الیاس بن مضر بن نزار بن معد بن عدنان ہیں - ان میں کوئی بھی ایسا نہیں جو گمنام یا رذیل ہو یا مجہول یا ذلیل ہو - یہ تمام کے تمام سردار اور پیشوا ہیں جو بہترین مکارم اور فضائل میں مشہور ہوئے - اس کا تفصیلی ذکر سیرت کی کتابوں میں پایا جاتا ہے - یہاں ان کے (مفصل) ذکر کی گنجائش نہیں - ابھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم والدہ کے پیٹ ہی میں تھے کہ آپ کے والد عبداللہ کا انتقال مکے میں ہؤا - آپ کی والدہ آمنہ مدینے میں اس وقت فوت ہوئیں جبکہ آپ کی عمر چھ سال کی تھی - واللہ اعلم

عہد جاہلیت میں عربوں کے اعمال اور عبادات

یاد رکھیں کہ اسلام کے ظہور سے پہلے عرب کسی بھی شریعت کے مکلف نہ تھے نہ ابراھیم علیہ السلام کی شریعت کے اور نہ دوسرے انبیا (صلوات اللہ و سلامہ علیھم) کی شریعت کے کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں :

لِتُنْذِرَ قَوْمًا مَّا أُنْذِرَ آبَاؤُهُمْ فَهُمْ غَافِلُونَ تاکہ آپ اس قوم کو ڈرائیں جن کے آبا ؤ اجداد کو ڈرایا نہیں گیا لٰہذا وہ بے خبر ہیں

وَمَا كُنْتَ بِجَانِبِ الطُّورِ إِذْ نَادَيْنَا وَلٰكِنْ رَحْمَةً مِنْ رَبِّكَ لِتُنْذِرَ قَوْمًا مَا أَتَاهُمْ مِنْ نَذِيرٍ مِنْ قَبْلِكَ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُونَ

جب ہم نے موسیٰ کو پکارا تھا اس وقت آپ تو پہاڑ کے پاس نہیں تھے لیکن ہم نے آپ کو رحمت بنا کر بھیجا ہے تا کہ آپ اس قوم کو ڈرائیں جن کے پاس آپ سے پہلے کوئی ڈرانے والا نہیں آیا شاید وہ نصیحت حاصل کریں

اس مقام پر مفسرین نے ذکر کیا ہے کہ محمد مصطفٰی صلی اللہ علیہ وسلم

Marfat.com

سے پہلے ان کے پاس کوئی ڈرانے والا نہیں آیا تھا بلکہ وہ فترت میں تھے ۔ فترت اس زمانے کو کہتے ہیں جو دو رسولوں کے درمیان ہو اور یہاں قوم سے مراد قوم عرب ہے کیونکہ یہ اسماعیل اور محمد علیہما السلام کے درمیانی عرصے میں تھے اور یہ عرصہ تین ہزار سال سے زائد بنتا ہے ۔ اس بنا پر کہ موسیٰ اور عیسیٰ علیہما السلام کی دعوت بنی اسرائیل کے لیے مخصوص تھی ۔ چنانچہ صحیحین میں ہے : مجھے پانچ چیزیں ایسی دی گئی ہیں جو مجھ سے پہلے نبیوں کو نہ دی گئی تھیں ۔ مجھے اس رعب و دبدبے کا تعاون حاصل ہے جو ایک ماہ کے فاصلے تک کام کرتا ہے ۔ تمام دنیا میرے لیے سجدہ گاہ اور پاک بنا دی گئی لٰہذا میری امت کے جس آدمی کو جہاں کہیں نماز کا وقت آ جائے وہ وہیں نماز پڑھ لے ۔ میرے لیے غنیمت کا مال حلال کیا گیا مجھ سے پہلے یہ کسی کے لیے حلال نہ تھا ۔ مجھ کو شفاعت دی گئی ۔ باقی (انبیا) کو اپنی اپنی قوم کی طرف بھیجا جاتا تھا اور مجھے تمام لوگوں کی طرف بھیجا گیا ہے ۔

حضرت کا ان عربوں کی طرف بھیجے جانے کی وجہ سے ہمارے اس قول کی نفی نہیں ہوتی کہ یہ کسی شریعت کے مکلف نہ تھے کیونکہ کوئی قوم اس وقت تک مکلف رہتی ہے جب تک شریعت مٹ نہ چکی ہو ، یہاں شریعت مٹ چکی تھی جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ۔ پھر یہ بات تو [۲ : ۲۸۷] معلوم ہی ہے کہ انبیاء ، اللہ کے ایلچی بن کر اللہ کی مخلوق کی طرف اوامر اور نواہی لے کر آتے ہیں اور یہ احکام ان امور سے زائد ہوتے ہیں جن کو عقلیں واجب قرار دیتی ہیں تاکہ جو مباح امور عقلوں کے لیے جائز قرار دیے گئے ہیں ان کو لازم قرار دے دیا جائے ۔ یہ اس لیے ہے کہ اللہ تعالیٰ عقلمند کی عزت کرنا چاہتا ہے اور اس کے افعال کو شرف بخشنا چاہتا ہے ۔ اس کے حالات کو درست رکھنا چاہتا ہے ۔ اس کی مصلحتوں کو منظم کرنا چاہتا ہے کیونکہ اللہ نے اسے حکمت کے لیے تیار کر رکھا ہے اور اسے معرفت پر ڈھالا ہے تاکہ اللہ اسے دانا بنائے اور انجاموں سے باخبر کرے ۔ کیونکہ لوگ اپنی نگاہوں سے اپنی

Marfat.com

ذاتی مصلحتوں کو ناپسند نہیں کرتے اور نہ ہی اپنی طبیعت و فطرت سے اپنے کاموں کے انجاموں کو سمجھ سکتے ہیں ، وہ اپنی ہمتوں کے اختلاف کے باوجود مرسلین کے آداب کے وارد ہوئے بغیر اور گزشتہ امتوں کے حالات سے آگاہ ہوئے بغیر باز نہیں آتے جس کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ اللہ کے آداب ان میں مستعمل ہوتے ہیں ۔ اس کے حدود کی تابعداری ہوتی ہے اور اس کے احکام کی اطاعت ہوتی ہے اور اللہ کا وعدہ اور وعید ان کو برے کاموں سے روکتا ہے اور گزشتہ امتوں کے قصے ان کے لیے نصیحت آمیز ہوتے ہیں کیونکہ جب کانوں میں عجیب خبریں آ کر پڑتی ہیں اور جب اچھوتے معانی ذہنوں کو بیدار کرتے ہیں تو ان سے عقلیں مدد لیتی ہیں جس سے ان کا علم بڑھتا ہے اور صحیح فہم پیدا ہوتا ہے ۔ جس قدر زیادہ باتیں کوئی سنے گا اسی قدر زیادہ خیالات اس کے دل میں پیدا ہوں گے اور جس قدر زیادہ خیالات کسی کے دل میں پیدا ہوں گے اسی قدر زیادہ وہ سوچے گا اور جس قدر زیادہ وہ سوچے گا اسی قدر زیادہ اس کا علم ہوگا اور جس کا علم زیادہ ہوگا اس کا عمل بھی زیادہ ہوگا لہٰذا انبیا کی بعثت کے بغیر کوئی چارۂ کار نہیں اور نہ ہی مصلحتوں کے انتظام کے لیے کوئی اور چیز اس کے بجائے پیش کی جا سکتی ہے ۔ اب چونکہ اس مدت مدید کے اندر عرب قوم میں کوئی ڈرانے والا نہیں آیا اس لیے ان کے افعال میں خلل پڑ گیا اور ان کے حالات مضطرب ہو گئے ۔ اس کے باوجود بھی ان میں ابراہیم علیہ السلام کی سنت اور شریعت کی کچھ چیزیں باقی رہ گئیں اور ان کے بعض اعمال و عبادات اسی عہد سے چلے آتے تھے اگرچہ چند ایک میں کمی یا بیشی کی وجہ سے کسی قدر تغیر پیدا ہوگیا تھا ۔ کچھ تو ہم پہلے بیان کر چکے ہیں ، کچھ یہاں بیان کریں گے ۔

ان میں ایک یہ بات ہے کہ وہ اس فطرت کی طہارت پر پابند تھے جس سے اللہ تعالیٰ کے اس فرمان میں ابراہیم علیہ السلام کو آزمایا گیا :

وَ إِذَا بتَلَىٰٓ إِبۡرَٰهِـۧمَ رَبُّهُۥ بِكَلِمَٰتٍ فَأَتَمَّهُنَّ

Marfat.com

اور جب ابراهیم کے رب نے ابراهیم کو چند امور میں آزمایا تو ابراهیم نے انهیں پورا کر دکھایا

یہ دس امور ہیں : پانچ سر میں اور پانچ جسم میں ، سرمیں جو ہیں وہ یہ ہیں کلّی کرنا ، ناک صاف کرنا ، مونچھیں ترشوانا ، مانگ اور مسواک ، جو جسم میں ہیں یہ ہیں : استنجا کرنا ، ناخن تراشنا ، بغل کے بال لینا ، موئ زہار مونڈنا اور ختنہ کرنا - جب اسلام آیا تو اس نے ان تمام امور کو سنت میں برقرار رکھا : حدیث کی کتابوں میں اس کی تفصیل موجود ہے -

ان میں سے ایک یہ ہے کہ وہ غسل جنابت کرتے تھے اور اپنے مُردوں کو نہلاتے تھے ، افوہ اَودی کہتا ہے :

اَلاَ عَلِّلاَنِی وَاعْلَمَا اَنَّنِی غَرَرْ
فَمَا قُلْتُ یُنْجِیْنِی الشِّقَاقُ وَلاَ الْحَذَرْ

خبردار ! میرا دل بہلاؤ اور جان لو کہ میں موت کے منہ میں ہوں - میں نہیں کہتا کہ مخالفت یا احتیاط برتنا مجھے نجات دلا سکتا ہے

[۲ : ۲۸۸] وَمَا قُلْتُ یُجْدِیْنِی ثَوَابِی اِذَا بَدَتْ
مَفَاصِلُ اَوْ صَالِی وَقَدِ شَخَصَ الْبَصَرْ

میں یہ نہیں کہتا کہ میری جزا مجھے کوئی فائدہ پہنچا سکتی ہے جب میرے اعضاء کے جوڑ ظاہر ہو جائیں اور ٹکٹکی بندھ چکی ہوگی

وَجَاءُوْا بِمَاءٍ بَارِدٍ یَغْسِلُوْنَنِی
فَیَالَکَ مِنْ غُسْلٍ سَیَتْبَعُہُ غَبَرْ

اور جب وہ مجھے غسل دینے کے لیے ٹھنڈا پانی لے آئیں گے اور کیا کہنے اس غسل کے جس کے بعد پھر مٹی ہوگی (نہلا دھلا کر مٹی میں دفن کر دیں گے)

Marfat.com

عرب اپنے مردوں کو کفن بھی پہنایا کرتے تھے اور ان کی نماز (جنازہ) بھی پڑھتے تھے - جب کوئی شخص مر جاتا اور اسے چارپائی پر رکھ کر لے جایا جاتا تو ان کی نماز یہ ہوتی کہ میت کا ولی کھڑے ہو کر میت کی خوبیاں بیان کرتا اس کی تعریف کرتا اور پھر دفن کرتا - اس کے بعد کہتا علیک رحمۃ اللہ (تجھ پر اللہ کی رحمت ہو) -

بنی کلیب کے ایک شخص نے جاہلیت میں اپنے ایک پوتے سے کہا :

أعمرو إنْ هَلَكْتَ وكنتُ حَيّاً
فإنّي مُكثِرٌ لكَ مِنْ صَلاتِي

اے عمرو اگر تو میری زندگی میں ہی مر جائے تو میں تمھارے لیے بہت دعا کروں گا

وَأجْعَلُ نِصفَ مالِيْ لابنِ سامٍ
حَياتِيْ إنْ حَييتُ وَفِي مَماتِي

اور میں اپنا آدھا مال ابن سام کے لیے مقرر کردوں گا اگر زندہ رہوں تو زندگی ہی میں اگر مر گیا تو مرنے پر بھی تمھارا نصف تمھیں ملکر رہے گا

ان میں سے ایک یہ ہے کہ قریش جاہلیت میں عاشوراء کا روزہ رکھا کرتے تھے - ہو سکتا ہے کہ اس بات کو انھوں نے (کسی) سابقہ شریعت سے لیا ہو - یہی وجہ ہے کہ وہ اسی دن کعبے پر غلاف چڑھا کر اور اسی (طرح) کی اور باتیں کرنے سے اس دن کی تعظیم کیا کرتے تھے - کہا جاتا ہے کہ جاہلیت کے زمانے میں قریش نے کوئی گناہ کیا اور پھر اسے بہت بڑی بات سمجھا تو کسی نے کہا کہ تم عاشوراء کا روزہ رکھو ، تمھارے گناہوں کا کفارہ ادا ہو جائے گا - ایک روایت میں یہ ہے کہ ان کے ہاں قحط پڑا ، پھر دور ہو گیا ، چنانچہ انھوں نے شکرانے کے طور پر اس دن کا روزہ رکھا -

Marfat.com

ان میں سے ایک یہ ہے کہ وہ خانۂ کعبہ کا حج کیا کرتے تھے اور احرام باندھتے تھے -

زُہَیر بن ابی سُلمٰی کہتا ہے :

جَعَلْنَ القَنَانَ عَنْ یَمِیْنٍ وحَزْنَهُ
وَکَمْ بِالقَنَانِ مِن مُحِلٍّ و مُحْرِمٍ

انھوں نے (بنی اسد کے پہاڑ) قنان اور اس کی سخت زمین کو دائیں جانب رکھا ، قنان میں کئی ایسے تھے جو ان سے تعرّض کرنا جائز سمجھتے تھے اور کئی ایک ایسے تھے جو (دوستی کی بنا پر) یوں سمجھتے تھے گویا کہ وہ حرم میں ہوں -

عرب سات بار بیت اللہ کا طواف کیا کرتے تھے ، حجر اسود کو چھوتے تھے اور صفا اور مروہ کے درمیان ”سعی“ کیا کرتے تھے -

ابو طالب کہتے ہیں :

و أشْوَاطُ بَیْنَ المَرْوَتَیْنِ إلَی الصَّفَا
وَ مَا فِیْهِمَا مِنْ صُوْرَةٍ و مَخَایِلِ

اور مروہ اور صفا کے درمیان دوڑیں لگانا اور جو صورتیں اور (رحمت کے) علامات وہاں پائے جاتے ہیں -

عرب تلبیہ بھی کیا کرتے تھے مگر بعض لوگ تلبیہ کہتے ہوئے شرک بھی کر جاتے تھے اور کہتے تھے : خدایا میں بار بار اطاعت کے لیے حاضر ہوں - خدایا میں حاضر ہوں - تیرا کوئی شریک نہیں سوا اس شریک کے جو تیرا ہے تو اس کا بھی مالک ہے اور ان تمام چیزوں کا مالک ہے جو اس کی ملکیت میں ہیں اور وہ ان تمام جگھوں پر ٹھہرا کرتے تھے جہاں حاجی اب ٹھہرتے ہیں ، ان کے اشعار بھی یہی بتاتے ہیں - وہ قربانی کا جانور بھی لے جایا کرتے تھے اور کنکریاں بھی پھینکا کرتے تھے- [۲ : ۲۸۹] ابو مُجلزّ سے مروی ہے کہ اہل جاہلیت کا یہ طریقہ تھا کہ جب کوئی شخص احرام باندھتا تو بالوں کا ایک پٹا گلے

Marfat.com

میں ڈال لیتا ، پھر کوئی شخص اس سے چھیڑ چھاڑ نہ کرتا تھا ، جب حج کو ختم کر لیتا تو اذخر کا پٹا گلے میں ڈال لیتا ، بعض کہتے ہیں کہ لوگ اپنے اونٹ کے گلے یا خود اپنے گلے میں حرم کے درخت کی چھال ڈال لیتے پھر کسی شخص کا خوف نہ رہتا تھا اور نہ ہی کوئی انھیں تکلیف پہنچانے کے درپے ہوتا تھا - عرب اشہر حُرُم[1] میں نہ غارت ڈالتے اور نہ ان دنوں میں نیزوں میں انی ڈالتے - لوگ اپنی معیشت کے لیے بھاگ دوڑ کرتے اور انھیں کسی کا خوف نہ ہوتا تھا - جیسا کہ کہا گیا ہے انھوں نے یہ باتیں دین اسماعیل علیہ السلام سے ورثے میں پائی تھیں - ابن جریر اور ابن ابی حاتم نے ابو زید سے روایت کرتے ہوئے بیان کیا ہے کہ دنیا کے تمام لوگوں میں بادشاہ ہؤا کرتے تھے اور وہ ایک دوسرے کے درپے رہتے تھے مگر عربوں میں اس طرح کا کوئی بادشاہ نہ تھا - لہٰذا اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے بیت الحرام کو ایک نظام کا سبب بنا دیا - اسی کی بدولت بعض لوگ دوسرے لوگوں کی طرف سے مدافعت کرتے تھے چنانچہ اگر کوئی شخص اپنے باپ یا بیٹے کے قاتل کو بھی یہاں مل جاتا تو اسے قتل نہیں کرتا تھا - قریش نے " حمس " (تشدد) کی ایک رائے گھڑ لی تھی - یہ ایک ایسی رائے تھی جو ان کے ذہن میں آئی اور انھوں نے اس کو عام کر دیا اور کہا ہم ابراہیم کی اولاد ہیں اور قابل احترام ہیں ، کعبے کے والی ہیں ، مکے کے رہنے والے ہیں، ہمارے حق جیسا کسی عرب کا حق نہیں ، نہ ہی ہماری منزلت جیسی کسی کی منزلت ہے - نہ ہی عرب اس کے اس قدر حقوق جانتے ہیں جس قدر ہم جانتے ہیں لہٰذا حرم سے باہر کی کسی چیز کی بھی تمھیں اس قدر تعظیم نہیں کرنی چاہیے جس قدر حرم کی کرتے ہو کیونکہ اگر تم نے ایسا کیا تو عرب تمھارے احترام کو معولی بات سمجھیں گے اور کہیں گے کہ یہ لوگ تو حرم سے باہر کی جگھوں کی بھی اسی طرح تعظیم کرتے ہیں جس طرح حرم کی لہٰذا انھوں نے

---

۱ - اشہر حرم یہ ہیں : ذوالقعدہ[1] ، ذوالحجہ[2] ، محرم[3] اور رجب[4] -

Marfat.com

عرفہ میں ٹھہرنا اور وہاں سے روانہ ہونا ترک کر دیا حالانکہ انہیں اعتراف ہے اور وہ اقرار کرتے ہیں کہ عرفہ مشاعر حج اور دین ابراہیم علیہ السلام میں سے ہے اور ان کی رائے ہے کہ باقی سب عربوں کو واجب ہے کہ عرفہ پر قیام کریں اور پھر وہاں سے روانہ ہوں مگر انھوں نے کہا کہ ہم تو اہل حرم ہیں لہٰذا ہمارے لیے مناسب نہیں کہ ہم (احاطہٗ) حرمت سے باہر جائیں نہ ہی یہ مناسب ہے کہ ہم حرم سے باہر کی جگھوں کی تعظیم کریں ہم تو ''حمس'' ہیں - حمس اہل حرم کو کہتے ہیں - اس کے بعد انھوں نے ان تمام عربوں کی اولاد کے خواہ وہ حرم کے رہنے والے ہوں یا حرم سے باہر کے اپنے جیسے حقوق مقرر کر دیے کیونکہ وہ انھی کی اولاد میں سے تھے ، چنانچہ جو امور قریش کے لیے حلال تھے ان کے لیے بھی تھے اور جو قریش کے لیے حرام تھے ان کے لیے بھی تھے - کنانہ اور خزاعہ بھی ان کے ساتھ انھی حقوق میں شامل ہو گئے تھے - ابو عبیدہ نحوی سے مروی ہے کہ بنی عامر بن صَعْصَعَہ بھی ان کے ساتھ ان حقوق میں شامل ہو گئے تھے - عمرو بن معد یکرب کہتا ہے :

[۲ : ۲۹۰] أَعَبَّاسُ لَوْ كَانَتْ[۱] شِيَاراً جِيَادُنَا
بِتَثْلِيثَ مَا نَاصَيْتَ بَعْدِي الأَحَامِسَا

اے عباس اگر ہمارے گھوڑے تثلیث کے مقام پر عمدہ اور موٹے ہوتے تو تو میرے بعد احامس کے ساتھ گتھم گتھا نہ ہوتا

تثلیث ایک جگہ کا نام ہے اور شیار کے معنی خوبصورت کے ہیں - احامس سے اس کی مراد بنی عامر بن صعصعہ ہیں - عباس ، مرداس سلمٰی کے بیٹے ہیں - انھوں نے تثلیث کے مقام پر بنی زبید پر لوٹ مار کا حملہ کیا تھا -

---

۱ - بلوغ الارب میں کنت چھپا ہے اسے ''کانت'' پڑھیں جیسا کہ میں نے لکھا ہے -

Marfat.com

لقیط بن زرارہ دارمی جبلہ کی جنگ کے بارے میں کہتا ہے :

أَجْذِمْ إِلَيْكَ أَنَّهَا بَنُو عَبَسْ
الْمَعْشَرُ الْجِلَّةُ فِي الْقَوْمِ الْحُمُسْ

گھوڑوں کو اپنی طرف ہانک لے کیونکہ یہ تو بنو عبس ہیں جو حمس اقوام میں سے ہیں اور حرم سے باہر رہنے والے ہیں

کیونکہ جبلہ کی جنگ میں بنو عبس بنی عامر بن صعصعہ کے حلیف تھے جبلہ کی یہ جنگ بنی حنظلہ بن مالک بن زید مناۃ اور بنی صعصعہ کے درمیان ہوئی تھی اور اس جنگ میں بنو عامر کو بنو حنظلہ پر فتح حاصل ہوئی تھی -

اس کے بعد انہوں نے کچھ اور باتیں بنا لیں یہاں تک کہا کہ حمس اقوام کے لیے مناسب نہیں کہ وہ پنیر تیار کریں یا گھی بگھاریں جبتک وہ حرم کے اندر ہیں ، نہ ہی ان کے لیے یہ مناسب ہے کہ وہ خیموں میں رہیں اور اگر سائے میں بیٹھنا چاہیں تو چمڑے کے گھروں کے سوا کسی اور گھر کے سائے میں اس وقت تک نہ بیٹھیں جب تک احرام میں ہوں - اس کے بعد انہوں نے اس بات کو بھی ختم کر دیا اور کہا حرم سے باہر رہنے والوں کو وہ کھانا نہیں کھانا چاہیے جسے وہ اپنے ساتھ لے کر حج یا عمرہ کی غرض سے حرم میں آتے ہیں اور جب وہ آئیں تو پہلا طواف حمس کے کپڑوں کے سوا کسی اور کپڑے میں نہ کریں اور اگر انہیں کوئی کپڑا نہ ملے تو ننگے ہو کر کعبے کا طواف کریں اور اگر کوئی اپنے آپ کو اس سے پاک رکھنا چاہے خواہ وہ مرد ہو خواہ عورت اور اسے حمس کے کپڑے نہ ملیں اور ان کپڑوں میں طواف کر لے جنھیں وہ ساتھ لے کر بیرون حرم سے آیا ہے تو طواف سے فارغ ہو کر اسے یہ کپڑے پھینک دینے چاہییں - پھر ان کپڑوں سے کوئی شخص کبھی بھی نہ فائدہ اٹھائے نہ ان کو چھوئے - ان کپڑوں کو عرب لقی کہا کرتے تھے - حمس نے عربوں کو ان امور پر [۲ : ۲۹۱] عمل در آمد کرنے پر مجبور کیا اور عربوں نے ان کی اطاعت کی - انہوں نے عرفات پر

Marfat.com

قیام کیا پھر وہاں سے روانہ ہوئے اور ننگے ہو کر بیت اللہ کا طواف کیا ۔ عورتیں ایک کھلی ہوئی قمیص کے سوا اپنے سارے کپڑے اتار دیتیں اور پھر طواف کرتیں ۔ ایک عورت نے اسی طرح ننگی ہو کر طواف کرتے ہوئے کہا :

اَلْيَوْمَ يَبْدُوْ بَعْضُهُ اَوْ كُلُّهُ
وَ مَا بَدَا مِنْهُ فَلَا اُحِلُّهُ

آج (میرے جسم کا) سارا حصہ یا کچھ حصہ ظاہر ہو جائے گا اور جو حصہ ظاہر ہو گیا ہے اسے میں حلال قرار نہیں دیتی

اَخْثَمُ مِثْلُ الْقَعْبِ بَادٍ ظِلُّهُ
كَاَنَّ حُمّٰى خَيْبَرٍ تُمِلُّهُ

(یہ ظاہر حصہ) وہ شرمگاہ ہے جو بڑے پیالے کی طرح ہے، اس کا سایہ واضح ہے، وہ یوں معلوم ہو رہی ہے گویا خیبر کا بخار اسے بے چین کیے ہوئے ہو

اور جو شخص اپنے ان کپڑوں میں طواف کرتا جنھیں وہ بیرون حرم سے لے کر آیا تھا تو وہ ان کپڑوں کو پھینک دیتا اور پھر نہ وہ اور نہ کوئی اور شخص ان سے فائدہ اٹھاتا ۔ عربوں کے ایک کہنے والے نے ان کپڑوں کا ذکر کرتے ہوئے جنھیں اس نے چھوڑ دیا تھا اور انھیں چاہنے کے باوجود ان کے قریب نہ جا سکتا تھا یوں کہا :

كَفٰى حَزَنًا كَرِّىْ عَلَيْهَا كَاَنَّهَا
لَقًى بَيْنَ اَيْدِى الطَّائِفِيْنَ حَرِيْمُ

میرے لیے اس کی طرف لوٹ کر آنے کا غم کافی ہے گویا یہ وہ ممنوع کپڑے ہیں جنھیں طواف کرنے والوں کے سامنے پھینک دیا جاتا ہے

اس کی مراد یہ ہے کہ اسے چھؤا نہیں جا سکتا ۔

Marfat.com

بعثت نبوی تک ان کی یہی حالت چلی آئی چنانچہ آپ پر یہ آیت نازل ہوئی -

ثُمَّ أَفِيضُوا مِنْ حَيْثُ أَفَاضَ النَّاسُ وَاسْتَغْفِرُوا اللهَ إِنَّ اللهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ

اس کے بعد جہاں سے اور لوگ روانہ ہو کر منتشر ہو جاتے ہیں تم بھی وہیں سے روانہ ہو اور اللہ سے مغفرت طلب کرو کیونکہ اللہ غفور و رحیم ہے

چنانچہ اس آیت میں قریش کو وہیں سے منتشر ہونے کا حکم دیا ہے جہاں سے دیگر عرب منتشر ہوتے ہیں اور جو کھانے انہوں نے حرام بنا دیے تھے اور بیت اللہ کے پاس جو کپڑے حرام کر دیے گئے تھے - چنانچہ وہ ننگے طواف کرتے اور جو کھانا بیرون حرم سے لے کر آتے تھے اسے حرام قرار دے دیا تھا ان کو باطل قرار دینے کے لیے یہ آیت نازل ہوئی -

يَا بَنِي آدَمَ خُذُوا زِينَتَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ وَكُلُوا وَاشْرَبُوا وَلَا تُسْرِفُوا إِنَّ اللهَ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِينَ قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِينَةَ اللهِ الَّتِي أَخْرَجَ لِعِبَادِهِ وَالطَّيِّبَاتِ مِنَ الرِّزْقِ قُلْ هِيَ لِلَّذِينَ آمَنُوا فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا خَالِصَةً يَوْمَ الْقِيٰمَةِ كَذَالِكَ نُفَصِّلُ الْآيَاتِ لِقَوْمٍ يَعْلَمُونَ

اے بنی آدم جب مسجد میں جاؤ تو کپڑے پہن کر جاؤ اور کھاؤ اور پیو مگر اسراف نہ کرو ، اللہ اسراف کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا، آپ انھیں فرما دیجیے کہ جو زینت اللہ نے اپنے بندوں کے لیے بنائی ہے ، نیز عمدہ رزق کو کس نے حرام کیا ہے - آپ فرما دیجیے کہ جو لوگ دنیا کی زندگی میں ایمان لائے یہ چیزیں قیامت کے دن خالص انھی کے لیے ہوں گی - ہم اپنی آیات کی تفصیل ، جاننے والوں کے لیے اسی طرح بیان کرتے ہیں

Marfat.com

اللہ تعالٰی نے حمس کی بات کو [۲ : ۲۹۲] اور اس سلسلے میں جو کچھ قریش نے من گھڑت باتیں بنا رکھی تھیں سب کو باطل کر دیا اور عرفات پر ٹھہرنے اور وہاں سے منتشر ہونے میں سب لوگوں کو یکساں قرار دے دیا ۔

ان میں سے ایک بات یہ ہے کہ جب کوئی شخص چیز چراتا تو عرب اس کا دایاں ہاتھ کاٹ دیا کرتے تھے ، یمن اور حیرہ کے بادشاہ ڈاکہ ڈالنے والے کو اس فعل پر سولی دے دیا کرتے تھے ۔ وہ ایک جان کے بدلے ایک سو اونٹ بطور دیت لیا کرتے اور تین طلاقوں پر طلاق کے واقع ہو جانے کا حکم دیتے ۔ ایک اور دو طلاقوں پر بیوی کو رجوع کرنے کا حق حاصل ہوتا تھا ۔ وہ لوگ حیض کے دوران میں بستر سے علٰحدگی اختیار کر لیتے تھے اور قرآن مجید میں ہے :

وَاعْتَزِلُوا النِّسَاءَ فِي الْمَحِيضِ وَلَا تَقْرَبُوهُنَّ حَتَّىٰ يَطْهُرْنَ فَإِذَا تَطَهَّرْنَ فَأْتُوهُنَّ مِنْ حَيْثُ أَمَرَكُمُ اللَّهُ

حیض کے دوران عورتوں سے الگ رہو اور جب تک وہ پاک نہ ہو جائیں ان کے قریب نہ جاؤ پھر جب غسل کر لیں تو جہاں سے اللہ کا حکم ہے وہاں سے ان کے پاس آؤ

لٰہذا جو بات ان میں پہلے سے موجود ہی تھی اس کی تاکید شرع نے کر دی ۔ اسی طرح زخموں کا قصاص ، شادی شدہ زانی اور شادی شدہ زانیہ کا سنگسار کیا جانا ، خنثٰی کی پیشاب گاہ کے بارے میں حکم کا اتباع کرنا اور قرابت ، سسرال اور نسب میں جو ذوات المحارم عورتیں ہیں ان سے شادی کرنا حرام قرار دینا وغیرہ ۔

عرب ایک دوسرے کو ظلم کو زائل کرنے کی نصیحت کرتے ، عہد کو پورا کرنے اور پڑوسی اور مہمان کی عزت کرنے کی تلقین کرتے ۔ یہ تمام ایسی باتیں ہیں جو ان کے یہاں مشہور ہیں ۔ ان کے اشعار اور ان کے خطبوں میں ان کا ذکر آتا ہے لٰہذا ان کے بیان کرنے میں زیادہ تفصیل

Marfat.com

کی ضرورت نہیں کیونکہ جو کچھ محدثین ، مفسرین اور مؤرخین نے ذکر کیا ہے اس نے ہمیں ان کا ذکر کرنے سے بے نیاز کر دیا ہے ۔

ان امور میں سے ایک یہ ہے کہ عرب قسامت کا اعتبار کرتے تھے [قسامت کے قاف پر فتحہ اور سین مخفف] ۔ اس کے معنی قسم کے ہیں اور شرع کی عرف میں قسامت ایک خاص معین قسم کا حلف ہے جو قتل کی تہمت پر اثبات یا نفی میں دیا جاتا تھا ۔ یہ لفظ حلف اٹھانے والوں پر قسم کے تقسیم کرنے سے لیا گیا ہے ۔ جاہلیت میں پہلی قسامت [1] بنی ہاشم میں ہوئی ۔ بنی ہاشم کے ایک آدمی کو قریش کے ایک آدمی نے جو کسی اور شاخ میں سے تھا اجرت پر (ملازم) رکھا اور وہ مالک کے ساتھ اونٹوں کو لے کر روانہ ہو گیا ، راستے میں بنی ہاشم کا ایک آدمی ان کے پاس سے گزرا جس کے تھیلے (جو الق کھال یا کپڑے وغیرہ کا ایک تھیلہ ہوتا ہے ، یہ لفظ معرّب ہے) کی ڈوری ٹوٹ گئی تھی ۔ اس نے کہا مہربانی فرما کر مجھے ایک رسی دے دو کہ میں اس سے تھیلے کی ڈوری کو باندھ لوں تاکہ اونٹ بھاگنے نہ پائے ۔ مزدور نے اسے رسی دے دی اور اس نے اپنے تھیلے کی ڈوری باندھ لی ۔ جب یہ ایک جگہ پر اترے تو ایک اونٹ کے سوا تمام اونٹوں کے گھٹنے رسی سے باندھ دیے گئے ۔ مالک نے پوچھا کہ اس اونٹ کے گھٹنے کیوں نہیں باندھے گئے ؟ مزدور نے کہا : اس کی رسی نہیں ہے ۔ مالک نے کہا : اس کی رسی کہاں گئی ؟ اس نے جواب دیا : بنی ہاشم کا ایک شخص میرے پاس سے گزرا جس کے تھیلے کی رسی ٹوٹ گئی تھی ۔ اس نے میرے پاس فریاد کی تو میں نے رسی اسے دے دی ۔ مالک نے اسے لاٹھی ماری جو بعد ازاں اس کی موت کا سبب بنی ۔ اس وقت ایک یمنی اس کے پاس سے گزرا ۔ مزدور نے اس سے پوچھا کیا تو حج کو جا رہا ہے ۔ اس نے کہا میں تو وہاں

---

۱ ۔ بلوغ الارب میں لقیناً بنی ہاشم لکھا ہے جس کا عبارت سے نہ کوئی ربط ہے اور نہ کوئی معنی بنتے ہیں ۔ میں نے فی بنی ہاشم سمجھ کر ترجمہ کر دیا ہے ۔

Marfat.com

نہیں جا رہا مگر اکثر جایا کرتا ہوں ۔ اس نے کہا : کیا تو میرا پیغام پہنچا دے گا ۔ اس نے کہا : بہت اچھا ۔ راوی کہتا ہے اس نے لکھا : [۲ : ۲۹۳] جب تو حج کو جائے تو پہلے قریش کو پکارنا ۔ جب وہ جواب دیں تو پھر بنی ہاشم کو پکارنا اور اگر وہ جواب دیں تو پھر ابو طالب کے متعلق دریافت کرنا (اور ان کے پاس جانا) اور انہیں بتانا کہ فلاں شخص نے مجھے اونٹ کی ایک رسی کے بدلے میں مار ڈالا ہے ۔ مزدور نے یمنی شخص کو جو کچھ وصیت کرنا تھی کر دی اور پھر مر گیا ۔ جب مالک مکے آیا تو ابو طالب اس کے پاس آئے اور پوچھا : ہمارے آدمی کا کیا ہؤا ۔ اس نے جواب دیا : وہ بیمار پڑا ، میں نے خوب تیمارداری کی ، پھر دفن کر دیا ۔ ابو طالب نے کہا : تم پر اس کا یہی حق تھا ۔ پھر کچھ وقت گزر گیا کیونکہ انھوں نے اس کی بات کو سچ سمجھا تھا کوئی دوسرا خیال ان کے دل میں نہ آیا ۔ اس کے بعد جس شخص کو مرنے والے نے وصیت کی تھی کہ اس کا پیغام پہنچا دے ۔ حج کے ایام میں آیا اور قریش کو پکارا ۔ انھوں نے کہا : یہ لوگ قریش ہی کے لوگ ہیں ۔ اس نے پھر کہا : اے بنی ہاشم ۔ انھوں نے کہا : بنو ھاشم یہ ہیں ۔ اس نے پوچھا : ابو طالب کون ہے ؟ انھوں نے کہا : یہ ابو طالب ہے ۔ یمنی نے کہا : مجھ سے فلاں شخص نے کہا تھا کہ اس کا پیغام پہنچا دوں : وہ یہ کہ فلاں شخص نے مجھے اونٹ کی ایک رسی کے عوض مار ڈالا ہے ۔ لہٰذا ابو طالب اس مالک کے پاس آئے اور کہا : تین باتوں میں سے کسی ایک کو اختیار کر لے ۔ اگر تو چاہے تو ایک سو اونٹ ادا کر دے کیونکہ تو نے ہمارا آدمی مارا ہے اور اگر چاہے تو تیری قوم کے پچاس آدمی حلف اٹھائیں کہ تو نے اسے قتل نہیں کیا اور اگر تو انکار کرے تو ہم اس کے قصاص میں تجھے مار ڈالیں گے ۔ وہ شخص اپنی قوم کے پاس آیا اور انھوں نے کہا کہ ہم حلف اٹھائیں گے ۔ اس شخص کے پاس بنی ھاشم کی ایک عورت آئی جو ان کے ایک شخص کی جس کا نام عبد العُزّیٰ بن ابی قیس العامری تھا بیوی تھی ۔ عبد العزیٰ سے اس کے ہاں ایک لڑکا بھی پیدا ہو چکا تھا اس لڑکے کا نام حُوَیطب تھا ۔ چنانچہ اس عورت نے

Marfat.com

کہا : اے ابو طالب میں چاہتی ہوں کہ تو میرے اس بیٹے کو پچاس آدمیوں میں سے ایک کے عوض حلف اٹھانے کی اجازت دے اور جب آپ اسے حلف اٹھانے کو کہیں تو اس کو مجبور نہ کریں کہ وہ سخت قسم کھائے یعنی آپ اس پر یہ نہ لازم قرار دیں کہ وہ بہت بڑی قسم کھائے اور یہ قسم " رکن " اور " مقام " (ابراہیم) کے درمیان کھائی جاتی تھی - انھوں نے ایسے ہی کیا - اس کے بعد ان کے پاس ان کا ایک اور آدمی آیا اور اس نے کہا : اے ابو طالب تو یہی چاہتا ہے کہ سو اونٹ کے عوض پچاس آدمی قسم کھا لیں - ہر آدمی کے حصے میں دو اونٹ آئے - یہ دو اونٹ ہیں انھیں میری طرف سے قبول فرما لیجیے اور جب آپ حلف اٹھانے کو کہیں تو مجھے سخت قسم کھانے کو نہ کہیں - ابو طالب نے دو اونٹ قبول کر لیے اور اڑتالیس آدمیوں نے " رکن " اور " مقام " کے درمیان قسم کھائی کہ خداش مقتول کے خون سے بری ہے -

ابن عباس فرماتے ہیں : قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے ابھی سال نہ گزرا تھا کہ ان اڑتالیس میں سے ایک شخص بھی زندہ نہ رہا -

ابن الکلبی نے اس بات کا بھی اضافہ کیا ہے کہ ان سب کے مکانات حُوَیطب کی مِلک ہو گئے یہی وجہ ہے کہ وہ مکے بھر میں سب سے زیادہ مکانوں کا مالک تھا -

فاکہی نے ابن ابی نجیح کے سلسلے سے جو خود اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہا ہے کہ کچھ لوگوں نے حلف کو تقسیم کر کے (یعنی قَسامَہ کے طور پر) خانہ کعبہ میں جھوٹی قسم کھائی پھر وہاں سے نکل کر گئے اور ایک چٹان کے نیچے جا ٹھہرے ، وہ چٹان ان سب کے اوپر گر پڑی -

حُوَیطب کے توسط سے مروی ہے کہ ایک لونڈی نے خانۂ کعبہ میں پناہ لی - اس کی مالکہ نے آ کر اسے کھینچا جس سے اس کا ہاتھ شل ہو گیا -

طاؤوس کے طریقے سے مروی ہے کہ زمانۂ جاہلیت کے لوگ حرم کے اندر جب بھی کوئی گناہ کرتے تو ان کو فوراً سزا دی جاتی تھی -

Marfat.com

[۲ : ۲۹۴] ابن ابی الدنیا کی کتاب '' مُجَابِی الدعوۃ '' میں ایک طویل قصّے کے اندر اس بات کا ذکر کیا ہے کہ اگر مظلوم ظالم کے خلاف حرم میں دعا مانگتا تو اس کی دعا جلد قبول کر لی جاتی ۔ وہ کہتا ہے کہ جاہلیت میں یہ کام عمر سر انجام دیا کرتے تھے تاکہ لوگ ظلم سے باز آ جائیں ، اس لیے کہ ان لوگوں کو دوبارہ زندہ کیے جانے کا علم نہ تھا ۔ جب اسلام آ گیا تو قصاص کو قیامت کے دن کے لیے اٹھا رکھا گیا ۔

ابن ابی الدنیا کہتا ہے کہ فاکہی نے ایک اور طریقے سے طاؤوس سے روایت کی ہے کہ ہو سکتا ہے اب بھی اگر کوئی شخص حرم کے اندر گناہ کرے تو اسے فوراً سزا دی جائے ۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس نے اس بات کی طرف اشارہ کیا ہے کہ آخری زمانے میں ایسا ہوگا ، جب علم اٹھ گیا اور اس زمانے کے لوگ شرعی امور کو پس پشت ڈال چکے ہوں گے لٰہذا جیسا عجیب معاملہ شروع میں تھا اسی طرح کا پھر سے ہو جائے گا ۔ اللہ ہی سیدھے راستے کی طرف ہدایت کرنے والا ہے ۔

ان میں سے ایک بات یہ ہے کہ اہل عرب میں سے بعض ایسے لوگ تھے جو اپنی عزت کو برقرار رکھنے اور اپنے آپ کو محفوظ رکھنے کی غرض سے شراب کو حرام قرار دیتے تھے ۔ ایسے افراد کی تعداد خاصی تھی ۔

ابو القاسم عبدالرحمٰن السعدی الاندلسی جو مصر میں ۵۵۵ھ میں مرا ، کتاب مساوی الخمرہ میں کہتا ہے اور یہ ایک ضخیم کتاب ہے جو دو جلدوں میں ہے ۔ وہ اس میں کہتا ہے : جاہلیت میں اشعث بن قیس کے چچا عفیف بن معدیکرب الکندی نے اپنی ذات کے لیے شراب ، جؤا اور زنا حرام قرار دے رکھا تھا ۔ اسی کے متعلق وہ کہتا ہے :

فَلَاَ وَاللّٰہِ لَا اُلْفٰی وَ شَرْبًا
اُنَازِ عُھُمْ شَرَابًا مَا حَیِیْتُ

خدا کی قسم میں زندگی بھر اس حالت میں نہ پایا جاؤں گا کہ میں اور شراب پینے والے آپس میں شراب پینے میں جھگڑ رہے ہوں

Marfat.com

أَبَى لِيَ ذَاكَ آبَاءٌ كِرَامٌ
وَ أَخْوَالٌ بِعِزِّهِمِ رَبِيتُ

میرے اُن شریف آباء و اجداد اور ماموؤں نے ایسا ہونے سے انکار کر دیا ہے جن کی عزت کی بدولت میں نے نشو و نما پائی ہے

اسی کے یہ اشعار بھی ہیں :

وَقَالَتْ لِيْ : هَلُمَّ إِلَى التَّصَابِيْ
فَقُلْتُ : عَفَفْتُ عَمَّا تَعْلَمِيْنَا

اس عورت نے مجھے لہو و لعب کی طرف آنے کی دعوت دی ، میں نے جواب دیا : میں ان چیزوں کو چھوڑ چکا ہوں اور اس کا تجھے علم ہے

وَوَدَّعْتُ الْقِدَاحَ وَقَدْ أَرَانِيْ
لَهَا فِي الدَّهْرِ مَشْغُوفاً[1] رَهِيْنَا

میں جوئے کے تیروں کو بھی چھوڑ چکا ہوں حالانکہ ایک وقت تھا جب میں اس کا بڑا دلدادہ اور گرویدہ تھا

وَحَرَّمْتُ الْخُمُوْرَ عَلَيَّ حَتَّى
أَكُوْنَ بِقَعْرِ مَلْحُوْدٍ دَفِيْنَا

---

١ - محمد بہجہ اثری نے اس لفظ پر جو نوٹ دیا ہے اس میں لکھتے ہیں کہ یہ لفظ مشغوفا غین معجمہ کے ساتھ نہیں ہے بلکہ مشعوفا عین مہملہ کے ساتھ ہے اور اس پر امرؤ القیس کا یہ شعر پیش ہے :

أيقتلني وقد شعفت فُؤَادَهَا
كَمَا شَعَفَ المهنوءة الرجل الطالی

مگر اس شعر میں دیوان امرؤ القیس (صفحہ ٥٥ - ٥٦ طبع مطبوعہ ہندیہ بالموسکی بمصر ١٩٢٨ء) میں شغفت ہی ہے اور اس پر ابوبکر عاصم بن ایوب الو زیر متوفی ٤٩٤ھ لکھتے ہیں : قال الاصمعی : قد شغفت فؤادها یرید بلغ حُبّی شغاف قلبها وهو حجابہ مگر ابو علی قالی نے (امالی : ١ : ٢٠٣) وہی بات کہی ہے جو بہجۃ اثری نے کہی ہے -

میں نے شراب کو بھی اپنے لیے حرام کر دیا ہوا ہے تاآنکہ میں لحد کی گہرائی میں دفن کر دیا جاؤں

آپ دیکھ رہے ہیں کہ اس نے یہ کیسے سمجھ لیا کہ بدنامی میں جؤا ، زنا اور شراب سب شریک ہیں ۔ آپ اس کے حرمت الخمور کہنے کو نہ بھولیے کیونکہ یہاں اس نے جمع کا لفظ استعمال کیا ہے جس میں شراب کی مختلف جنسوں کی طرف اشارہ پایا جاتا ہے ۔ مثلاً انگور کے پانی [۲ : ۲۹۵] سے بنائی ہوئی شراب اور سویز منقی ، کھجور ، باجرہ ، جَو ، گندم اور شہد اور اسی قسم کی دیگر اشیا سے بنایا ہؤا نبیذ کیونکہ ان سب کا شمار شراب ہی میں ہوتا ہے ۔ ان کے مختلف رنگ ، مختلف ذائقے اور مختلف تاثیریں ہیں ۔ ابن شبرمہ اس بات سے آگاہ کرتے ہوئے کہ یہ شرابیں تمام کی تمام درحقیقت ایک ہی ہیں کہتا ہے :

یا أَخِلاَّءُ إِنَّمَا الخَمْرُ ذِيبٌ
وَأَبُو جَعْدَةَ الطِلاَءُ المُرِيبُ

دوستو شراب تو ایک بھیڑیا ہے اور بے چین کرنے والی انگوری شراب بھی تو بھیڑیا ہے

و نَبِيذُ الزَّبِيبِ مَا اشْتَدَّ مِنْهُ
فَهُوَ لِلْخَمْرِ و الطِّلاَءِ نَسِيبُ

اور سویز منقّی کا نبیذ جو تیز ہو وہ بھی خمر اور طلاء کا ہم نسب ہوتا ہے

عبید بن ابرص کہتا ہے :

هِيَ الخَمْرُ تُكْنَى الطِّلاَءَ
كَمَا الذِّئْبُ يُكْنَى أَبَا جَعْدَة

شراب کی کنیت طِلاَء ہے جس طرح بھیڑیے کی کنیت ابو جعدہ ہے

ابو الاسود دُئِلی کہتے ہیں :

Marfat.com

دَعِ الخَمْرَ تَشْرَبْهَا الغُوَاةُ فَإِنَّنِي
رَأَيْتُ أَخَاهَا مُجْزِئاً لِمَكَانِهَا

شراب کو چھوڑ دو کہ گمراہ لوگ اسے پیتے رہیں کیونکہ میں نے شرابی کو دیکھا ہے وہ اس کے ہوتے اسی پر اکتفا کرتا ہے

کسی نے پوچھا کہ مویز منقٰی کا نبیذ کیسا ہے ؟ تو کہا :

فَإِلَّا يَكُنْهَا أَوْ تَكُنْهُ فَإِنَّهُ
أَخُوهَا غَذَتْهُ أُمُّهُ بِلِبَانِهَا

اور اگر نبیذ شراب نہیں بنتا یا شراب نبیذ نہیں تو نبیذ بھی تو شراب کا بھائی ہے اور دونوں نے ایک ہی ماں کا دودھ پیا ہے

اس نے اپنی اس کتاب ”مساوی الخمرہ و مفاسدھا“ میں اس قدر باتیں درج کر دی ہیں کہ ایک عقلمند کے لیے جب وہ (ان میں سے) چند ایک سے واقف ہو جائے تو عبرت حاصل کرنے کے لیے کافی ہیں ۔ اس نے عجیب و غریب قصے لکھے ہیں اگر ہم چند ایک کو بھی بیان کریں تو بات لمبی ہو جائے ۔

عامر بن الظرب جس کا ہم پہلے ذکر کر چکے ہیں اس نے بھی اپنے لیے شراب کو حرام قرار دے رکھا تھا وہ شراب کے متعلق کہتا ہے :

إِنْ أَشْرَبِ الخَمْرَ أَشْرَبْهَا لِلَذَّتِهَا
وَإِنْ أَدَعْهَا فَإِنِّي مَاقِتٌ قَالِي

اگر شراب پیوں گا تو اس کی لذت کی خاطر پیوں گا اور اگر چھوڑ دوں گا تو اس لیے کہ مجھے اس سے سخت بغض اور دشمنی ہے

لَوْلَا اللَّذَاذَةُ وَالقَيْنَاتُ لَمْ أَرَهَا
وَلَا رَآنِي إِلَّا مِنْ مَدًى عَالِي

اگر لذت کوشی اور گانے والیوں کا شوق نہ ہوتا تو میں اسے کبھی

Marfat.com

دیکھتا بھی نہ اور نہ ہی وہ مجھے بہت دور کی مسافت کے بغیر دیکھ سکتا

مَالَةٌ لِلْفَتَى مَالَيْسَ فِي يَدِهِ
ذَهَّابَةٌ بِعُقُولِ الْقَوْمِ وَالْمَالِ

یہ انسان سے وہ دولت مانگتی ہے جو اس کے پاس نہیں ہوتی یہ لوگوں کی عقلوں اور مال کو فنا کر دیتی ہے

تُورِثُ الْقَوْمَ أَضْغَانًا بِلَا إِحَنٍ
مُزْرِيَةٌ بِالْفَتَى ذِي النَّجْدَةِ الْحَالِي

یہ قوم میں دشمنی کے بغیر ہی کینے پیدا کر دیتی ہے بزرگی والے اور خوش صفات انسان کو عیبناک کر دیتی ہے

أَقْسَمْتُ بِاللهِ أَسْقِيهَا وَأَشْرَبُهَا
حَتَّى يُفَرِّقَ تُرْبُ الْأَرْضِ أَوْصَالِي

میں اللہ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میں نہ پلاؤں گا اور نہ پیوں گا تاآنکہ زمین کی مٹی میرے اعضا کے ٹکڑے کر دے

جاہلیت میں شراب حرام قرار دینے والوں میں قیس بن عاصم التمیمی تھا ۔ اسی کے متعلق وہ کہتا ہے :

لَعَمْرُكَ[1] إِنَّ الْخَمْرَ مَادُمْتُ شَارِبًا
لَسَالِبَةٌ مَالِي وَ مُذْهِبَةٌ عَقْلِي

تیری جان کی قسم جب تک میں شراب پیتا رہوں گا یہ شراب میرے مال کو چھیننے والی اور عقل کو زائل کرنے والی رہے گی

جب ہوش میں آیا تو اس نے جو کچھ کیا تھا اور کہا تھا اس سے بیٹی نے آگاہ کر دیا ، اس پر اس نے قسم کھا لی کہ پھر شراب نہ پیے گا ساتھ ہی یہ شعر کہے :

---

۱ - ان اشعار کے لیے ملاحظہ ہو امالی : ۱ : ۲۰۲ -

Marfat.com

وَتَارِكَةٌ[۱] بَيْنَ الضُّيُوفِ قِرَاهُمْ
وَمُورِثَةٌ حَرْبَ الصَّدِيْقِ بِلاَ قَتْلٍ

یہ شراب مہمانوں کے درمیان ضیافت کو وہیں کا وہیں چھوڑ دیتی ہے اور بغیر قتل کے دوست سے جنگ کا سبب بن جاتی ہے

اور صفوان بن امیہ بن محرب[۲] الکنانی نے بھی شراب حرام کر رکھی تھی - اس کے متعلق وہ کہتا ہے :

رَأَيْتُ الخَمْرَ صَالِحَةً وَفِيهَا
مَنَاقِبُ تُفْسِدُ الرَّجُلَ الحَلِيمَا

میں نے شراب کو اچھا پایا ، اس میں وہ خوبیاں ہیں جو ایک دانشمند حلیم آدمی کو خراب کر دیتی ہیں

فَلاَ وَاللّٰهِ أَشْرَبُهَا حَيَاتِي
وَلاَ أَشْفِي بِهَا أَبَداً سَقِيْمَا

لہذا خدا کی قسم میں اسے زندگی بھر نہ پیوں گا اور نہ اس کے ذریعے کسی بیمار کا علاج کروں گا

ابن قتیبہ ان دونوں شعروں کو قیس کے بتاتا ہے جیسا کہ عنقریب ذکر آئے گا - میں نے ابن دُرَید کی روایت درج کی ہے - ایک اور شخص جس نے جاہلیت میں زنا اور شراب حرام کر رکھی تھی کہتا ہے :

---

۱ - بلوغ الارب میں یہ شعر اسی طرح نقل ہے - بہجہ اثری نے لکھا ہے کہ یہ شعر امالی میں یوں تحریر ہے :

وتارکتی من الضعاف قواهم
ومورثة حرب الصدیق بلانیل

مگر امالی (طبع مطبع السعادہ ۱۹۵۳ء) میں بلانیل کی جگہ بلاتبل ہے اور یہی درست ہے -

۲ - بلوغ الارب میں محرب ہی ہے مگر صحیح مُحَرِّث ہے جیسا کہ امالی (۱ : ۲۰۲) میں ہے -

Marfat.com

سَالَمْتُ قَوْمِي بَعْدَ طُوْلِ مَضَاضَةٍ
وَالسِّلْمُ أَبْقَى فِي الأُمُوْرِ وَأَعْرَفُ

میں نے مدت تک دکھ اُٹھانے کے بعد اپنی قوم سے صلح کر لی اور صلح تمام کاموں میں زیادہ پائدار اور زیادہ معروف ہوتی ہے

وَتَرَكْتُ شُرْبَ الرَّاحِ وَهْيَ أَسِيرَةٌ
والمُوْمِسَاتِ وَتَرْكُ ذَالِكَ أَشْرَفُ

اور میں نے شراب پینا چھوڑ دیا حالانکہ یہ مجھے بہت محبوب ہے فاحشہ عورتوں کو بھی چھوڑ دیا ، ان کا چھوڑنا اور بھی شرف والی بات ہے

وَعَفَفْتُ عَنْهُ يَاأَمَيْمُ تَكَرُّماً
وَكَذَاكَ يَفْعَلُ ذُوالحِجَى المُتَعَفِّفُ

اے امیمہ میں اس سے اپنے آپ کو پاک رکھنے کی غرض سے باز رہا عقلمند اور پارسا انسان ایسا ہی کرتا ہے

سُوَید بن عَدِی الطائی نے بھی اسے حرام کر رکھا تھا ۔ اس نے اسلام کا زمانہ پایا چنانچہ وہ اس سلسلے میں کہتا ہے :

تَرَكْتُ الشِّعْرَ وَاسْتَبْدَلْتُ مِنْهُ
كِتَابَ اللهِ لَيْسَ لَهُ شَرِيكٌ

میں نے شعروں کو چھوڑا اور اس کے بدلے میں اس اللہ کی کتاب لے لی جس کا کوئی شریک نہیں

وہی کہتا ہے

إِذَا دَاعِىْ مُنَادِى الصُّبْحِ قَامَا
وَوَدَّعْتُ المُدَامَةَ وَالنَّدَامَى

جب صبح کی ندا کرنے والے اٹھ کھڑے ہوں اور میں نے شراب اور ندیموں کو بھی چھوڑ دیا ہے

Marfat.com

وحَرَّمْتُ الخُمُوْرَ وَقَدْ أرَانِي
بِهَا سَدِكًا وَإنْ كَانَتْ حَرَامًا

اور میں نے تمام قسم کی شرابوں کو حرام قرار دے رکھا ہے حالانکہ میں دیکھتا ہوں کہ میں اس پر فریفتہ تھا ، اگرچہ وہ حرام تھی

ابن قتیبہ کتاب الخمرہ میں کہتا ہے - اسے کتاب الاشربہ بھی کہتے ہیں : رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بہت سے صحابہ نے جاہلیت میں اسے اپنے لیے حرام کر رکھا تھا کیونکہ انھیں معلوم تھا کہ یہ بری طرح پچھاڑتی ہے اور اس کی وجہ سے کئی ایک گناہ سرزد ہوتے ہیں -

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں : ابو بکررض نے نہ جاہلیت میں شراب پی اور نہ اسلام میں -

عثمان رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ہیں : میں نے نہ جاہلیت میں اور نہ اسلام میں گانا گایا اور نہ جوانوں کی سی باتیں کیں اور نہ شراب پی اور جب سے میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کی ہے میں نے کبھی بھی دایاں ہاتھ اپنی شرمگاہ کو نہیں لگایا -

[۲ : ۲۹۷] عباس بن مرداس کو جاہلیت میں کہا گیا : تو شراب کیوں نہیں پیتا اس سے تمھاری جرأت میں اضافہ ہوگا تو عباس نے کہا : میں خود اپنے ہاتھوں سے اپنی جہالت کو لے کر اپنے پیٹ میں نہیں ڈالنے کا کہ صبح کو تو قوم کا سردار ہوں اور شام کو ان کا سفیہ -

عمر رسیدہ ہونے اور اسلام لانے کے بعد اس سے کہا گیا : تو اب بوڑھا ہو چکا ہے ، ہڈیاں پتلی ہو چکی ہیں لٰہذا اگر تو تھوڑا سا نبیذ لے لے تو اس سے تجھے طاقت حاصل ہو سکے گی تو جواب دیا : کیا میں صبح کو قوم کا سردار بنوں اور شام کو ان کا بیوقوف بن جاؤں - میں نے قسم کھا لی ہے کہ میرے سر میں کوئی ایسی چیز داخل نہ ہوگی جو میرے اور میری عقل کے درمیان حائل ہو جائے - شراب کا ایک تاجر

Marfat.com

جاہلیت میں قیس بن عاصم کے پاس آیا کرتا تھا اور قیس اس سے شراب خریدا کرتے تھے اور شراب فروش ان کے پڑوس ہی میں رہتا تھا تاآنکہ جتنی شراب اس کے پاس ہوتی ختم ہو جاتی - ایک دن قیس نے شراب پی ، بری طرح نشہ چڑھ گیا ، (اسی نشے کے عالم میں) اس نے اپنی بیٹی کو کھینچ کر اس کا کپڑا پکڑ لیا ، پھر چاند کو دیکھا تو کچھ کہا ، اس کے بعد اپنا اور شراب فروش کا مال لوٹ لیا - وہ شراب فروش کو مارتے گئے اور یہ شعر پڑھتے گئے :

۱ وتَاجِرٍ فَاجِرٍ جَاءَ الأِ لٰهُ بِهِ
كَأَنَّ لِحْيَتَهُ أَذْنَابُ أَجْمَالِ

اللہ نے ایک فاجر تاجر بھیجا جس کی داڑھی اونٹوں کی دموں کی طرح معلوم ہو رہی تھی

جَاءَ الخَبِيثُ بِبَيْسَانِيَّةٍ تَرَكَتْ
صَحْبِي وَأَهْلِي بِلَا عَقْلٍ وَلَا مَالِ

وہ خبیث بیسانی شراب لے کر آیا جس نے میرے ساتھیوں اور میرے گھر والوں کے پاس نہ عقل رہنے دی اور نہ مال

جب ہوش میں آیا تو اس نے جو کچھ کیا تھا اور کہا تھا اس سے بیٹی نے آگاہ کر دیا - اس پر اس نے قسم کھا لی کہ پھر شراب نہ پئے گا ساتھ ہی یہ شعر کہے :

رَأَيْتُ الخَمْرَ صَالِحَةً وَفِيهَا
خِصَالٌ تُفْسِدُ الرَّجُلَ الحَلِيمَا

میں نے شراب کو اچھا پایا مگر اس میں چند خصلتیں ایسی ہیں جو

---

۱ - بلوغ الارب میں عن تاجر لکھا ہے تصحیح اغانی (۱۴ : ۸۰) سے کی گئی ہے -

۲ - بہجہ اثری لکھتے ہیں کہ درست لفظ بِبَيْسَانِيَّةٍ ہے اور بیسان اردن میں ایک شہر ہے جہاں کی شراب مشہور ہے -

Marfat.com

حلیم انسان کو خراب کر دیتی ہیں

فَلَا وَاللّٰہِ اَشْرَبُھَا صَحِیْحًا
وَلَا اَشْفِیْ بِھَا اَبَدًا سَقِیْمًا

خدا کی قسم میں تندرست ہوتے ہوئے اسے کبھی نہ پیوں گا اور نہ ہی کسی بیمار کا اس کے ساتھ علاج کروں گا

وَلَا اُعْطِیْ بِھَا ثَمَنًا حَیَاتِیْ
وَلَا اَدْعُوْ لَھَا اَبَدًا نَدِیْمًا

اور عمر بھر اس کی قیمت نہ دوں گا اور نہ کسی ندیم کو شراب پینے کے لیے بلاؤں گا

عثمان بن مظعون نے بھی عہد جاہلیت ہی میں شراب حرام کر رکھی تھی ، چنانچہ فرماتے ہیں : میں شراب نہ پیوں گا کیونکہ یہ تو میری عقل کو زائل کر دیتی ہے اور ان لوگوں کو مجھ پر ہنسنے کا موقع دیتی ہے جو مجھ سے کم درجے کے ہیں (اور اس کے نشے میں ہیں) اپنی شریف بیٹی کو اس شخص سے بیاہ دیتا ہوں جسے میں نہیں چاہتا ۔ ایک مرتبہ وہ عوالی (مدینے کی بیرونی بستیوں) میں تھا کہ ایک شخص اس کے پاس آیا اور کہا : کیا تجھے معلوم ہے کہ شراب حرام قرار دے دی گئی ہے ۔ پھر اس نے سورۂ مائدہ کی آیت پڑھی ۔ یہ سن کر عثمان بن مظعون نے کہا : برا ہو شراب کا میری نگاہ تو اس کی گہرائیوں تک اتر گئی تھی ۔

جاہلیت میں عرب اپنی عورتوں پر شراب پینے کے معاملے میں سختی کیا کرتے تھے یہاں تک کہ اس بات کا کہیں بھی ذکر نہیں آیا کہ کوئی عورت نشے کے عالم میں پائی گئی ہو ۔

اصمعی سے روایت ہے کہ عقیل بن علقمہ المری[1] بڑا غیرت مند تھا ۔ وہ اپنی بیٹی جرباء نامی کو ساتھ لے کر سفر کو نکلا کرتا تھا ۔ ایک

---

۱ ۔ بلوغ الارب میں علقمہ مرقوم ہے مگر صحیح نام عُلَّفَہ ہے ۔

Marfat.com

بار وہ سفر میں ساتھ تھی کہ اس نے کہا :

قَضَتْ وَطَراً مِنْ دَيْرِ سَعْدٍ وَرُبَّمَا
عَلَى عَرَضٍ نَاطَحْنَهُ[۱] بِالجَمَاجِمِ

اس نے دیر سعد سے اپنی حاجت کو پورا کر لیا اور کئی بار ایسا ہؤا
کہ میں نے اسے جاجم کے مقام پر دور ہٹا دیا

اس کے بعد اپنے عملس نامی بیٹے سے کہا اس پر گرہ لگاؤ ۔ بیٹے
نے کہا :

فَأَصْبَحْنَ بِالمَوْمَاةِ يَحْمِلْنَ فِتْيَةً
نَشَاوَى مِنَ الإِدْلاَجِ مِيْلَ العَمَائِمِ

یہ ان نوجوانوں کو اٹھائے ہوئے بیابان میں پہنچیں جو رات بھر
چلتے رہنے کی وجہ سے نشے میں تھے اور ان کی پگڑیاں ایک طرف
کو جھکی ہوئی تھیں

اس کے بعد اپنی بیٹی جرباء سے کہا کہ وہ گرہ لگائے ، اُس
نے کہا :

كَأَنَّ الكَرَى سَقَاهُمْ صَرْخَدِيَّةً
عُقَاراً تَمَشَّتْ بِالمَطَا وَالقَوَائِمِ

ایسا معلوم ہو رہا تھا کہ نیند نے انھیں خوب صرخدی شراب پلا
دی ہے جو پیٹھ اور ٹانگوں کو سرایت کرتی چلی گئی

یہ سن کر باپ نے کہا : تو نے شراب کی یہ صفت جو بیان کی ہے
اس سے معلوم ہوتا ہے کہ تو نے کبھی نہ کبھی ضرور شراب پی ہے ۔
اس کے بعد اس نے بیٹی کو مارنا شروع کر دیا ۔ جب بیٹوں نے یہ دیکھا
تو انھوں نے باپ پر حملہ کر دیا اور تیر مارا جو اس کی ران کے پار
ہو گیا ۔ اس پر عقیل نے کہا :

---

۱ ۔ میرے خیال میں یہ لفظ ناطحتھا ہونا چاہیے ۔

Marfat.com

إنَّ بَنِيَّ ضَرَّجُونِي بِالدَّمِ،
مَنْ يَلْقَ آسَادَ الرِّجَالِ يُكْلَمِ،

میرے بیٹوں نے مجھے خون آلود کر دیا ہے جو شیر مردوں سے مقابلہ کرے گا زخمی ہوگا

شِنْشِنَةٌ أَعْرِفُهَا مِنْ أَخْزَمِ،

یہ ایسے اخلاق ہیں جن کو میں پہچانتا ہوں کہ وہ اخزم میں پائے جاتے تھے

اللہ تعالی نے یہ الفاظ فرما کر کہ إِنَّمَا يُرِيدُ الشَّيْطَانُ أَنْ يُوقِعَ بَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَاءَ فِي الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ وَيَصُدَّكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللهِ وَعَنِ الصَّلَاةِ فَهَلْ أَنْتُمْ مُنْتَهُونَ

شیطان تو صرف یہ چاہتا ہے کہ شراب اور جوئے کے ذریعے تم میں عداوت اور دشمنی ڈال دے اور تمہیں اللہ کی یاد اور نماز سے روک دے۔ تم باز آؤ گے یا نہیں ؟ ہمیں کافی تنبیہ کر دی ہے

ابن قتیبہ کتاب الخمرہ میں کہتا ہے : اللہ تعالی نے اشراف میں سے بہت سے لوگوں کو شراب کی وجہ سے رسوا کیا ، انھیں شراب پینے کی سزا دی گئی ، کتابوں میں ان کے حالات مذکور ہیں اور یہ عار ان کی کئی نسلوں تک باقی رہی۔ اس کے بعد ابن قتیبہ نے ان کو شمار کرنا شروع کیا ہے چنانچہ کہتا ہے : اور ان میں سے (فلاں فلاں تھے) [۲:۲۸۹] جن کا ذکر طویل ہے ۔ اس کے بعد کہتا ہے : بسا اوقات ایسا ہوا ہے کہ شراب پینے کے جرم کی وجہ سے اللہ کی نعمت زائل ہوگئی ، شراب خوار مرتبے سے گر گئے اور جان بھی ہلاک ہو گئی ۔ کیونکہ کئی بار ایسا ہوا کہ بادشاہ نے کسی شخص کو اپنا ندیم بنا لیا اور اسے اپنی خلوت انس میں بھی داخل کر لیا ، پھر ہوا یہ کہ شراب کے نشے میں وہ گانے والی کو آنکھ مارنے لگ گیا ، خادم سے کھیلنے کودنے لگ پڑا اور

Marfat.com

بادشاہ کے احترام کو نظر انداز کر دیا ۔

مامون کہتا ہے : بادشاہ تین باتوں کے سوا سب کچھ برداشت کر جاتے ہیں ۔ راز کا افشا ، بادشاہ پر نکتہ چینی اور اس کے احترام میں خلل۔

اس سلسلے میں آپ تک وہ واقعات پہنچ چکے ہیں جن کے یہاں ذکر کرنے کی ضرورت نہیں ۔ شراب پینے والے قدیم زمانے سے ہی شراب کے اس قسم کے جرائم میں مبتلا رہے ہیں ۔ عمرو بن ہند نے طرفہ بن عبد کو اپنا ندیم بنا رکھا تھا ۔ ایک دن جب طرفہ بادشاہ کے حضور شراب پی رہا تھا تو عمرو بن ہند کی ہمشیرہ نے اوپر سے جھانکا ۔ طرفہ نے اس کا سایہ اس پیالے میں دیکھ لیا جو اس کے ہاتھ میں تھا چنانچہ کہا :

أَلَا ۱ یابِأَبِی الظَّبیُ الَّذِی یَبْرُقُ شَنْفَاهُ

اس ہرن پر میرا باپ قربان ہو جس کی بالیاں چمک رہی ہیں

وَلَوْلَا المَلِکُ القَاعِدُ قَدْ أَلْثَمَنِی فَاهُ

اگر بادشاہ بیٹھا ہؤا نہ ہوتا تو یہ ہرن مجھے اپنا منہ ، بوسہ دینے کے لیے پیش کر دیتا

عمرو بن ہند نے یہ اشعار سنے اور اپنے بحرین کے گورنر کے نام خط لکھا ، ظاہر یوں کیا کہ اس نے اسے کچھ انعام دینے کو لکھا ہے درحقیقت اس نے گورنر کو اس کے قتل کر دینے کا حکم دیا تھا ۔ جب طرفہ گورنر کے پاس گیا تو اس نے اسے اتنی شراب پلائی کہ بد مست کر دیا ، اس کے بعد اس کی اکحل رگ کھول ڈالی جس سے اس کا سارا خون نکل گیا اور وہ مر گیا ۔ اس کی قبر وہاں ہے ۔ نوجوان وہاں جا کر شراب پیتے ہیں ، دُرد تہ جام اس کی (پیاسی) قبر پر انڈیل دیتے ہیں ۔

---

۱ ۔ یہ شعر بلوغ الارب میں یوں لکھا ہے :

أَلَا یا أَیُّهَا الظبی الذی تَتَفرق شَفَتَاہُ

میں نے صحیح روایت پیش کر دی ہے ۔ بہجۃ اثری نے ألایابابی کی بجائے أَلَا یَاتی لی لکھا ہے

Marfat.com

روایت ہے کہ نبی شیبان[۱] کا مکّاء نامی ایک شخص بنی طئی کے ایک شخص کے یہاں اترا - طائی نے اس کے لیے ایک بکری ذبح کی اور شراب بھی پلائی - جب طائی کو نشہ چڑھ گیا تو اس نے شیبانی سے کہا : آؤ ہم مفاخرت کریں کہ آیا طئی زیادہ بزرگ ہیں یا شیبان - شیبانی نے کہا مجھے اچھی باتیں اور شریفانہ گفتگو فخریہ باتوں کے مقابلے میں زیادہ عزیز ہے - طائی نے کہا: خدا کی قسم ایسا نہ ہوگا - کسی شخص نے کبھی ہاتھ اتنا لمبا نہیں کیا جتنا میں کرتا ہوں اور اس نے ہاتھ کو لمبا کیا - شیبانی نے اس سے کہا : خبردار ! اللہ کی قسم میں تو اس کے پہنچے کو خون سے رنگ دوں گا - طائی نے پھر وہی الفاظ دہرائے تو شیبانی نے تلوار مار کر اسے قتل کر دیا - اس واقعہ کے متعلق ابو زبید نے بنی شیبان سے کہا :

خَبَّرَتْنَا الرُّكْبَانُ أَنْ قَدْ فَخَرْتُمْ
وَفَرِحْتُمْ بِضَرْبَةِ الْمُكَّاءِ

ہمیں گھوڑ سواروں نے بتایا ہے کہ تم نے فخر کیا تھا اور مکاء کی چوٹ سے خوش ہوئے تھے

وَلَعَمْرِي لَعَارُهَا كَانَ أَدْنَى
لَكُمْ مِنْ تُقًى وَحَقِّ وَفَاءِ

اپنی جان کی قسم تقوئ اور حق وفاء کے مقابلے میں عار تمھارے زیادہ قریب تھی

ظَلَّ ضَيْفًا أَخُوكُمْ لِأَخِينَا
فِي صَبُوحٍ وَنِعْمَةٍ وَشِوَاءِ

تمھاری قوم کا آدمی ہماری قوم کے آدمی کے یہاں مہمان رہا ، دن بھر شراب پی ، ناز و نعمت اور بھنے ہوئے گوشت سے لطف اندوز ہوتا رہا

---

۱ - شرح امالی میں دیا ہے کہ مکاء بنی عجل میں سے تھا (شرح امالی : ۵۲۸)

ثُمَّ لَمَّا رَآهُ ثَابَتْ[1]
بِهِ الخَمْرُ وَالاَّ يُرِيبَهُ[2] بِاتِّقَاءِ

پھر جب اس نے دیکھا کہ شراب کا اس پر غلبہ ہوگیا ہے اور یہ
کہ وہ اسے چونکا نہ سکے کہ اپنی مدافعت کر سکے

لَمْ يَهَبْ[3] حُرْمَةَ النَّدِيمِ وَحُقَّتْ
يَا لَقَوْمٍ مِنِّي لِسَوْأَةِ السَّوْءَاءِ

اس پر اپنے ندیم کے احترام کا ذرا بھی رعب نہ پڑا حالانکہ یہ اس
پر واجب ہو چکا تھا ، اے میری قوم (اس) انتہائی بری خصلت کے
ضمن میں میری فریاد کو پہنچو

ابن قتیبہ نے شراب کے کئی قسم کے مفاسد اور برائیاں بیان کی ہیں اور چند ان منافع کا ذکر بھی کیا ہے - جن کو اہل جاہلیت شعر میں لایا کرتے تھے - یہ بات اسی طرح ہے جس طرح قرآن نے بیان کیا ہے :

وَيَسْأَلُونَكَ عَنِ الخَمْرِ وَالمَيْسِرِ قُلْ فِيهِمَا إِثْمٌ
كَبِيرٌ وَمَنَافِعُ لِلنَّاسِ وَإِثْمُهُمَا أَكْبَرُ مِنْ نَفْعِهِمَا

یہ لوگ آپ سے شراب اور جوئے کے متعلق سوال کر رہے ہیں آپ فرما دیجیے کہ ان دونوں میں بہت بڑا گناہ بھی ہے اور لوگوں کے لیے کچھ منافع بھی ہیں مگر ان کا گناہ ان کے نفع کے مقابلے میں بہت بڑا ہے -

---

۱ - بلوغ الارب میں ثابت لکھا ہے مگر اغانی (۱۲ : ۱۲۳) میں رَانَتْ ہے - محاورہ ہے رَانَ الشئیُ فُلاناً وَعَلَیْهِ وَبِهِ : غلب علیہ میرے خیال میں یہاں رابت ہونا چاہیے رابَ الرجل : اختلط عقلہ اور راب الرجلُ : فترت نفسہ وصار کمن سکر من نوم اور شبع اونُعاس -

۲ - بلوغ الارب میں الا تریبہ ہے اسے وَألاَّ یریبہ پڑھیں - ای ورأی انہ لا یریبہ باتقاء وَارَابہ : ازعجہ واقلقہ :

۳ - بلوغ الارب میں لم تھب ہے تصحیح اغانی سے کی گئی ہے -

Marfat.com

تمام مذاہب اور ملتوں والے اس کے قطعی قبیح ہونے پر متفق ہیں۔
میں نے بعض ان اخبارات میں جو سلطنت عثمانیہ میں چھپتے ہیں ایک مضمون دیکھا ہے جس کے یہ الفاظ تھے: ہم نے "البشیر" میں نتائج المشروبات المسکرہ" کے عنوان کے تحت یہ بیان دیکھا ہے: حال ہی کے اعداد و شمار میں لکھا ہوا ہے کہ پینے کی نشہ آور چیزوں سے جرمنی میں سال میں چالیس ہزار آدمی مرتے ہیں، روس میں دس ہزار، بلجیم میں چار ہزار، فرانس میں ایک ہزار پانچ سو۔ رہا امریکہ تو وہاں آٹھ سال کی مدت میں تین لاکھ انسان شراب سے مرے ہیں لہٰذا امریکہ میں ہر سال شراب سے مرنے والوں کی تعداد انتالیس ہزار پانچ سو انسان ہوئی۔ ممالک مذکورہ میں ہر سال شراب سے مرنے والوں کی تعداد ترانوے ہزار ہے جتنا درج کرنا مقصود تھا اس قدر درج کر دیا گیا، بیان ختم ہوا۔

تو کیا سمجھ دار انسان کے لیے مناسب ہے کہ اپنے آپ کو اس قسم کی تباہی میں ڈال دے، خاص طور پر وہ لوگ جن کا دین اس سے پرہیز کرنے کا حکم دیتا ہے۔ (عہد جاہلیت میں) عرب قوم کو اس کے پینے سے منع نہیں کیا گیا تھا مگر اس کے باوجود ان کے عقلمندوں کے جس کلام کا ہم نے ذکر کیا ہے اسے آپ سن ہی چکے ہیں۔

ان کے اعمال میں سے وہ اعمال باقی رہ گئے جو ان احکام کے مطابق تھے جنھیں لے کر دین اسلام آیا۔ ان کی بحث لمبی ہے، حدیث اور فقہ وغیرہ کی کتابوں کے باب العلم میں اکثر ان کا ذکر آ جاتا ہے۔ جو کوشش کرتا ہے پا لیتا ہے۔ اللہ ہی توفیق دینے والا ہے۔

عرب عہد جاہلیت کے وہ اعمال جنھیں اسلام نے باطل قرار دے دیا

یاد رکھیں کہ ان سطور میں عربوں کے مذہب اور ان کے تخیلات کے مفید نکتے رقم کیے جاتے ہیں جن کو اسلام نے منسوخ اور باطل قرار دے دیا۔ ہم یہاں ان کا ذکر کریں گے۔ ھشام بن الکلبی نے امیہ بن ابی الصلت کے یہ اشعار پیش کیے ہیں:

Marfat.com

سَنَةٌ أَزْمَةٌ تُبَرِّحُ[۱] بِالنَّاسِ
تَرَى لِلْعِضَاهِ[۲] فِيهَا صَرِيرًا

یہ سخت قحط کا سال ہے جو لوگوں کو سخت تکلیف دے رہا ہے
تو اس کے دوران خاردار درختوں کو بھی سر سراتا دیکھے گا

لَا عَلَى كَوْكَبٍ تَنُوْءُ[۳] وَلَا رِيْحٍ
جَنُوبٍ وَلَا تَرَى طُخْرُوْرًا

نہ تو یہ کسی ستارے پر ٹوٹتا ہے اور نہ باد جنوب پر ، اور نہ کوئی
بادل کی ٹکڑی دکھائی دیتی ہے

وَيَسُوْقُوْنَ بَاقِرَ[۴] السَّهْلِ لِلطَّوْدِ
مَهَازِيلَ خَشْيَةً أَنْ تَبُوْرَا

اور لوگ میدانوں کی گائیوں کو دبلی ہونے کی حالت میں بڑے پہاڑ
پر لے جاتے ہیں تاکہ کہیں یہ ہلاک نہ ہو جائیں

---

۱ - بَرَّحَ بِهِ الأمر : أتْعَبَه و جهده وآذاه أذىً شديدا ـ

۲ - عِضَاه : العضاه : كل شجر يعظم وله شوك الواحدة عِضَاهَة و عِضَة ـ

۳ - نَاءَ النجم : سَقَطَ ـ طُخرور : بادل کی ٹکڑی ـ

۴ - باقِر : الباقِر و الباقور والبَيْقُور : جماعة البقر وهي من اسماء الجمع ـ الطَود : الجبل العظيم ـ بلوغ الارب میں ان اشعار کو عروضی اعتبار سے غلط طور پر لکھا گیا ہے چنانچہ پہلے شعر کے پہلے مصرع میں الناس کی سین پہلے مصراع میں لکھی ہے ، دوسرے شعر کے پہلے مصراع میں ریح کی حاء پہلے مصراع میں لکھی ہے اور تیسرے شعر میں طود کی دال بھی پہلے مصراع میں لکھی ہے حالانکہ یہ سب دوسرے مصراع میں آنی چاہییں ـ چوتھے شعر کا پہلا مصراع تکن الاذ پر ختم ہوگا اور ناب دوسرے مصراع میں لکھا جائے گا ـ معلوم ہوتا ہے کہ محمد بہجۃ اثری علم عروض سے واقف نہیں ہیں ـ

Marfat.com

عَاقِدِيْنَ النِّيْرَانَ فِيْ ثُكَنٍ [1] الاَذْ
نَابِ مِنْهَا لِكَيْ تَهِيْجَ الْبُحُورا

بہت سی دُموں میں آگ لگا کر تا کہ یہ سمندروں کو جوش میں لا سکیں

سَلَعٌ [2] مَّا وَ مِثْلُهُ عُشَرٌ مَّا
عَائِلٌ مَّا و عَالَتِ الْبَيْقُورَا

کچھ تو کڑوے درخت (ان دموں سے باندھے ہوئے تھے) اور اسی قدر آک کے درخت اور یہ بوجھل ہو رہی تھیں اور گائیں بھی بارگراں کے نیچے دبی جا رہی تھیں

روایت ہے کہ عیسیٰ بن عمرو نے کہا ہے کہ مجھے اس شعر کے معنی معلوم نہیں ہیں اور کہا جاتا ہے کہ اصمعی نے اس شعر میں تصحیف کی ہے اور (عالت البیقورا کی بجائے) غالت البیقورا کہا ہے۔ یعنی غین معجمہ کے ساتھ۔ دیگر لغت دانوں نے اس کی تشریح کی ہے اور کہا ہے کہ عالت کے معنی یہ ہیں کہ جو کڑوے درخت اور آک یہ گائیں اٹھائے ہوئیں تھیں ان کی وجہ سے یہ بوجھل ہو رہی تھیں ، عائل کے معنی غالب یا بوجھل کے ہیں۔

عربوں کے یہاں یہ دستور تھا کہ جب کبھی خشک سالی ہوتی اور آسمان سے بارش نہ برستی اور وہ بارش کے لیے دعا کرنا چاہتے تو کسی قدر کڑوے درخت اور آک لے کر ان کے گٹھر تیار کرتے اور پھر گائیوں کی دموں سے

---

۱ - ثکن جمع ہے ثُکْنَۃ کی - جماعت یہاں مراد کثرت سے ہے -
۲ - سہیلی (الروض الانف : ۲ : ۳۳۶) میں یہ شعر یوں ہے :

عُشَرٌ مَّا و فَوقَہ سَلَعٌ مَّا
عَائِلٌ مَّا و عَالَتِ الْبَيْقُورَا

پھر لکھتے ہیں : یرید انهم كانوا اذا استسقوا فی الجاهلية ربطوا السلع والعشر علی اذناب البقر - والسلع شجرمُر -

باندھ کر ان میں آگ لگا دیتے اور گائیوں کو دشوار گزار پہاڑ پر چڑھا کر خود ان کے پیچھے پیچھے اللہ سے دعا کرتے اور اس سے بارش برسانے کی التجا کیے جاتے۔ گائیوں کی دموں میں آگ لگانے سے ان کا مقصد نیک فال لینا ہوتا تھا کہ آگ سے بجلی کی چمک مراد ہوتی اور دیگر جہتوں کو چھوڑ کر وہ گائیوں کو صرف مغرب کی جانب ہانکتے تھے۔ ایک بدوی کہتا ہے:

شَفَعْنَا بِبَيْقُورٍ إِلَى هَاطِلِ الحَيَا
فَلَمْ يُغْنِ عَنَّا ذَاكَ بَلْ زَادَنَا جَدْبَا

[۲ : ۳۰۲] ہم نے گائیوں کی جماعت کے ذریعے زور سے برسنے والی بارش کے پاس سفارش کرائی مگر اس سے کوئی فائدہ نہ ہوا بلکہ خشک سالی اور بڑھ گئی

فعُدْنَا إِلَى رَبِّ الحَيَا فَأَجَارَنَا
وَصَيَّرَ جَدْبَ الأَرْضِ مِنْ عِنْدِهِ خِصْبَا

پھر ہم لوٹ کر بارش کے رب کی طرف گئے تو اس نے ہمیں پناہ دی اور خشک سالی کو اپنی رحمت سے سر سبزی و شادابی سے بدل دیا

ایک اور کہتا ہے:

قُلْ لِبَنِي نَهْشَلَ أَصْحَابَ الحَوَرْ[۱]
أَتَطْلُبُونَ الغَيْثَ جَهْلاً بِالبَقَرْ

گائے والے بنی نہشل سے کہہ دو کیا تم اپنی جہالت کی وجہ سے گائے کے ذریعے بارش مانگتے ہو۔

وَسَلَعٍ مِنْ بَعْدِ ذَاكَ وَ عُشَرْ
لَيْسَ بِذَا يُجَلِّلُ[۲] الأَرْضَ الْمَطَرْ

---

۱ - الحَوَر : البقر لبياضها -
۲ - جَلَّلَ الشئ : غَطَّاهُ -

Marfat.com

اس کے بعد کڑوے درخت اور آک (کے ذریعے مانگتے ہو) اس طرح
بارش زمین کو ڈھانپ نہیں سکتی

یہ بھی ممکن ہے کہ اصمعی کی تشریح کی ایک صحیح توجیہ نکال لی جائے اورکہا جائے کہ غالت کے معنی ہلاک کرنے کے ہیں - محاورے میں کہتے ہیں غَالَہٗ کذا واغتَالَہٗ (اس نے اسے ہلاک کر ڈالا) اور غالتھم غُول اور مراد موت ہوتی ہے اور اسی محاورے سے یہ محاورہ بھی لیا گیا ہے اَلغَضَبُ غُوْلُ الحِلْمِ (غصہ حلم کو تباہ کر دیتا ہے)۔

ایک اور کہتا ہے :

لَمَّا كَسَوْنَا الْأَرْضَ أَذْنَابَ الْبَقَرْ
بِالسَّلَعِ الْمَعْقُوْدِ فِيْهَا وَالْعُشَرْ

جب ہم نے سطح زمین کو گائیوں کی دموں سے ڈھانپ دیا جن کے
ساتھ کڑوے درخت اور آک بندھے ہوئے تھے

ایک اور کہتا ہے :

يَا كَحْلُ قَدْ أَثْقَلْتِ أَذْنَابَ الْبَقَرْ
بِسَلَعٍ يُعْقَدُ فِيْهَا وَعُشَرْ

اری خشک سالی تو نے تو گائیوں کو بوجھل کر دیا ان کڑوے
درختوں اور آک کے درختوں کی وجہ سے جو ان کے ساتھ باندھے
جاتے تھے

فَهَلْ تَجُوْدِيْنَ بِبَرْقٍ وَمَطَرْ

تو کیا تو بجلی اور بارش کی سخاوت کرے گی

ایک اور شاعر عربوں کو اس فعل پر برا کہتے ہوئے کہہ رہا ہے :

لَا دَرَّ دَرُّ أُنَاسٍ خَابَ سَعْيُهُمُ
يَسْتَمْطِرُوْنَ لَدَى الْإِعْسَارِ بِالْعُشَرِ

Marfat.com

خدا ان لوگوں کا بھلا نہ کرے جن کی کوشش نا کام رہی کیونکہ
یہ لوگ تنگدستی کے وقت آگ کے ذریعے بارش مانگتے ہیں

أجَاعِلٌ أنْتَ بَيْقُوراً مُسَلَّعَةً
ذَرِيْعَةً لَكَ بَيْنَ اللهِ و المَطَرِ[1]

کیا تو ان گائیوں کو جن کی دموں میں سلع کا کڑوا درخت باندھا
گیا ہو اپنے لیے اللہ اور بارش کے درمیان وسیلہ بنانا چاہتا ہے

کسی ادیب نے کہا ہے : ہر امت نے اپنے مذہب میں دوسرے مذہبوں کی باتیں شامل کر لی ہیں - چنانچہ اہل ہند کا خیال تھا کہ گائے در اصل فرشتہ تھی ، اللہ نے ناراض ہو کر اسے زمین پربھیج دیا اور یہ کہ گائے کا اللہ کے یہاں بڑا احترام ہے - اہل ہند اپنے بدن پر گائے کا گوبر ملا کرتے تھے اور اس کے پیشاب سے منہ دھویا کرتے تھے - وہ اپنی عورتوں کا مہر بھی گائے مقرر کرتے تھے - اپنے ہر کام میں اس سے برکت طلب کیا کرتے تھے - ہو سکتا ہے کہ قدیم عربوں نے بھی انھی کی پیروی کی ہو اور انھی کا طریقہ اختیار کر لیا ہو -

عربوں کا گائے کے متعلق ایک اور خیال بھی ہے اور وہ یہ ہے کہ جب یہ گائے کو گھاٹ پر لاتے اور یہ پانی نہ پیتی تو بیل کو مارتے تاکہ وہ پانی میں گھس جائے اور اس کے بعد گائے بھی پانی

---

۱ - محمد بہجۃ اثری نے ان اشعار کو ودّاک الطائی کی طرف منسوب کیا ہے - پھر فرماتے ہیں : مصنف قاموس (مادہ س ل ع) نے دعویٰ کیا ہے کہ اس شعر میں نو اغلاط ہیں مگر کسی ایک کا بھی اس نے ذکر نہیں کیا اور ہم اس شعر میں ان اغلاط کے موجود ہونے کو تسلیم بھی نہیں کرتے ، امام ابو الثناء سید محمود شہاب الدین آلوسی مفسر مشہور نے اپنی کتاب غرائب الاغتراب اور الأجوبۃ العراقیہ عن الأسئلۃ الایرانیہ میں اس پر بڑی شرح و بسط کے ساتھ بحث کی ہے -

Marfat.com

پینے چلی جائے اور وہ کہا کرتے کہ جن گائے کو پانی پینے سے روکتا ہے اور شیطان بیل کے سینگوں پر سوار ہو جاتا ہے ۔ عربوں کا ایک کہنے والا کہتا ہے :

إِنِّی[۱] وَ قَتْلِی سُلَیْکًا ثُمَّ أَعْقِلُهُ
کَالثَّوْرِ یُضْرَبُ لَمَّا عَافَتِ الْبَقَرُ

میں اور میرا سُلیک کو قتل کرنا جبکہ میں اس کی دیت بھی ادا کروں ایسا ہی (ظالمانہ فعل) ہے جیسے گائے کے پانی نہ پینے پر بیل کو مارنا (ظلم ہے)

نہشل بن حری[۲] کہتا ہے :

کَذَاكَ[۳] الثَّوْرُ یُضْرَبُ بِالْهَرَاوَی
إِذَا مَا عَافَتِ الْبَقَرُ الظِّمَاءُ

---

۱ - حین اعقلہ کی بجائے ثُمَّ أَعْقِلَهُ بھی مروی ہے ۔ اس کے بعد کا شعر یہ ہے :

غَضِبْتُ لِلْمَرْءِ إِذْ نِیکَتْ حَلِیلَتُهُ
وَإِذْ یُشَدُّ عَلَی وَجْعَائِهَا الثَّفَرُ

یہ دونوں شعر انس نامی ایک شخص کے ہیں ۔ اس نے سلیک بن سلکہ کو قتل کرنے کے بعد یہ اشعار کہے تھے ۔ واقعہ یوں ہوا کہ سلیک کا گزر ایک عورت کے پاس سے ہوا جو گھر میں اکیلی تھی اس نے اس سے زنابالجبر کیا ۔ جب انس کو معلوم ہوا تو اس نے سلیک کا پیچھا کر کے اسے مار ڈالا اور پھر دیت ادا کرنے سے انکار کر دیا ۔ اس کی مراد یہ ہے کہ میں نے سلیک کو حق بات پر قتل کیا ہے لہٰذا دیت ادا کرنا ظلم ہو گا ۔

۲ - بلوغ الارب اور شرح ابن ابی الحدید میں جری لکھا ہے تصحیح شرح امالی سے کی گئی ہے ۔

۳ - بلوغ الارب میں کذالک مندرج ہے ۔ تصحیح شرح ابن الحدید (۴ : ۳۲۴) سے کی گئی ہے ۔

Marfat.com

جب گائے پانی نہیں پیتی تو بیل کو بھی اسی طرح لاٹھیوں سے مارا جاتا ہے

ایک اور کہتا ہے :

كَالثَّوْرِ يُضْرَبُ لِلْوُرُوْ
دِ إِذَا تَمَنَّعَتِ الْبَقَرْ

بعینہ اس بیل کی طرح جسے گائے کے پانی پر جانے سے رک جانے کی وجہ سے پیٹا جاتا ہے تاکہ وہ (بیل) پانی میں اترے (اور پھر اسے دیکھ کر گائے بھی پی لے)

اگر یہی بات ہے تو گائے کا یہ فعل کوئی عجیب بات نہیں اور نہ ہی یہ عربوں کی کوئی رسم ہو سکتی ہے کیونکہ ہو سکتا ہے کہ گائے پانی پر آنے سے اس وقت باز رہے جب تک کہ بیل پانی پر نہ آ لے جس طرح کہ بھیڑ بکریاں اس وقت تک راستے پر نہیں چلتیں یا گھر یا خیمے میں داخل نہیں ہوتیں جب تک کہ مینڈھا یا بکرا ان کے آگے نہ چلے - جس طرح کہ شہد کی مکھیاں اپنے نر اور سردار کے پیچھے چلتی ہیں اور کلنگ اپنے امیر کے پیچھے چلتا ہے مگر ان کے اشعار سے تو یوں معلوم ہوتا ہے کہ بیل تو (خود بخود) پانی پر آ جاتا ہے اور پانی پیتا ہے اور رکتا نہیں لیکن گائے رکتی اور پانی سے نفرت کرتی ہے حالانکہ وہ بیل کو پانی پیتے دیکھ چکی ہوتی ہے اس وقت بیل کو باوجود اس کے کہ وہ پانی پی چکا ہوتا ہے پیٹا جاتا ہے اور جب اسے پیٹا جاتا ہے تو گائے بھی پانی پی لیتی ہے - یہی تعجب کی بات ہے - [۲ : ۳۰۴]

شاعر کہتا ہے :

فَأَنِّيْ إِذاً كَالثَّورِ يُضْرَبُ جَنْبُهُ،
إِذَا لَمْ يَعَفْ شِرْباً وَ عَافَتْ صَوَاحِبُهُ

تب تو میری مثال اس بیل کی سی ہوئی کہ باوجود اس کے کہ اس نے پانی سے نفرت نہیں کی ہوتی نفرت تو گائیوں نے کی ہوتی ہے ،

Marfat.com

مگر پھر بھی پہلو بیل ہی کے پٹتے ہیں

ایک اور کہتا ہے :

فَلَا تَجْعَلُوْهَا كَالْبَقِير وَ فَحْلِهَا
يُكَسَّرُ ضَرْباً وَ هُوَ لِلشُّوْرِدِ طَائِعٌ

تم اسے گائیوں اور ان کے نر کی طرح نہ بناؤ کہ اسے مار مار کر چور کر دیا جاتا ہے حالانکہ وہ بخوشی پانی پینے کے لیے آتا ہے

وَمَا ذَنْبُهُ إِنْ لَمْ تَرِدْ بَقَرَاتُهُ
وَ قَدْ فَاجَأَ تُهَا عِنْدَ ذَاكَ الشَّرَائِعُ

اگر گائیں پانی نہیں پیتیں تو بیل کا کیا قصور ہے ؟ اور مار پڑنے پر انہیں یکایک گھاٹ کے راستے معلوم ہو جاتے ہیں

اعشٰی کہتا ہے :

لَكَا لثَّوْرِ والجِنِّيُّ[1] يَضْرِبُ وَ جْهَهُ
[وَ مَا[2] ذَنْبُهُ إِنْ عَافَتِ المَاءَ مَشْرَبَا]
وَمَا ذَنْبُهُ إِنْ عَافَتِ المَاءَ بَاقِرٌ
وَ مَا إِنْ تَعَافُ المَاءَ إِلَّا لِيُضْرَبَا[3]

اس بیل اور جنّی نامی چرواہے کی طرح جو اس بیل کے چہرے

---

۱ - جنی : گڈریے کا نام ہے -

۲ - یہ مصراع شرح ابن ابی الحدید سے لکھا گیا ہے بلوغ الارب میں نہیں ہے - بلوغ الارب میں یہ اشعار یوں ہیں

لَكَالثَّورِ و الجِنِّي يُضْرَبُ وَ جْهَهُ
وَ مَا ذَنْبُهُ إِنْ عَافَتِ الشَّمَاءَ بَاقِرٌ
وَ مَا إِنْ تَعَافُ الشَّمَاءَ إِلَّا لِتُضْرَبَا

۳ - تصحیح شرح ابن ابی الحدید سے کی گئی ہے بلوغ الارب میں لتضربا ہے -

Marfat.com

کو پیٹ ڈالتا ہے حالانکہ اگر گائیں پانی پینے سے کتراتی ہیں تو اس کا کیا قصور ہے ؟ اگر گائیں پانی سے کترائیں تو اس کا کیا قصور۔ یہ پانی سے صرف اس لیے کتراتی ہیں کہ اس کے نتیجے کے طور پر بیل کو مارا جائے

اس کی تشریح میں علما کہتے ہیں : چونکہ پانی نہ پینے کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ بیل کو مارا جائے لہٰذا عَافَتِ المَاءَ لِيُضْرَبَ کہنا اچھا معلوم ہوتا ہے ۔ اس لام کو لام عاقبت کہتے ہیں جیسا کہ کسی کا قول ہے :

لَهُ مَلَكٌ يُنَادِي كُلَّ يَوْمٍ
لِدُوْا لِلْمَوْتِ وَابْنُوا لِلْخَرَابِ

اس کا ایک فرشتہ ہر روز یہ پکارتا رہتا ہے کہ بچے پیدا کیے جاؤ تا کہ بالآخر مریں اور مکانات تعمیر کیے جاؤ تا کہ بالآخر ویران ہوں

ہمارے[1] علما نے اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کی تشریح اسی طرح کی ہے :

وَلَقَدْ ذَرَأْنَا لِجَهَنَّمَ كَثِيراً مِنَ الجِنِّ وَالإِنْسِ.

ہم نے بہت سے جنوں اور انسانوں کو صرف اس لیے پیدا کیا ہے کہ بالآخر وہ جہنم میں جائیں گے ۔

عربوں کے طریقوں میں سے کچھ یہ بھی ھیں

کہ وہ مار گزیدہ کے گلے میں زیور اور گھنٹیاں لٹکا دیتے تھے ۔ ان کا خیال تھا کہ اس سے مار گزیدہ کو افاقہ ہوگا ۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ گھنٹیاں اور زیور اس کے گلے میں اس لیے لٹکائے جاتے تھے کہ وہ سمجھتے تھے

---

۱ ۔ آلوسی اندھا دھند دیگر مصنفین سے نقل کیے جاتا ہے لہٰذا ظاہر عبارت سے یوں سمجھ میں آتا ہے کہ آلوسی اپنے علمائے اہل سنت مراد لے رہا ہے حالانکہ یہ الفاظ ابن ابی الحدید (۴ : ۳۵ھ) کے ہیں اور اس کی مراد علمائے معتزلہ سے ہے ۔

اگر مار گزیدہ سو گیا تو زہر اس میں سرایت کر جائے گا اور وہ مر جائے گا لہٰذا نیند کو روکنے کے لیے وہ اسے زیور ، گھنٹیوں اور ان کی آواز کے ساتھ مشغول رکھتے - یہ نضر بن شمیل کا قول ہے - بعض کہتے ہیں : اگر مارگزیدہ کے گلے میں سونے کے زیور لٹکائے جائیں تو اسے آرام آ جائے گا اور اگر سکہ یا سکے کا زیور لٹکائیں تو وہ مر جائے گا - کسی ایک بدوی سے پوچھا گیا : کیا تم یہ چاہتے ہو کہ مار گزیدہ بیدار رہے ؟ تو اس نے جواب دیا : زیور تو بیدار نہیں رکھ سکتا مگر یہ ایک رسم ہے جو نسلاً بعد نسل چلی آتی ہے -

نابغہ کہتا ہے :

فَبِتُّ كَأَنِّي سَاوَرَتْنِي ضَئِيلَةٌ
مِنَ الرُّقْشِ فِي أَنْيَابِهَا السَّمُّ نَاقِعُ

رات بھر میری یہ حالت رہی جیسے ایک باریک کوڑیالہ سانپ جس کے دانتوں میں قاتل زہر ہو مجھ پر حملہ کر رہا ہو

يُسَهَّدُ مِنْ لَيْلِ التَّمَامِ سَلِيمُهَا
بِحَلْيِ النِّسَاءِ فِي يَدَيْهِ قَعَاقِعُ [1]

جس کے کاٹے ہوئے کو رات بھر سونے نہیں دیا جاتا اور اس کے ہاتھوں میں عورتوں کے زیورات کی جھنکار ہوتی ہے

[۲ : ۳۰۵] بنی عذرہ کے کسی شخص نے کہا :

كَأَنِّي سَلِيمٌ نَالَهُ كَلْمُ حَيَّةٍ
تَرَى حَوْلَهُ حَلْيَ النِّسَاءِ مُوَضَّعَا

گویا میں مار گزیدہ ہوں جسے سانپ نے زخم لگایا ہو اور جس کے گرد عورت کے زیورات ٹکڑے ٹکڑے ہوئے پڑے ہوں

---

۱ - ان اشعار کی تشریح کے لیے ملاحظہ ہو شرح امالی : ۳۸۹-۳۹۰ اور خزانۃ الادب : ۱ : ۳۲۹ -

Marfat.com

ایک اور کہتا ہے :

وَ قَدْ عَلَّلُوا بِہا لِبُطْلٍ فِیْ کُلِّ مَوْضِعٍ
وَ غَرُّوا کَمَا غَرَّ السَّلِیْمَ الجُلاجِلُ

انھوں نے ہر مقام پر چھوٹی باتوں سے اس کا دل بہلایا اور دھوکا دیا جس طرح گھنٹیاں مارگزیدہ کو دھوکا دیتی ہیں

جمیل کہتا ہے اور اس نے اپنے شعر میں ظرافت پیدا کی ہے ، اگر یہ شعر عباس بن احنف[1] کا ہوتا تو بھی ظریفانہ ہوتا :

إِذَا مَا اللَّدِیغُ أَبْرَأَ الحَلْیُ دَاءَهُ
فَحَلْیُکِ أَمْسٰی یا بُثَیْنَةُ دَائِیَا

اگر کسی مار گزیدہ کی بیماری کو زیورات ٹھیک کر سکتے ہوں تو ممکن ہے ، لیکن اے بُثَیْنَہ تیرے زیورات تو میری بیماری کا سبب ہیں

عُوَیمر نبہانی نضر بن شمیل کے قول کی تائید میں کہتا ہے :

فَبِتُّ مُعَنًّی بِالهُمُومِ کَأَنَّنِیْ
سَلِیْمٌ نَفٰی عَنْہُ الرُّقَادَ الجُلاجِلُ

غموں نے رات بھر مجھے اتنا دکھ دیا کہ میں ایک مارگزیدہ انسان کی طرح تھا جس کی نیند کو گھنٹیوں نے دور کر دیا ہو

اسی قسم کا کسی اور شاعر کا یہ شعر ہے :

کَأَنَّنِیْ سَلِیْمٌ سَہَّدَ الحَلْیُ عَیْنَہُ
فَرَاقَبَ مِنْ لَیْلِ التَّمَامِ الکَوَاکِبَا

---

۱ - عباس بن الاحنف : یہ بنی عدی بن حنیفہ میں سے تھا اور بعض نے بنی الدیئل بن حنیفہ کہا ہے - ابو الفضل کنیت ، یہ عشقیہ شاعر دولت ہاشمیہ کا شاعر تھا - اس نے صرف عشقیہ اشعار کہے ہیں نہ کسی کی مدح کہی اور نہ ہجو (شرح امالی : ۳۱۳ : ۲۹۷) -

Marfat.com

میری مثال اس مار گزیدہ کی سی ہے جس کی آنکھوں کو زیورات سونے نہ دیں لہٰذا وہ رات بھر اختر شماری کرتا رہے

بیل کو مارنے کی سی ایک اور رسم بھی ہے اور وہ رسم خارش کے متعلق ہے جو اونٹ کو لگ جاتی ہے - وہ یوں کہ تندرست کو داغا جاتا ہے تاکہ بیمار تندرست ہو جائے - نابغہ کہتا ہے :

وَكَلَّفْتَنِي ذَنْبَ امْرِئٍ وَ تَرَكْتَهُ
كَذِي العُرِّ يُكْوَى غَيْرُهُ وَهُوَ رَاتِعُ

تو نے کسی اور شخص کا گناہ میرے ذمے لگا دیا اور اسے چھوڑ دیا بعینہٖ اس اونٹ کی طرح جس کی گردن یا ہونٹوں پر زخم ہوں اور وہ مزے سے چرتا رہے اور داغ کسی اور کو دیا جائے

ایک بدوی کہتا ہے :

كَمَنْ يَكْوِي الصَّحِيحَ يَرُومُ بُرْءًا
بِهِ مِنْ كُلِّ جَرْبَاءِ الْأَهَابِ

اس شخص کی طرح جو تندرست اونٹ کو داغ دے ، یہ چاہتا ہے کہ ہر خارشتی اونٹ کو تندرست کر دے

اس شعر سے اس شخص کی روایت باطل ہو جاتی ہے جس نے نابغہ کے شعر میں "کذی العُر" میں عین پر ضمہ پڑھی ہے کیونکہ عُرّ [عین کی ضمہ کے ساتھ] اُن زخموں کو کہتے ہیں جو اونٹ کے ہونٹوں میں پیدا ہو جاتے ہیں - اور عَرّ [فتحہ کے ساتھ] خارش کو کہتے ہیں - جب اس سے یہ معلوم ہو گیا کہ تندرست کو اس لیے داغ دیا جاتا ہے کہ خارش زدہ تندرست ہو جائے لہٰذا ضروری ہے کہ نابغہ کے شعر میں کذی العَرّ [عین کی فتحہ کے ساتھ] پڑھا جائے - اسی قسم کا کسی اور کا یہ شعر ہے :

فَأَلْزَمْتَنِي ذَنْباً وَغَيْرِيَ جَرَّهُ
حَنَانَيْكَ لَا تَكْوِ الصَّحِيحَ بِأَجْرَبَا

تو نے ایسا گناہ میرے سر تھوپ دیا ہے جس کا مرتکب کوئی اور ہؤا ہے مہربانی فرما کر خارش زدہ اونٹ کے بدلے میں تندرست کو نہ داغو

البتہ یہ ہو سکتا ہے کہ اس مخصوص مرض کے لیے جرب کا لفظ محض اس لیے کہ دونوں میں مشابہت پائی جاتی ہے مجازاً استعمال کیا [۲ : ۳۰۶] گیا ہو۔ کتاب لب لباب لسان العرب میں نابغہ کے اس قصیدے کی شرح میں جس میں سے یہ اشعار لیے ہیں :

أَتُوعِدُ عَبْداً لم يَخُنْكَ أَمَانَةً
وَ تَتْرُكَ عَبْداً ظَالِماً وَهُوَ ظَالِعُ

کیا تو اپنے اس غلام کو دھمکی دے رہا ہے جس نے تمھاری امانت میں خیانت نہیں کی اور تو اس غلام کو چھوڑ رہا ہے جو ظالم ہے اور وہ حق بات سے ایک طرف کو ہٹ چکا ہے

حَمَلْتَ عَلَيَّ ذَنْبَهُ وَتَرَكْتَهُ
كَذِي العَرِّ يُكْوَى غَيْرُهُ وَهُوَ رَاتِعُ

تو نے اس کا گناہ میرے ذمے لگا دیا اور اسے چھوڑ دیا خارش زدہ اونٹ کی طرح کہ وہ تو چرتا رہتا ہے اور دوسروں کو داغ دیا جاتا ہے

ان کی شرح کرتے ہوئے یوں لکھا ہے :

اصمعی کہتا ہے : عَرّ [فتحہ کے ساتھ] خاص خارش کو کہتے ہیں اور اس نے یہ شاہد پیش کیا ہے :

كَالعَرِّ يَكْمُنُ حِيناً ثُمَّ يَنْتَشِرُ

خارش کی طرح کہ کچھ وقت کے لیے چھپ جاتی ہے اور پھر پھیل جاتی ہے

عُرّ [ضمہ کے ساتھ] ان زخموں کو کہتے ہیں جو اونٹوں کے ہونٹوں اور اطراف میں ہو جاتے ہیں اور گنج کے مشابہ ہوتے ہیں۔ بعض

Marfat.com

اوقات ان کے ہونٹوں میں داد کی سی بیماری پھیل جاتی ہے جس سے زرد پانی بہنے لگتا ہے ۔ ابن السید ادب الکاتب کی شرح میں کہتا ہے : اس کے معنی کے بارے میں پانچ اقوال ہیں ۔ ایک یہ ہے کہ یہ ایک ایسا فعل ہے جسے جاہل بدوی کیا کرتے تھے ۔ جب عُر کی بیماری کسی کے اونٹوں کو لگ جاتی تو وہ ان اونٹوں میں سے ایک تندرست اونٹ کو پکڑ کر اس کے ہونٹ ، بازو اور ران کو داغ دیتے ۔ ان کا خیال تھا کہ اس طرح خارش کی بیماری اونٹوں سے چلی جاتی ہے ۔ جس طرح موت کے ڈر سے وہ خرگوش کے ٹخنوں کو اپنے گلے میں لٹکا لیتے تھے اور نظر بد سے بچنے کے لیے نر اونٹ کی آنکھ پھوڑ دیتے ۔ یہ اصمعی ، ابو عمرو اور اکثر لغت دانوں کا قول ہے ۔

دوسرا قول یہ ہے : یونس کہتا ہے کہ میں نے رؤبہ بن العجاج سے اس چیز کے متعلق دریافت کیا تو اس نے کہا :

یہ کسی اور کا کہنا ہے :

کَالثَّوْرِ یُضْرَبُ لَمَّا عَافَتِ الْبَقَرُ (اس بیل کی طرح جسے گائے کے پانی نہ پینے پر مارا جاتا ہے) ایک قدیم رسم تھی مگر بعد میں لوگوں نے اسے چھوڑ دیا ۔ اس بات کا پتا راجز کے اس قول سے چلتا ہے :

وَکَانَ شُکْرُ الْقَوْمِ عِنْدَ الْمِنَنْ،
کَیَّ الصَّحِیْحَاتِ وَفَقْءَ الْاَعْیُنْ

اللہ کے احسانات پر قوم کا شکریہ یہ ہوتا کہ تندرستوں کو داغ دیتے اور آنکھوں کو پھوڑ دیتے

(تیسرا قول) کہا جاتا ہے کہ وہ تندرست کو صرف اس لیے داغتے کہ کہیں اسے بھی بیماری نہ لگ جائے ۔ اس لیے نہیں داغتے تھے کہ بیمار تندرست ہو جائے ۔ اس قول کی حکایت ابن درید نے کی ہے ۔

(چوتھا قول) ابو عبیدہ کہتا ہے : یہ بات درحقیقت کبھی نہیں ہوئی یہ تو صرف مثال کے طور پر ہے حقیقت نہیں ہے یعنی تو نے بے گناہ کو پکڑ لیا اور گنہگار کو چھوڑ دیا لہٰذا تمہاری مثال اس شخص کی سی ہے

Marfat.com

جو تندرست اونٹ کو تو داغ دے اور بیمار کو چھوڑ دے ۔ اگر ایسا ہو سکتا ہو ۔ ابو عبیدہ کہتا ہے اسی قسم کا عربوں کا یہ قول بھی ہے : يَشْرَبُ عَجْلَانُ وَيَسْكَرُ مَيْسَرَةُ (شراب تو عجلان پیے مگر نشہ میسرہ کو چڑھے) ان دونوں شخصوں کا درحقیقت کوئی وجود نہ تھا ۔

(پانچواں قول) کہا جاتا ہے کہ جب اونٹ کے بچے کو ماں کے دودھ کی خرابی کی وجہ سے خارش کی بیماری لگ جاتی تھی تو اس کی ماں کو پکڑ کر داغ دیتے اس طرح ماں بھی تندرست ہو جاتی اور اس کے تندرست ہونے سے بچہ بھی تندرست ہو جاتا کیونکہ یہ بیماری اس کے دودھ کی وجہ سے اس تک سرایت کر گئی ہوئی تھی ۔ یہ نہایت عجیب اور سب سے زیادہ حقیقت کے قریب ہے ۔ جس نے کذی العَرّ [عین کی زبر کے ساتھ] روایت بیان کی ہے اس سے غلطی سرزد ہوئی ہے کیونکہ عَرّ خارش کو کہتے ہیں ۔ عرب خارش کی وجہ سے داغا نہیں کرتے تھے ۔ وہ تو [۲ : ۳۰۷] صرف ان زخموں کی وجہ سے داغا کرتے تھے جو اونٹ کے ہونٹوں اور ٹانگوں میں خاص طور سے نکلتے تھے ۔ اس نے یہ مثال اپنے لیے دی ہے وہ کہتا ہے : میں تو بے گناہ ہوں اور کوئی دوسرا بیمار (مجرم) ہے ۔ تو نے بیمار کا گناہ میرے ذمے لگا دیا اور اسے چھوڑ دیا ۔ کُمَیت نے کہا ہے :

وَلَا أَكْوِي الصِّحَاحَ بِرَاتِعَاتٍ
بِهِنَّ العُرُّ قَبْلِيَ مَا كُوِينَا

میں تندرست اونٹوں کو ان چرنے والے اونٹوں کے بدلے میں نہ داغوں گا جن کے ہونٹوں پر زخم ہیں (حالانکہ) مجھ سے پہلے انہیں داغا جاتا رہا ہے

ابن ابی الاصبع کہتا ہے : ابن ابی شرف القیروانی ابن رشیق نے یہ شعر پیش کیا ہے :

غَيْرِي جَنَى وَأَنَا المُعَاقَبُ فِيكُمُ
فَكَأَنَّنِي سَبَّابَةُ المُتَنَدِّمِ

Marfat.com

قصور کسی اور نے کیا ہے اور سزا مجھے دی جاتی ہے گویا میں
نادم ہونے والے کی انگشت شہادت ہوں

اور اس نے اس سے کہا : کیا تو نے یہ معنی سنے ہیں ؟ اس نے جواب دیا : میں نے سنے ہیں مگر تو نے یہ معنی (کسی سے) لے کر انھیں خراب کر دیا ہے - اس نے کہا : کس سے لیے ؟ اس نے جواب دیا : نابغہ سے - چنانچہ وہ کہتا ہے :

وَكَلَّفْتَنِيْ ذَنْبَ امْرِىءٍ وَتَرَكْتَهُ
كَذِى العُرِّ يُكْوٰى غَيْرُهُ وَهُوَ رَاتِعُ

تو نے میرے ذمے کسی اور کا گناہ لگا دیا اور اسے چھوڑ دیا "عُرّ"
والے اونٹ کی طرح کہ اسے چرتا چھوڑ دیا جاتا ہے اور کسی اور کو
داغ دیا جاتا ہے

اب تیرے شعر کی خرابی کو لیں تو چونکہ تو نے شعر کے شروع میں کہا ہے کہ تجھے کسی اور کے جرم میں سزا دی گئی ہے اور مجرم کو سزا نہیں دی گئی اور دوسرے مصرع میں تو نے کہا ہے کہ مجرم سزا میں تیرے ساتھ شریک ہے لہٰذا معنوں میں تناقض پایا گیا کیونکہ تو نے اپنے آپ کو نادم ہونے والے کے انگوٹھے سے تشبیہ دی ہے اور نادم ہونے والے کا انگوٹھا ندامت میں دکھ اٹھاتا ہے ، پھر نادم ہونے والا درد میں اس کا شریک ہوتا ہے کیونکہ جب کسی حیوان کے ایک عضو کو درد ہو تو سارے جسم کو درد ہوتا ہے - اس لیے کہ ہر وہ چیز جو ادراک میں آتی ہے اس میں جس چیز کا ادراک ہوتا ہے وہ اس کی حقیقت ہے اور صحیح مذہب کے مطابق اس کی حقیقت وہ ہے جس کا ہم مشاہدہ کرتے ہیں اور جن اونٹوں کو داغا جاتا ہے انھیں درد ہوتا ہے حالانکہ انھیں کوئی زخم نہیں لگا ہوتا اور زخموں والوں کو قطعاً درد نہیں ہوتا - تو نے معنی تو یہاں سے لیے مگر انھیں خراب کر دیا ہے - بیان ختم ہوا - اور یہ فلسفیانہ موشگافیاں ہیں جن کا شعر و شاعری سے کوئی تعلق نہیں ہے -

Marfat.com

(اب رہی بلیّہ کے متعلق ان کی رسم) بَلِیّہ اس اونٹنی کو کہتے ہیں جو قبر کے قریب باندھ دی جاتی ہے تاآنکہ وہ مر جاتی ہے - یہ ایک مشہور رسم ہے - بلیّہ یہ تھی کہ جب کوئی ذی عزت انسان مر جاتا تو وہ اس کی اونٹنی یا اونٹ کو بغیر خوراک کے چھوڑ دیتے پھر اس کی گردن کو الٹا کر دیتے اور اس کے سر کو پھیر کر پشت کی جانب کر دیتے اور اسے ایک چھوٹے سے گڑھے میں چھوڑ دیتے - اسے کھانے اور پینے کے لیے کچھ نہ دیا جاتا تاآنکہ وہ مر جاتی اور بسا اوقات اس کے مر جانے کے بعد اسے جلا دیتے اور کبھی کھال اتار کر ثمامہ اس کے اندر بھر دیتے - ان کا خیال تھا کہ جس شخص کے مرنے کے بعد بلیّہ نہ بنائی جائے وہ قیامت کے دن پا پیادہ اٹھے گا اور جس کی بلیّہ ہوگی وہ اپنی بلیّہ پر سوار ہو کر اٹھے گا - حریبہ ابن الاشیم الفقعسی اپنے بیٹے سے کہتا ہے :

يَا سَعْدُ إِمَّا أَهْلِكَنَّ فَإِنَّنِي
أُوصِيكَ أَنَّ أَخَا الوَصَاةِ الأَقْرَبُ

اے سعد اگر میں مر جاؤں تو میں تجھے وصیت کرتا ہوں کیونکہ نصیحت کرنے والا قریب ترین شخص ہوتا ہے

لَا أَعْرِفَنَّ أَبَاكَ يُحْشَرُ خَلْفَكُمْ
تَعِباً يَخِرُّ عَلَى الْيَدَيْنِ وَيَنْكُبُ

تمھارے بعد میں تمھارے باپ کو ایسا نہ دیکھوں کہ جب اسے اٹھایا جائے تو وہ تھکا ہؤا کبھی ہاتھوں کے بل گرتا ہو اور کبھی راستے سے ایک طرف ہٹ جاتا ہو

وَاحْمِلْ أَبَاكَ عَلَى بَعِيرٍ صَالِحٍ
[1] نَقِّ الخَطِيَّةَ إِنَّهُ هُوَ أَصْوَبُ

۱ - بلوغ الارب میں تقی الخطیہ ہے اور شرح ابن ابی الحدید (۳ : ۴۳۶) میں نق الخطیئة نَقِّ : منتخب کر ، چن ، اور خَطِیّہ - [خاء اور ظاء مہملہ کے ساتھ] موٹی تازی ، گٹھے ہوئے جسم والی -

Marfat.com

[۲ : ۳۰۸] اپنے باپ کو تندرست اونٹنی پر سوار کرنا ، خوب موٹی تازی چننا یہی زیادہ صحیح بات ہے

وَلَعَلَّ لِي مِمَّا جَمَعْتُ مَطِيَّةً
فِي الحَشْرِ أَرْكَبُهَا إِذَا قِيلَ : ارْكَبُوا

شاید جو مال میں نے جمع کیا ہے اس میں سے قیامت کے دن مجھے سوار ہونے کے لیے ایک سواری مل جائے جب سوار ہونے کو کہا جائے

یہ اشعار بھی حریبہ کے ہیں :

إِذَا مِتُّ فَادْفِنِّي بِجَدَّاءَ[1] مَا بِهَا
سِوَى الأَصْرَخَيْنِ[2] أَوْ يَفُوزُ رَاكِبُ

جب میں مر جاؤں تو مجھے بنجر زمین میں دفن کرنا جہاں دو چلاّنے والوں کے سوا کوئی اور نہیں ہوتا یا یہ کہ کوئی بھٹکا ہوا سوار ادھر سے گزرے

فَإِنْ أَنْتَ لَمْ تَعْقِرْ عَلَيَّ مَطِيَّتِي
فَلَا قَامَ فِي مَالٍ لَكَ الدَّهْرَ حَالِبُ

اگر تو میری قبر پر میری سواری کو ذبح نہیں کرے گا تو خدا کرے تمھارے مال میں کوئی دودھ دوہنے والا کبھی کھڑا نہ ہو سکے

وَلَا تَدْفِنَنِّي فِي صُوًى وَادْفِنَنِّي
بِدَيْمُومَةٍ تَنْزُو عَلَيْهَا الجَنَادِبُ

مجھے سخت اور اونچی زمین میں دفن نہ کرنا بلکہ ایسے بیابان میں دفن کرنا جہاں ٹڈیاں کودتی پھرتی ہوں

ابن ابی الحدید کہتا ہے : میں نے اپنے مجموعے مسمی بہ العبقری

---

۱ - بلوغ الارب میں بحراء ہے تصحیح شرح ابن ابی الحدید سے کی گئی ہے -

۲ - بلوغ الارب اور شرح ابن ابی الحدید دونوں میں یہ لفظ اصرخین ہی ہے میرے خیال میں یہ لفظ الصارخین ہونا چاہیے -

الحسان میں ذکر کیا ہے کہ ابو عبداللہ الحسین بن محمد بن جعفر الخالع نے اپنی کتاب ''آراء العرب و ادیانها'' میں ان اشعار کا ذکر کیا ہے اور ان سے بلیّہ کے متعلق عربوں کے عقیدے پر استشہاد کیا ہے اور میں نے کہا ہے کہ اس سے اس امر میں غلطی سرزد ہوئی ہے اور یہ کہ ان اشعار میں اس موضوع پر کوئی اشارہ نہیں پایا جاتا اور نہ ہی ان اشعار کا اس رسم کے ساتھ کوئی تعلق ہے۔ یہ تو اپنے بیٹے کے نام محض ایک وصیت ہے کہ اس کی اونٹنی کو اس کے مرنے کے بعد ذبح کر دے یا تو اس لیے کہ اس کے بعد کوئی اور اس پر سوار نہ ہو یا قربانی کے طور پر، جس طرح قربانی کے جانور مکے میں ذبح کیے جاتے ہیں یا جس طرح عرب قبروں پر جانوروں کو ذبح کیا کرتے تھے۔

آگے چل کر ابن ابی الحدید کہتا ہے: اس شعر میں کوئی ایسی بات نہیں پائی جاتی جس سے بلیّہ کی رسم کی طرف اشارہ پایا جاتا ہو۔ اگر کوئی شخص یہ خیال کرے کہ اس کے ''او یفوز راکب'' کہنے میں اس امر کی طرف اشارہ پایا جاتا ہے تو درحقیقت بات امر طرح نہیں ہے، شعر کا معنی یہ ہے کہ مجھے ایک بنجر زمین میں دفن کرنا جہاں کوئی انسان نہ رہتا ہو اور جہاں بھیڑیے اور کوے کے سوا کچھ نہ ہو یا یہ کہ کوئی سوار راستے سے بھٹک کر اس بیابان میں چلا آئے، مفازہ کے معنی ہلاکت کی جگہ کے ہیں۔ اسے مفازہ فال کے طور پر کہا گیا ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ مفازہ کا لفظ فَوَّزَ سے لیا گیا ہے جس کے معنی ہلاک ہونے کے ہیں۔ لہٰذا اس شعر میں بلیّہ کا کوئی ذکر نہیں لیکن خالع سے غلطی ہوئی ہے کہ اس نے ان ابیات کا ذکر اس سلسلے میں کیا ہے۔ اسی طرح اس نے ایک اور غلطی یہ کی کہ مالک بن الریب کے شعر ذیل کو اس باب میں دے دیا ہے:

وعَطِّلْ قَلُوصِی فِی الرِّکَابِ فَإِنَّهَا
سَتُبْرِدُ أَکْبَاداً و تُبْکِی بَوَاکِیَا

سواریوں میں سے میری اونٹنی کو معطل کر دینا کیونکہ اس سے کچھ جگر ٹھنڈے ہوں گے اور کچھ لوگوں کو رلایا جائے گا

Marfat.com

لٰہذا اس نے خیال کیا ہے کہ یہ شعر بھی اسی سلسلے کا ہے حالانکہ شاعر کی مراد یہ نہیں ۔ اس کی مراد صرف یہ ہے کہ میرے بعد [۲ : ۳۰۹] میری اونٹنی پر سوار نہ ہونا اور اسے کھلا چھوڑ دینا کہ نہ میرے دشمن اور نہ دوست کسی سوار کے نیچے اسے آتے جاتے دیکھیں ۔ اس سے دشمن خوش ہوں گے اور دوستوں کو غم ہوگا ۔ خالع نے اس کتاب میں متعدد مقامات پر ٹھوکر کھائی ہے ، اس نے بے محل اشعار استعمال کیے ہیں جنھیں بر محل جانا ہے ۔

میں کہتا ہوں کہ ابن ابی الحدید کی بات درست ہے کیونکہ اس کی بصیرت اس فن میں بہت فائق ہے ، قبروں پر جانور ذبح کرنے کی رسم اور ہے اور بلیّہ کی رسم اور ۔ میں عنقریب ان شاء اللہ اس کا ذکر کروں گا ۔

عمرو بن زید المتمنی اپنی وفات پر بیٹے کو بلیّہ کے متعلق وصیت کرتے ہوئے کہتا ہے :

أَبُنَيَّ زَوِّدْنِي إِذَا فَارَقْتَنِي
فِي الْقَبْرِ رَاحِلَةً بِرَحْلٍ فَاتِرٍ[1]

بیٹا ! جب تو مجھے قبر میں چھوڑ کر چلا جائے تو مجھے ایک سواری دینا جس کے ساتھ ایسا پالان ہو جو اس کی پیٹھ پر ٹھیک بیٹھتا ہو

لِلْبَعْثِ أَرْكَبُهَا إِذَا قِيلَ اظْعَنُوا[2]
مُسْتَوْثِقِيْنَ مَعاً لِحَشْرِ الْحَاشِرِ

قیامت کے دن دوبارہ اٹھنے کے لیے تاکہ میں اس پر سوار ہو سکوں جب حکم ہوگا کہ روانہ ہو جاؤ درآنحالیکہ ہم دونوں نے قیامت کے روز جمع ہونے کے لیے ایک دوسرے سے پکا وعدہ کر رکھا ہوگا

---

۱ ۔ بلوغ الارب اور شرح ابن ابی الحدید دونوں میں فاتر فاء موحدہ کے ساتھ مرقوم ہے اسے قاتر پڑھیں ۔ یقال سرج قَاتِرٌ ای جیّد الوقوع علی الظّھر ۔

۲ ۔ شرح ابن ابی الحدید میں اظعنوا کی بجائے ارکبوا چھپا ہے ۔

Marfat.com

اور عویمر نبہانی کہتا ہے :

أَبَنِيَّ لَا تَنْسَ الْبَلِيَّةَ إِنَّهَا
لِأَبِيكَ يَوْمَ نُشُوْرِهِ مَرْكُوْبٌ

بیٹا ! بلیّہ کو نہ بھولنا کیونکہ قیامت کے دن یہ تمھارے باپ کی سواری ہوگی

اور ابو زید نے لوگوں کو بلیّہ سے تشبیہ دیتے ہوئے کہا ہے

كَالْبَلَايَا رُؤُوْسُهَا فِي الْوَلَايَا
مَانِحَاتِ السَّمُوْمِ حُرَّ الْخُدُوْدِ

بلیہ اونٹنیوں کی طرح جن کے سر پاکھروں میں ہوتے ہیں اور اپنے چہروں کو باد سموم کے سپرد کر دیتی ہیں

وہ کہتا ہے کہ ولایا کے معنی پاکھر کے ہیں اور عرب پاکھر کے درمیان گول دائرہ سا کاٹ کر اس میں اس اونٹنی کی گردن کو ڈال دیتے تھے

شہرستانی کہتا ہے : وہ اونٹنی کا سر پچھلی جانب موڑ کر پشت یا سینے یا پیٹ کے قریب کر دیتے تھے اور ایک پاکھر لے کر اس کے درمیانی حصے کو باندھتے اور پھر اس کی گردن میں ڈال دیتے تھے اور پھر اسے اسی حالت میں چھوڑ دیتے تاآنکہ وہ قبر کے پاس مر جاتی ۔ ان اقوال کا مآل ایک ہی ہے صرف لفظی اختلاف پایا جاتا ہے ۔

اور ان کی ایک رسم قبروں پر اونٹ کو ذبح کرنا تھا ۔ زیادالاعجم[۱] مغیرہ بن المہلب کے مرثیے میں کہتا ہے :

---

۱ - زیادالاعجم : زیاد ابو امامہ بن سلیم ۔ اسے زبان میں لکنت کی وجہ اعجم کہا گیا یا اس لیے کہ اس نے ایران میں نشو و نما پایا ۔ پرگو اور معمر شاعر ہے اور بنی امیہ کے ابتدائی دور میں گزرا ہے ۔ ان اشعار کی نسبت کے لیے ملاحظہ ہو ذیل الامالی : ۸ اور شرح ذیل الامالی : ۷ - ۸ ۔

Marfat.com

قُلْ لِلْقَوَافِلِ والغُزَاةِ إِذَا غَزَوْا
وَالْبَاكِرِينَ وَلِلْمُجِدِّ الرَّائِحِ

قافلہ والوں کو ، غازیوں کو جب وہ جنگ کے لیے نکلیں ، صبح کو نکلنے والوں کو اور کوشش سے واپس آنے والوں سے کہہ دو

إِنَّ الشَّجَاعَةَ[1] والسَّمَاحَةَ ضُمِّنَا
قَبْرًا بِمَرْوَ[2] عَلَى الطَّرِيقِ الوَاضِحِ

[۲ : ۳۱۰] کہ شجاعت اور سخاوت تو اس قبر کے اندر ہیں جو مرو میں شاہراہ پر واقع ہے

فَإِذَا مَرَرْتَ بِقَبْرِهِ فَاعْقِرْ بِهِ
كُوْمَ الجِلَادِ[3] وَكُلَّ طِرْفٍ سَابِحِ

لٰہذا جب تو اس کی قبر کے پاس سے گزرے تو وہاں بڑی کوہان والی بڑی اونٹنیوں اور عمدہ تیز رفتار گھوڑوں کو ذبح کرنا

وَانْضَحْ جَوَانِبَ قَبْرِهِ بِدِمَائِهَا
فَلَقَدْ يَكُوْنُ[4] أَخَا دَمٍ وَذَبَائِحِ

اور اس کی قبر کے اطراف میں ان کا خون چھڑک دینا کیونکہ مغیرہ خود بھی خونوں والا اور جانوروں کو ذبح کرنے والا تھا

---

۱ - ذیل الامالی اور شرح ابن ابی الحدید میں ان السماحة و المروة دیا ہے -

۲ - مرو سے یہاں مراد مرو شاہجہان ہے - ابو فراس مغیرہ مہلب بن ابی صفرہ کی اولاد میں سے تھا اس نے خوارج کے خلاف بہت سی جنگیں لڑیں ، یہ مرو شاہجہان میں اپنے باپ کا نائب بھی رہا اور باپ ہی کی زندگی میں ۸۲ھ میں مرا -

۳ - جِلَاد جمع ہے جَلَدَ کی والجَلَدَ الكِبَارِ مِنَ الإبِلِ الَّتِي لَا صِغَارَ فيها (ذیل الامالی : ۱۱)

۴ - یکون بمعنی کَانَ -

Marfat.com

یہ اشعار ایک لمبے قصیدے سے لیے گئے ہیں جس میں پچاس شعر ہیں - قالی نے ان کو ذیل[1] الامالی میں نقل کیا ہے اور ابن خلکان نے ان میں سے بیشتر اشعار اس کے والد مہلب کے حالات میں درج کیے ہیں -

ایک اور کہتا ہے :

نَفَرَتْ قَلُوصِی عَنْ حِجَارَةِ حَرَّةٍ
بُنِیَتْ عَلَی طَلْقِ الْیَدَیْنِ وَهُوبٍ

میری اونٹنی سیاہ پتھریلی زمین کے ان پتھروں سے بھاگ گئی جو ایک کھلے ہاتھوں والے سخی انسان پر رکھے ہوئے تھے

لَا تَنْفِرِی یَا نَاقَ مِنْهُ فَإِنَّهُ
شِرِّیبُ خَمْرٍ مِسْعَرٌ لِحُرُوبٍ

اے میری اونٹنی تو اس سے بھاگ نہیں کیونکہ یہ شخص تو بہت شراب پینے والا اور جنگوں کو خوب بھڑکانے والا تھا

لَوْلَا السِّفَارُ وَبُعْدُ خَرْقٍ مَهْمَةٍ
لَتَرَکْتُهَا تَحْبُو عَلَی الْعُرْقُوبِ

اگر سفر اور وسیع بیابان کی مسافت نہ ہوتی تو میں اس کے گھٹنے کاٹ دیتا اور اسے گھٹنوں کے بل رینگتا شروع کر دیتا

ابن السید نے جو کچھ کامل المبرد کے متعلق لکھا ہے اس میں کہتا ہے : لوگ اس ضمن میں مختلف الرائے ہیں کہ قبروں پر عرب جو اونٹ ذبح کیا کرتے تھے اس کا کیا سبب ہے - کچھ لوگ کہتے ہیں کہ یہ فعل ایک قسم کی مکافات اور میت کے لیے جزا ہوتی تھی کیونکہ وہ زندگی میں مہمانوں کے لیے اونٹ ذبح کیا کرتا تھا ، ساتھ ہی شاعر کا یہ شعر بطور دلیل پیش کرتے ہیں :

---

۱ - ملاحظہ ہو ذیل الامالی : ۸ تا ۱۱ -

Marfat.com

وَانْضَحْ جَوَانِبَ قَبْرِهِ بِدِمَائِهَا
فَلَقَدْ يَكُونُ أَخَا دَمٍ وَذَبَائِحٍ

اور اس کی قبر کے اطراف پر ان کے خون چھڑک دے کیونکہ یہ
خود بھی خونوں والا اور جانوروں کو ذبح کرنے والا تھا

اور کچھ لوگ کہتے ہیں کہ عرب یہ فعل میت کی تعظیم کی خاطر کیا کرتے تھے جس طرح بتوں کے لیے جانور ذبح کیا کرتے تھے - بعض لوگ کہتے ہیں کہ ایسا اس لیے کیا جاتا تھا کہ جب ہڈیاں بوسیدہ ہو جاتی ہیں تو اونٹ انھیں کھا جاتا ہے گویا وہ اس فعل سے میت کا اونٹوں سے بدلہ لے لیتے ہیں - بعض کہتے ہیں کہ اونٹ عربوں کا بہت [۲ : ۳۱۱] ہی قیمتی مال ہوتا ہے لہٰذا ایسا کرنے سے ان کی مراد یہ ہوتی کہ میت کے مرنے سے مصیبت اس قدر شدید ہو گئی ہے کہ اونٹوں جیسی قیمتی چیز بھی ان کے نزدیک حقیر معلوم ہونے لگی ہے - شریعت نے اس فعل کو باطل قرار دیا ہے چنانچہ حدیث میں ہے لَا عَقْرَ فِي الإِسْلَامِ اسلام میں قبروں پر اونٹ ذبح نہیں کیا جاتا - مناوی کہتا ہے : جاہلیت میں عرب قبروں پر عقر یعنی اونٹ ذبح کیا کرتے تھے لہٰذا اسلام نے اس سے منع کر دیا -

عربوں کے تخیلات اور رسموں میں سے ایک یہ ہے جس کی حکایت ابن الاعرابی نے کی ہے - وہ کہتا ہے کہ عربوں کے یہاں یہ طریقہ تھا کہ اگر کوئی اونٹنی بدک جاتی اور اس کے پاس اس کی ماں کا نام لیا جاتا تو بدکنے سے باز آ جاتی - راجز کہتا ہے :

أَقُولُ وَالْوَجْنَاءُ بِي تَقَحَّمُ
وَيْلَكَ قُلْ مَا اسْمُ أُمِّهَا عَلْكَمُ

جب مضبوط اونٹنی مجھے لیے جنگل طے کر رہی تھی تو میں نے اپنے
غلام علکم سے کہا تجھے موت آئے بتا اس کی ماں کا کیا
نام ہے

Marfat.com

علکم اس کے غلام کا نام ہے - اس نے اپنے غلام سے اس لیے پوچھا کہ اپنے آپ کو اس کی ماں کا نام جاننے سے بلند رکھے کیونکہ غلاموں کو اونٹوں کی زیادہ پہچان ہوتی ہے اور وہی اونٹوں کو چرایا بھی کرتے ہیں - سُکری[1] نے یہ شعر پیش کیا ہے :

فَقُلْتُ لَهُ مَا اسْمُ أُمِّهَا هَاتِ فَادْعُهَا
تُجِبْكَ وَيَسْكُنْ رَوْعُهَا وَنِفَارُهَا

میں نے اُس سے کہا اس کی ماں کا کیا نام ہے آؤ پکارو یہ تمھاری بات مان جائے گی اور اس کا خوف اور بدکنا جاتا رہے گا

اور وہ اعتقاد جس پر عربوں کا ایک طرح سے اتفاق تھا وہ " ہامة " ہے اور یہ یوں ہے کہ عرب کہا کرتے تھے کہ جو شخص بھی مر جاتا ہے یا قتل کر دیا جاتا ہے اس کے سر میں سے ایک ہامة (اُلو کی قسم کا جانور) نکلتا ہے - اگر میت کو قتل کیا گیا ہوتا اور قتل کا بدلہ نہ لیا گیا ہوتا تو ہامہ قبر پر پکارتا رہتا "مجھے (خون) پلاؤ کیونکہ میں پیاسا ہوں " اسی کے متعلق نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نے فرمایا ہے لا ہَامَہ (ہامہ کوئی چیز نہیں ہے) -

حکایت ہے کہ کہ ابو زید کہا کرتا تھا کہ ھَامہ کی میم پر تشدید ہے - یہ حشرات الارض میں سے ہے اور یہ کیڑا سر میں پیدا ہوتا ہے جس کا اوپر ذکر گزر چکا ہے - کہا جاتا ہے کہ ابو عبید نے کہا ہے : میرے خیال میں ابو زید کو بات صحیح طور پر یاد نہیں رہی -

مسعودی کی مروج الذہب[2] میں ہے : بعض عربوں کا خیال ہے کہ نفس ایک پرندہ ہے جو تمام جسم میں پھیل جاتا ہے اور جب کوئی

---

۱ - سکری : ابو سعید الحسن بن الحسین السکری مراد ہے -

۲ - ملاحظہ ہو مروج الذہب : ۲ : ۱۵۳ - ۱۵۴ مگر مروج الذہب اور آلوسی کی نقل کردہ عبارت میں قدرے اختلاف پایاجاتا ہے -

Marfat.com

شخص مر جاتا ہے یا قتل ہو جاتا ہے تو یہ وحشت زدہ ہو کر اس کے گرد چکر لگاتا رہتا ہے اور اس کی قبر پر چلاتا رہتا ہے۔ ان کا خیال ہے کہ یہ پرندہ پہلے چھوٹا ہوتا ہے پھر رفتہ رفتہ اتنا بڑا ہو جاتا ہے جتنا ایک قسم کا اُلّو۔ یہ ہمیشہ وحشت محسوس کرتا رہتا ہے اور بے آباد جگھوں ، مقتولوں کے قتل ہونے کی جگھوں اور قبروں پر پایا جاتا ہے۔ یہ میت کی اولاد اور اس کے جانشین کے پاس رہتا ہے تاکہ جو واقعات میت کے بعد واقع ہوں انھیں معلوم کر کے میت کو بتائے۔ مسعودی کا بیان ختم ہوا۔

بعض لوگ کہتے ہیں کہ ھامہ صَدَیٰ کی مادہ ہے اور صَدَیٰ نر اُلّو کو کہتے ہیں اور کبھی اس کا نام صدی بھی رکھ دیا جاتا ہے اور اس جمع أَصداء آتی ہے۔

ایک شاعر کہتا ہے:

يُخَبِّرُنَا الرَّسُوْلُ بِأَنْ سَنَحْيَا
وَكَيْفَ حَيَاةُ أَصْدَاءٍ وهَامٍ

ہمیں یہ رسول بتاتا ہے کہ ہم عنقریب زندہ ہو جائیں گے انسان جو صدی اور ہام بن چکا ہوگا وہ کیسے زندہ ہو سکتا ہے

ابو دُؤاد الایادی کہتا ہے:

سُلِّطَ المَوْتُ والمَنُوْنُ عَلَيْهِمْ
فَلَهُمْ فِيْ صَدَى المَقَابِرِ هَامُ

موت اور حوادث زمانہ اُن پر مسلط کر دیے گئے لہٰذا قبروں کے صدی میں سے ان کے لیے ہام ہے

ایک شاعر اپنے بیٹے کو کہتا ہے:

وَلَا تَزْقُوَنْ لِيْ هَامَةٌ فوق مَرْقَبٍ
فَأِنَّ زُقَاءَ الهَامِ لِلْمَرْءِ عَائِبُ

Marfat.com

میرا ہامہ اونچی جگہ پر بیٹھ کر ہرگز نہ چیخے کیونکہ ہام کا چیخنا انسان کے لیے عیبناک ہے

تُنَادِی أَلَا اسْقُونِی وَکُلُّ صَدًی بِہِ
وَتِلْکَ الَّتِی تَبْیَضُّ مِنْہَا الذَّوَائِبُ

یہ اسقونی (مجھے پلاؤ) پکارتا رہتا ہے حالانکہ ہر قسم کی پیاس تمہارے باپ کو لگی ہوگی اور یہی وہ بات ہے جس سے سر کے بال سفید ہو جاتے ہیں

مرقب اس اونچی جگہ کو کہتے ہیں جہاں سے محافظ دیکھتا رہتا ہے - اسے مرقبۃ بھی کہتے ہیں - باپ بیٹے کو کہہ رہا ہے کہ اگر میں قتل کر دیا جاؤں تو تم میرے خون کا بدلہ لیے بغیر نہ رہنا کیونکہ اگر تو نے بدلہ نہ لیا تو میرا ہامہ چلاتا رہے گا کہ اسقونی (مجھے خون پلاؤ) کیونکہ تمہارے باپ کو ہر قسم کی پیاس لگی ہوگی (اور یہاں صدی کے معنی پیاس کے ہیں) یہی وہ بات ہے جس کی دشواری اور شدت کی وجہ سے زلفیں سفید ہو جاتی ہیں جیسا کہ کہا جاتا ہے یہ ایک ایسا معاملہ جس سے بچے کا سر سفید ہو جائے - یہ بھی احتمال ہے اس کی مراد یہ ہو کہ اگر اس کا بدلہ نہ لیا جائے درآنحالیکہ وہ مدفون ہو تو اس کے لیے سخت دشواری کا سامنا کرنا ہوگا اور یہ بھی احتمال ہے کہ اس کی مراد یہ ہو کہ بیٹے کے لیے سخت دشواری ہو گی - اس کی مراد یہ ہے کہ تمہارے لیے یہ عار کی بات ہو گی -

ذوالا صبع کہتا ہے :

یَا عَمْرُو إِنْ لَا تَدَعْ شَتْمِی وَمَنْقَصَتِی
أَضْرِبْکَ حَیْثُ تَقُولُ الْہَامَۃُ اسْقُونِی

اے عمرو اگر تو مجھے گالیاں دینا اور میری بے عزتی کرنا نہ چھوڑے گا تو تجھے تلوار کی ایسی ضرب لگاؤں گا کہ ہامہ اسقونی کہتا رہ جائے گا

Marfat.com

ایک اور کہتا ہے :

فَیَارَبِّ إِنْ أَهْلِکْ وَلَمْ تُرْوِ هَامَتِی
بِلَیْلَی أَمُتْ لَا قَبْرَ أَعْطَشُ مِنْ قَبْرِی

اے میرے رب اگر میں مر جاؤں اور تو میرے ہامہ کو لیلی سے سیراب نہ کرے تو میں ایسا مروں گا کہ کوئی قبر میری قبر سے زیادہ پیاسی نہ ہو گی

یہ بھی احتمال ہے کہ یہ شعر ان معنوں میں نہ کہا گیا ہو جن کا ہم ذکر کر رہے ہیں اور اس نے جو ہامہ (کھوپری) کی سیرابی کا اپنے رب سے مطالبہ کیا ہے وہ دنیا ہی کے اندر لیلیٰ کا وصال ہو اور جس چیز سے عربوں کو شفا ہو اسے کنایۃً یہ کہہ دیتے ہیں کہ وہ ان کی کھوپری کو سیراب کرتی ہے ۔ مغلس فقعسی کہتا ہے اور وہ ایک قبیلے کا مؤرث ہے :

وَإِنَّ أَخَاكُمْ قَدْ عَلِمْتَ مَكَانَهُ
بِسَفْحِ قُبَا تَسْفِی عَلَیْهِ الأَعَاصِرُ

اور تمھاری قوم کا ایک فرد جس کے مقام کا تمھیں علم ہے قبا کے دامن میں پڑا ہے اور جھکڑ اس پر مٹی اڑا رہے ہیں

لَهُ هَامَةٌ تَدْعُو إِذَا اللَّیْلُ جَنَّهَا
بَنِی عَامِرٍ هَلْ لِلْهِلَالِیِّ ثَائِرُ

جب رات چھا جاتی ہے تو اس کا ہامہ یہ پکارتا ہے کہ اے بنی عامر کیا کوئی ہلالی کا بدلہ لینے والا ہے ؟

تسفی کے معنی ہیں اس پر مٹی اڑاتے ہیں ۔

اور توبہ بن الحُمَیِّر کہتا ہے :

وَلَوْ أَنَّ لَیْلَی الأَخْیَلِیَّةَ سَلَّمَتْ
عَلَیَّ وَدُونِی جَنْدَلٌ وَصَفَائِحُ

Marfat.com

اگر لیلیٰ اخیلیہ آ کر مجھے سلام کر لے جبکہ میرے اور اس کے درمیان پتھر اور پتھر کی سلیں ہوں

لَسَلَّمْتُ تَسْلِيْمَ البَشَاشَةِ أَوْزَقَا
إِلَيْهَا صَدًى مِنْ جَانِبِ القَبْرِ صَائِحُ

تو میں ضرور خوش ہو کر اسے سلام کروں گا یا قبر کے ایک پہلو سے چلّانے والا اُلو ہی چیخ اُٹھے گا

اور قیس بن الملوّح کہتا ہے اور یہی قیس مجنون ہے

وَلَوْ تَلْتَقِي أَصْدَاءُنَا بَعْدَ مَوْتِنَا
وَمِنْ دُوْنِنَا رَمْسٌ مِنَ الأَرْضِ أَنْكَبُ

اگر فرض کر لیا جائے کہ ہمارے مرنے کے بعد ہمارے صدی آپس میں ملیں اور ہم دونوں کے درمیان ایک طرف دو جھکی ہوئی قبر ہوگی

لَظَلَّ صَدَى رَمْسِي وَإِنْ كُنْتُ رِمَّةً
بِصَوْتِ صَدَى لَيْلَى يَهَشُّ وَيَطْرَبُ

تو میری قبر کا صدی خواہ میں بوسیدہ ہڈیاں کیوں نہ ہو چکا ہوں لیلیٰ کی صدیٰ کی آواز کو سن کر ضرور خوش ہو گا اور طرب میں ہو گا

بعض نے اس شعر کی یوں روایت کی ہے :

” وَمِنْ دُوْنِ رَمْسَيْنَا مِنَ الأَرْضِ سَبْسَبُ “
اور ہم دونوں کی قبروں کے درمیان بیابان ہوگا “

اور حُمید بن ثور کہتا ہے :

أَلَا هَلْ صَدَى أُمِّ الوَلِيْدِ مُكَلِّمٌ
صَدَايَ إِذَا مَا كُنْتُ رَمْسًا وَأَعْظُمَا

کیا ام ولید کا صدیٰ میرے صدیٰ سے بات کرے گا جبکہ میں مٹی اور ہڈیاں بن چکا ہوں گا

Marfat.com

اور جن امور کو اسلام نے باطل قرار دیا ان میں سے ایک عربوں کا صفر کے متعلق اعتقاد بھی تھا

عربوں کا خیال ہے کہ پیٹ میں ایک سانپ ہوتا ہے جب کسی انسان کو بھوک لگتی ہے تو یہ سانپ اس کی پسلی کے کنارے اور جگر کو کاٹتا ہے - بعض کہتے ہیں کہ صفر بعینہٖ بھوک کو کہتے ہیں - یہ بات نہیں کہ یہ بھوک پیدا ہونے کے بعد کاٹتا ہے - اب اس حدیث کے الفاظ لاعدوٰی ولا ہامۃ ولاصفر ولاغول (نہ کوئی چھوت چھات ہے نہ ہامہ نہ صفر اور نہ غول) تو اس کے متعلق ابوعبیدہ معمر بن المثنٰی کہتا ہے کہ صفر سے یہاں مراد صفر کا مہینہ ہے جو محرم کے بعد آتا ہے - وہ کہتا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے محرم کو صفر تک پیچھے کر دینے سے منع فرمایا ہے اس کی مراد اس نسئی (مہینوں کو آگے یا پیچھے کرنا) سے ہے جو عرب کیا کرتے تھے - ابن ابی الحدید کہتا ہے : اس تفسیر میں کسی عالم نے ابوعبیدہ سے موافقت نہیں کی -

میں کہتا ہوں میں نے جو کچھ فتح الباری میں دیکھا ہے اس کا ماحاصل یہ ہے کہ عرب صفر کو حرام قرار دیتے اور محرم کو حلال سمجھ لیتے - اسلام نے اس سلسلے میں ان کی اس ساری کارروائی کی تردید کی - اسی لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : لاصفر - یہ قول امام مالک سے مروی ہے ، بخاری نے اپنی صحیح میں اس کی تشریح کی ہے کہ یہ ایک بیماری ہے جو پیٹ میں لگ جاتی ہے - ابو عبیدہ معمر بن المثنٰی نے اپنی کتاب غریب الحدیث میں یونس بن عبید الجرمی سے نقل کیا ہے کہ اس نے رؤبہ العجاج سے دریافت کیا تو اس نے کہا : یہ ایک سانپ ہے جو پیٹ میں ہوتا ہے اور جانوروں اور انسانوں کو تکلیف دیتا ہے - عربوں کے نزدیک یہ خارش سے بھی زیادہ متعدی مرض ہے -

Marfat.com

اس صورت میں صفر کی نفی کرنے سے مراد ان کا چھوت کا اعتقاد ہے ۔ بخاری نے اس قول کو ترجیح دی ہے کیونکہ حدیث میں صفر کو عدْوی کے ساتھ ملا کر بیان کیا گیا ہے ۔ بخاری کا بیان ختم ہؤا

[۲ : ۳۱۴] بظاہر یوں معلوم ہوتا ہے کہ صفر کا لفظ کئی معنوں میں مستعمل ہے اور شارع نے ان تمام باطل معانی کی نفی کی ہے جن پر عربوں کا اعتقاد تھا اور امام طبری نے بخاری کی اس تفسیر کو کہ یہ ایک بیماری ہے جو پیٹ کو لاحق ہوتی ہے ترجیح دی ہے جیسا کہ بیان ہو چکا اور اس پر اس نے اعشی[1] کے اس قول کو بطور دلیل پیش کیا ہے :

لَا يَتَأَرَّى لِمَا فِي الْقِدْرِ يَرْقُبُهُ
وَلَا يَعَضُّ عَلَى شُرْسُوفِهِ الصَّفَرُ

یہ شخص جو کچھ ہنڈیا میں ہے اس کے پک جانے تک انتظار کرنے کی غرض سے ٹھہرا نہیں رہتا اور نہ ہی صفر اس کی پسلیوں کو کاٹتا

۱ - اعشی سے مراد اعشی باہلہ ہے ۔ اس کا نام عامر بن الحارث ہے ۔ اس نے یہ شعر منتشر بن وھب کے مرثیے میں کہا ہے ۔ یہ شعر امالی (۲ : ۱۹۷) شرح امالی (۸۲۱) اور شرح ابن ابی الحدید (۴ : ۳۳۸) میں اسی طرح لکھا ہے ۔ البتہ شرح ابن الحدید میں یتارّی کی بجائے یتادی چھپا ہے جو غلط ہے ۔ میمن لکھتے ہیں کہ اقتضاب ۴۰۳ میں اس شعر پر عمدہ بحث کی گئی ہے ۔ محمد بہجۃ اثری اور محمد عبدالجواد اصمعی لکھتے ہیں کہ دو شعروں کو ملا کر ایک بنایا گیا ہے ۔ دو اشعار یوں ہیں :

لایتأری لمافی القدر یرقبہ
ولاتراہ امام القوم یقتفر
لایغمزالساق من این ومن وصب
ولا یعض علی شرسوفہ الصفرُ

ہے یعنی یہ بھوکا بھی نہیں ہے

شرسوف [شین معجمہ پر ضمہ ، راء ساکن اور پھر سین مہملہ اور پھر فاء] پسلی ، اور صفر پیٹ میں ہوتا ہے اور بعض اوقات یہ پسلی یا جگر کو اس طرح کاٹتا ہے کہ انسان کو مار ڈالتا ہے -

بنی عبس کا ایک شاعر قیس بن زہیر کا ذکر کرتے ہوئے کہتا ہے جب اس نے لوگوں کو چھوڑ کر بیابانوں میں رہنا شروع کر دیا اور جنگلی جانوروں سے مانوس ہو گیا تو اس کے بعد اس نے ایک رات آگ دیکھی اور وہ اس طرف روانہ ہو گیا - اس کے پاس گوشت کی خوشبو سونگھی لہذا گوشت کی خواہش نے اسے اندر کو کھینچا مگر یہ اس پر غالب آ گیا اور اس پر قابو پا لیا اور ایک خاردار درخت جسے سلم کہتے ہیں کی طرف جا در اسی کو کاٹتا اور اس کے پتوں کو کھاتا رہا تاآنکہ مر گیا ۔

إِنَّ قَيْساً كَانَ مِيْتَتَهُ
كَرَمٌ وَالْحَيُّ مُنْطَلِقٌ

قیس کی موت ایک کریمانہ موت تھی حالانکہ قبیلہ آزادانہ پھر رہا تھا

شَامَ نَاراً بِالْهَوَى فَهَوَى
وَشُجَاعُ الْبَطْنِ يَخْتَفِقُ

اس نے مقام ہوا میں آگ دیکھی اور اس کی خواہش کی جبکہ اس کے پیٹ کا سانپ حرکت کر رہا تھا

فِي دَرِيسٍ لَيْسَ يَسْتُرُهُ
رُبَّ حُرٍّ ثَوْبُهُ خَلَقُ

وہ ان پھٹے پرانے کپڑوں میں تھا جو اس کو ڈھانپ بھی نہ سکتے تھے بہت سے شریف پھٹے پرانے کپڑوں میں ہوتے ہیں

اس کے فی دریس کہنے سے اس کی مراد پھٹے ہوئے اور حقیر کپڑے

Marfat.com

ہیں اور الھوی ایک خاص جگہ کا نام ہے

ابوالنجم عجلی کہتا ہے :

إِنَّكَ يَاخَيْرَ فَتًى نَسْتَعْدِي
عَلَى زَمَانٍ مَسَّنَا بِجُهْدِ

اے اچھے آدمی ہم تجھ سے اس زمانے کے خلاف فریاد کرتے ہیں جو ہم پر مصیبت لے آیا ہے

عَضًّا كَعَضِّ صَفَرٍ بِكَبْدِ

اور یہ ہمیں اس طرح کاٹ رہا ہے جس طرح صفر جگر کو کاٹتا ہے

[۲ : ۳۱۵] ایک اور کہتا ہے :

أَرُدُّ شُجَاعَ البَطْنِ قَدْ تَعْلَمِينَهُ
وَأُوثِرُ غَيْرِي مِن عِيَالِكِ بِالطُّعْمِ

تجھے معلوم ہے کہ میں پیٹ کے سانپ کو رد کر دیتا ہوں اور میں کھانے کے لیے اوروں کو تمھارے عیال پر ترجیح دیتا ہوں

اگر تو کہے : نفی صفر سے کیا مراد ہے - اگر صفر کے معنی سانپ یا بھوک یا اس پیٹ کے درد کے لیے جائیں جو بھوک سے پیدا ہوتا ہے یا اس پانی کا جمع ہونا مراد لیا جائے جس سے استسقاء کی بیماری پیدا ہوتی ہے حالانکہ یہ سب کچھ درحقیقت واقع ہوتا ہے - چنانچہ حدیث میں ہے : صَفْرَةٌ فِي سَبِيلِ اللهِ خَيْرٌ مِن حُمْرِ النَّعَمِ (اللہ کی راہ میں ایک بار بھی بھوکا رہنا سرخ اونٹوں سے بہتر ہے) صفرۃ سے مراد بھوک ہے اور صَفِرَ الأناء اس وقت کہتے ہیں جب وہ کھانے سے خالی ہو جائے۔ اور ایک حدیث میں ہے جس کی روایت ابن مسعود نے کی ہے کہ ایک شخص کو استسقاء کی بیماری لگ گئی تو آپ نے اس کے لیے نبیذ تجویز فرمایا : اصابہ الصفر کے معنی ہیں اسے استسقاء کی بیماری لگ گئی اور فَنَعَتَ لَهُ السَّكَرَ کے معنی ہیں آپ نے اس کے لیے نبیذ تجویز فرمایا -

Marfat.com

میں کہتا ہوں : یہاں نفی سے مراد اس اعتقاد کی نفی کرنا ہے کہ جسے یہ بیماری لگ جاتی اسے مار ڈالتی یا اوروں تک سرایت کر جاتی ۔ شرع نے اس کی تردید کی ہے کہ موت تو صرف اسی وقت واقع ہوتی ہے جب مدت عمر ختم ہو جائے ۔ جب وقت مقررہ آ جاتا ہے تو پھر فرشتے نہ ایک گھڑی پہلے جان قبض کرتے ہیں اور نہ بعد ۔

عربوں کے خرافات میں سے ایک یہ بھی ہے کہ جب کوئی شخص کسی بستی میں داخل ہونے کا ارادہ کرتا اور اسے وہاں کی وباء یا جن کا خطرہ ہوتا تو داخل ہونے سے پہلے وہ اس کے دروازے پر کھڑے ہو کر گدھے کی طرح رینگتا اور پھر اپنے گلے میں خرگوش کا ٹخنہ وباء یا جن سے بچنے کے لیے تعویذ کے طور پر لٹکا لیتا ۔ اسے نہیق اور تعشیر کا نام دیا جاتا تھا ۔ شاعر کہتا ہے :

وَلَا يَنْفَعُ التَّعْشِيرُ إِنْ حُمَّ وَاقِعٌ
وَلَا زَعْزَعٌ يُغْنِي وَلَا كَعْبُ أَرْنَبِ

اگر کوئی واقعہ میری تقدیر میں لکھا جا چکا ہے تو گدھے کی طرح رینگنا مجھے کوئی نفع نہ دے گا اور نہ تند ہوا اور نہ خرگوش کا ٹخنہ کوئی فائدہ پہنچا سکتا ہے

ھیثم بن عدی کہتا ہے : [1] عروہ بن الورد ایک بار خوراک لینے کے

---

۱ ۔ عروۃ بن الورد بن زید اسے عروۃ الصعالیک کہا جاتا ہے ۔ یہ بہت سخی شخص تھا یہاں تک کہ کہا جاتا تھا کہ جس نے حاتم کو عربوں کا سخی ترین شخص قرار دیا اس نے عروہ پر ظلم کیا ۔ عروہ جاہلی شاعر ہے ۔ جب بنی نضیر کو جلا وطن کرکے خیبر بھیج دیا گیا تو ان میں عروہ کی سابقہ بیوی ام عمرو یا ام وہب بھی تھی ۔ اس کا نام سلمیٰ ہے ۔ وہ بنی کنانہ میں سے تھی اور بنی مُزَینہ میں بیاہی ہوئی تھی ۔ عروہ نے مُزَینہ پر حملہ کیا اور اسے قید کرکے لے

باقی حاشیہ صفحہ ۳۱۱ پر

Marfat.com

لیے خیبر کی طرف روانہ ہؤا - جب یہ لوگ خیبر کے قریب پہنچے تو انھوں نے سینپو سینپو کیا مگر عروہ نے ایسا کرنے سے اظہار نفرت کیا اور یہ اشعار کہے :

لَعَمْرِیَ اِنْ عَشَّرْتُ مِنْ خِیْفَةِ الرَّدَی
نُهَاقَ حَمِیْرٍ اِنَّنِیْ لَجَزُوْعُ

اپنی جان کی قسم اگر میں موت کے خوف سے گدھے کی طرح سینپو سینپو کروں تو میں بہت ہی کم صبر کرنے والا ہوں

فَلَا وَأَلَتْ[1] تِلْکَ النُّفُوْسُ وَلَا أَتَوْا
قُفُوْلاً اِلَی الاَوْطَانِ وَهْیَ جَمِیْعُ[2]

تو خدا کرے یہ لوگ نہ تیزی سے اپنے وطنوں کو جائیں اور نہ جمعیت کی صورت میں لوٹ کر آئیں

صفحہ ۳۱۰ کا بقیہ حاشیہ

آیا - عروہ اکثر بنی نضیر کے یہاں آیا کرتا اور ضرورت پڑنے پر ان سے قرض بھی لیا کرتا تھا - بنی نضیر نے اس کے ساتھ سلمی کو دیکھا تو وہ انھیں پسند آ گئی - انھوں نے اس سے بیچنے کو کہا مگر یہ نہ مانا ، پھر شراب پلا کر نشے کے عالم میں اسے خرید لیا - ایک روایت میں ہے کہ عروہ کو مال دے کر اس کی قوم نے اسے لے لیا تھا - عروہ کا خیال تھا کہ وہ اسے چھوڑ کر نہ جائے گی - میمن لکھتے ہیں کہ عروہ نے اپنی بیوی سلمٰی کو اہل خیبر کے پاس گرو ڈال دیا تھا مگر پھر اسے چھڑا نہ سکا تھا (عروہ کے حالات کے لیے ملاحظہ ہو شرح امالی : ۴۲۴ ، التنبیہ : ۱۱۳ اور الروض الانف : ۲ : ۱۷۸ تا ۱۸۱)

۱ - محمد بہجۃ اثری نے وَأَلَ کے معنی لجا پناہ لینے کے دیے ہیں مگر میرے نزدیک یہاں وَأَلَ بمعنی بَادَرَ ہے -

۲ - الجمیع : ضد المنتشر

وَقَالُوا أَلَا انْهَقْ لَا تَضُرُّكَ خَيْبَرُ
وَ ذَلِكَ مِنْ فِعْلِ الْيَهُودِ وَلُوعُ

اور انھوں نے کہا : گدھے کی طرح رینکو تاکہ خیبر (کی وباء) تمھارے لیے ضرر رساں نہ ہو یہ فعل یہودیوں کی جھوٹی باتوں میں سے ہے

[۲ : ۳۱۶] وُلوع [ضمہ کے ساتھ] جھوٹ ۔ جب کوئی شخص جھوٹ بولے تو کہتے ہیں وَلَعَ الرَّجُلُ ۔ چنانچہ کہا جاتا ہے کہ عروہ کے ساتھی بیمار پڑ گئے ۔ کچھ لوگ تو مر بھی گئے اور عروہ موت اور بیماری دونوں سے بچ نکلا ۔

ایک اور کہتا ہے :

لَا يُنْجِيَنَّكَ مِنْ حِمَامٍ وَاقِعٍ
كَعْبٌ تُعَلِّقُهُ وَلَا تَعْشِيرُ

واقع ہونے والی موت سے تجھے نہ ٹخنہ لٹکانے سے نجات مل سکتی ہے اور نہ رینکنے سے (سینپو سینپو کرنے سے)

اسی کے مشابہ ان کا یہ فعل بھی ہے کہ جب کوئی شخص بیابان میں راستے سے بھٹک جاتا تو اپنی قمیص کو الٹ دیتا اور ہاتھوں سے تالی بجاتا گویا وہ کسی انسان کی طرف اشارہ کر رہا ہو ، اس طرح اسے راستہ مل جاتا ۔

ایک اعرابی کہتا ہے :

قَلَبْتُ ثِيَابِي وَالظُّنُونُ تَجُولُ بِي
وَتَرْمِي بِرِجْلِي نَحْوَ كُلِّ سَبِيلِ

میں نے اپنے کپڑے پلٹ دئے جبکہ میرے گمان مجھے ادھر دوڑا رہے تھے اور میرے پاؤں کو ہر راستے کی طرف پھینک رہے تھے

فَلَأْيًا بِلَأْيٍ مَا عَرَفْتُ حَلِيلَتِي
وَأَبْصَرْتُ قَصْدًا لَمْ يُصَبْ بِدَلِيلِ

Marfat.com

تھوڑی دیر کے بعد میں نے بڑی مشکل سے اپنی بیوی کو پہچانا اور میں نے بغیر کسی راہنما کے صحیح راستہ دیکھ لیا

اور ابو العملّس طائی کہتا ہے :

فَلَوْ اَبْصَرْتَنِیْ بِلِوَی بِطَانٍ
اُصَفِّقُ بِالْبَنَانِ عَلَی الْبَنَانِ

اگر تو مجھے بطان کی ریت کے موڑ پر ہاتھوں سے تالی بجاتا دیکھ لیتا

فَاَقْلِبُ تَارَۃً خَوفاً رِدَائِی
وَاَصرِخُ تَارَۃً بِاَبِیْ فُلَانٍ

تو کبھی میں ڈر کے مارے اپنی چادر کو پلٹ دیتا اور کبھی ابو فلان سے فریاد کی درخواست کرتا

لَقُلْتَ اَبُو العَمَلَّسِ قَدْ دَھَاہُ
مِنَ الجِنَّانِ خَالِعَۃُ العِنَانِ

تو تُو کہتا کہ ابو العملس کو کسی سرکش جن نے مصیبت میں مبتلا کر رکھا ہے

کپڑے پلٹ دینے کی حقیقت یہ ہے کہ اس میں حالت پلٹ دینے کی نیک فال پائی جاتی ہے ۔ اسی قسم کی بات شریعت اسلامیہ میں نماز استسقا میں آئی ہے ۔

عربوں کے طریقوں میں سے ایک طریقہ رتم ہے

یہ اس طرح ہے کہ جب ان میں سے کوئی سفر کرتا تو ایک دھاگا لے کر اسے درخت کی ٹہنی یا درخت کے تنے سے باندھ دیتا ۔ جب لوٹ کر واپس آتا تو اس دھاگے کو دیکھتا اگر اسے اسی طرح پاتا تو سمجھ جاتا کہ اس کی بیوی نے اس سے خیانت نہیں کی اور اگر اسے وہاں نہ پاتا یا

Marfat.com

اسے کھلا ہؤا پاتا تو کہتا کہ میری بیوی نے مجھ سے خیانت کی ہے ۔ اس باندھنے کو رتم کہتے ۔ بعض کہتے ہیں کہ ایک درخت کی ٹہنی کے کنارے کو دوسری ٹہنی کے کنارے سے گرہ دی جاتی تھی ۔ ابن الاعرابی نے بیان کیا ہے کہ ایک عرب نے سفر کا ارادہ کیا اور اپنی بیوی کو نصیحت کے طور پر کہا : خبردار ایسا ایسا نہ کرنا کیونکہ میں درخت کے ساتھ رتمہ باندھ رہا ہوں ، اگر تو نے کوئی ایسا ویسا فعل کیا تو یہ کھل جائے گا ۔ اس پر راجز نے کہا :

هَلْ يَنْفَعَنْكَ الْيَوْمَ إِنْ هَمَّتْ بِهَمْ
كَثْرَةُ مَا تُوصِي وَ تَعْقَادُ الرَّتَمْ

اگر اس عورت نے کسی بات کا ارادہ کیا ہو تو کیا تمھاری یہ بہت سی نصیحتیں اور رتم کا گرہ لگانا آج تمھیں کوئی فائدہ دے سکتا ہے

[۲ : ۳۱۷] ایک اور کہتا ہے :

خَانَتْهُ لَمَّا رَأَتْ شَيْباً بِمَفْرِقِهِ
وَ غَرَّهُ حَلْفُهَا وَ الْعَقْدُ لِلرَّتَمْ

جب اس عورت نے اس کے سر کے سفید بال دیکھے تو اس نے اس سے خیانت کی اور خاوند کو اس کے حلف اٹھانے اور رتم کو گرہ لگانے نے دھوکا دیا

ایک اور کہتا ہے :

لَا تَحْسِبَنَّ رَتَائِماً عَقَدْتَهَا
تُنْبِيكَ عَنْهَا بِالْيَقِينِ الصَّادِقِ

جن رتموں کو تو نے گرہ لگائی ہے ان کے متعلق یہ خیال نہ رکھ کہ وہ تجھے یقینی اور سچی بات بتا دیں گے

ایک اور کہتا ہے :

يُعَلِّلُ عَمْرُو بِالرَّتَائِمِ قَلْبَهُ
وَفِي الْحَيِّ ظَبْيٌ قَدْ أَحَلَّتْ مَحَارِمَهُ

Marfat.com

عمرو اپنے دل کو رتم کے ساتھ بہلاتا ہے حالانکہ قبیلے میں ایک ہرنی ہے جس نے اس کی حرام کردہ اشیا کو جائز سمجھ رکھا ہے

فَمَا نَفَعَتْ تِلْكَ الوَصَايَا وَلَا جَنَتْ
عَلَيْهِ سِوَى مَالَا يُحِبُّ رَتَائِمُهْ

ان نصیحتوں نے کوئی فائدہ نہ دیا اور وہ بھی صرف ان افعال کی مرتکب ہوئی جنھیں اس کے خاوند کے رتم پسند نہ کرتے تھے

ایک اور کہتا ہے :

مَا الَّذِي تَنْفَعُكَ الرَّتَائِمُ
إِذْ أَصْبَحَتْ وَعِشْقُهَا مُلَازِمٌ

تجھے یہ رتم کیا فائدہ دے سکتے ہیں جبکہ اس کی حالت یہ ہوگئی ہے کہ اس کا عشق اسے چھوڑتا ہی نہیں

وَهْيَ عَلَى لَذَّاتِهَا تُدَاوِمُ
يَزُورُهَا طَبُّ الفُؤَادِ عَارِمٌ[1]

اور یہ بدستور اپنی لذات پر ڈٹی ہوئی ہے اور اس کے پاس دل کے علم میں مہارت رکھنے والا اور بد خلق انسان آتا جاتا ہے

بِكُلِّ أَدْوَاءِ النِّسَاءِ عَالِمٌ

اور وہ عورت کی تمام بیماریوں کو جانتا ہے

عربوں کی ایک ضرب المثل ہے :

---

۱ - بلوغ الارب اور شرح ابن ابی الحدید دونوں میں عازم [زاء معجمہ کے ساتھ] درج ہے مگر میرے نزدیک یہ لفظ عارم [راء مہملہ کے ساتھ] ہے عَرَمَ و عَرِمَ : اشتد" و خرج عن الحد" : مَرِحَ وکان شَرِساً فھو عارم

Marfat.com

۱ اَمشحَلُ مِنْ تَعقّادِ الرَّتَم

(رتم کے باندھنے سے بھی زیادہ باطل)

میدانی کہتا ہے : عربوں کی یہ عادت تھی کہ جب ان کا کوئی آدمی سفر کا ارادہ کرتا تو وہ ایک دھاگا درخت کے ساتھ باندھ دیتا اور یہ عقیدہ رکھتا کہ اگر اس کی عورت نے کوئی ایسا ویسا فعل کیا تو یہ دھاگا کھل جائے گا ۔ عرب اس کا نام رتم اور رتمہ رکھتے ۔

عرب بخار کے لیے بھی رتم کو باندھ دیا کرتے اس سے ان کا مقصد یہ ہوتا تھا کہ جو شخص اسے کھولے گا بخار اس کی طرف منتقل ہو جائے گا ۔ شاعر کہتا ہے :

حَلَلْتُ رَتِيمَةً فَمَكَثْتُ شَهْراً
أُكَابِدُ كُلَّ مَكْرُوهِ الدَّوَاءِ

میں نے رتمہ کو کھول دیا تو ایک ماہ تک ہر قسم کی بری دواء کی تکلیف جھیلتا رہا

اور ان کے مذاہب میں سے ایک بات یہ بھی ہے جس کی حکایت ابن السکیت نے کی ہے وہ کہتا ہے کہ مِقلاۃ ۔ اور مقلاۃ اس عورت کو کہتے ہیں جس کی اولاد زندہ نہ رہتی ہو ۔ جب کسی شریف مقتول کو روندے تو اس کی اولاد زندہ رہتی ہے ۔ بشر بن ابی خازم کہتا ہے :

تَظَلُّ مَقَالِيتُ النِّسَاءِ تَطَأْنَهُ
يَقُلْنَ أَلَا يُلْقَى عَلَى المَرْءِ مِئْزَرُ

وہ عورتیں جن کے بچے زندہ نہ رہتے تھے دن بھر اس کو روندتی رہیں اور کہتی تھیں کہ اس مرد پر تہمد کیوں نہیں ڈال دیا جاتا

ابو عبیدہ کہتا ہے کہ مقلاۃ عورت سات بار شریف مقتول کے اوپر

---

۱ - بلوغ الارب میں اَمشحَلُ تعقادِ الرتم ہے ۔ اسے اَمشحَلُ مِنْ تَعقّادِ الرَّتَم پڑھیں ۔

Marfat.com

سے گزر جاتی اور یہی اس کا روندنا سمجھا جاتا تھا ۔ ابن الاعرابی کہتا [۲ : ۳۱۸] ہے : کہ اس کے پاس سے گزر جاتے اور اس کے گردا گرد کی زمین کو روندتے تھے ۔ بعض کہتے ہیں : ایسا صرف اس شریف کے ساتھ کیا جاتا جسے دھوکے سے یا قصاص[1] میں قتل کیا جاتا ۔ کمیت کہتا ہے :

وَ تُطِيلُ المُرِزّاتُ المَقَالِيتُ
إِلَيْهِ القُعُودَ بَعْدَ القِيَامِ

اور وہ مصیبت زدہ عورتیں جن کی اولاد زندہ نہیں رہتی قیام کرنے کے بعد دیر تک اس کے پاس بیٹھی رہتی ہیں

ایک اور کہتا ہے :

تَرَكْنَ الشَّعْثَمَيْنِ بِرَمْلِ خَبْتٍ
تَزُورُهُمَا مَقَالِيتُ النِّسَاءِ

انھوں نے شعثمان (شعثم بن معاویہ اور شعیث بن معاویہ) کو پست زمین کی ریت میں چھوڑا جبکہ وہ عورتیں جن کے بچے زندہ نہیں رہتے ان کی زیارت کے لیے آتی تھیں

ایک اور کہتا ہے :

بِنَفْسِي الذى تَمْشِي المَقَالِيتُ حَوْلَهُ
يَطَأْنَ لَهُ كَشْحاً هَضِيماً مُهَشَّمَا

میری جان اس شخص پر قربان ہو جس کے گرد وہ عورتیں چلتی ہیں جن کے بچے زندہ نہیں رہتے اور وہ اس کی باریک اور ٹوٹی ہوئی کمر کو روندتی ہیں

ایک اور کہتا ہے :

تَبَاشَرَتِ المَقَالِيتُ حِينَ قَالُوا
ثَوَى عَمْرُو بْنُ مُرَّةَ بِالحَفِيرِ

---

۱ ۔ بلوغ الارب میں اَوْ وَقُودا ہے اسے اَوْ قَوَداً پڑھیں جیسا کہ شرح ابن ابی الحدید میں ہے ۔

Marfat.com

جب لوگوں نے کہا کہ عمرو بن مرہ حفیر کے مقام پر پڑا ہے تو ان
عورتوں نے ایک دوسرے کو خوشخبری دی جن کے بچے زندہ نہیں
رہتے

عربوں کے توہمات اور خرافات میں سے ایک بات یہ ہے کہ جب کسی بچے کا دانت گر جاتا تو وہ اسے انگشت شہادت اور انگوٹھے سے پکڑ کر اور سورج کے طلوع ہونے کے وقت سورج کی طرف منہ کرکے اسے پھینک دیتا اور کہتا : اے سورج اس کے عوض مجھے اس سے بہتر دانت دے اور ان دانتوں کی چمک[1] میں تمھاری چمک[2] کارگر ہو ۔ طرفہ بن العبد البکری کہتا ہے :

سَقَتْهُ[3] إِيَاةُ الشَّمْسِ إِلاَّ لِثَاتِهِ
أُسِفَّ وَلَمْ تَكْدِمْ عَلَيْهِ بِأَثْمَدِ

سورج کی شعاع نے اسے سیراب کیا ہے سوا اس کے مسوڑوں کے جن
پر سرمہ چھڑکا گیا ہے اور پھر اس نے کوئی چیز نہیں چبائی

محبوبہ کے دانتوں کی تعریف کر رہا ہے ۔ چنانچہ کہتا ہے : سورج کی شعاع نے اسے پانی دیا ہے مراد یہ ہے کہ گویا سورج نے اپنی شعاع

---

۱ ۔ ظَلْمٌ ۔ ظاء پر فتحہ ۔ بَرِيقُ الأَسْنَانِ
۲ ۔ بلوغ الارب میں آیاتک ہے اسے إِيَاتُكِ پڑھیں ۔
۳ ۔ ابن ابی الحدید نے صرف سقة اياة الشمس ہے ۔ آلوسی نے شعر کو مکمل کر دیا ہے اور پھر شروح سے اس کی تشریح بھی لکھ دی ہے ۔ آلوسی اسی طرح کہیں کہیں ایک آدھ لفظ اپنی طرف سے گھسیڑ دیتا ہے جس سے مفہوم میں خلل پڑ جاتا ہے ۔ چنانچہ اس شعر کی شرح نقل کرنے کے بعد پھر ابن ابی الحدید کی عبارت کو نقل کرنے لگ جاتا اور لکھتا ہے والی هذا الخیال آشار شاعرهم جس سے یہ دھوکا ہوتا کہ شاید وہ مسوڑوں پر سرمہ دھوڑنے کی طرف اشارہ کر رہا ہے حالانکہ یہ الفاظ ابن ابی الحدید نے بچے کے دانت ٹوٹنے اور سورج کی طرف منہ کرکے مذکورہ بالا الفاظ کہنے کی طرف اشارہ کیا ہے ۔

Marfat.com

اسے عاریتاً دے دی ہے اس کے بعد کہتا ہے کہ سوا اس کے مسوڑوں کے کیونکہ مسوڑوں کی چمک کو پسند نہیں کیا جاتا ۔ اس کے بعد کہتا ہے کہ ان مسوڑوں پر سرمہ چھڑک دیا گیا ہے اور پھر اس نے اپنے دانتوں سے کوئی ایسی چیز نہیں چبائی جو ان پر اپنا اثر کرے ۔ عربوں کی عورتیں ہونٹوں اور مسوڑوں پر سرمہ چھڑکا کرتی تھیں ، اس سے دانتوں کی چمک اور بڑھ جاتی تھی ۔

اسی خیال کی طرف ان کے شاعر نے اشارہ کیا ہے :

شَادِنٌ يَجْلُو إِذَا مَا ابْتَسَمَتْ
عَنْ أُقَاحٍ كَأَقَاحِ الرَّمْلِ غُرٍّ

جب محبوبہ مسکراتی ہے تو ایک ہرن معلوم ہوتی ہے جو گل بابونہ دکھائی دیتا ہے بعینہٖ اس سفید گل بابونہ کی طرح جو ریت پر اُگا ہو

بَدَّلَتْهُ الشَّمْسُ مِنْ مَنْبِتِهِ
بَرَدًا أَبْيَضَ مَصْقُولَ الأُثُرْ

سورج نے اسے اگنے کی جگہ ہی سے اسے بدل کر ایسے سفید اولوں (جیسے دانت) دے دیے ہیں جن کی چمک کو اور چمکایا گیا ہے

[۲ : ۳۱۹] ایک اور کہتا ہے :

وَأَشْنَبُ وَاضِحٌ عَذْبُ الثَّنَايَا
كَأَنَّ رُضَابَهُ صَافِي الْمُدَامِ

ایک چمکدار اور میٹھے دانتوں والا محبوب ہے جس کا حسب و نسب پاک ہے اس کے منہ کا لعاب صاف شراب کی طرح معلوم دیتا ہے

كَسَتْهُ الشَّمْسُ لَوْنًا مِنْ سَنَاهَا
فَلَاحَ كَأَنَّهُ بَرْقُ الْغَمَامِ

سورج نے اپنی چمک کا رنگ اس پر چڑھا دیا ہے لہٰذا یہ بادلوں کی بجلی کی طرح چمک رہا ہے

Marfat.com

ایک اور کہتا ہے :

بِذِی أَشَرٍ[1] عَذْبِ المَذَاقِ تَفَرَّدَتْ
بِهِ الشَّمْسُ حَتَّی عَادَ أَبْيَضَ نَاصِعًا

ایک تیز دانتوں والے میٹھے ذائقے والے دانتوں کے ساتھ جس کی تنہا سورج نے پرورش کی ہے تاآنکہ یہ خالص سفید ہو گیا

اور لوگ آج کل بھی اپنے بچوں کے بارے میں یہی طریقہ اختیار کرتے ہیں

عربوں کا یہ عقیدہ تھا کہ سردار کا خون دیوانے کتے کے کاٹنے کا علاج ہے شاعر کہتا ہے :

بُنَاةُ مَكَارِمٍ وَ أُسَاةُ جَرْحٍ
دِمَاؤُهُمُ مِنَ الْكَلَبِ الشِّفَاءُ

یہ بزرگیوں کی بنا رکھنے والے اور زخموں کا علاج کرنے والے ہیں ان کے خون دیوانگی سے شفا دیتے ہیں

اور عبداللہ بن الزبیر الاسدی کہتا ہے :

مِنْ خَيْرِ بَيْتٍ عَلِمْنَاهُ وَ أَكْرَمِهِ
كَانَتْ دِمَاؤُهُمُ تَشْفِی مِنَ الكَلَبِ

وہ بہترین اور شریف ترین گھرانے میں سے ہیں جن کو ہم جانتے ہیں ان کے خون دیوانہ کتے کے کاٹے کی شفا ہیں

اور کمیت کہتا ہے :

أَحْلَامُكُمْ لِسَقَامِ الجَهْلِ شَافِيَةٌ
كَمَا دِمَاؤُكُمُ تَشْفِی مِنَ الكَلَبِ

---

۱ - بلوغ الارب اور شرح ابن ابی الحدید دونوں میں بذی اشرب ہے اور یہ آلوسی کی اندھا دھند نقل کرنے کی بین مثال ہے - لسان الارب میں ہے: أُشُرالأَسنان و أُشَرُها: التحزيز الذی فيها يكون خلقة و مستعملاً

Marfat.com

تمہاری عقلیں جہالت کی بیماری کو شفا دیتی ہیں جس طرح کہ
تمہارے خون دیوانے کتے کے کاٹنے سے جو دیوانہ پن ہو جاتا ہے
اس سے شفا دیتے ہیں :

عربوں کے توہمات میں سے ایک یہ بھی ہے کہ جب انھیں ڈر ہوتا کہ فلاں شخص کو جنون کا مرض لاحق ہو جائے گا یا ارواح خبیثہ اسے تکلیف پہنچائیں گی تو وہ اس کے گلے میں گندگی ڈال دیتے مثلاً حیض کے چیتھڑے اور مردوں کی ہڈیاں ۔ وہ اسے تعویذ سمجھتے تھے ۔ وہ کہتے ہیں کہ اس سے بھی زیادہ نفع رساں یہ چیز تھی کہ حائضہ عورت اس کے گلے میں مردوں کی ہڈیاں ڈال دیتی اور پھر دن بھر انھیں نہ دیکھتی اس پر انھوں نے مُمَزَّق عبدی کا یہ شعر پیش کیا ہے :

فلَوْ اَنَّ عِندِی جَارَتَیْنِ وَرَاقِیاً
وَ عَلَّقَ اَنْجَاساً عَلَیَّ المُعَلِّقُ[1]

اگر میرے پاس دو پڑوسنیں اور ایک دم کرنے والا ہوتا اور لٹکانے
والا نجس چیزیں مجھ پر لٹکا دیتا

عرب کہتے ہیں یہ تنجیس عشق کے سوا تمام بیماریوں کے لیے شفا ہے ۔ ایک اعرابی کہتا ہے :

یَقُولُونَ عَلِّقْ یَالَکَ الخَیرُ رُمَّةً
وَ ھَلْ یَنْفَعُ التَّنْجِیسُ[2] مَنْ کَانَ عَاشِقا

---

۱ ۔ بلوغ الارب اور شرح ابن ابی الحدید میں یہ شعر اسی طرح نقل کیا ہے مگر لسان العرب ن ج س میں و عَلَّقَ انجاساً عَلَیَّ المُنَجِّسُ درج ہے اور شرح قاموس میں مکمل شعر یوں ہے :

وَ کَانَ لَدَیَّ کَاھِنَانِ وَ حَارِسٌ
و عَلَّقَ اَنجَاساً عَلَیَّ المُنَجِّسُ

المُنَجِّس : المُعَوِّذُ ۔

۲ ۔ قاموس اور لسان میں ہے : التنجیس اسم شئی کانت العرب تفعله وھو تعلق من القذر اوعظام الموتی اوخرق الحائض ۔

Marfat.com

لوگ کہتے ہیں خدا تجھے آرام دے ایک بوسیدہ رسی گلے میں لٹکا لے ۔ کیا عاشق کو تنجیس فائدہ دے سکتی ہے ؟

ایک عورت نے نجاست کا تعویذ اپنے بچے کے گلے میں ڈالا مگر کچھ فائدہ نہ ہؤا اور وہ مر گیا تو اس عورت نے کہا :

نَجَّسْتُهُ لَا يَنْفَعُ التَّنْجِيسُ
وَ الْمَوْتُ لَا تَفُوتُهُ النُّفُوسُ

میں نے اس کے گلے میں گندگی ڈالی مگر تنجیس کوئی فائدہ نہیں دے سکتی انسانی نفس موت سے چھٹکارا نہیں پا سکتے

[۲ : ۳۲۰] اور ابو مہدیہ موت کے ڈر سے اپنی گردن میں ہڈیاں اور صوف لٹکا لیا کرتا تھا ۔ اس ضمن میں یہ شعر پیش کیا جاتا ہے

أَتَوْنِي بِأَنْجَاسٍ لَهُمْ وَ مُنَجِّسٍ
فَقُلْتُ لَهُمْ مَا قَدَّرَ اللهُ كَائِنٌ

وہ گندی چیزیں اور تعویذ کرنے والے کو لے کر میرے پاس آئے تو میں نے کہا : جو کچھ اللہ نے تقدیر میں لکھا ہے وہ ہو کر رہے گا

ان کے مذاہب میں سے ایک بات یہ تھی کہ جب کسی شخص کا پاؤں سن ہو جاتا تو وہ اپنے کسی محبوب کو یاد کرتا یا پکارتا اور اس طرح پاؤں ٹھیک ہو جاتا ۔ روایت ہے کہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا پاؤں سن ہو گیا تو کسی نے کہا : جس شخص سے تجھے سب سے زیادہ محبت ہے اسے پکار تو انھوں نے یا رسول اللہ کہہ کر پکارا ۔
اور شاعر کہتا ہے :

عَلَى أَنَّ رِجْلِي لَا يَزَالُ امذِلَالُهَا
مُقِيمًا بِهَا حَتَّى أُجِيلَكِ فِي فِكْرِي

میرے پاؤں کا ڈھیلا اور سست ہو جانا بدستور جاری رہتا ہے تاآنکہ میں تجھے اپنے میدان خیال میں گرداں کرتا ہوں

Marfat.com

اِمذِلال کے معنی ڈھیلا اور سست ہونے کے ہیں ۔ کُثَیِّر کہتا ہے :

إِذَا مَذِلَتْ رِجْلِي ذَكَرْتُكِ أَشْتَفِي
بِدَعْوَاكِ مِنْ مَذْلٍ بِهَا فَيَهُونُ

جب میرا پاؤں سُن ہو جاتا ہے تو تجھے یاد کرتا ہوں چنانچہ وہ ٹھیک ہو جاتا ہے محض اس لیے کہ میں نے پاؤں کے سست ہونے کی وجہ سے تجھے پکارا اور وہ نرم ہو گیا

جمیل کہتا ہے :

وَأَنْتِ لِعَيْنِي قُرَّةٌ حِينَ نَلْتَقِي
وَذِكْرُكِ يَشْفِينِي إِذَا خَدِرَتْ رِجْلِي

جب ہم ملتے ہیں تو تو میری آنکھ کی ٹھنڈک ہوتی ہے اور جب میرا پاؤں سن ہو جاتا ہے تو تمھیں یاد کرنے سے مجھے شفا ہو جاتی ہے

ایک عورت کہتی ہے :

إِذَا خَدِرَتْ رِجْلِي دَعَوْتُ ابْنَ مُصْعَبٍ
فَإِنْ قُلْتُ : عَبْدَ اللهِ ! أَجْلَى فُتُورَهَا

جب میرا پاؤں بے حس ہو جاتا ہے تو میں مصعب کو پکارتی ہوں اگر میں عبداللہ کہوں تو اس کی سستی زائل ہو جاتی ہے

ایک اور کہتا ہے :

صَبٌّ مُحِبٌّ إِذَا مَا رِجْلُهُ خَدِرَتْ
نَادَى كُبَيْشَةَ حَتَّى يَذْهَبَ الْخَدَرُ

عاشق محب کا جب پاؤں بے حس ہو جاتا ہے تو وہ کبیشہ کو

---

۱ - یہ تشریح شرح ابن ابی الحدید میں نہیں ہے آلوسی نے اپنی طرف سے اضافہ کیا ہے محاورے میں کہتے ہیں اِمْذَلَّتْ رِجلہ : خَدِرَتْ ۔

Marfat.com

پکارتا ہے اور خَدَر رفع ہو جاتا ہے

[۳۲۱ : ۲] اور موصلی کہتا ہے :

وَاللهِ ما خَدِرَتْ رِجْلِي وَمَا عَثَرَتْ
إلاَّ ذَكَرْتُكِ حَتَّى يَذْهَبَ الخَدَرُ

خدا کی قسم جب کبھی بھی میرا پاؤں بے حس ہو جاتا ہے یا پھسل جاتا ہے تو میں تمھیں یاد کرتا ہوں لہٰذا خَدَر جاتا رہتا ہے

اور ولید بن یزید کہتا ہے :

أَثِيبِي هَائِماً كَلِفاً مُعَنًّى
إذَا خَدِرَتْ لَهُ رِجْلٌ دَعَاكِ

(اے محبوبہ) تم اپنے عاشق ، مشتاق اور تکالیف زدہ کو جزا دو جب اس کا پاؤں بے حس ہو جاتا ہے تو وہ تمھیں پکارتا ہے

اور ان کے طریقوں میں سے ایک طریقہ یہ ہے اور وہ مذکورہ وہم ہی کا سا ہے کہ جب کسی شخص کی آنکھ پھڑکتی تو کہتا : أَرَى مَنْ أُحِبُّهُ (میں کسی محبوب شخص کو دیکھوں گا) اگر وہ غائب ہوتا تو اس کے آنے کی توقع ہو جاتی اور اگر دور ہوتا تو اس کے قریب آنے کی توقع ہوتی ۔

بشر کہتا ہے :

إذَا اخْتَلَجَتْ عَيْنِي أَقُولُ لَعَلَّهَا
فَتَاةُ بَنِي عَمْرٍو بِهَا العَيْنُ تَلْمَعُ[1]

جب میری آنکھ پھڑکتی ہے تو میں کہتا ہوں شاید یہ بنی عمرو کی نوجوان لڑکی ہے جس کی وجہ سے میری آنکھ پھڑک رہی ہے

---

۱ - تَلْمَعُ : تَخْفِقُ ۔ میمن (شرح ذیل الامالی : ۹۷) نے تُلْمِعُ لکھا ہے ۔

بشر سے مراد بشر بن ابی خازم ہے ۔

ایک اور کہتا ہے :

إِذَا اخْتَلَجَتْ عَيْنِي تَيَقَّنْتُ أَنَّنِي
أَرَاكِ وَإِنْ كَانَ الْمَزَارُ بَعِيدَا

جب میری آنکھ پھڑکتی ہے تو مجھے یقین ہو جاتا ہے کہ میں تجھے دیکھوں گا خواہ ملاقات ابھی کتنی ہی دور کیوں نہ ہو

ایک اور کہتا ہے :

إِذَا اخْتَلَجَتْ عَيْنِي أَقُولُ : لَعَلَّهَا
لِرُؤْيَتِهَا تَهْتَاجُ عَيْنِي وَتَطْرِفُ

جب میری آنکھ پھڑکتی ہے تو میں کہتا ہوں کہ شاید یہ محبوبہ کے دیدار کے لیے جوش میں آتی اور حرکت کرتی ہے

یہ وہم آج بھی لوگوں میں باقی ہے اور بعض لوگوں نے تو اسے ایک عام دستور بنا لیا ہے ۔

اور ان کے طریقوں میں سے ایک طریقہ یہ ہے کہ جب ان میں سے کوئی شخص کسی پر عاشق ہو جائے اور عشق نہ چھوڑے اور عشق اس کی برداشت سے باہر ہو جائے تو ایک شخص اسے اپنی پیٹھ پر اسی طرح اٹھا لیتا جس طرح بچوں کو اٹھایا جاتا ہے ، پھر ایک اور شخص اٹھ کر لوہا تپاتا یا سلائی گرم کرتا اور اس سے عاشق کے دونوں چوتڑوں کے درمیان داغ دیتا تو اس طرح ان کے خیال کے مطابق اس کا عشق جاتا رہتا ۔

ایک بدوی کہتا ہے :

كَوَيْتُمْ بَيْنَ رَانِفَتَيَّ جَهْلاً
وَنَارُ الْقَلْبِ يَضْرِمُهَا الْغَرَامُ

تم نے جہالت سے میرے دونوں چوتڑوں کے درمیان داغ دیا حالانکہ دل کی آگ کو عشق بھڑکا رہا تھا

ایک اور کہتا ہے :

شَکَوْتُ اِلیٰ رَفِیْقَیَّ اشْتِیَاقِیْ
فَجَاءَانِیْ وَ قَدْ جَمَعَا دَوَاءَا

میں نے اپنے دونوں دوستوں سے اپنے اشتیاق کا ذکر کیا وہ دونوں دوائیں اکٹھی کر کے لائے

وَ جَاءَا بِالطَّبِیْبِ لِیَکْوِیَانِیْ
وَلَا اَبْغِیْ - عَدِمْتُهُمَا - اکْتِوَاءَا [۲ : ۳۲۲]

اور طبیب کو لے کر مجھے داغ دینے کے لیے آئے ، خدا کرے یہ مر جائیں ، میں تو یہ نہیں چاہتا کہ مجھے داغ دیا جائے

وَ لَوْ اَتَیَا بِسَلْمیٰ حِیْنَ جَاءَا
لَعَاضَانِیْ مِنَ السَّقَمِ الشِّفَاءَا

اگر اس وقت جب وہ آئے تھے سلمیٰ کو لے آتے تو وہ بیماری کے بجائے مجھے شفا عطا کر دیتے

خالع[1] نے اسی خیال کے لیے کُثَیِّر کے اس شعر کو بطور شاہد پیش کیا ہے :

أغَاضِرُ لَوْشَهِدْتِ غَدَاةَ بِنْتُمْ
حُنُوَّ العَائِدَاتِ[2] عَلَیَّ وِسَادِیْ

اے غاضر جس دن تم مجھ سے جدا ہو کر چلی گئی تھی اگر تو عبادت کرنے والوں کو میرے تکیے پر جھکے ہوئے دیکھ پاتی

---

۱ - خالع سے مراد ابو عبد اللہ الحسین بن محمد بن جعفر الخالع سے ہے جنھوں نے آراء العرب وادیانہا پر ایک کتاب لکھی ہے -

۲ - بلوغ الارب اور شرح ابن ابی الحدید دونوں میں عائذات [ذال معجمہ کے ساتھ] ہے مگر میں نے عائدات [دال مہملہ کے ساتھ] پڑھ کر ترجمہ کیا ہے -

Marfat.com

أَوَيْتَ [۱] لِعَاشِقٍ لَمْ تَرْحَمِيهِ
بِوَاقِدَةٍ تَلَذَّعُ [۲] بِالزِّنَادِ

تو تُو اس عاشق پر ضرور رحم کھاتی جس پر تو نے شعلہ زن آگ سے رحم نہیں کھایا جسے چقماق کے ساتھ روشن کیا گیا تھا ۔

مگر ان اشعار میں صراحتاً مذکورہ بالا خیال کا ذکر نہیں پایا جاتا ۔ ہو سکتا ہے کہ اس کی مراد وہی مشہور معنی ہوں جو شعرا کے یہاں عام مستعمل ہیں یعنی سوزش عشق اور اس کی تکلیف کا ذکر کرنا اور اسے آگ سے تشبیہ دینا ۔ مگر اس نے اپنی کتاب میں ایک واقعہ بیان کیا ہے جس سے اس مقصد کی جو اس کے پیش نظر ہے اور جس کا دعویٰ کیا ہے ، تائید ہوتی ہے ۔ یہ روایت محمد بن سلیمان بن فلیح اپنے باپ سے اور باپ اس کے دادے سے روایت کرتا ہے اور کہتا ہے : میں عبداللہ بن جعفر کے پاس تھا کہ کُثَیِّر آیا اور اس میں بیماری کے آثار نمایاں تھے ۔ عبد اللہ نے دریافت کیا : یہ کیا ہے ؟ کُثَیِّر نے جواب دیا : یہ کچھ ام الحویرث نے میرے ساتھ کیا ہے ۔ اس کے بعد اس نے کپڑا اٹھایا اور دیکھا تو اس پر داغ کا نشان تھا ۔ اور یہ شعر پڑھا :

عَفَا اللهُ عَنْ أُمِّ الحُوَيْرِثِ ذَنْبَهَا
عَلَامَ تُعَنِّيْنِي وَ تَكْمِي دَوَائِيَا

خدا ام الحویرث کا گناہ معاف کر دے وہ مجھے کیوں دکھ دے رہی ہے اور میری دوا کو چھپائے رکھ رہی ہے

وَ لَوْ آذَنُونِي قَبْلَ أَنْ يَرْقِمُوا بِهَا
لَقُلْتُ لَهُمْ : أُمُّ الحُوَيْرِثِ دَائِيَا

اگر اس کو داغ لگانے سے پہلے مجھے بتا دیا جاتا تو میں انہیں ضرور آگاہ کر دیتا کہ میری بیماری تو ام الحویرث ہے

---

۱ ۔ أَوَى له : رق له ورحمه ۔
۲ ۔ تَلَذَّعَتِ النارُ : تَضَرَّمَتْ ۔

Marfat.com

عربوں کے اوہام اور تخیلات میں سے ایک یہ بھی ہے کہ وہ خیال کیا کرتے تھے کہ جب کوئی شخص کسی عورت پر عاشق ہو جائے اور عورت بھی اس سے محبت کرتی ہو اور پھر مرد عورت کا برقع پھاڑ ڈالے اور عورت مرد کی چادر پھاڑ ڈالے تو ان کی محبت نیک ہوتی ہے اور اگر ایسا نہ کریں گے تو ان کی محبت بری ہو گی۔

سُحَیْم عبدبنی حسحاس کہتا ہے :

وَكَمْ قَدْ شَقَقْنَا مِنْ رِدَاءٍ مُحَبَّرٍ
وَمِنْ بُرْقُعٍ عَنْ طَفْلَةٍ غَيْرِ عَانِسِ[1]

ہم نے کئی منقش چادریں اور کئی برقعے جنھیں نازک اندام اور جوان لڑکیوں نے پہن رکھا تھا پھاڑ ڈالے

إِذَا شُقَّ بُرْدٌ شُقَّ بِالبُرْدِ بُرْقُعٌ
دَوَالَيْكَ[2] حَتّٰى كُلُّنَا غَيْرُ لَابِسِ

جب کوئی چادر پھاڑی جاتی تو چادر کے بدلے ایک برقع بھی پھاڑا جاتا اور یہ فعل ہم نے کئی بار کیا گویا ہم دونوں نے برقع اور چادر پہنی ہی نہ ہوتی تھی

نَرُومُ بِهٰذَا الفِعْلِ بُقْيًا عَلَى الْهَوٰى
والفُ الهَوٰى يُغْرٰى بِهٰذِى الوَسَاوِسِ

ہم اس فعل سے اپنے عشق کو برقرار رکھنا چاہتے ہیں اور عاشق اس قسم کے وساوس کو بہت پسند کرتا ہے۔

---

۱ - شرح ابن ابی الحدید میں عابس چھپا ہے۔

۲ - دَوَالَيكَ : اى مُدَاوَلةٍ - والمعنى داوِلْ يا فُلَانُ مُدَاوَلةً اوتَدَاوَلِ الأمرَتداولاً بعد تداول و يرادبه التوكيد و يقال فعلنا ذالك دواليك اى فعلنا كَرّاتٍ بعضها بعد أخرى ۔

ایک اور کہتا ہے :

شَقَقْتِ رِدَائِي يَوْمَ بُرْقَةِ عَالِجٍ
وَأَمْكَنْتِنِي مِنْ شَقِّ بُرْقُعِكِ السَّحْقَا

تو نے برقۂ عالج کے دن میری چادر پھاڑ دی اور اپنا پرانا برقعہ پھاڑنے کی مجھے اجازت دے دی

فَمَا بَالُ هٰذَا الْوُدِّ يُفْسِدُ بَيْنَنَا
وَيَمْحَقُ حَبْلَ الْوَصْلِ مَا بَيْنَنَا مَحْقَا

پھر کیا بات ہے کہ یہ محبت ہمارے درمیان فساد ڈالتی ہے اور ہمارے وصل کے رشتے کو مٹا رہی ہے

ان طریقوں میں سے ایک طریقہ یہ بھی تھا کہ ان کا خیال تھا کہ درندوں کا گوشت کھانے سے شجاعت اور قوت بڑھتی ہے ، یہ ایک طبی خیال ہے ، اطبا کا یہی عقیدہ ہے ، ایک شاعر کہتا ہے :

أَبَا الْمَعَارِكِ لَا تَتْعَبْ بِأَكْلِكَ مَا
تَظُنُّ أَنَّكَ تُلْفَى[٢] مِنْهُ كَرَّارَا

اے ابوالمعارک ان جانوروں کا گوشت کھا کھا کر تم اپنے آپ کو کیوں تھکا رہے ہو جن کے متعلق تمھارا خیال ہے کہ ان کا گوشت کھانے سے تو بڑا کرّار سمجھا جائے گا

فَلَوْ أَكَلْتَ سِبَاعَ الْأَرْضِ قَاطِبَةً
مَا كُنْتَ إِلَّا جَبَانَ الْقَلْبِ خَوَّارَا

اگر تو دنیا بھر کے درندے بھی کھا جائے جب بھی تو بزدل اور کمزور ہی رہے گا

---

١ - اس شعر میں نحوی استشہاد ہے ۔

٢ - بلوغ الارب اور شرح ابن ابی الحدید دونوں میں تلقی ۔ قاف مثناۃ کے ساتھ ہے مگر میرے نزدیک یہ لفظ تُلفی ۔ فاء موحدہ کے ساتھ ہے اور میں نے اسی طرح ترجمہ کیا ہے ۔

Marfat.com

ایک بدوی نے شیر کا دل بہادر بننے کے لیے کھایا پھر جب اس پر چیتے نے حملہ کر دیا تو اس نے کہا :

أَكَلْتُ مِنَ اللَّيْثِ الْهَصُوْرِ فُؤَادَهُ
لِأُصْبِحَ أَجْرَأَ مِنْهُ قَلْباً وَ أَقْدَمَا

میں نے ٹکڑے ٹکڑے کر دینے والے شیر کا دل کھایا تاکہ میں اس سے زیادہ دلیر دل والا اور زیادہ آگے بڑھنے والا ہو جاؤں

فَأَدْرَكَ مِنِّيْ ثَارَهُ بِابْنِ أُخْتِهِ
فَيَالَكَ ثَأْراً مَا أَشَدَّ وَ أَعْظَمَا

تو اس نے اپنے بھانجے کے ذریعے اپنا بدلہ مجھ سے لے لیا تعجب ہے کہ یہ کس قدر سخت اور بڑا بدلہ ہے

ایک اور کہتا ہے :

إِذَا لَمْ يَكُنْ قَلْبُ الْفَتَىٰ غَدْوَةَ الْوَغَىٰ
أَصَمَّ فَقَلْبُ اللَّيْثِ لَيْسَ بِنَافِعٍ

جب جنگ کے دن انسان کا دل ٹھوس نہ ہو تو شیر (کے دل کا کھانا) کچھ مفید نہیں ہو سکتا

وَ مَا نَفْعُ قَلْبِ اللَّيْثِ فِي حَوْمَةِ الْوَغَىٰ
إِذَا كَانَ سَيْفُ الْمَرْءِ لَيْسَ بِقَاطِعٍ

گھمسان کی جنگ میں شیر کا دل بھلا کیا فائدہ دے سکتا ہے جبکہ انسان کی تلوار ہی کاٹنے والی نہ ہو

ان کے مذاہب میں سے ایک مذہب یہ بھی ہے کہ جس شخص کے گھوڑے کے کندھے پر ایک حلقہ بنا ہوا ہو — اور یہ حلقہ قبیح سمجھا جاتا ہے — اور وہ شخص اس گھوڑے پر سوار ہو کر نکلے اور پھر گھوڑے کو پسینہ آ جائے تو اس شخص کی بیوی کی شہوانی خواہش جوش میں آ جاتی ہے ۔

Marfat.com

ایک عرب اپنے ساتھی کو تنبیہ[1] کرتا ہؤا کہتا ہے

إِذَا عَرِقَ الْمَهْقُوعُ بِالْمَرْءِ أَنْعَظَتْ
حَلِيلَتُهُ، وَازْدَادَ حَرًّا عِجَانُهَا[2]

جب اس گھوڑے کو جس کے کندھے پر حلقہ ہوتا ہے پسینہ آ جائے اور اس پر آدمی سوار ہو تو اس شخص کی بیوی کی شہوانی خواہش جوش میں آ جاتی ہے اور اس کی بھٹی گرم ہو جاتی ہے

اس پر اس کے ساتھی نے اس[3] کے خیال کی تردید کرتے ہوئے کہا :

وَقَدْ يَرْكَبُ الْمَهْقُوعَ مَنْ لَيْسَ مِثْلَهُ،
وَقَدْ يَرْكَبُ الْمَهْقُوعَ زَوْجُ حَصَانٍ

کبھی مھقوع[4] گھوڑے پر وہ شخص سوار ہوتا ہے جو ویسا نہیں ہوتا اور کبھی پاکدامن عورت کا خاوند مھقوع گھوڑے پر سوار ہوتا ہے

ان کے مذاہب میں سے ایک یہ بات بھی تھی کہ جس مسافر کے متعلق وہ یہ چاہتے کہ دوبارہ نہ آئے اس کے پیچھے آگ جلا دیتے اور پھر یہ دعا کرتے : أَبْعَدَهُ اللهُ وَأَسْحَقَهُ، وَأَوْقَدَ نَارًا أَثَرَهُ (خدا اسے تباہ و برباد کرے اور اس کے پیچھے آگ جلائے) -

ایک شاعر کہتا ہے :

---

۱ - " ینبہہ علی ذلک " کے الفاظ شرح ابن ابی الحدید میں نہیں ہیں -
۲ - عجان وہ حصہ جو فرج اور دبر کے درمیان ہے یہاں مراد فرج سے ہے -
۳ - ردّاً علیه فیما اعتقده : یہ الفاظ شرح ابن ابی الحدید میں نہیں ہیں -
۴ - مھقوع وہ گھوڑا جس کے کندھے پر ایک حلقہ سا بنا ہؤا ہو -

Marfat.com

صَحَوْتَ[۱] وَ اَوْقَدتَ لِلجَہْلِ نَاراً
وَرَدَّ عَلَیْکَ الصِّبٰی مَا اسْتَعَارَا

تو نے بچپن کی جہالت کو چھوڑا اور پھر جہالت کی وجہ سے آگ جلائی - بچپن نے جو جہالت تم سے مستعار لی تھی وہ تمھیں واپس دے دی

عرب جب سفر کو روانہ ہوتے تو اپنے اور اس منزل کے درمیان جس کا ارادہ کر کے جا رہے ہوتے آگ جلا دیتے اور جس منزل سے روانہ ہوتے اس کے اور اپنے درمیان آگ نہ جلاتے اور اس سے وہ یہ نیک فال لیتے کہ ہم گھر کو واپس آئیں گے اس[۲] کے علاوہ ان کی بہت سی آگیں اور بھی ہیں جن کا ہم پہلے ذکر کر چکے ہیں -

ان کے مشہور مذاہب میں سے خرگوش کے ٹخنے کا لٹکانا ہے :

ابن الاعرابی کہتا ہے : میں نے زید بن کثوہ سے کہا : کیا تمھارا یہ عقیدہ ہے کہ جس شخص کے گلے میں خرگوش کا ٹخنہ لٹکا دیا جائے اس کے قریب نہ گھر کا جن آتا ہے نہ قبیلے کا ہمزاد ؟ اس نے جواب دیا : ہاں اللہ کی قسم اور نہ ہی حماطہ[۳] (حماطہ[۴] انجیر سے مشابہ ایک درخت ہے - یہ درخت سانپ کو بڑا پیارا ہے) کا شیطان اور نہ عُشیرہ کا پڑوسی اور عُشیرہ عُشرہ کی تصغیر ہے (عشرۃ بھی ایک درخت (آک) ہے) اور نہ ہی غول بیابانی -

امرؤ القیس کہتا ہے :

---

۱ - صحنا الرجل : ترك جھل الصبی اوالباطل -

۲ - ولھم نیران کثیرۃ غیرھذہ قد ذکرنا ھاسابقا : یہ الفاظ شرح ابن ابی الحدید میں نہیں ہیں -

۳ - شرح ابن ابی الحدید میں یہ لفظ خماطہ - [خاء معجمہ کے ساتھ چھپا ہے -

۴ - یہ تشریح آلوسی کی طرف سے ہے - شرح ابن ابی الحدید میں نہیں ہے -

Marfat.com

أَيَا[1] هِنْدُ لَا تَنْكِحِي بُوهَةً
عَلَيْهِ عَقِيقَتُهُ أَحْسَبَا

اے ہند کسی کمزور (یا اُلّو) سے شادی نہ کرنا جس نے اپنے سر کے پیدائشی بال بھی دور نہ کیے ہوں اور جس کی کھال سفید اور بالوں کا رنگ بگڑا ہؤا ہو

مُرَسَّعَةٌ بَيْنَ[2] أَرْسَاغِهِ
بِهِ عَسَمٌ يَبْتَغِي أَرْنَبَا

---

۱ - ان اشعار کے لیے ملاحظہ ہو دیوان امرؤ القیس بشرح وزیر ابوبکر عاصم : ۱۴۲ - ۱۴۳ : وزیر ابوبکر عاصم نے یوں شرح کی ہے : البوھة : البومة العظیمة : وقال الخلیل : البوھة : الرجل الضعیف ، والعقیقة الشعرالذی یولد به الطفل ، والأحسب : الذی ابیضّت جلدته و فسدت شعرته ، یقول : لا تتزوجی من الرجال من هو فیهم بمنزلة هذا الطائر فی الطیر و قال القُتَبّی : أراد بقوله عقیقته ای انه لا یطلی ولا یتنظف فأمرها أن لا تتزوج الا من نظف فی ملبسه وهیئته - قال ابو علی : معنی قوله علیه عقیقته أی انه لم یعق عنه فی صغره حتی کبر وشابت عقیقتة یعنی شعره الذی جاء به من بطن امه -

۲ - بے سوچے اور بے سمجھے نقل کرنے کی یہ ایک اور مثال ہے - آلوسی نے یہ مصراع جیسا شرح ابن ابی الحدید میں پایا ہے جوں کا توں نقل کر دیا - چنانچہ دونوں میں یہ مصرع یوں نقل ہے : مُرَضَّعَةٌ بَيْنَ أَرْ نَابِهِ اور یہ تمام کا تمام محرف ہے - مُرَسَّعة کو سین کی کسرہ اور فتحہ دونوں کے ساتھ پڑھا گیا - رَسَّعَ : فسدَ مُوق عَيْنيهِ - اس صورت میں یہ بُوهة کی صفت ہوگا اور اگر فتحہ سے پڑھیں تو یہ رساغ [غ معجمہ کے ساتھ] اور رساغ ایک تسمہ ہوتا ہے جس کی ایک طرف میخ باندھ کر اسے پنڈلی سے باندھ دیا جاتا ہے تاکہ چلنے میں تیز نہ چل سکے اور عَسَم : کہنی کا سوکھ جانا جس کی وجہ سے ہاتھ ٹھہڑے ہو جاتے ہیں - وزیر ابوبکر عاصم نے اس شعر میں مرسعة کے بجائے ایک روایت ملسعة بین ارباعه دی ہے اور ملسعة کے معنی : الذی تلسعه الحیات وهو بین غنمه فلا یبالی دیے ہیں -

اس کی بینائی کمزور اور اس کی ٹانگوں میں تسمہ بندھا ہوا ہے اور
اس کی کلائی سوکھ گئی ہے اور وہ خرگوش کو تلاش کر
رہا ہے

لِيَجْعَلَ فِيْ رِجْلِهِ كَعْبَهَا
حِذَارَ الْمَنِيَّةِ اَنْ يَعْطَبَا

تاکہ وہ اپنی ٹانگ میں اس ڈر سے اس کا ٹخنہ ڈالے کہ کہیں یہ
مر نہ جائے

اور ابو محلم کہتا ہے : اہل عرب بچے کے جسم سے لومڑ کا دانت یا بلی کا دانت لٹکا دیتے تھے تاکہ اسے جن اُٹھا کر نہ لے جائے یا اسے نظر بد نہ لگ جائے اور وہ کہتے ہیں کہ ایک جن عورت نے ایک قبیلے کا بچہ اٹھانا چاہا مگر نہ اُٹھا سکی تو جنوں کی قوم نے اسے ملامت کی لہٰذا اس نے اپنا عذر پیش کرتے ہوئے کہا :

كَانَ عَلَيْهِ نُفَرَهْ
ثَعَالِبٌ وَهِرَرَهْ

اس بچے کے گلے میں " نُفَرہ " تھا لومڑ اور بلیاں تھیں

وَالْحَيْضُ حَيْضُ السَّمُرَهْ

اور " سمرہ " کا خون تھا

اس سے مراد یہ ہے کہ اس کے گلے میں ایسی چیزیں تھیں جنہوں نے مجھے اس سے دور بھگا دیا تاکہ میں اس کو تکلیف نہ دے سکوں۔ سَمُرہ کیکر کی ایک قسم ہے اور " حیض السمرۃ " وہ چیز ہے جو دم الغزال (ایک قسم کی ایک بوٹی) کی طرح کیکر میں سے بہہ کر نکلتی ہے۔

عربوں کے یہاں یہ طریقہ تھا کہ جب کوئی عورت بچہ جنتی تو کیکر کا خون لیتے ، کیکر کا خون وہی گوند ہے جو اس سے بہتی ہے اور اس کے ساتھ زچہ کی دونوں آنکھوں کے درمیان بِندی کا نشان لگا دیتے اور

Marfat.com

بچے کے چہرے پر لکیر کھینچ دیتے - کیکر سے جو گوند بہ کر نکلتی ہے اسے دَوْدَم کہتے ہیں اسے ذال معجمہ کے ساتھ (ذوذم) بھی کہا جاتا ہے - یہ چیزیں جو بچے کے جسم کے ساتھ لٹکائی جاتی ہیں انھیں نُفَرات کہا جاتا ہے -

اصمعی کا بھتیجا عبدالرحمٰن کہتا ہے : ایک عرب نے میرے باپ سے کہا : جب تمھارے یہاں کوئی بچہ پیدا ہو تو اس کا مکروہ[1] سا نام رکھنا - میرے باپ نے پوچھا ''تنشفیر'' کیا ہے ؟ اس نے کہا : اس کا عجیب سا نام رکھ دینا اس کے بعد اس کے یہاں ایک لڑکا پیدا ہؤا تو اس نے اس کا نام قُنفذ (خار پشت) رکھا اور کنیت ابوالعدا[2] رکھی - عبدالرحمٰن کہتا ہے کہ میرے باپ نے یہ شعر پڑھا :

کَالْخَمْرِ مَزْجُ دَوَائِهَا مِنْهَا بِهَا
تَشْفِي الصُّدَاعَ وَتُبْرِءُ الْمَنْجُودَ[3]

شراب کی طرح کہ جس کی دوا کی ملاوٹ اسی سے ہوتی تو یہ سر درد کو شفا دیتی ہے اور مغموم کا غم دور کرتی ہے

وہ کہتا ہے : اس کی مراد یہ ہے کہ قنفذ جنّوں کی سواری ہے - انشاء اللہ[4] اس کا ابھی بیان آ جائے گا - لٰہذا اس نے اپنے بیٹے کا علاج جنوں سے بچنے کے لیے ان کی سواری سے کیا -

اور ان کے مذاہب میں سے ایک مذہب جنوں سے پناہ طلب کرنا تھا - جب کبھی عربوں کا کوئی فرد بیابان کا سفر کرتا اور رات کی مصیبتوں کا اسے ڈر ہوتا تو وہ ایک ایسی وادی کا ارادہ کرتا جہاں درخت ہوتے اور اپنی سواری کو پست زمین میں بٹھاتا - قرارہ گول میدان کو کہتے ہیں - پھر سواری کے گھٹنے باندھ دیتا اور اس پر ایک لکیر کھینچ

---

۱ - محاورہ ہے نَفِّرَ عنه : لَقَّبَهٗ بلقب مکروہ -
۲ - شرح ابن ابی الحدید میں ابوالعداء دیا ہے -
۳ - المنجود : المغموم -
۴ - یہ جملہ آلوسی کی طرف سے اضافہ ہے -

Marfat.com

دیتا ۔ ازاں بعد کہتا : میں اس وادی کے مالک کے پاس پناہ لیتا ہوں ۔ بعض اوقات '' صاحب وادی '' کی جگہ '' بعظیم '' ھذا الوادی '' (اس وادی کے بڑے کے پاس) کہتا ۔ اسی کے متعلق اللہ سبحانہ نے قرآن میں فرمایا ہے :

وَ اِنَّهُ كَانَ رِجَالٌ مِنَ الْاِنْسِ يَعُوذُونَ بِرِجَالٍ مِنَ الْجِنِّ فَزَادُوهُمْ رَهَقًا

انسانوں میں سے کچھ لوگ جنّوں کے کچھ لوگوں کے پاس پناہ لیا کرتے تھے جس سے ان کی سرکشی اور بڑھ گئی

[۲ : ۳۲۶] ایک شخص نے جس کے ساتھ اس کا بیٹا بھی تھا پناہ لی مگر شیر نے اسے کھا لیا تو اس نے کہا :

قَدْ اِسْتَعَذْنَا بِعَظِيمِ الْوَادِي
مِنْ شَرِّ مَا فِيهِ مِنَ الْاَعَادِي

ہم نے اس وادی کے بڑے کے پاس پناہ لی کہ وہ ہمیں اس وادی کے دشمنوں کے شر سے بچائے

فَلَمْ يُجِرْنَا مِنْ هِزَبْرٍ عَادِي

مگر اس نے ہمیں سرکش شیر سے پناہ نہ دی

ایک شاعر اور کہتا ہے :

اَعُوذُ مِنْ شَرِّ الْبِلَادِ الْبِيدِ
بِسَيِّدٍ مُعَظَّمٍ مَجِيدِ

میں ویران شہروں کے شر سے سردار اور بڑے بزرگ کے پاس پناہ لیتا ہوں

أَصْبَحَ يَأْوِي بِلَوِي زَرُودِ
ذِي عِزَّةٍ وَ كَاهِلٍ شَدِيدِ

Marfat.com

جو زرود کی ریت کے موڑ پر رہتا ہے ، قوت والا ہے اور مضبوط کندھے والا ہے

ایک اور شاعر کہتا ہے :

يَاجِنَّ أَجْزَاعِ[1] البِلَّوى مِنْ عَالِجٍ
عَاذَ بِكُمْ سَارِى الظَّلَامِ الدَّالِجِ

عالج کی وادی کے موڑ کے جنّو ! تمھارے پاس رات کی تاریکی میں چلنے والے نے پناہ لی ہے

لاَ تَرْ هِفُوه بِغَوَىٍّ هَائِجٍ

تم اس پر کسی گمراہ اور جوش میں آنے والے سے ظلم نہ کرانا

ایک اور کہتا ہے :

قَدْ بِتُّ ضَيْفًا لِعَظِيمِ الوَادِى
المَانِعِى مِنْ سَطْوَةِ الأَعَادِى

میں نے وادی کے بڑے آدمی کے یہاں مہمان بن کر رات گزاری جو مجھ کو دشمنوں کے غلبے سے بچانے والا ہے

رَاحِلَتِى فِى جَارِهٖ وزَادِى

میری سواری اور زاد راہ دونوں اس کی پناہ میں ہیں

ایک اور کہتا ہے :

هَيَا صَاحِبَ الشَّجْرَاءِ هَلْ أَنْتَ مَانِعِى
فَإِنِّى ضَيْفٌ نَازِلٌ بِفِنَائِكَا

---

۱ - بے سوچے سمجھے نقل کرنے کی ایک اور مثال ہے - چونکہ شرح ابن ابی الحدید میں یہ لفظ اجزاء ہمزہ کے ساتھ دیا ہے لٰہذا آلوسی نے بھی اسے اسی طرح لکھ دیا حالانکہ یہ لفظ اجزاع عین کے ساتھ ہے جِزْعُ الوادی : حیث تقطعه

Marfat.com

اے شجراء کے سالک کیا تو مجھے بچا لے گا کیونکہ میں ایک مہمان ہوں جو تمہارے صحن میں آ کر اترا ہے

وَ إِنَّكَ لِلْجِنَّانِ فِي الْأَرْضِ سَيِّدٌ
وَ مِثْلُكَ آوَى فِي الظَّلَامِ الصَّعَالِيكَا

تو زمین میں جنوں کا سردار ہے اور تیرے جیسا تو تاریکیوں میں فقیروں کو پناہ دیتا ہے

ان کا ایک طریقہ یہ تھا کہ جب کوئی شخص اپنے شہر سے نکل کر دوسرے شہر جاتا تو اس کے لیے یہ مناسب نہ ہوتا کہ وہ ادھر اُدھر دیکھے کیونکہ اگر وہ ادھر اُدھر دیکھے گا تو اسے واپس آنا ہو گا اسی لیے صرف وہ عاشق ایسا کرتا جو واپس آنا چاہتا ۔

ایک عربی شاعر کہتا ہے :

دَعِ التَّلَفُّتَ يَا مَسْعُودُ وَارْمِ بِهَا
وَجْهَ الْهَوَاجِرِ تَأْمَنْ رَجْعَةَ الْبَلَدِ

اے مسعود تو ادھر اُدھر دیکھنا چھوڑ دے اور اپنی سواری کو دوپہر کی طرف پھینک دے لٰہذا تو شہر سے واپس آنے سے بچ جائے گا

ایک اور کہتا ہے :

یہ شعر خالع نے پیش کیا ہے :

عِيلَ صَبْرِي بِالثَّعْلَبِيَّةِ لَمَّا
طَالَ لَيْلِي وَ مَلَّنِي قُرَنَائِي

ثعلبیہ کے مقام پر مجھ میں مزید صبر کرنے کی قدرت نہ رہی جب وہاں میری رات لمبی ہو گئی اور میرے ساتھی مجھ سے اکتا گئے

كُلَّمَا سَارَتِ الْمَطَايَا بِنَا
مِيلًا تَنَفَّسْتُ وَالْتَفَتُّ وَرَائِي

Marfat.com

جب بھی سواریاں ہمیں لے کر ایک میل چل لیتیں تو میں لمبی سانس لیتا اور پیچھے مڑ کر دیکھتا

[۲ : ۳۲۷] ابن ابی الحدید کہتا ہے کہ خالع نے ان دونوں شعروں کا ذکر اسی سلسلے میں کیا ہے مگر میرے نزدیک ان دونوں شعروں میں اس بات کی طرف کوئی اشارہ نہیں پایا جاتا کیونکہ عربوں کے اشعار میں مڑ کر دیکھنے کا اکثر ذکر آتا ہے جس سے ان کی مراد کثرتِ اور شوق جدائی پر اظہار افسوس ہوتی ہے ، نیز اس بات کو ظاہر کرنا ہوتا ہے کہ کوچ کرنے والے کے لیے چونکہ وہاں جسمانی طور پر قیام کرنا ممکن نہ تھا اس لیے وہ اپنی نگاہ اس طرح لگائے رکھتا ہے اور اسے دیکھ کر حظ اُٹھاتا ہے جس طرح السیدالرضی کہتا ہے :

وَ لَقَدْ مَرَرْتُ عَلَى طُلُوْلِهِمْ
وَرُسُوْمُهَا۱ بِيَدِ الْبِلَى نَهْبُ

میں محبوبہ کے کھنڈرات کے پاس سے گزرا درآنحالیکہ ان کے نشانات بوسیدگی کے ہاتھوں لٹ چکے تھے

فَوَقَفْتُ حَتّٰى ضَجَّ مِنْ لَغَبٍ
نِضْوِيْ وَ لَجَّ بِعَذْلِيَ الرَّكْبُ

لٰہذا میں وہاں ٹھہر گیا یہاں تک کہ میرا لاغر اونٹ تھکان کے مارے شور مچانے لگا اور قافلے والے مجھے مسلسل ملامت کرتے گئے

وَ تَلَفَّتَتْ عَيْنِيْ فَمُذْ خَفِيَتْ
عَنِّي الطُّلُوْلُ تَلَفَّتَ الْقَلْبُ

میری نگاہیں مڑ مڑ کر انہیں دیکھتی رہیں اور پھر جب سے یہ کھنڈرات میری نگاہوں سے غائب ہوئے ہیں دل مڑ مڑ کر دیکھ رہا ہے - یہاں پر مڑ کر دیکھنے سے کھنڈرات کی طرف لوٹ کر آنے کی نیک فال

---

۱ - شرح ابن ابی الحدید میں ورسومهم ہے -

Marfat.com

لینا مراد نہیں ہے کیونکہ ان کے نشانات تو بوسیدگی کے ہاتھوں لٹ چکے ہیں لہٰذا واپس جانے میں کوئی فائدہ نہیں ہے - اس کی مراد صرف وہی ہے جس کا ہم نے پہلے ذکر کیا ہے کہ وہ ان گزشتہ ایام کو جو اس نے وہاں گزارے ہیں یاد کر رہا ہے اور ان کا اشتیاق ظاہر کر رہا ہے - اسی طرح کسی پہلے کے[۱] شاعر کا قول یہ ہے

تَلَفَّتُّ نَحْوَ الحَیِّ حَتّٰی وَجَدْتُنِی
وَجِعْتُ مِنَ الاِصْغَاءِ[۲] لِیْتاً[۳] وَاَخْدَعَا

میں قبیلے کی طرف مڑ مڑ کر دیکھتا یہاں تک کہ میں نے دیکھا کہ

---

۱ - یہ اشعار الصمۃ بن عبد اللہ القشیری کے ہیں - الصمۃ اسلامی اور دولت امویہ کے شعرا میں سے کم گو شاعر ہے - دیگر دو صمّہ کبیر دونوں جاہلی ہیں ایک الصمۃ الاکبر - ان ابیات کے لیے ملاحظہ ہو امالی : ۱ : ۱۸۸ - ۱۸۹ اور شرح امالی : ۳۶۱ - ۳۶۲ : ان ابیات کا قصہ یہ ہے کہ صمہ نے اپنے چچا کی بیٹی ریا کا رشتہ مانگا اور اس کے باپ نے مہرگراں طلب کیا ، صمہ نے باپ سے مدد کرنے کی درخواست کی مگر باپ نے انکار کر دیا - اس نے پھر اپنے قبیلے سے کہا تو انھوں نے اسے مال دے دیا - صمہ اونٹوں کو لے کر چچا کے پاس آیا تو اس نے کہا : میں تو تمھارے باپ کے ذاتی مال میں سے اونٹ لوں گا - اس نے لوٹ کر پھر باپ سے کہا اور باپ نے اسے روک دیا اس پر اس نے اونٹوں کی رسیاں کاٹ دیں اور انھیں کھلا چھوڑ دیا - سب اونٹ اپنی اپنی جگہ واپس چلے گئے اور صمہ وہاں سے کوچ کر کے شام چلا گیا - کچھ عرصے کے بعد جب اسے ریا کے اشتیاق نے ستایا تو یہ اشعار کہے -

۲ - تصحیح امالی اور شرح امالی سے کی گئی - بلوغ الارب اور شرح ابن ابی الحدید میں : الا صعار ہے -

۳ - شرح ابن ابی الحدید میں : ۱ - لدّاً وأ جذعا چھپا ہے اور یہ غلط ہے -

Marfat.com

ادھر توجہ دینے کی وجہ سے میری گردن اور میری گردن کی رگیں بھی درد کرنے لگ گئی ہیں

اور اس قسم کا خیال عربوں کے ہاں کثرت سے پایا جاتا ہے
ایک شاعر پہلے مذہب کے متعلق کہتا ہے :

تَلَفَّتُّ أَرْجُوْ رَجْعَةً بَعْدَ نِيَّةٍ
فَكَانَ التِفَاتِي زَائِداً فِيْ بَلَائِيَا

ارادۂ سفر کے بعد میں نے بار بار مڑ کر دیکھا اس امید سے کہ میں پھر واپس جاؤں گا مگر میرے مڑ کر دیکھنے نے میری تکلیف تو اور زیادہ کر دیا

[1] وَأَرْجُو رَجُوْعاً بَعْدَ مَاحَالَ بَيْنَنَا
وَبَيْنَكُمْ حَزْنُ الفَلَاوَ الفَيَا فِيَا

میں واپسی کی امید کرتا تھا باوصف اس کے کہ میرے اور تمہارے درمیان بیابان کی سخت زمین اور بے آب و گیاہ بیابان حائل تھے

ایک اور کہتا ہے ۔ اس نے اپنی بیوی کو طلاق دے دی تھی اور وہ مڑ مڑ کر اس کی طرف دیکھ رہی تھی ۔

[2] تَلَفَّتُّ تَرْجُوْ رَجْعَةً بَعْدَ فُرْقَةٍ
وهَيْهَاتَ مِمَّا تَرْتَجِيْ أُمُّ مَازِنٍ

تو نے مڑ کر میری طرف دیکھا تھا تو جدائی کے بعد واپس آ جانے کی امید کرتی تھی اے ام مازن تمہاری آرزو ناممکن ہو گئی ہے

أَلَمْ تَعْلَمِيْ أَنِّي جَمُوْحٌ عِنَانُهُ
إِذَا كَانَ مَنْ أَهْوَاهُ غَيْرَ مُلَايِنٍ

---

۱ - شرح ابن ابی الحدید میں : أ أر جو ہے اور وہ بہتر ہے ۔
۲ - بلوغ الارب میں تلفتت ہے ۔ تصحیح شرح ابن ابی الحدید سے کی گئی ہے ۔

Marfat.com

کیا تجھے معلوم نہیں کہ جب وہ شخص جس سے مجھے محبت ہو
نرمی نہ کرے تو میری باگ بھی سرکش ہو جاتی ہے

اور ان کے مذاہب میں سے ایک یہ ہے کہ جب بچے کے ہونٹوں پر پھنسی نکل آتی تو وہ ایک چھلنی سر پر اٹھاتا اور قبیلے کے گھروں کے درمیان گھوم کر وہ پکارتا الحلاً الحلاً الطعام الطعام (پھنسی پھنسی - کھانا کھانا) - عورتیں روٹی کے ٹکڑے ، کھجور اور گوشت کے ٹکڑے اس کی چھلنی میں ڈال دیتیں اور وہ ان سب کو کتوں کے آگے ڈال دیتا اور وہ انھیں کھا جاتے اور بچے کو اس مرض سے شفا مل جاتی اور اگر کوئی بچہ اس کھجور یا لقمے یا گوشت میں سے جو اس نے کتوں کو ڈالا ہوتا کچھ کھا لیتا تو اس کے ہونٹ[1] پر پھنسی نکل آتی (اس ضمن میں) اس نے ایک عورت کا شعر پیش کیا ہے :

أَلَا حَلَا فِي شَفَةٍ مَشْقُوقَهْ
فَقَدْ قَضَى مُنْخُلُنَا حُقُوقَهْ

اے پھٹے ہوئے ہونٹ کی پھنسی ہماری چھلنی نے اپنا حق ادا کر دیا ہے

[2]الحلاً [حاء اور لام دونوں پر فتحہ] عقبول (پھنسی) کو کہتے ہیں اور یہ عقابیل کا مفرد ہے یہ بیماری کا باقی ماندہ اثر ہوتا ہے اور ان پھنسیوں کو بھی کہتے ہیں جو بخار کے بعد ہونٹ پر نکلتی ہیں اور حَلِئَتِ الشَّفَةُ کے معنی ہیں ہونٹ کو بیماری سے آرام آ گیا - کتب لغت میں اسی طرح ہے اور اس قسم کی رسموں کا عقل سے کوئی تعلق نہیں ہے -

اور ان کے مذاہب میں سے ایک یہ ہے کہ کسی شخص کی آنکھ

---

۱ - بلوغ الارب میں بثرت شفتہ ہے مگر شرح ابن ابی الحدید میں أصبَحَ وقد بثرت شفتہ ہے -

۲ - یہاں سے لے کر ''کوئی تعلق نہیں ہے'' تک کی عبارت شرح ابن ابی الحدید میں نہیں ہے -

Marfat.com

کو کسی اور شخص کا کپڑا لگ جائے تو کپڑا مارنے والا اس شخص کی آنکھ کو جسے کپڑا لگا ہوتا ہے سات بار ہاتھ سے ملتا ہے ، پہلی بار ملتا تو کہتا ایک ایک کو مدینے سے لے کر آئی اور دوسری بار کہتا ہے دو دو کو لے کر مدینے سے آئیں اور تیسری بار کہتا ہے تین تین کو لے کر مدینے سے آئیں تاآنکہ ساتویں بار کہتا ہے کہ یہ سات کو لے کر مدینے سے آئیں اس سے آنکھ کو آرام آ جاتا ۔ بعض لوگ یوں کہتے ۔ سات میں سے ایک کو لے کر مدینے سے آئیں ۔ سات میں سے دو کو لے کر تاآنکہ کہتا سات میں سے سات کو لے کر ۔

[۱]اور ان کے مذاہب میں سے ایک یہ ہے کہ جب کسی شخص کے جسم پر داد کی بیماری کا اثر ظاہر ہو جاتا تو وہ اس کا علاج تھوک سے کرتا ۔ روایت ہے کہ ایک بدوی کو داد کی بیماری اگ گئی ۔ اسے ہر روز کہا جاتا کہ اس پر تھوک لگاؤ ۔ اس نے ایسا ہی کیا اور اسے آرام آ گیا چنانچہ کہا :

یَاعَجَباً لِھٰذِہِ الفَلِیقَہ
ھَلْ تُذْھِبَنَّ القُوَبَاءَ الرِّیقَہ

اس آفت پر تعجب ہے کیا تھوک داد کو زائل کر سکتی ہے ؟

فلیقہ کے معنی داہیہ اور غیر معروف چیز کے ہیں اور قُوَبَاء ۔ [قاف پر ضمہ ، واو پر فتحہ اور مدہ کے ساتھ] ایک بیماری ہے جس کا علاج تھوک سے کیا جاتا ہے ۔

[۱]ان کے مذاہب میں سے ایک یہ بھی ہے کہ عربوں کے خیال کے مطابق اگر کسی مجوسی کا بیٹا اپنی بہن کے پیٹ سے پیدا ہوا ہو اور وہ نملہ کی بیماری پر لکیر کھینچ دے تو اس سے آرام آ جاتا ہے ، وہ ٹھیک ہو جاتی اور زخم مندمل ہو جاتا ہے شاعر اسی مذہب کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہتا ہے :

---

۱ - ابن ابی الحدید نے اس مذہب کا ذکر نہیں کیا ۔

Marfat.com

وَلَا عَيْبَ فِيْنَا غَيْرَ عِرْقٍ لِمَعْشَرٍ
كِرَامٍ وَأَنَّا لَا نَخُطُّ عَلَى النَّمْلِ

ہم میں عیب صرف یہ ہے کہ ہم شرفا کے خاندان سے ہیں اور یہ کہ ہم نمل کی بیماری پر لکیر نہیں کھینچتے

یعنی ہم مجوسی نہیں ہیں کہ ہمشیرہ سے شادی کریں ۔ عرب جب کسی کو مجوسی کہنا چاہتا تو کنایۃً یوں کہتے فلان یَخُطُّ علی النمل فلان نمل پر لکیر کھینچتا ہے ۔

اور یہ شعر و شاعری کا ایک طریقہ ہے کہ ایک اچھی چیز کا ایسے پیرایے میں ذکر کیا جائے جس سے بری چیز کا خیال [1] پیدا ہو ۔ چنانچہ کہتے ہیں فلاں کریم ہے یہ الگ بات ہے کہ شریف ہے ۔ نابغہ کہتا ہے :

وَلَا عَيْبَ فِيْهِمْ غَيْرَ أَنَّ سُيُوفَهُمْ
بِهِنَّ فُلُوْلٌ مِنْ قِرَاعِ الْكَتَائِبِ

ان میں صرف یہ عیب ہے کہ ان کی تلواروں میں فوجوں کو مار مار کر دندانے پڑ گئے ہیں

ایک اور کہتا ہے :

فَتًى كَمُلَتْ أَخْلَاقُهُ غَيْرَ أَنَّهُ
كَرِيْمٌ فَمَا يُبْقِي عَلَى الْمَالِ بَاقِيًا

یہ ایسا شخص ہے کہ اس کے اخلاق کریمانہ ہیں یہ الگ بات ہے کہ یہ کریم ہے اور اپنے جانوروں پر رحم نہیں کھاتا

ابن الاعرابی نے پہلے شعر میں تصحیف کی ہے چنانچہ اس نے لا نَخُطُّ علی النمل کی بجائے لا نحط علی النمل روایت کی ہے اور یوں تشریح کی ہے : ہم طاقتور اور کریم لوگ ہیں بلند مقامات پر اترتے ہیں ۔ لٰہذا [2] طغیانی ہمیں غرق نہیں کر سکتی اور نہ ہی ہم چیونٹی کی بستی پر اترتے

---

۱ ۔ اسے فن بدیع میں تاکید المدح بما یُشبہ الذم کہتے ہیں ۔
۲ ۔ بلوغ الارب میں لا یخرقنا ہے ۔ میں نے لا یغرقنا پڑھ کر ترجمہ کیا ہے ۔

Marfat.com

ہیں کیونکہ یہ تو وادی کے درمیان میں ہوتی ہے - اسی لیے نابغہ ذبیانی کہتا ہے :

یَا دَارَ مَیَّةَ بِالْعَلْیَاءِ فَالسَّنَدِ
أَقْوَتْ وَطَالَ عَلَیْهَا سَالِفُ الْأَمَدِ

اے بلند مقام اور پہاڑ کی ڈھلان کے درمیان واقع ہونے والے میّہ کے گھر تو رہنے والوں سے خالی ہو چکا ہے اور اس پر ماضی کی طویل مدت گزر چکی ہے

[۲ : ۳۳۰] ابو عمرو نے اس کی تردید کی تو وہ صحیح بات کی طرف لوٹ آیا - نملہ ایک قسم کا زخم ہوتا ہے - قاموس میں ہے: نملہ جانور کے سم کے اندر شگاف پڑنے کو کہتے ہیں اور پہلو پر چیونٹیوں کی طرح کے زخموں کو بھی کہتے ہیں اور نملہ ایک پھنسی کو بھی کہتے ہیں جو جسم میں نکلتی ہے تو اس سے جلن محسوس ہوتی ہے ، جس جگہ یہ پیدا ہوتی ہے وہاں تھوڑا سا ورم بھی ہو جاتا ہے اور چیونٹی کی طرح رینگ کر یہ جلن دوسری جگہ منتقل ہو جاتی ہے - اس مرض کا سبب تیز صفراء ہوتا ہے جو باریک رگوں کے منہ سے نکلتا ہے اور نہایت لطیف اور تیز ہونے کی وجہ سے جلد کے اندرونی حصے میں رکا نہیں رہتا - قاموس کا بیان ختم ہؤا - دیگر کتب لغت میں بھی اسی طرح منقول ہے -

اور ان کے مذاہب میں سے ایک یہ ہے کہ جب کسی عورت کو رشتہ مانگنے والوں کی طرف سے دشواری پیش آتی تو وہ ایک طرف کے بال پھیلا دیتی اور پھیلائے ہوئے بالوں کی مخالف جانب کی آنکھ میں سرما لگاتی اور ایک ٹانگ پر کودتی یہ بات وہ رات کے وقت کرتی اور کہتی : میں صبح سے پہلے نکاح کرانا چاہتی ہوں - اس سے اس کے معاملے میں آسانی پیدا ہو جاتی اور جلد ہی اس کی شادی ہو جاتی - ایک آدمی نے اپنے دوست کی ماں کو ایسا کرتے ہوئے دیکھا تو دوست سے کہا :

أَمَا تَرَى أُمَّكَ تَبْغِي بَعْلًا
قَدْ نَشَرَتْ مِنْ شَعْرِهَا الْأَقَلَّا

Marfat.com

کیا تو اپنی والدہ کو نہیں دیکھتا کہ وہ خاوند کی خواہاں ہے اور اس نے اپنے بالوں کا تھوڑا سا حصہ پھیلا رکھا ہے

وَلَمْ تُوَفِّ مُقْلَتَيْهَا كُحْلَا
تَرْفَعُ رِجْلًا وَتَحُطُّ رِجْلَا

اس نے اپنی دونوں آنکھوں میں پورا سرمہ نہیں لگایا وہ ایک ٹانگ کو اٹھائے ہوئے ہے اور ایک کو نیچے رکھا ہوا ہے

هٰذا وَقَدْ شَابَ بَنُوهَا أَصْلَا
وَأَصْبَحَ الأَصْغَرُ مِنْهُمْ كَهْلَا

بات اسی طرح ہے حالانکہ اس کے بیٹے قطعی طور پر بوڑھے ہو چکے ہیں اور جو سب سے چھوٹا ہے وہ بھی ادھیڑ عمر کا ہو چکا ہے

خُذِ القَطِيعَ[1] ثُمَّ سُمْهَا الذُّلَّا
ضَرْبًا بِهِ تَتْرُكُ هٰذَا الفِعْلَا

کوڑا پکڑ کر اس کی وہ مرمت کر کہ بس سیدھی ہو جائے اور کاروائی سے باز آ جائے

ایک اور شاعر کہتا ہے :

تَصَنَّعِي مَا شِئْتِ أَنْ تَصَنَّعِي
وَتَحَلَّيِ عَيْنَيْكِ أَوْلَا فَدَعِي

جہاں تک تو چاہتی ہے بناؤ سنگھار کیے جا بیشک اپنی دونوں آنکھوں کو سرمہ بھی لگا اور اگر نہیں لگاتی پھر تو بالکل ہی لگانا چھوڑ دے

---

۱ - محمد بہجہ اثری نے اس لفظ کو نہیں سمجھا چنانچہ لکھتے ہیں : قولہ خذ القطیع أی اھجرھا اور یہ معنی سراسر غلط ہیں القطیع : السوط (کوڑا) ۔

Marfat.com

ثُمَّ احْجِلِي فِي الْبَيْتِ أَوْ فِي الْمَجْمَعِ،
مَالَكِ فِي بَعْلٍ أَرَى مِنْ مَطْمَعِ،

پھر گھر کے اندر یا مجمع میں جہاں چاہے ایک ٹانگ پر کود اس لیے کہ میرے خیال میں تجھے اب خاوند کی خواہش نہیں ہونی چاہیے

ایک اور شاعر کہتا ہے :

قَدْ كَحَلَتْ عَيْنًا وَأَعْفَتْ عَيْنَا
وَ حَجَلَتْ وَ نَشَرَتْ قُرَيْنَا[1]

اس نے ایک آنکھ کو سرما لگایا ، ایک کو چھوڑ دیا ، ایک ٹانگ پر کودی اور لٹوں کو پھیلا دیا

تَظُنُّ زَيْنًا مَا تَرَاهُ شَيْنًا

وہ اسے خوبصورتی سمجھتی ہے معیوب نہیں سمجھتی

[۲ : ۳۳۱] اور ان کے مذاہب میں سے ایک یہ ہے کہ جب مہمان یا کوئی اور شخص کوچ کر جاتا اور وہ یہ چاہتے کہ وہ لوٹ کر نہ آئے تو کوئی نہ کوئی برتن توڑ دیتے - بعض لوگ آج بھی ایسا کرتے ہیں - ایک عرب کہتا ہے :

كَسَرْنَا الْقِدْرَ بَعْدَ أَبِي سُوَاحٍ
فَعَادَ وَقِدْرُنَا ذَهَبَتْ ضِيَاعَا

ہم نے ابو سواح کے جانے کے بعد ہنڈیا کو توڑا مگر وہ پھر آ گیا ، ہماری ہنڈیا ضائع چلی گئی

ایک اور کہتا ہے :

وَلَا نَكْسِرُ الْكِيزَانَ فِي إِثْرِ ضَيْفِنَا
وَلٰكِنَّنَا نَكْفِيهِ زَادًا لِيَرْجِعَا

---

۱ - قُرَيْن تصغیر ہے قَرْن کی - قرن المرأة : ذؤابتها -

ہم اپنے مہمان کے پیچھے لوٹے نہیں توڑتے بلکہ ہم اس قدر توشہ دے دیتے ہیں کہ وہ لوٹ کر پھر آئے

ایک اور کہتا ہے :

أَمَا وَاللهِ إِنَّ بَنِي نُفَيْلٍ
لَحَلَّالُونَ بِالشَّرَفِ اليَفَاعِ،

خدا کی قسم یاد رکھو کہ بنی نُفَیل اونچے ٹیلے پر اترنے والے ہیں

أُنَاسٌ لَيْسَ تَكْسِرُ خَلْفَ ضَيْفٍ
أَوَانِيَهُمْ وَلَا شَعْبَ القِصَاعِ،

یہ وہ لوگ ہیں جو اپنے مہمان کے پیچھے برتن نہیں توڑتے اور نہ پیالوں میں بال آنے دیتے ہیں

اور ان کے مذاہب میں سے ایک یہ ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ جو بچہ چاندنی رات میں پیدا ہوگا اس کا '' غُرلہ '' سکڑا ہؤا ہوگا اور وہ یوں معلوم ہوگا جیسے اس کے ختنے ہو چکے ہیں اور غُرلة [غین معجمہ اور راء مہملہ کے ساتھ] قُلفہ کو کہتے ہیں یعنی اس جھلی کو جو ختنے سے پہلے ہوتی ہے - ابن ابی الحدید کہتا ہے : ہمارے نزدیک ہو سکتا ہے کہ یہ چاند کی خصوصیت ہو ، چاند کی خصوصیت یہ ہے کہ کتّان کو بوسیدہ کر دیتا ہے اور گوشت کو بدبودار بنا دیتا ہے - امیرالمؤمنین علی کرم اللہ وجہہ سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا : جب تو کسی بچے کو لمبے قُلفے والا دیکھے تو (جان لے کہ) وہ سرداری کے بہت قریب ہوگا اور اگر اسے چھوٹے قُلفے والا دیکھے تو گویا چاند نے اس کے ختنے کر ڈالے ہیں اور وہ سرداری سے بہت دور ہوگا -

امرؤ القیس قیصر کے ساتھ حمام میں گیا اور اس نے اسے دیکھا کہ اس کے ختنے نہیں کیے گئے تو کہا :

إِنِّي حَلَفْتُ يَمِيْنًا غَيْرَ كَاذِبَةٍ
لَأَنْتَ أَغْلَفُ إِلَّا مَا جَنَى القَمَرُ،

Marfat.com

میں سچی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ تمہارے ختنے نہیں کیے گئے
سوائے اتنے حصے کے کہ جسے چاند نے توڑ لیا ہے

اور اغلف اور اقلف دونوں کے ایک ہی معنی ہیں یعنی وہ شخص جس کے ختنے نہ کیے گئے ہوں -

اور عربوں کے مذاہب میں سے ایک چھینک کو منحوس سمجھنا بھی ہے - امرؤ القیس کہتا ہے :

وَقَدْ اَغْتَدِی قَبْلَ الْعُطَاسِ بِهَیْکَلٍ
شَدِیْدٍ مَشِیْعِ الْجَنْبِ فَعْمِ الْمُنَطَّقِ

میں چھینک سے پہلے ایک قوی ہیکل گھوڑے کو لے کر صبح کے
وقت نکلتا ہوں جس کے پہلو محفوظ اور پیٹی باندھنے کی جگہ پُرگوشت
ہوتی ہے

اس کی مراد یہ ہے کہ وہ لوگوں کے بیدار ہونے سے پہلے ہی بیدار ہو جاتا ہے تاکہ وہ کسی کی چھینک نہ سنے اور اس سے بدفالی نہ لے -
ایک اور کہتا ہے :

وَخَرْقٍ اِذَا وَجَّهْتَ فِیْهِ لِغَزْوَةٍ
مَضَیْتَ وَلَمْ یَحْبِسْکَ عَنْهُ الْعَوَاطِسُ

[۲ : ۳۳۲] بہت سے ایسے چٹیل میدان ہیں جن میں تو جنگ کے
لیے نکلا اور تو چلتا گیا اور چھینک مارنے والیوں نے تجھے اس
جنگ سے نہیں روکا

خرق کے معنی چٹیل میدان اور وسیع زمین کے ہیں - اس کی مراد یہ ہے کہ کئی چٹیل میدان ایسے ہیں کہ جب تو ان میں کسی پر چڑھائی کرنے کی نیت سے نکلتا ہے تو تُو اپنے ارادے پر قائم رہتا ہے اور چھینک مارنے والیاں تجھے چلنے سے روک نہیں سکتیں اور نہ ہی تیرا ان سے بدفالی لینا تجھے روک سکتا ہے -

رؤبہ بن العجاج ایک بیابان کا ذکر کرتے ہوئے کہتا ہے :

Marfat.com

قَطَعْتُهَا وَلَا أَهَابُ العَطَّاسَا ۱

میں نے اسے طے کیا اور میں چھینک مارنے والے سے (یا چھینک سے) نہیں ڈرا

اگر عربوں کا کوئی ایسا شخص چھینک مارتا جسے وہ محبوب رکھتے تو کہتے : عُمراً و شَبَاباً (خدا عمر اور جوانی دے) اور اگر کوئی ایسا شخص چھینک مارتا جس سے انہیں دشمنی ہوتی تو کہتے : وَرْياً و قُحَاباً (خدا کرے اسے جگر کی بیماری اور کھانسی لگ جائے) اور وَرْی - رَقی کی طرح ہے اور یہ ایک بیماری ہوتی ہے جو جگر کو لگ جاتی ہے اور اسے خراب کر دیتی ہے - قُحاب کے معنی اور وزن دونوں سُعَال کی طرح ہیں - چنانچہ جب کوئی آدمی چھینک کی آواز سنتا اور اسے منحوس سمجھتا تو کہتا بکلالی (بِكَ لَا بِی) - میں خدا سے درخواست کرتا ہوں کہ اس چھینک کی نحوست تجھ پر آئے نہ کہ مجھ پر اور زور کی چھینک سے عرب بہت ڈرا کرتے تھے جیسا کہ ایک بادشاہ کے متعلق بیان کیا جاتا ہے کہ اس کے ایک ہمنشین نے اتنے زور سے چھینک ماری کہ بادشاہ ڈر گیا - چنانچہ بادشاہ اس سے ناراض ہو گیا - ہمنشین نے کہا : میں نے عمداً ایسا نہیں کیا مگر مجھے چھینک اسی طرح آتی ہے - بادشاہ نے کہا : اللہ کی قسم اگر تو اس پر کوئی گواہ پیش نہ کرے گا تو میں تجھے مار ڈالوں گا - ہمنشین نے کہا : مجھے باہر جانے دیجیے شاید کوئی گواہ مل جائے - اسے باہر جانے کی اجازت دی گئی اور خادم نگرانی کے لیے مقرر تھے - اسے ایک آدمی مل گیا لہذا اس سے کہا : میں تجھے اللہ کا واسطہ دے کر پوچھتا ہوں کیا تو نے کبھی مجھے چھینک مارتے دیکھا ہے (اگر ایسا ہو تو) شاید تو اس امر کی گواہی بادشاہ کے سامنے دے سکے گا - اس نے کہا : ہاں میں گواہی دوں گا - وہ شخص اٹھ کر اس کے ساتھ چلا آیا اور کہا : اے بادشاہ ! میں گواہی دیتا ہوں کہ اس نے ایک دن چھینک ماری تو

---

۱ - بلوغ الارب میں العَطَّاسا ہی ہے مگر اس طرح پڑھنے سے سکتہ پڑتا ہے - میرے نزدیک یہ لفظ العَطَسَا ہے -

Marfat.com

اس سے اس کی ایک داڑھ اڑ گئی - یہ سن کر بادشاہ نے کہا : جا اپنی جگہ پر جا بیٹھ اور پھر بات سنا -

جب اللہ نے اسلام کو دنیا میں بھیجا اور اپنے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعے ان تمام گمراہی کی باتوں کو باطل قرار دے دیا جن پر اہل جاہلیت کاربند تھے تو نحوست اور بدفالی لینے سے بھی منع فرما دیا - انھیں یہ حکم بھی دیا کہ چھینک مارنے والے کے لیے بددعا کرنے کے بجائے اس کے لیے رحمت کی دعا مانگو - اسی طرح نظر بد لگانے والے کو حکم دیا کہ وہ اس شخص کے لیے جسے نظر بد لگی ہے برکت کی دعا کرے - چونکہ چھینک مارنے والے کے لیے بددعا کرنا ایک قسم کا ظلم اور سرکشی ہے ، اللہ تعالیٰ نے اس کے لیے رحمت کے لفظ سے دعا مقرر کر دی - ظاہر ہے کہ رحمت ظلم کے منافی ہے اور چھینک مارنے والے کو حکم دیا کہ وہ سننے والے کے لیے دعا کرے اور اسے مغفرت ، ہدایت اور اصلاح حال کے الفاظ کے ساتھ جواب دے - چنانچہ وہ کہے : یَغْفِرُ اللہُ لَنَا وَ لَکُمْ (خدا ہمیں بھی معاف کرے اور تمھیں بھی) یا کہے : یَهْدِیکُمُ اللہ وَیُصْلِحُ بَالَکُمْ (خدا تمھیں ہدایت دے اور تمھاری حالت درست کرے) -

ابن قیّم مفتاح دارالسعادہ میں لکھتے ہیں : اس کے لیے ہدایت کی دعا اس لیے کی جاتی ہے کہ یہ شخص رسول کی اطاعت کرنے کی طرف ہدایت پا چکا ہے اور اس نے جاہلیت کے لوگوں کے طریقے سے اعراض کیا ہے لٰہذا اس نے اس کے لیے دعا کی ہے کہ اللہ اسے اس بات پر ثابت قدم رکھے ، اور اطاعت رسول کی طرف راہنمائی کرے - اصلاح حال کی دعا بھی اسی طرح ہے اور اس میں جامع حکمت پائی جاتی ہے جس کے اندر [۲: ۲۳۳] اس کی ہر قسم کی حالت کی اصلاح آ جاتی ہے - اس میں گویا اس بات کی جزا پائی گئی کہ اس نے اپنے بھائی کے لیے رحمت کی دعا کی تھی - لٰہذا مناسب تھا کہ یہ بھی اس کے اصلاح حال کی دعا مانگ کر اسے اس کی جزا دے - رہی مغفرت کی دعا تو اس میں ایسے الفاظ پائے جاتے ہیں جو چھینک مارنے والے اور جواب دینے والے دونوں کو اپنے اندر شامل کر

Marfat.com

قَطَّعْتُهَا وَلَا أَهَابُ العَطَّاسَا ۱

میں نے اسے طے کیا اور میں چھینک مارنے والے سے (یا چھینک سے) نہیں ڈرا

اگر عربوں کا کوئی ایسا شخص چھینک مارتا جسے وہ محبوب رکھتے تو کہتے : عُمراً و شَبَاباً (خدا عمر اور جوانی دے) اور اگر کوئی ایسا شخص چھینک مارتا جس سے انہیں دشمنی ہوتی تو کہتے : وَرْياً و قُحَاباً (خدا کرے اسے جگر کی بیماری اور کھانسی لگ جائے) اور وَرْى - رَقى کی طرح ہے اور یہ ایک بیماری ہوتی ہے جو جگر کو لگ جاتی ہے اور اسے خراب کر دیتی ہے - قُحاب کے معنی اور وزن دونوں سُعَال کی طرح ہیں - چنانچہ جب کوئی آدمی چھینک کی آواز سنتا اور اسے منحوس سمجھتا تو کہتا بکَلالی (بِكَ لا بِی) - میں خدا سے درخواست کرتا ہوں کہ اس چھینک کی نحوست تجھ پر آئے نہ کہ مجھ پر اور زور کی چھینک سے عرب بہت ڈرا کرتے تھے جیسا کہ ایک بادشاہ کے متعلق بیان کیا جاتا ہے کہ اس کے ایک ہمنشین نے اتنے زور سے چھینک ماری کہ بادشاہ ڈر گیا - چنانچہ بادشاہ اس سے ناراض ہو گیا - ہمنشین نے کہا : میں نے عمداً ایسا نہیں کیا مگر مجھے چھینک اسی طرح آتی ہے - بادشاہ نے کہا : اللہ کی قسم اگر تو اس پر کوئی گواہ پیش نہ کرے گا تو میں تجھے مار ڈالوں گا - ہمنشین نے کہا : مجھے باہر جانے دیجیے شاید کوئی گواہ مل جائے - اسے باہر جانے کی اجازت دی گئی اور خادم نگرانی کے لیے مقرر تھے - اسے ایک آدمی مل گیا لہٰذا اس سے کہا : میں تجھے اللہ کا واسطہ دے کر پوچھتا ہوں کیا تو نے کبھی مجھے چھینک مارتے دیکھا ہے (اگر ایسا ہو تو) شاید تو اس امر کی گواہی بادشاہ کے سامنے دے سکے گا - اس نے کہا : ہاں میں گواہی دوں گا - وہ شخص اٹھ کر اس کے ساتھ چلا آیا اور کہا : اے بادشاہ ! میں گواہی دیتا ہوں کہ اس نے ایک دن چھینک ماری تو

---

۱ - بلوغ الارب میں العَطَّاسا ہی ہے مگر اس طرح پڑھنے سے سکتہ پڑتا ہے - میرے نزدیک یہ لفظ العَطْسا ہے -

Marfat.com

اس سے اس کی ایک داڑھ اڑ گئی - یہ سن کر بادشاہ نے کہا : جا اپنی جگہ پر جا بیٹھ اور پھر بات سنا -

جب اللہ نے اسلام کو دنیا میں بھیجا اور اپنے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعے ان تمام گمراہی کی باتوں کو باطل قرار دے دیا جن پر اہل جاہلیت کاربند تھے تو نحوست اور بدفالی لینے سے بھی منع فرما دیا - انھیں یہ حکم بھی دیا کہ چھینک مارنے والے کے لیے بددعا کرنے کے بجائے اس کے لیے رحمت کی دعا مانگو - اسی طرح نظر بد لگانے والے کو حکم دیا کہ وہ اس شخص کے لیے جسے نظر بد لگی ہے برکت کی دعا کرے - چونکہ چھینک مارنے والے کے لیے بددعا کرنا ایک قسم کا ظلم اور سرکشی ہے ، اللہ تعالٰی نے اس کے لیے رحمت کے لفظ سے دعا مقرر کر دی - ظاہر ہے کہ رحمت ظلم کے منافی ہے اور چھینک مارنے والے کو حکم دیا کہ وہ سننے والے کے لیے دعا کرے اور اسے مغفرت ، ہدایت اور اصلاح حال کے الفاظ کے ساتھ جواب دے - چنانچہ وہ کہے : یَغْفِرُ اللہُ لَنَا وَ لَکُمْ (خدا ہمیں بھی معاف کرے اور تمھیں بھی) یا کہے : یَھْدِیکُمُ اللہُ وَ یُصْلِحُ بَالَکُمْ (خدا تمھیں ہدایت دے اور تمھاری حالت درست کرے) -

ابن قیم مفتاح دارالسعادہ میں لکھتے ہیں : اس کے لیے ہدایت کی دعا اس لیے کی جاتی ہے کہ یہ شخص رسول کی اطاعت کرنے کی طرف ہدایت پا چکا ہے اور اس نے جاہلیت کے لوگوں کے طریقے سے اعراض کیا ہے لہٰذا اس نے اس کے لیے دعا کی ہے کہ اللہ اسے اس بات پر ثابت قدم رکھے ، اور اطاعت رسول کی طرف راہنمائی کرے - اصلاح حال کی دعا بھی اسی طرح ہے اور اس میں جامع حکمت پائی جاتی ہے جس کے اندر [۲: ۳۳۳] اس کی ہر قسم کی حالت کی اصلاح آ جاتی ہے - اس میں گویا اس بات کی جزا پائی گئی کہ اس نے اپنے بھائی کے لیے رحمت کی دعا کی تھی - لہٰذا مناسب تھا کہ یہ بھی اس کے اصلاح حال کی دعا مانگ کر اسے اس کی جزا دے - رہی مغفرت کی دعا تو اس میں ایسے الفاظ پائے جاتے ہیں جو چھینک مارنے والے اور جواب دینے والے دونوں کو اپنے اندر شامل کر

Marfat.com

لیتے ہیں مثلاً یہ الفاظ یَغْفِرُ اللّٰہُ لَنَا وَلَکُمْ (خدا ہمیں اور تمھیں دونوں کو معاف کرے) تاکہ چھینک مارنے والے اور چھینک کا جواب دینے والے دونوں کی دعاؤں سے دونوں کو مغفرت اور رحمت حاصل ہو۔ لہٰذا اللہ کی رحمت اور سلام اس نبی پر ہو جسے اللہ نے دنیا اور آخرت کی بہبود دے کر بھیجا۔ اسی لیے۔ اللہ بہتر جانتا ہے۔ جو شخص اللہ کی حمد بیان نہ کرے یعنی الحمد للہ نہ کہے۔ اس کا جواب دینے کا ہمیں حکم نہیں۔ کیونکہ اس کے لیے رحمت کی دعا کرنا اللہ کی ایک نعمت ہے اور وہ شخص جو اللہ کی تعریف نہ کرے وہ اس نعمت کا مستحق نہیں ہے۔ وہ اس نعمت پر اللہ کا شکر ادا کرے گا اور اپنے باپ آدم علیہ السلام کے نقش قدم پر چلے گا کیونکہ جب ان کے نتھنوں تک ان میں روح پھونک دی گئی تو انھوں نے چھینک ماری اللہ تعالیٰ نے ان کے دل میں یہ بات ڈال دی کہ الحمد للہ کہیں۔ لہٰذا انھوں نے الحمد للہ کہا۔ اللہ سبحانہ نے فرمایا: اے آدم اللہ تم پر رحم کرے گا۔ لہٰذا چھینک مارنے والے کے لیے ان الفاظ کا کہنا سنت ہو گیا۔ اور جو الحمد للہ نہیں کہے گا وہ اس دعا کا بھی مستحق نہ ہوگا اور چونکہ آدم پہلے سے یہ الفاظ کہہ چکے تھے پیشتر اس کے کہ ان پر وہ مصیبت جو آنے والی تھی آئے آپ کا انجام اللہ کی رحمت ہی کی طرف تھا اور جو کچھ بھی واقع ہوا وہ ایک عارضی چیز تھی جو زائل ہو گئی کیونکہ اللہ کی رحمت سزا دینے سے پہلے ہی پہنچ جاتی ہے اور غضب پر غالب آ جاتی ہے۔

مزید براں چھینک مارنے والے کو چھینک مارتے وقت الحمد للہ کہنے کا حکم اس لیے ہوا کہ جاہلیت کے زمانے کے لوگ اسے ایک بیماری خیال کرتے تھے اور کوئی شخص بھی چھینک مارنا پسند نہ کرتا تھا، چاہتا تھا کہ یہ نہ آئے کیونکہ اس میں نحوست پائی جاتی تھی۔ جسے چھینک آتی وہ اپنے آپ کو چھینک مارنے سے روکتا اور حتی المقدور نہ آنے دیتا اور اس کا سبب وہی جاہلوں کا عقیدہ تھا۔ یہی وجہ ہے۔ اللہ۔ بہتر جانتا ہے۔ کہ عُطَاس کا لفظ بیماریوں کے الفاظ کے وزن پر آیا ہے مثلاً زُکام، سُعال (کھانسی)، دُوار (سر کو چکر آنا) اور

Marfat.com

سُہام (لاغری کی وجہ سے رنگ کا بدل جانا) وغیرہ ۔ لہٰذا انہیں بتا دیا گیا کہ یہ کوئی بیماری نہیں ہے بلکہ یہ تو ایسی چیز ہے جسے اللہ تعالیٰ پسند کرتے ہیں اور یہ اللہ کی طرف سے ایک نعمت ہے جس کی وجہ سے بندے پر یہ واجب ہو جاتا ہے کہ اللہ کی حمد بیان کرے ۔ حدیث میں ہے : اللہ تعالیٰ چھینک کو پسند کرتے ہیں اور جمائی کو نا پسند ۔ اور چھینک تو رکی ہوئی ہوا ہوتی ہے جو نکل کر جگر کے سُدے کھول دیتی ہے ۔ مریض کے لیے یہ ایک عمدہ دلیل ہے جو یہ بتاتی ہے کہ اس کی بیماری جاتی رہی ہے ۔ بعض امراض میں چھینک کا پانی استعمال کیا جاتا ہے یہ ایک طرح کا علاج ہوتا ہے اور ممد" ہوتا ہے ۔ مگر جس قدر شارع علیہ السلام نے پسند فرمایا ہے یہ اس سے زائد بات ہے ۔ شارع نے اس پر الحمد للہ کہنے کا حکم دیا ہے اور جس سے یہ صادر ہو اس کے لیے دعا کرنے اور صادر ہونے پر اللہ کی حمد بیان کرنے حکم دیا ہے ۔ اسی لیے تو ۔ اللہ بہتر جانتا ہے ۔ کہا جاتا ہے شَمَّتَہٗ ' جب کوئی کسی کو یرحمک اللہ کہے ۔ شمتہ [معجمہ اور مہملہ دونوں کے ساتھ] حدیث میں دونوں طرح کی روایت آئی ہے ۔ رہا تسمیت جو سین مہملہ کے ساتھ ہے تو یہ سمت سے باب تفعیل ہے جس سے مراد اچھی ہیئت لی جاتی ہے ۔ لہٰذا [۲ : ۳۳۴] سمَّتُّ العاطِسَ کے معنی یہ ہوئے کہ میں نے اس کی توقیر و تعظیم کی اور اس کے ساتھ میں نے وہ آداب اختیار کیے جن کا اللہ اور اس کے رسول نے حکم دیا ہے یعنی اس کے لیے دعا کرنا ۔ میں نے اہل جاہلیت کے اخلاق اختیار نہیں کیے کہ اس کے لیے بد دعا کریں ۔ اس سے بدفالی لیں اور اسے منحوس سمجھیں ۔ بعض کہتے ہیں کہ سمتہ کے معنی ہیں اس نے اس کے لیے دعا کی کہ اللہ تعالیٰ اسے اس پہلی حالت پر لوٹا دے جو چھینک سے پہلے تھی یعنی سکون ، وقار اور اعضا کا اطمینان ۔ کیونکہ چھینک میں اعضا کا اپنی جگہ سے اکھڑ جانا اور اضطراب پایا جاتا ہے جس کی وجہ سے چھینک مارنے والا اپنی اصلی حالت سے نکل جاتا ہے اور جب سننے والا اسے یرحمک اللہ کہتا ہے تو یہ دعا کرتا ہے کہ اللہ اسے اپنی پہلی

Marfat.com

حالت اور ہیئت پر لوٹا دے - اب لیں تشمیت کو تو ایک گروہ جن میں ابن السکیت وغیرہ بھی ہیں کہتا ہے کہ اس کے معنی وہی ہیں جو تسمیت کے ہیں اور یہ دو لغتیں ہیں - یہ بات اس نے " کتاب القلب والابدال " میں بیان کی ہے مگر اس نے یہ ذکر نہیں کیا کہ ان میں سے کون سا حرف اصل ہے اور کون سا بدل - ابو علی فارسی کہتا ہے تسمیت [سین مہملہ کے ساتھ] اصل ہے اور معجمہ اس کا بدل ہے - اس نے اس امر میں یہ دلیل پیش کی ہے کہ جب کوئی شخص چھینک مارتا ہے تو اس کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں ، اس کے چہرے کا رنگ بدل جاتا ہے - جب (جواب دینے والے نے) اس کے لیے دعا کی تو اس نے گویا اسے اس کی پہلی حالت اور ہیئت کی طرف لوٹا دیا -

اس کا شاگرد ابن جنی کہتا ہے : اگر کوئی شین معجمہ کو اصل قرار دے اور اسے شوامت سے ماخوذ سمجھے جس کے معنی ٹانگیں ہیں تو یہ ایک صحیح وجہ ہوگی کیونکہ ٹانگیں ہی تو گھوڑے وغیرہ کو اٹھائے ہوتی ہیں - انھی کے ذریعے وہ اپنا بچاؤ کرتا ہے اور انھی پر اس کا سہارا ہوتا ہے - تو یوں ہؤا کہ جب (جواب دینے والے نے) اس کے لیے رحمت کی دعا کی تو اس نے دشمن کی خوشی کا ازالہ کرنے کا ارادہ کیا - اس سلسلے میں یہ شعر پیش کیا جاتا ہے :

مَا كَانَ ضَرَّ الْمُمْرِضِي بِجُفُوْنِهِ
لَوْكَانَ مَرَّضَ مُنْعِمًا مَنْ أَمْرَضَا

جس نے مجھے اپنی نگاہوں سے بیمار کر دیا ہے کیا حرج تھا اگر وہ بیمار کرنے والے پر انعام کرتے ہوئے اس کی تیمارداری کرتا
ثعلب بھی اسی خیال کی طرف راغب ہے -

مقصد یہ ہے کہ چھینک سے بدفالی لینا جاہلیت کا فعل ہے جسے اسلام نے باطل قرار دے دیا اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں بتایا کہ اللہ تعالیٰ چھینک کو پسند فرماتے ہیں جیسا کہ صحیح بخاری میں ابو ہریرہ کی حدیث ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :

Marfat.com

اللہ تعالیٰ چھینک کو پسند فرماتے ہیں اور جمائی کو نا پسند لہٰذا جسے جمائی آ جائے اسے حتی المقدور روکنے کی کوشش کرنا چاہیے کیونکہ جب وہ منہ کھول کر آہ آہ کہتا ہے تو شیطان اس پر ہنستا ہے ۔

ان کے مذاہب میں سے ایک کوے اور اسی قسم کے دیگر پرندوں اور حیوانوں کو منحوس سمجھنا بھی ہے

عربوں کے نزدیک کتّوا نحوست کے معاملے میں ضرب المثل ہے چنانچہ وہ کہتے تھے :

أَشْأَمُ مِنْ غُرَابِ الْبَيْنِ

(جدائی کے کوے سے بھی زیادہ منحوس)

یہ نام اس لیے اس کے ساتھ لگ گیا کہ جب گھر والے نجعہ[1] [۲ : ۳۳۵] یعنی گھاس کی جگھوں کی تلاش میں نکلتے ہیں اور ایک دوسرے سے جدا ہو جاتے ہیں تو یہ ان کے گھروں کی جگھوں پر آ جاتا ہے اور چیزیں تلاش کرنے لگتا ہے ، کوڑے[2] کرکٹ میں سے خوراک ڈھونڈتا ہے ، اسی لیے عربوں نے اسے منحوس سمجھا اور اس سے بدفالی لی ۔ کیونکہ یہ ان کی فرود گاہوں پر اس وقت آتا تھا جب وہ ایک دوسرے سے جدا ہو چکے ہوتے لہٰذا انھوں نے اس کا نام غُرابُ البَیْن (جدائی کا کتّوا) رکھ دیا ۔ مگر پھر فال یا بدفالی کے خوف سے یہ نام بولنا بھی پسند نہ کیا ۔ انھیں معلوم تھا کہ کتّوے کی بینائی دور تک کام کرتی ہے ، اس کی آنکھ شفاف ہے یہاں تک کہ کہنے لگے أَصْفٰی مِنْ عَيْنِ الغراب (کوے کی آنکھ سے بھی زیادہ صاف) بعینہ، اسی طرح جس طرح کہ أَصْفٰی مِنْ عَيْنِ الدِّيك کہا

---

۱ - بلوغ الارب میں المنعجه چھپا ہے اسے المُنْتَجعَة پڑھیں ۔

۲ - تَقَمَّم ای تتبع القمام فی الكُنَاسة ۔

Marfat.com

جاتا ہے اور کنایۃً کوّے کو اَعۡوَر (کانا) کہا گیا جس طرح نابینا سے بدفالی لینے کے خیال سے اسے ابو بصیر کہہ دیتے ہیں یا جس طرح مار گزیدہ یا اس شخص کو جسے کسی کیڑے نے کاٹا ہو سَلِیۡم کہتے ہیں یا جس طرح ان بیابانوں کو جہاں ہلاکت کا خوف ہو مفاوز کہا جاتا ہے - کوّے کو منحوس سمجھنے کی وجہ سے عربوں نے غُربۃ، اغتراب اور غریب کے الفاظ اس سے مشتق کیے ہیں - دنیا بھر کی جتنی بھی ایسی چیزیں ہیں جنھیں وہ منحوس سمجھتے ہیں مثلاً بَارِح[۱]، نَطِیۡح[۲]، قَعِیۡد[۳]، اَعۡضَب[۴] کوّا ان کے نزدیک سب سے زیادہ بے خیر ہے ، ان کے خیال میں کوے کی آواز میں کئی خبریں مضمر ہوتی ہیں ، اس سے فال لینا زیادہ عام ہے -

عنترہ کہتا ہے :

حَرِقُ الجَنَاحِ کَأَنَّ لَحۡیَیۡ رَأۡسِہٖ
جَلَمَانِ بِالاَخۡبَارِ حَشٌّ مُوۡلَعٌ

اس کے پر جلے ہوئے ہیں اور اس کے سر کے دونوں جبڑے قینچی کے دو پروں کی طرح خبریں دینے میں چست اور حریص ہیں
جلم جس سے کاٹا[۵] جاتا ہے اور حش کے معنی چست کے ہیں -

ایک اور کہتا ہے :

وَصَاحَ غُرَابٌ فَوۡقَ اَعۡوَادِ بَانَۃٍ
بِاَخۡبَارِ اَحۡبَابِیۡ فَقَسَّمَنِیۡ الفِکۡرُ

---

۱ - بارح - جس کوے کو فال لینے کے لیے اڑایا جائے اور دائیں جانب کو نکل جائے اسے بارح کہتے ہیں اس کے برخلاف سانح ہوتا ہے -

۲ - گھوڑا جس کے ماتھے پر بالوں کے دو حلقے ہوں اور وہ پرندہ جو سامنے سے گزر جائے -

۳ - قعید : وہ پرندہ یا ہرن جو پیچھے سے آئے یہ نطیح کے برعکس ہے -

۴ - اعضب : جس کا کان پھٹا ہوا ہو یا جس کا سینگ ٹوٹا ہوا ہو -

۵ - بلوغ الارب میں یخبر چھپا ہے اسے یُجزّ پڑھیں -

Marfat.com

بید کے درخت کی ٹہنیوں پر بیٹھ کر کوّے نے چلا کر میرے احباب کی خبر دی جس سے مجھے قسم قسم کے خیالات سوجھنے لگے

فَقُلْتُ : غُرَابٌ بِاغْتِرَابٍ وَ بَانَةٌ
بِبَيْنِ النَّوَى تِلْكَ العِيَافَةُ و الزَّجْرُ

میں نے کہا : غراب سے مراد تو مسافرت ہوئی اور بان سے سفر کی جدائی - یہی نیک و بد فال ہے

وَ هَبَّتْ جَنُوبٌ بِاجْتِنَابِي مِنْهُمُ
وَ هَاجَتْ صَبَا قُلْتُ : الصَّبَابَةُ والهَجْرُ

باد جنوب محبوب سے میری دوری کے لیے چلی اور باد صبا چلی تو میں نے کہا : یہ تو عشق اور جدائی ہے -

ایک اور شاعر کہتا ہے :

تَغَنَّى الطَّائِرَانِ بِبَيْنِ سَلْمَى
عَلَى غُصْنَيْنِ مِنْ غَرْبٍ[1] وَ بَانِ

سلمیٰ کی جدائی کی خبر دو پرندوں نے گا کر دی جو دو ٹہنیوں پر بیٹھے ہوئے تھے ایک غرب کی ٹہنی تھی اور دوسری بان کی

فَكَانَ البَانُ أَنْ بَانَتْ سُلَيْمَى
وَ فِي الغَرْبِ اغْتِرَابٌ غَيْرُ دَانِ

بان کا یہ مطلب نکلا کہ سُلَیمیٰ جدا ہو گئی اور غرب سے دور کی مسافرت مراد تھی

ایک اور کہتا ہے :

أَقُولُ[2] يَوْمَ تَلَا فِيْنَا وَ قَدْ سَجَعَتْ
حَمَامَتَيْنِ عَلَى غُصْنَيْنِ مِنْ بَانِ

---

۱ - غرب اور بان دونوں بید کی قسمیں ہیں -
۲ - بلوغ الارب میں اقوم چھپا ہے اسے اقول پڑھیں -

Marfat.com

جب بان کی دو ٹہنیوں پر بیٹھ کر دو کبوتریوں نے گایا اور یہ ہمارا ملاقات کا دن تھا تو میں نے کہا :

اَلآنَ اَعْلَمُ اَنَّ الغُصْنَ لِی غَصَصٌ
وَ اِنَّمَا اَلْبَانُ بَیْنٌ عَاجِلٌ دَانٍ

اب مجھے معلوم ہوا ہے کہ یہ ٹہنی میرے لیے مصیبتوں کا باعث ہے بان جلدی اور عنقریب واقع ہونے والی جدائی کو کہتے ہیں

فَقُمْتُ تَخْفِضُنِی اَرْضٌ وَ تَرْفَعُنِی
حَتّٰی وَ نَیْتُ وَ هَـٰذَا السَّیْرُ اَرْ کَانِی

پھر میں اٹھا مجھے زمین کبھی پست کر دیتی اور کبھی اوپر کو اٹھا دیتی تا آنکہ میں سست ہو گیا اور چلنے سے میرے جسم کے ارکان چور ہو چکے تھے

ذوالرمہ کے اس شعر کو انھی معنوں پر محمول کیا گیا ہے :

رَأَیْتُ غُرَاباً سَاقِطاً فَوْقَ قَضْبَةٍ
مِنَ القَضْبِ لَمْ یَنْبُتْ لَهَا وَرَقٌ خُضْرٌ

میں نے ایک لمبی ٹہنیوں والے ایک درخت پر جس کے ابھی پتے نہیں نکلے تھے ایک کوے کو بیٹھتے ہوئے دیکھا

فَقُلْتُ : غُرَابٌ لِاغْتِرَابٍ وَ قَضْبَةٌ
لِقَضْبِ النَّوٰی هـٰذِی العِیَافَةُ و الزَّجْرُ

میں نے کہا : غُراب کا مطلب تو مسافرت ہو اور قضب سے مراد جدائی کے لیے جانور پر سوار ہونا ہے - یہی فال اور زجر ہے

وَ هَبَّتْ جَنُوبٌ بِاجْتِنَابِکَ مِنْهُمُ
و نَفْحُ الصَّبَا تِلْکَ الصَّبَابَةُ والهَجْرُ

باد جنوب چلی تو محبوبہ سے تمھاری دوری کی فال لے کر چلی اور باد صبا کا چلنا اس سے عشق اور جدائی مراد ہوئی

---

۴ - بلوغ الارب میں هـٰذا چھپا ہے اسے هـَذِه پڑھیں -

اور ایک اور کا قول ہے :

دَعَا صُرَدٌ یَوماً عَلٰی غُصْنِ بَانَةٍ
وَ صَاحَ بِذَاتِ البَیْنِ مِنْهَا غُرَابُهَا

چڑی مار پرندہ بید کے درخت کی ٹہنی پر بیٹھ کر ایک دن پکارنے لگا اور اس درخت کے کوے نے ہمارے باہمی تعلقات کے متعلق آواز دے دی

فَقُلْتُ : أَتَصْرِیدٌ وَ شَحْطٌ وَ غُرْبَةٌ؟
فَهٰذِی لَعَمْرِی نَأیُهَا وَ اغْتِرَابُهَا

میں نے کہا : کیا یہ کمی ، دوری اور مسافرت ہے ؟ اپنی جان کی قسم اسی لیے تو محبوبہ کی دوری اور وطن سے جدائی ہوئی

کوّے کے متعلق عربوں کے شعروں کا یہی طریقہ ہے ۔ اس میں کوئی تغیر نہیں ہوتا اور یہ اشعار بہت ہیں، ہم سب کا ذکر نہیں کر سکتے البتہ کوے کے علاوہ اور پرندوں سے بھی عرب دو طریقے سے فال لیتے ہیں ۔ ایک طریقہ تو وہی ہے جس میں کوے کی طرح پرندے کو منحوس سمجھا جاتا ہے اور دوسرا نیک فال لینے کا طریقہ ہے ۔

شاعر کہتا ہے :

وَ قَالُوا : تَغَنّٰی هُدْهُدٌ فَوْقَ بَانَةٍ
فَقُلْتُ هُدًی یَغْدُوْ بِهِ وَ یَرُوْحُ

لوگوں نے کہا کہ بید کے درخت پر بیٹھ کر ہد ہد گانے لگا تو میں نے کہا : یہ تو ہدایت ہے جسے لے کر ہد ہد صبح و شام چلتا ہے

ایک اور کہتا ہے :

وَ قَالُوا : عُقَابٌ قُلْتُ : عُقْبٰی مِنَ النَّوٰی
دَنَتْ بَعْدَ هَجْرٍ مِنْهُمُ وَ نُزُوْحٍ

Marfat.com

لوگوں نے کہا : یہ عقاب ہے - میں نے کہا جدائی اور محبوب کی دوری کے بعد اب جدائی کا خاتمہ قریب آ گیا ہے

ایک اور کہتا ہے :

وَ قَالُوْا : حَمَامٌ قُلْتُ حُمَّ لِقَاؤُهَا
وَ عَادَتْ لَنَا رِيْحُ الْوِصَالِ تَفُوْحُ

لوگوں نے کہا : یہ کبوتر ہے - میں نے کہا : محبوبہ کی ملاقات قریب آ گئی ہے اور وصال کی ہوا پھر سے مہکنے لگی ہے

اس کا دار و مدار شاعر کے مزاج پر ہے اگر وہ چاہے تو عقاب کو انجامِ خیر بنا لے چاہے تو انجام شر بنالے اور اگر چاہے تو حَمَام کو حِمَام (موت) بنا لے اور اگر چاہے تو ملاقات کا قریب ہونا بنالے اور ہُد ہُد کو ہدایت اور حُباری (ٹیڑی) کو خوشی و سرور اور بان (بید کے درخت) کو واضح بیان اور دَوْم (گوگل کے درخت) کو دائمی ملاقات - جس طرح شاعر کے نزدیک باد صبا صبابہ (عشق) بن گیا اور باد جنوب اجتناب ، اور صُرَد پرندہ کمی ، مگر کسی عرب نے بھی کوّوے سے کبھی نیک فال نہیں لی - یہ اہل لغت کا قول ہے ، بعض اہل معانی نے بیان کیا ہے کہ کوّوے کے کلیاں کرنے سے بد فال لی جاتی ہے اور کائیں کائیں کرنے سے نیک فال - اس موضوع پر جریر کا یہ شعر پیش کیا جاتا ہے :

إِنَّ الْغُرَابَ بِمَا كَرِهْتَ لَمُوْلَعٌ
بِنَوَى الْأَحِبَّةِ دَائِمُ التَّشْحَاجِ

کوّا اس بات کا شائق ہے کہ تمھاری ناپسند باتیں کرے اور یہ ہمیشہ دوستوں کی جدائی کے لیے آواز نکالتا رہتا ہے

لَيْتَ الْغُرَابَ غَدَاةَ يَنْعَبُ دَائِبًا
كَانَ الْغُرَابُ مُقَطَّعَ الْأَوْدَاجِ

کاش کہ جس دن کوّا مسلسل شور مچاتا ہو اس کی گردن کی رگیں

Marfat.com

کاٹ دی جائیں

شحیج الغراب کے معنی کوّے کی آواز کے ہیں اور یہی معنی نعیب کے ہیں اس ضمن میں ابن ابی ربیعہ کا یہ شعر بھی پیش کیا جاتا ہے :

نَعَبَ الغُرَابُ بِبَیْنِ ذَاتِ الدُّمْلُجِ،
لَیْتَ الغُرَابَ بِبَیْنِهَا لَمْ یَشْحَجِ،

بازو بند والی محبوبہ کی جدائی کی آواز کوے نے نکالی کاش کوّا اس کی جدائی کی آواز نہ نکالتا

اس کے نَغِیْق کے متعلق یہ شعر پیش کیا گیا ہے :

تَرَکْتُ الطَّیْرَ عَاکِفَۃً عَلَیْهِمْ
وَلِلْغِرْبَانِ مِنْ شِبَعٍ نَغِیْقُ،

میں نے ان کے پاس پرندوں کو بیٹھا ہوا چھوڑا اور کوّے سیری کی وجہ سے شور مچا رہے تھے

وہ کہتا ہے کہ نَغَقَ الغُرَابُ نَغِیْقًا اس وقت بولا جاتا ہے جب کوّا غِیْق غِیْق کی آواز نکالے اس وقت کہتے ہیں کہ کوّے نے نیک آواز نکالی اور جب غاق غاق کہے تو کہتے ہیں نَعَبَ نَعِیْبًا لہٰذا اس وقت کہتے ہیں کہ اس نے شر کی آواز نکالی اور ان میں سے بعض لوگ نَغَقَ بِبَیْنٍ (اس نے جدائی کی آواز نکالی) بولتے ہیں اور زُهَیر انھی میں سے ہے ، اس کا یہ شعر پیش کیا گیا ہے :

أَلْقَى فِرَاقُهُمُ فِي المُقْلَتَيْنِ قَذًى
أَمْسَى بِذَاكَ غُرَابُ البَيْنِ قَدْ نَغَقَا

ان کے فراق نے دونوں آنکھوں میں تنکے ڈال دیے (کہ درد کے مارے نیند نہیں آ سکتی) اور جدائی کے کوّے نے اسی بات کی آواز نکالی تھی

Marfat.com

جنھوں نے غُراب کے حق میں دلیل پیش کی ہے وہ کہتے ہیں : کبھی کبھی عرب کوّے سے بھی نیک فال لے لیتے ہیں لھٰذا کہتے ہیں : هُمْ فی خَیْرٍ لاَ یَطِیْرُ غُرَابُهم (وہ ایسی خیر و برکت کے مالک ہیں کہ ان کا کوّا اڑتا ہی نہیں) مراد یہ ہے کہ جب کوّا وہاں آ کر بیٹھتا ہے تو کھانے کی چیزوں کی کثرت کی وجہ سے اسے وہاں سے اڑایا نہیں جاتا - اگر عرب کوّے سے نیک فال نہ لیتے ہوتے تو اسے وہاں سے اڑا دیتے - اس قول کے رد کرنے والے کہتے ہیں کہ " غراب " سے اس ضرب المثل میں مراد سیاہی (سر سبزی) ہے اور انھوں نے نابغہ کا یہ شعر بطور دلیل پیش کیا ہے :

و لِرَهْطِ حَرَّابٍ وَّ قَدٍّ سَوْرَةٌ
فی المَجْدِ لَیْسَ غُرَابُهَا بِمُطَار

حرّاب اور قدّ کی قوم میں بزرگی کے ایسے آثار وعلامات پائے جاتے ہیں کہ وہاں کوّے کو بھی اڑایا نہیں جاتا - یا جماعت کو اٹھایا نہیں جاتا

یعنی جو ان کے مقابل میں آ جائے اس کے لیے ان کی جمعیت کو بھگانا ممکن نہ ہوگا کیونکہ یہ لوگ قوی بھی ہیں اور ان کی تعداد بھی زیادہ ہے - اور یہ[1] منحوس ہے -

عربوں کی ایک ضرب المثل ہے لاَ قَیْتُ اَخْیَلَ - میں اخیل کو ملا - ابن الاعرابی کہتے ہیں : اخیل کٹھ پھوڑے کو کہتے ہیں - اس سے پیٹھ کے لیے بد فالی لی جاتی ہے - اسے مقطع الظھور (پیٹھ توڑنے والا) کہا جاتا ہے - کہا جاتا ہے کہ جب یہ کسی اونٹ کے اوپر بیٹھتا ہے تو خواہ وہ اونٹ صحیح و سالم ہی کیوں نہ ہو لوگ اس سے مایوس ہو جاتے ہیں اور جب کسی مسافر کو کٹھ پھوڑا مل جائے تو وہ اس سے بد فالی لیتا ہے اور اسے یقین ہو جاتا ہے کہ اس کا اونٹ اگر پیٹھ کی

---

۱ - اس جملہ کا ماقبل سے کوئی تعلق بظاہر معلوم نہیں ہوتا - ہو سکتا ہے کہ درمیان میں سے عبارت رہ گئی ہو -

Marfat.com

وجہ سے مرے گا نہیں تو زخمی ضرور ہو جائے گا ۔ فرزدق کہتا ہے :

إِذَا قَطَنٌ[1] بَلَّغْتِنِيهِ ابْنُ مُدْرِكٍ
فَلَاقَيْتِ مِنْ طَيْرِ الْعَرَاقِيبِ أَخْيَلَا

(اے میری اونٹنی) جب تو مجھے قطن بن مُدرک کے پاس پہنچا
دے تو خدا کرے تجھے عراقیب کے اخیل پرندے ملیں

ہر وہ پرندہ جو اونٹوں کے لیے منحوس ہو وہ طیرالعراقیب کہلائیگا یہ ایک ایسا جملہ ہے جو مسافر کے لیے بد دعا کرتے وقت بولا جاتا ہے ۔ میدانی کی مجمع الامثال کی شرح میں اسی طرح منقول ہے ۔

[۲ : ۳۳۸] ابن رشیق العمدہ میں کہتا ہے : عرب سب سے زیادہ بد فالی کوّوے سے لیتے ہیں ، اعضب بیل کو منحوس سمجھتے ہیں ، اعضب اس جانور کو کہتے ہیں جس کا سینگ ٹوٹا ہوا ہو اور سانح وہ پرندہ ہے جو تمھاری دائیں جانب سے گزرے اور بارح جو بائیں جانب سے گزرے ۔ نجد کے لوگ پہلے یعنی سانح کو مبارک سمجھتے ہیں اور دوسرے یعنی بارح کو منحوس اور عالیہ کے لوگ اس کے برعکس خیال کرتے ہیں ، اس معاملے میں کُمیت کا یہ شعر پیش کیا جاتا ہے :

وَلَا أَنَا مِمَّنْ يَزْجُرُ الطَّيْرُ هَمَّهُ
أَصَاحَ غُرَابٌ أَمْ تَعَرَّضَ ثَعْلَبُ

میں ان لوگوں میں سے نہیں ہوں جس کے ارادوں کو پرندے
دھکیل دیں خواہ کوا چیخے خواہ لومڑ سامنے آئے

---

۱ - لسان العرب میں ہے : و یروی اذاقطنٌ ایضاً بالرفع والنصب والممدوح قطن بن مدرك الكلابي و من رفع ابن جعله نعتاً لقطن ومن نصبه جعلا بدلا من الهاء في بلغتنيه او بدلا من قطن اور عراقیب ایک علاقے کا نام ہے ۔
حرّاب اور قدّ بنی اسد کے دو آدمیوں کے نام ہیں (لسان : ق د د) ۔
و سَوْرَة المجد : أَثَرُهُ و عَلَامَتُهُ ۔

Marfat.com

وَ لاَ السَّانِحَاتُ الْبَارِحَاتُ عَشِيَّةً
أَمَرَّ سَلِيْمُ الْقَرْنِ أَمْ مَرَّ أَعْضَبُ

اور نہ ہی سانح یا بارح شام کے وقت مجھے اپنے ارادے سے ہٹا سکتے ہیں خواہ سالم سینگوں والا گزرے خواہ ٹوٹے ہوئے سینگ والا

عربوں کے علوم کے بیان میں جب ہم علم الزجر اور عیافہ سے بحث کریں گے تو بتائیں گے کہ عربوں میں بعض ایسے لوگ بھی تھے جو ان امور کو عقلی طور پر نہیں مانتے تھے اور جنھوں نے اپنی نظر سے ہی ان کی تاثیر کو باطل کر دیا تھا اور انھوں نے ان لوگوں کی مذمت کی ہے جنھوں نے ان امور سے دھوکا کھایا ہے اور اپنے معاملات میں ان امور پر اعتماد کیا ہے اور ان کی تردید میں جو کچھ شریعت میں آیا ہے وہ انشاء اللہ زیادہ مکمل اور زیادہ واضح ہے۔

عربوں کے مذاہب میں سے یہ بھی ایک مذہب ہے کہ وہ ایسے الفاظ کے استعمال سے کنارہ کشی کرتے ہیں جن میں بدفالی پائی جاتی ہو اور وہ ان کی جگہ ایسے الفاظ استعمال کرتے ہیں جن میں بد فالی نہ پائی جائے۔

عرب برص کے ذکر سے بدفالی لیتے تھے لہٰذا برص کی بجائے کنایۃً وضح کہتے تھے جذیمۃ الوضّاح اسی لیے بولا گیا ہے۔ جذیمۃ کو برص کی بیماری لگی ہوئی تھی اسے کنایۃً ابرش بھی کہا جاتا لہٰذا اسے الوضّاح اور الابرش دونوں نام دیے جاتے۔ جَذِیْمہ۔ [جیم پر فتحہ اور ذال معجمہ کے نیچے کسرہ]۔

جاحظ البیان والتبیین میں کہتا ہے: ہشام بن محمد بن السائب الکلبی سے مروی ہے کہ جذیمۃ الوضاح وہی ہے جو الابرش التنوخی الازدی ہے۔ یہ حیرہ میں قضاعہ کا آخری بادشاہ ہے اور یہ پہلا شخص ہے جس نے جوتا پہنا، منجنیق بنائی اور اسے قلعوں پر رکھا۔ یہ پہلا بادشاہ ہے جو رات بھر چلتا رہا اور یہ پہلا بادشاہ ہے جس کے لیے موم بتیاں جلائی گئیں۔ جذیمہ تمام بادشاہوں کے مقابلے میں افضل رائے

Marfat.com

والا ، نہایت دور کی جگہوں پر جا کر غارت ڈالنے والا ، سخت خونریزی کرنے والا اور سب سے دانشمند تھا ۔ یہ پہلا شخص ہے جس کے قبضے میں تمام ارض عراق کی حکومت آئی اور اس نے عرب کا علاقہ اس کے ساتھ شامل کر لیا ۔ اس نے دوسروں پر لشکر کشی کی ۔ مگر اسے برص کی بیماری لگ گئی تھی ۔ عرب اس کی تعظیم کرتے ہوئے اسے برص کا نام دینے اور برص کو اس کی طرف منسوب کرنے سے کتراتے تھے ، اسی لیے اسے جذیمۃ الوضاح اور جذیمۃ الابرش کہا گیا۔ اس کی فرودگاہیں حیرہ ، انبار ، بقّہ ہیت اور اس کے نواح ، عین التمر اور اطراف البر میں تھیں ۔ اس کے پاس مال جمع کر کے لایا جاتا تھا ، اور وفد آیا کرتے تھے ۔ اس نے جوّ اور اس کے نواح کے علاقے میں طسم اور جدیس پر چڑھائی کی ۔ اور جوّ یمامہ ہی کو کہتے ہیں ۔ اتفاق سے اسے حسان بن اسعد ابی کرب کے گھوڑ سوار مل گئے جو طسم اور جدیس پر چڑھائی کر چکے تھے تو جذیمہ پچھلے پاؤں واپس آ گیا ۔ جاحظ کا بیان ختم ہوا ۔ [۲ : ۲۳۹]

عربوں کے نزدیک ہر چیز سفید وضح کہلاتی ہے چنانچہ جب کوئی عرب کہتا ہے مَا اَکْثَرَ الْوَضَحَ عِنْدَ کُمْ تو اس سے مراد یہ ہوتی ہے کہ تمھارے ہاں دودھ کس قدر کثرت سے ہوتا ہے ۔

اور جن چیزوں کے ذکر سے عرب فال لیتے ہیں ان میں سے ایک ان کا بیابان کو مفازہ کہنا ہے کیونکہ چٹیل میدانوں کے سفر میں ہلاکت ہوتی ہے لہٰذا حق بات یہ تھی کہ بیابان کو مہلکہ کہا جاتا مگر اس سے چونکہ بدفالی نکلتی ہے لہٰذا عربوں نے مہلکہ بولنے سے اجتناب کیا اور انھوں نے تفاؤل کے طور پر اس لفظ کو اُلٹ دیا ۔

کسی جدید شاعر کا قول ہے :

أَحَبَّ الشَّفَالَ حِيْنَ رَأَى كَثِيْرًا
أَبُوهُ عَنِ اقْتِنَاءِ الْمَجْدِ عَاجِزْ

جب اس کے باپ نے اکثر دیکھا کہ وہ بزرگی حاصل کرنے سے عاجز ہے تو اس نے نیک فال کو پسند کیا

Marfat.com

فَسَمَّاهُ لِقِلَّتِهِ كَثِيْرًا
كَتَقْلِيْبِ المَهَالِكِ بِالمَفَاوِزْ

لہذا اس نے اس کی قلت کو کثیر کہا جس طرح مہالک کو پلٹ کر مفاوز کہا جاتا ہے

کسی کا قول ہے: مَفَازَة کا لفظ مَفْعَلَه کے وزن پر ہے اور فَوَّزَالرَّجُلُ کے محاورہ سے لیا گیا ہے جس کے معنی ہلاک ہونے کے ہیں - اس صورت میں یہ لفظ اپنی اصلی صورت میں ہوگا اور اپنے اصلی معنوں سے ہٹ کر یہاں کوئی اور معنی مراد نہیں لیے گئے - اسی قسم کا ایک لفظ یہ بھی ہے کہ عرب تفاول کے طور پر مارگزیدہ کو سلیم کہتے ہیں - شاعر کہتا ہے:

أَرِقْتُ وَنَامَ عَنِّي مَنْ يَلُوْمُ
وَلَكِنْ لَمْ أَنَمْ أَنَا وَالهُمُوْمُ

میں جاگتا رہا اور ملامت کرنے والا مجھے چھوڑ کر سو گیا لیکن میں اور میرے غم نہ سوئے

كَأَنِّي مِنْ تَذَكُّرِ[1] مَا أُلَاقِي
إِذَا مَا أَظْلَمَ اللَّيْلُ البَهِيْمُ

جب تاریک رات خوب تاریک ہو جاتی ہے تو اس وقت اپنی مصیبتوں کو یاد کر کے میری یہ حالت ہوتی ہے کہ گویا میں

وَمِنْ تَأْمِيْلِ رُؤْيَةِ أُمِّ جَهْمٍ
وَقَدْ خَفَقَتْ مَعَ الغَوْرِ النُّجُوْمُ

اور ام جہم کے دیدار کی امید میں جبکہ ستارے نیچے ہوتے ہی ڈوب جاتے ہیں

سَلِيْمٌ مَلَّ مِنْهُ أَقْرَبُوْهُ
وَأَسْلَمَهُ المُجَاوِرُ وَالحَمِيْمُ

---

۱ - بلوغ الارب میں: تذکرھا ہے اسے تَذَكُّرِ مَا پڑھیں -

ایک مارگزیدہ ہوں جس سے اس کے رشتہ دار اکتا چکے ہوں اور
پڑوسی اور قرابت دار سب چھوڑ کر چلے گئے ہوں

اسی طرح ان کا کانے کے لیے "مُمَتّع" کا لفظ بولنا ہے تاکہ کانے کے لفظ سے بدفالی نہ لی جائے۔ اسی قسم کی اور مثالیں عربوں کے کلام میں بکثرت پائی جاتی ہیں۔ امام ثعالبی کی کتاب الکنایات الکبیر میں اس قدر مثالیں دی ہیں کہ ہمیں اس سلسلے میں قلم کو تھکانے سے بے نیاز کر دیا ہے۔

اسی قسم[1] کا بددعا کرتے وقت ان کا یہ کہنا ہے لاَ عِشْتَ اِلاّ عَيْشَ القُرَّادِ (خدا کرے تو چیچڑ کی سی زندگی گزارے)۔ عرب قُرَّاد (چیچڑ) کو مشقت اور مشقت پر صابر رہنے میں ضرب المثل قرار دیتے ہیں۔ ان کا خیال ہے کہ یہ ایک سال تو پیٹ کے بل رہتا ہے اور ایک سال پیٹھ کے بل، اسے مٹی میں بھی چھوڑ دیا جاتا ہے اور دیوار پر بھی پٹخ دیا جاتا ہے باوصف اس کے کہ یہ ایک سال پیٹ کے بل اور ایک سال پیٹھ کے بل زندہ رہتا ہے مرتا نہیں ہے۔ کسی نے کہا ہے:

فَلاَ عِشْتَ اِلاَّ كَعَيْشِ القُرَادِ
دِعَامًا بِبَطْنٍ وَعَامًا بِظَهْرٍ

خدا کرے کہ تو چیچڑ کی سی زندگی بسر کرے کہ ایک سال پیٹ
کے بل رہے اور ایک سال پیٹھ کے بل

ان کے یہاں ایک رسم یہ تھی کہ جب عورتیں یہ دیکھتیں کہ ان کا کوئی پیارا عزیز مسافت کوجا رہا ہے تو اس کے قدموں[2] کی جگہ کی مٹی اٹھا لیتیں۔ عربوں کا خیال تھا کہ اس طرح وہ بہت جلد واپس آ جائے گا۔ عربوں کی ایک عورت کہتی ہے:

---

۱ - یہاں سے پھر ابن ابی الحدید کا بیان شروع ہو گیا ہے۔

۲ - بلوغ الارب میں موضع قدمہ و موضع رجلہ ہے اسے موضع رجلہ پڑھیں جیسا کہ شرح ابن ابی الحدید (۴ : ۴۴۴) میں ہے

Marfat.com

أَخَذْتُ تُرَاباً مِنْ مَوَاطِئِ رِجْلِهِ
غَدَاةَ غَدٍ كَيْمَا يَئُوبَ مُسَلَّمَا

میں نے دوسرے دن صبح کے وقت اس کے پاؤں کے پڑنے کی جگھوں سے مٹی لی تاکہ وہ صحیح و سلامت واپس آ جائے

ایک عورت کہتی ہے :

قَالَتْ لَهُ وَاقْتَبَضَتْ[۱] مِنْ أَثَرِهِ
يَا رَبِّ أَنْتَ جَارُهُ فِي سَفَرِهِ

اس عورت نے اس کے نقشِ پا سے مٹھی بھر لی اور اس کے لیے دعا کرتے ہوئے کہا خدایا تو ہی سفر میں اس کا پناہ دینے والا ہے

وَجَارُ خُصْيَيْهِ وَجَارُ ذَكَرِهِ

اور اس کے خصیوں اور ذکر بھی پناہ دینے والا ہے

ان کی رسموں میں سے ایک رسم یہ تھی کہ وہ شب کوری کو ہد ہد کہا کرتے تھے اور ہد ہد کے اصلی معنی گاڑھے دودھ کے ہیں جب کسی کو شبکوری کی بیماری لگ جاتی تو کوہان کا ایک ٹکڑا کاٹ لیتا اور جگر کو لے کر اس کا بھی ایک ٹکڑا کاٹ لیتا اور انھیں بھون لیتا اور ہر لقمہ کھانے کے بعد انکھ کے اوپر کے پپوٹے کو انگشت شہادت سے ملتا اور کہتا :

---

۱ - ابو الکلام آزاد نے قرآن مجید کی آیت فَقَبَضْتُ قَبْضَةً مِنْ أَثَرِ الرَّسُولِ کی تشریح میں کئی صفحے سیاہ کر دیے ہیں اور اس بات سے انکار کیا ہے کہ یہ محاورہ نشان پا سے مٹھی بھرنے کے معنوں میں استعمال نہیں ہوتا ہے اور اس سلسلے میں امام فخرالدین رازی کو جی بھر کر کوسا ہے حالانکہ امام فخرالدین رازی حق پر ہیں اور ابوالکلام غلطی پر اور یہ شعر رازی کے حق میں فیصلہ دیتا ہے -

Marfat.com

فَيَا سِنَامًا وَ كَبِدْ
أَلَا اذْهَبَا بِالهُدْبُدْ

اے کوہان اور جگر شبکوری کو دور کر دو

لَيْسَ شِفَاءُ الهُدَبِدْ
إِلَّا السِّنَامُ وَالكَبِدْ

کوہان اور جگر کے سوا شبکوری کا کوئی علاج نہیں ہے

ان کا خیال تھا کہ اس طرح شبکوری دور ہو جاتی ہے

ان کے مذاہب میں سے ایک یہ بھی تھا کہ بخیال خویش جنّوں کو دیکھ سکتے ہیں گویا جن ان کے سامنے ظاہر ہوتے ہیں اور ان سے کلام کرتے ہیں ، وہ غول بیابانی کو دیکھتے ہیں اور بعض اوقات ان کے ہم آغوش بھی ہوتے ہیں ، ان سے شادی بھی کرتے ہیں اور ان سے اولاد پیدا کرتے ہیں ۔ ان کے یہاں یہ سب باتیں مسلّمات میں سے تھیں ۔

عمرو بن یربوع اور غول کا قصه[1]

عرب کہتے ہیں کہ عمرو بن یربوع نے ایک چڑیل سے شادی کر لی اور اس سے بچے پیدا کیے ، وہ ایک مدت تک اس کے یہاں رہی ۔ وہ عمرو بن یربوع کو کہا کرتی : جب بجلی میرے وطن کی جانب ظاہر ہو اور میرا وطن فلاں جہت میں ہے ۔ تو اسے مجھ سے چھپائے رکھنا کیونکہ اگر تو اسے مجھ سے چھپا کر نہیں رکھے گا تو تمھارے بچوں کو تمھارے پاس چھوڑ کر اپنی قوم کے ملک کو چلی جاؤں گی ۔ لہذا جب بھی بجلی چمکتی تو عمرو ابن یربوع اپنی چادر سے اس کا چہرہ ڈھانپ دیتا تاکہ وہ اسے دیکھ نہ پائے ۔ ابوالعلاء معری نے اونٹوں اور بجلی کی طرف ان کے اشتیاق کا ذکر کرتے ہوئے اسی بات کی طرف اشارہ کیا ہے :

---

۱ - عمرو بن یربوع کے لیے ملاحظہ ہو کتاب الاشتقاق : ۲۲۷ - ۲۲۸ -

Marfat.com

طَرِبْنَ لِضَوْءِ البَارِقِ المُتَعَالِي
بِبَغْدَادَ وَهْنًا مَا لَهُنَّ وَمَالِي

[۲ : ۳۴۱] بغداد میں کچھ رات گزر جانے کے بعد انھیں بلند بجلی کی روشنی کا شوق پیدا ہؤا انھیں کیا ہو گیا ہے اور مجھے کیا ہو گیا ہے

سَمَتْ نَحْوَهُ الأَبْصَارُ حَتَّى كَأَنَّهَا
بِنَادِيهِ مِنْ هُنَّا و ثُمَّ وِصَالِي

اس روشنی کی طرف نگاہیں اٹھیں یہاں تک کہ یوں معلوم ہونے لگا کہ اس کی مجلس میں ادھر اُدھر سے میرا وصال ہوگا

إِذَا طَالَ عَنْهَا سَرَّهَا لَوْ رُؤُوسُهَا
تُمَدُّ إِلَيْهِ فِي صُدُورِ عَوَالِي

جب دیر تک یہ ان سے چھپی رہتی تو انھیں اس بات میں خوشی ہوتی کہ کاش ان کے سر نیزوں کی نوکوں پر رکھ کر اس کی طرف بڑھا دیے جاتے

تَمَنَّتْ قُوَيْقًا والصَّرَاةَ أَمَامَهَا
تُرَابُ لَهَا مِنْ أَيْنُقٍ وَجِمَالِ

اس نے قویق اور صراۃ کی تمنا کی اور اس کے آگے آگے اونٹنیوں اور اونٹوں کی وجہ سے مٹی دکھائی دیتی تھی

إِذَا لَاحَ إِيمَاضٌ سَتَرْتُ وُجُوهَهَا
كَأَنِّيَ عَمْرٌو والمَطِيُّ سَعَالِي

جب بجلی کی چمک ظاہر ہوتی تو میں ان کے چہرے ڈھانپ دیتا گویا کہ میں عمرو ہوں اور سواریاں چڑیلیں ہیں

وَكَمْ هَمَّ نِضْوٌ أَنْ يَطِيرَ مَعَ الصَّبَا
إِلَى الشَّامِ لَوْلَا حَبْسُهُ بِعِقَالِ

Marfat.com

کئی لاغر اونٹوں نے اڑ کر باد صبا کے ساتھ شام کی طرف جانا چاہا
اگر انھیں رسی باندھ کر روک نہ لیا جاتا

کہتے ہیں کہ ایک بار بجلی چمکی تو عمرو بن یربوع کو اس بات کا خیال نہ رہا اور اس نے اس کے چہرے کو نہ ڈھانپا چنانچہ وہ اڑ گئی اور اڑتے ہوئے کہا :

أَمْسِكْ بَنِيكَ عَمْرُو إِنِّي آبِقْ
بَرْقٌ عَلَى أَرْضِ السَّعَالِي آلِقْ

اے عمرو اپنے بیٹوں کو پکڑ لے میں بھاگ رہی ہوں کیونکہ
چڑیلوں کی زمین پر بجلی چمک رہی ہے

بعض لوگ کہتے ہیں کہ اونٹ پر سوار ہو کر اسے لے اڑی یعنی اتنی تیزی سے گئی کہ اسے پکڑ نہ سکا ۔ اسی کے متعلق شاعر کہتا ہے :

رَأَى بَرْقًا فَأَوْضَعَ فَوْقَ بَكْرٍ[1]
فَلَابِكَ مَا أَسَالَ وَمَا أَغَامَا[2]

اس نے بجلی دیکھی تو اونٹ پر سوار ہو کر تیزی سے دوڑ گیا اور
جو پانی اس نے بہایا اور جو بادل چھائے انھوں نے تجھے پانی کے
گرد پھرایا

راوی کہتا ہے کہ عمرو بن یربوع کی اولاد آج تک بنی السعلاۃ کہلاتی ہے ۔ اسی لیے ایک شاعر[3] نے ان کی ہجو میں کہا ہے :

---

۱ ۔ بلوغ الارب میں فلابک ما کی بجائے فلا یأل ما أسال ولا أعاما ۔ عین مہملہ کے ساتھ ہے ۔ شرح ابن ابی الحدید میں فلایک ما اسال ولا اغاما ہے ۔ تصحیح شرح امالی (۳۰۷) سے کی گئی ہے اور سیمن نے اس شعر کو ابن درید کی جمہرہ (۳ : ۱۵۲) کے حوالے سے عمرو بن یربوع کی طرف منسوب کیا ہے ۔

۲ ۔ غَام السحاب و اغام اور ابن درید نے اسی لفظ کے تحت اس شعر کو درج کیا ہے ۔

۳ ۔ شرح امالی میں ان اشعار کو علیاء بن ارقم کی طرف منسوب کیا ہے ۔

Marfat.com

یَا قَبَّحَ اللّٰہُ بَنِی السِّعْلَاۃِ
عَمْرو بْنَ یَرْبُوعٍ شِرَارَ النَّاتِ[۱]

لوگو ! خدا بنی السعلاۃ کو رسوا کرے میری مراد عمرو بن یربوع کے بیٹوں سے ہے جو سب سے شریر لوگ ہیں

لَیْسُوْا بِأَبْطَالٍ[۲] وَلَا أَکْیَاتٍ

یہ نہ بہادر ہیں اور نہ عقلمند

نات سے مراد ناس اور اکیات سے مراد اکیاس ہے - سین کو اس نے تاء سے بدل دیا ہے اور یہ عربوں کی ایک قوم کی لغت ہے - چڑیل کے متعلق ان کی عادات میں یہ بات بھی شامل تھی کہ وہ کہا کرتے کہ اگر اسے تلوار سے ایک ہی چوٹ لگائی جاتی تو مر جاتی اور اگر دوسری چوٹ لگائی جاتی تو پھر زندہ ہو جاتی - اسی معنی کی طرف شاعر نے اس شعر میں اشارہ کیا ہے :

فَقَالَتْ : ثَنِّ ، قُلْتُ لَہَا رُوَیْدًا
مَکَانَکِ إِنَّنِیْ ثَبْتُ الْجَنَانِ

[۲ : ۳۴۲] اس نے کہا : دوسری بار مار - میں نے کہا ذرا ٹھہر میں تو مضبوط دل والا ہوں

غول کے بارے میں جو اشعار کہے گئے ہیں ان میں سے ابوالبلاد طہوی کے یہ اشعار ہیں اور انہیں تأبط شراً کی طرف بھی منسوب کیا جاتا ہے - اور من جملہ دیگر اشعار کے یہ ہیں :

لَہَانَ عَلَی جُہَیْنَۃَ مَا أُلَاقِیْ
مِنَ الرَّوْعَاتِ یَوْمَ رَحَا بِطَانِ

---

۱ - النات : الناس
۲ - امالی (۲ : ۶۷) اور شرح امالی (۷۰۳) میں ابطال کے بجائے أعناء ہے محاورہ ہے

Marfat.com

رحابطان کی جنگ جس قدر خوفناک امور کو میں نے دیکھا وہ جہینہ کے لیے آسان معلوم ہوئے

لَقِيتُ الغُولَ تَسْرِى فِي ظَلاَمٍ
بِسَهْبٍ كَالعَبَاءَةِ صَحْصَحَانِ

میں نے رات کی تاریکی میں چادر کی طرح چٹیل بیابان کے اندر ایک غول کو چلتے دیکھا

فَقُلْتُ لَهَا: كِلاَنَا نِضْوُ أَرْضٍ
أَخُو سَفَرٍ فَخَلِّي لِي مَكَانِي

میں نے اس سے کہا: ہم ہر دو زمین کے سفر سے لاغر ہو رہے ہیں اور مسافر ہیں لہذا میرا راستہ چھوڑ دو

فَشَدَّتْ شَدَّةً نَحْوِي فَأَهْوَى
لَهَا كَفِّي بِمَصْقُولٍ يَمَانِ

اس نے میری طرف بڑھ کر حملہ کیا اس پر میرے ساتھی نے یمنی صیقل شدہ تلوار لے کر اس کا قصد کیا

فَقَالَتْ: زِدْ فَقُلْتُ[۱] رُوَيْدَ إِنِّي
عَلَى أَمْثَالِهَا ثَبْتُ الجَنَانِ

اس نے کہا ایک اور لگاؤ - میں نے کہا ٹھہر جاؤ میں اس قسم کے معاملات میں مضبوط اور بہادر دل رکھنے والا ہوں

جن لوگوں نے ان اشعار کو تأبط شراً کا بتایا ہے وہ اس کے ابتدائی اشعار یوں روایت کرتے ہیں:

أَلاَ مَنْ مُبْلِغٌ فِتْيَانَ جَهْمٍ
بِمَا لاَقَيْتُ عِنْدَ رَحَابِطَانِ

---

۱ - بلوغ الارب میں: قلت منقول ہے تصحیح شرح ابن ابی الحدید سے کی گئی ہے -

Marfat.com

قبیلۂ جہم کی نوجوان لڑکیوں کو کون یہ خبر دے گا کہ رحابطان کے مقام پر مجھ پر کیا گزری

بِأَنِّي قَدْ لَقِيتُ الْغُولَ تَهْوِي
بِسَهْبٍ كَالصَّحِيفَةِ صَحْصَحَانِ

مجھے کاغذ کی طرح ہموار بیابان میں پیچ و تاب کھاتی ہوئی ایک غول ملی

فَقَصَدْتُ فَانْتَحَيْتُ[1] لَهَا بِعَضْبٍ
حُسَامٍ غَيْرِ مُؤْتَشَبٍ يَمَانِ

وہ ایک طرف ہو گئی میں نے ایک کاٹنے والی تیز اور خالص یمنی تلوار لے کر اس کا قصد کیا

فَقَدَّ سَرَاتَهَا وَالْبَرْكَ مِنْهَا
فَخَرَّتْ لِلْيَدَيْنِ وَلِلْجِرَانِ

اس تلوار نے اس کا اوپر کا حصہ اور سینہ کاٹ ڈالا اور وہ ہاتھوں اور گردن کے بل گر پڑی

فَقَالَتْ ثَنِّ قُلْتُ لَهَا رُوَيْداً
مَكَانَكِ إِنَّنِي ثَبْتُ الْجَنَانِ

اس نے کہا دوسری بار پھر مار - میں نے کہا ذرا اپنی جگہ پر ٹھہری رہ میں تو بہادر دل والا ہوں

وَلَمْ أَنْفَكَّ مُضْطَجِعاً لَدَيْهَا
لِأَنْظُرَ مُصْبِحاً مَاذَا دَهَانِي

میں اس کے قریب ہی لیٹا رہا تا کہ صبح کو دیکھوں کہ مجھ پر کیا مصیبت نازل ہوئی تھی

---

۱ - شرح ابن ابی الحدید میں فانتجیت چھپا ہے -

Marfat.com

إذَا عَيْنَانِ فِي رَأسٍ دَقِيقٍ
كَرَأسِ الهِرِّ مَشقُوقِ اللِّسَانِ

(صبح ہوئی تو) دیکھا کہ ایک باریک سر میں دو آنکھیں ہیں ، یہ بلی کے سر کی طرح تھا اور اس کی زبان شق دار تھی

وَسَاقٌ[1] مُخْدَجٌ وَلِسَانٌ كَاشِبٍ
وَثَوْبٌ مِنْ عَبَاءٍ أَوْ شَنَانِ

ایک پنڈلی ہے ناقص ، زبان ہے کتے کی ایک کپڑا ہے عبا کا یا پرانے مشکیزہ کا

مَرْت : بیابان ، صحصحان : ہموار جگہ ، مُؤتشب : مخلوط ، اور ہر چیز کی سراة[2] اس کی پیٹھ ہوتی ہے ، برك : سینہ ، جران البعیر : اونٹ کی گردن کا اگلا حصہ ، مُخْدَج : ناقص ، شنان : شن کی جمع ، پرانی مشکیزہ

اور بھرانی کہتا ہے

وَتَزَوَّجْتُ فِي الشَّبِيبَةِ غُولاً
بِغِزَالٍ وَصَدْقَتِي زِقُّ خَمْرٍ

میں نے جوانی میں ایک غول سے شادی کی اور مہر ایک ہرن اور شراب کا مشکیزہ تھا

جاحظ کہتا ہے : اس نے مہر میں شراب اس لیے دی کہ اس کی خوشبو اچھی ہوتی ہے اور ہرن اس لیے کہ یہ جنوں کی سواری ہے ،

---

۱ - شرح ابن ابی الحدید میں ساقاً مخدجاً درج ہے -

۲ - آلوسی نے کتب لغت کی عبارت سے غلط مفہوم نکالا ہے - سہیل (الروض الانف : ۲ : ۱۱۶ : ۲ : ۳۳۵) کہتا ہے سراة کل شئی ماعلامنہ و سراة الفرس ظهره لأنه أعلاه

ابو مطراب عبید بن ایوب عنبری جو عربوں کے ڈاکوؤں میں سے ہے کہتا ہے :

تَقُولُ وَقَدْ أَلْمَمْتُ بِالْإِنْسِ لِمَّةً
مُخَضَّبَةُ الْأَطْرَافِ خُرْسُ الْخَلَاخِلِ

کل میں جب چھوٹا سا گناہ کر چکا تو ایک عورت نے جس کے ہاتھ اور پاؤں رنگے ہوئے تھے اور جس کی پنڈلیوں کے موٹا ہونے کی وجہ سے پازیبوں کی آواز نہ آتی تھی کہا :

أَهٰذَا خَدِينُ الْغُولِ وَالذِّئْبِ وَالَّذِي
يَهِيمُ بِرَبَّاتِ الْحِجَالِ الْهَرَاكِلِ

کیا یہی غول اور بھیڑیے کا ساتھی ہے اور کیا یہ وہی ہے جو پالکیوں میں بیٹھی ہوئی موٹے سرینوں والی عورتوں پر عاشق ہوتا ہے

رَأَتْ خَلَقَ الدِّرْسَيْنِ أَسْوَدَ شَاحِبًا
مِنَ الْقَوْمِ بَسَّامًا كَرِيمَ الشَّمَائِلِ

اس نے قوم میں سے ایک پھٹے پرانے کپڑے پہنے سیاہ اور بدلے ہوئے رنگ والے کو دیکھا جو مسکرانے والا اور کریمانہ خصائل کا مالک تھا

---

۱ - چونکہ آلوسی کورانہ تقلید کر رہا ہے لہذا چونکہ شرح ابن ابی الحدید میں ابوعبید مندرج ہے ۔ اس نے بھی بغیر تحقیق کے وہی لکھ دیا ۔ تصحیح شرح امالی (۳۸۴) سے کی گئی ہے ۔ ابو المطراب عبید بن ایوب العنبری ۔ یہ اسلامی شاعر ہے اور یہ ڈاکو اور بیابانوں کا سفر کرنے والا تھا ۔ سلطان نے اسے قتل کرنے کے لیے نذر مانی اور اس کی قوم نے اس سے قطع تعلق کر لیا لہذا وحشی جانوروں کے ساتھ رہنے لگا تاآنکہ وہ اس سے مانوس ہو گئے اور وہ ان سے مانوس ہو گیا ۔ اس کے دیگر اشعار کے لیے ملاحظہ ہو مروج الذھب (۲ : ۱۵۷) اور شرح امالی (۳۸۴)

Marfat.com

تَعَوَّدَ مِنْ آبَائِهِ فَتَكَاتِهِمْ
وَإِطْعَامَهُمْ فِي كُلِّ غَبْرَاءَ شَامِلِ

یہ آباؤ اجداد کی طرح قاتلانہ حملہ کرنے کا عادی بن چکا ہے نیز یہ ہر قحط سالی میں لوگوں کو کھانا کھلانے کا عادی ہے

إِذَا صَادَ صَيْداً أَلْقَهُ بِضَرَامَةٍ
وَشِيكاً وَلَمْ يَنْتَظِرْ لِغَلْيِ الْمَرَاجِلِ

جب وہ کسی جانور کا شکار کرتا ہے تو پتلی پتلی لکڑیوں کی آگ پر جلدی سے ڈال لیتا ہے اور ہنڈیا کے جوش مارنے کا انتظار نہیں کرتا

فَنَهْشاً كَنَهْشِ الصَّقْرِ ثُمَّ مَرَاسَةً
بِكَفَّيْهِ رَأْسَ الشَّيْحَةِ الْمُتَمَاثِلِ

لہذا یہ دانتوں سے شکرے کی طرح نوچتا ہے اور پھر اپنے دونوں ہاتھوں کو کھڑے شیح کے پودے سے پونچھ لیتا ہے

ھراکل : ھرکولة کی جمع ہے موٹی[1] لڑکی ، الغبراء الشامل : قحط کا سال ، ضرامة : چھوٹی لکڑیاں جن سے آگ سلگائی جاتی ہے ، وشیک : قریب ، مَرَاجل : مِرْجل کی جمع ہے ، ہنڈیا ، اور شیحة : ایک بوٹی کا نام ہے

اسی قصیدے کے یہ شعر بھی ہیں :

إِذَا مَا أَرَادَ اللّٰهُ ذُلَّ قَبِيلَةٍ
رَمَاهَا بِتَشْتِيتِ الْهَوَى وَالتَّخَاذُلِ

جب اللہ کسی قبیلے کو ذلیل کرنا چاہتا ہے تو انہیں خواہشات کی پراگندگی اور ایک دوسرے سے قطع تعاون (کے مرض) میں مبتلا

---

۱ - یہ معنی درست نہیں ہیں : الھِرکَولَة : الحسنة الجسم والخَلقِ والمِشية اوالضخمة الا' وراك المرتجة الأرداف ۔

Marfat.com

کر دیتا ہے

وَ أَوَّلُ عَجْزِ الْقَوْمِ عَمَّا يَنُوبُهُمْ
تَدَافُعُهُمْ عَنْهُ وَطُولُ التَّوَاكُلِ

جب کسی قوم پر کوئی مصیبت آن ٹوٹے تو اس مصیبت میں مقابلہ کرنے میں سب سے پہلی کمزوری یہ ہوتی ہے کہ افراد قوم اسے ملتوی کیے جاتے اور ایک دوسرے پر چھوڑتے چلے جاتے ہیں

وَ أَوَّلُ خُبْثِ الْمَاءِ خُبْثُ تُرَابِهِ
وَ أَوَّلُ لُؤْمِ الْقَوْمِ لُؤْمُ الْحَلَائِلِ

پانی کے پلید ہونے کی ابتدا اس کی مٹی کی پلیدی سے ہوتی ہے اور کسی قوم کے کمینے پن کی ابتدا ان کی عورتوں کے کمینے پن سے ہوتی ہے

تواکل : باب تفاعل از وَكَلَ أَمْرَهُ الی غیرہ یکلہ وَكْلاً (اپنے معاملے کو کسی اور کے سپرد کر دینا) اور اسم فاعل وَكِلٌ اور حلائل : حلیلۃ کی جمع ہے بمعنی بیوی -

یہ اشعار عربوں کے جید اشعار میں سے ہیں - ہماری غرض صرف پہلے شعروں سے متعلق تھی ہم نے باقی اشعار کا ذکر ان کی ادبی حیثیت کی وجہ سے کر دیا ہے - ابو مضراب عبید بن ایوب اسی موضوع کے متعلق جس کا ہم ذکر کر رہے ہیں کہتا ہے :

وَصَارَ خَلِيلَ الْغُولِ بَعْدَ عَرَارَةٍ
صَفِيًّا وَرَبَّتْهُ الْقِفَارُ الْبَسَابِسُ

بد خلقی کے بعد وہ غول کا خالص دوست بن گیا اور چٹیل میدانوں نے اس کی تربیت کی

وہی کہتا ہے :

Marfat.com

فَلِلّٰهِ دَرُّ الغُولِ أَیُّ رَفِیْقَةٍ
لِصَاحِبِ قَفْرٍ [۱] فِی المَهَامَهِ یُذْعَرُ

اس غول کا کیا کہنا جو اس شخص کے لیے جو بیابانوں میں ڈرتا رہتا ہے کیا ہی اچھی رفیقہ ہو جاتی ہے

أَرَنَّتْ بِلَحْنٍ بَعْدَ لَحْنٍ وَأَوْقَدَتْ
حَوَالَیَّ نِیرَاناً تَلُوحُ وَتَزْهَرُ

اس نے بار بار رونے کی آواز نکالی اور میرے ارد گرد آگیں جلائیں جو چمکتی اور روشن ہوتی تھیں

[۲ : ۳۴۴] اسی نے یہ شعر بھی کہے :

وَغُولاً قَفْرَةٍ ذَکَرٌ وَأُنْثَی
کَأَنَّ عَلَیْهِمَا قِطَعُ البِجَادِ

چٹیل میدان کی دو غولیں ایک نر اور ایک مادہ یوں معلوم ہو رہی تھیں کہ انھوں نے دھاریدار چادر کے ٹکڑے پہن رکھے ہیں

اسی کا یہ شعر بھی ہے :

فَقَدْ لَاقَتِ الغِزْلَانُ مِنِّی بَلِیَّةً
وَقَدْ لَاقَتِ الغِیْلَانُ مِنِّی الدَّوَاهِیَا

ہرنیوں کو میرے ہاتھوں اذیت پہنچی اور چڑیلوں پر میری طرف سے آفت ٹوٹی

بہرانی چڑیل کے قتل کرنے کے متعلق کہتا ہے :

ضُرِبَتْ ضَرْبَةً فَصَارَتْ هَبَاءً
فِی مُحَاقِ القَمَرِ آخِرَ شَهْرِ

---

۱ - مروج الذهب میں یہ مصرع یوں درج ہے : لصاحب قفر خائف و هو معبر (مروج الذهب : ۲ : ۱۵۷)

Marfat.com

اسے ایک ایسی چوٹ لگائی گئی کہ وہ غبار بن گئی (اور یہ چوٹ) مہینے کے آخر کی آخری تین راتوں کا واقعہ ہے

وہی کہتا ہے اس کے خیال میں اس نے جب دوسری چوٹ لگا[ئی] تو وہ پھر زندہ ہو گئی

فَشَنَنْتُ والمِقدارُ يَحرُسُ أَهلَهُ
فَلَيتَ يَميني يومَ ذلكَ شُلَّتِ

میں نے دوسری بار چوٹ لگائی جبکہ مقدار اپنے گھر والوں کی پاسبانی کر رہا تھا کاش اس دن میرا ہاتھ شل ہو جاتا

اور تأبط شراً غول کی تعریف میں کہتا ہے اور ذکر کرتا ہے کہ می[ں] نے مباشرت کے لیے اسے پھانسنا چاہا مگر وہ نہ مانی اس لیے میں نے اس[ے] قتل کر دیا

فَأَصبَحتُ والغُولُ لِي جارَةٌ[1]
فَيا جارَتا أَنتِ ما أَغْوَلا

۱ - مروج الذهب میں دوسرا مصرع یوں مرقوم ہے : فیا جارتی انت ما أهوَلا - ان کا مطلع یوں ہے :

وَأَدهَمَ قَدْ جُبتُ جِلبابَهُ
كَما اجتابَتِ الكاعِبُ الخَيعَلا
عَلَى إِثرِ نارٍ يَنُورُ بِها
فَبِتُّ لَها مُدبِراً مُقبِلا
فَطالَبتُها بُضعَها فَالتَوَتْ
بِوَجهٍ تُغَوَّلُ فَاستَغوَلا
فَمَن كانَ يَسأَلُ عَن جارَتي
فَإِنَّ لَها بِاللِّوَى مَنزِلا

کتاب الشعر و الشعرا میں کامل قصیدہ درج ہے ملاحظہ ہو کتا[ب] الشعر و الشعرا (طبع ۱۹۶۳) : ۲۳۰ - ۲۳۱ -

Marfat.com

صبح ہوئی تو غول میری پڑوسن تھی میں نے کہا اے پڑوسن ! تو کس قدر ہلاکت آمیز ہے

وَطَالَبْتُهَا بَضْعَهَا فَالْتَوَتْ
فَكَانَ مِنَ الرَّأيِ أَنْ تُقْتَلَا

میں نے اس سے ہمکنار ہونا چاہا مگر وہ نہ مانی لہٰذا یہی قرار پایا کہ اسے قتل کر دیا جائے

فَجَلَّلْتُهَا مُرْهَفاً صَارِماً
أَبَانَ الْمَرَافِقَ وَالْمَفْصِلَا

لہٰذا میں نے تیز کاٹنے والی تلوار اس کے سر پر دے ماری جس نے اس کی کہنی اور جوڑوں کو جدا جدا کر دیا

فَطَارَ بِقِحْفِ [۱] ابْنَةِ الْجِنِّ ذُوْ
شَقَاشِقَ قَدْ أَخْلَقَ الْمِحْمَلَا

اور اس تلوار نے جن کی بیٹی کی کھوپری اڑا دی جس کے منہ سے ایسی جھاگ نکلتی تھی کہ تلوار کی پیٹی کو بھی لگ جائے تو بوسیدہ ہو جائے

فَمَنْ يَكُ يَسْأَلُ عَنْ جَارَتِي
فَإِنَّ لَهَا بِاللِّوَى مَنْزِلَا

اگر کوئی مجھ سے میری پڑوسن کے متعلق دریافت کرے تو اس کا مکان لوی میں ہے

عَظَاءَةُ أَرْضٍ لَهَا حُلَّتَا
نِ مِنْ وَرَقِ الطَّلْحِ لَمْ تُغْزَلَا

یہ زمین کی چھپکلی ہے اس نے کیلے کے پتوں کے دو جوڑے پہن رکھے تھے جنھیں بُنا نہیں گیا تھا

---

۱ - شرح ابن ابی الحدید میں تفجف چھپا ہے -

Marfat.com

وَ كُنْتُ إِذَا مَا هَمَمْتُ اهْتَبَلْتُ
وَ أَحْرَى إِذَا قُلْتُ أَنْ أَفْعَلاَ

میں جب (کسی بات کا) ارادہ کرتا تو پھر اس کے لیے حیلہ بھی کرتا تھا ، جب کوئی بات کہوں تو زیادہ مناسب یہی (جانتا ہوں) کہ پھر اسے کر گزروں

اس کا التوت کہنا : یعنی نہ مانی اور دیر کی ، مرهف : تلوار ، صارم : قاطع اور اس کا ذوشقاشق قد اخلق المحملا کہنا : اس کے معنی ہیں اگر یہ جھاگ اونٹ کی ہوتی تو اپنی کثرت کی وجہ سے اسے بوسیدہ کر دیتی جبکہ مِحمل سے مراد تلوار کی پیٹی ہو ، امرؤالقیس اپنے معلقہ میں کہتا ہے

فَفَاضَتْ دُمُوعُ الْعَيْنِ مِنِّي صَبَابَةً
عَلَى النَّحْرِ حَتَّى بَلَّ دَمْعِيَ مِحْمَلِي

عشق کی وجہ سے میری آنکھ کے آنسو بہہ کر چھاتی پر گرے یہاں تک کہ آنسوؤں نے میری تلوار کی پیٹی کو تر کر دیا

غول کے متعلق بہت سے اشعار کہے گئے ہیں لیکن ان میں سے اکثر شعر تأبط شراً کے ہیں ، وہ عہد جاہلیت کے اعلیٰ پائے کے شعرا اور مشہور شہسواروں میں ہوتا ہے - لہٰذا یہاں مناسب ہے کہ ہم اس کا حال بیان کر دیں اور اس کے کسی قدر تعجب انگیز واقعات بھی تحریر کر دیں مگر ایجاز و اختیار کے ساتھ -

تأبط شراً کے حالات

اس کا نام ثابت ہے اور کنیت ابوزهیر بن جابر بن سفیان بن عمیل بن عدی یعنی کعب بن حرب بن تیم بن سعد بن فہم بن عمرو بن قیس عیلان اور اس کی والدہ کا نام اُمیمہ ہے - یہ بنی فہم کی شاخ قین سے

Marfat.com

تھی - اسے تأبط شراً لقب دینے میں چار قول[1] بیان کیے جاتے ہیں (۱) مشہور قول یہی ہے کہ یہ تلوار لے کر گھر سے نکلا تو کسی نے اس کی والدہ سے پوچھا کہ ثابت کہاں ہے ؟ والدہ نے کہا : مجھے معلوم نہیں اس نے جنگ کو بغل میں دبایا اور نکل گیا - (۲) کھمبیوں کے موسم میں والدہ نے اس سے کہا : کیا تو قبیلے کے بچوں کو نہیں دیکھ رہا کہ وہ اپنے گھر کے لیے کھمبیاں جمع کر کے شام کے وقت گھر لوٹ آتے ہیں ؟ اس نے والدہ سے کہا ایک تھیلا مجھے دے دو تاکہ میں بھی تمھارے لیے کھمبیاں چن لاؤں - والدہ نے تھیلا دیا ، اس نے جتنے بھی بڑے سانپ ہو سکتے تھے لیے اور ان سے تھیلا بھرا اور بغل میں دابے ہوئے چلا آیا ، لا کے والدہ کے سامنے رکھ دیا ، والدہ نے جو کھولا تو اس کے گھر میں سانپ اس کے روبرو دوڑنے لگے - والدہ اچھلی اور گھر سے باہر چلی گئی - قبیلے کی عورتوں نے اس سے پوچھا : آج ثابت بغل میں کیا رکھ کر لے آیا ہے ؟ والدہ نے جواب دیا : تَـأَبَّـطَ شَـرًّا (اس نے بغل میں شر دبائی ہوئی تھی) (۳) اس نے جنگل میں ایک مینڈھا دیکھا تو اسے اٹھا کر بغل میں لے لیا - راستہ بھر وہ مینڈھا اس پر پیشاب کرتا رہا - جب قبیلے کے قریب پہنچا تو بھاری ہونے لگا تاآنکہ یہ اتنا بھاری ہو گیا کہ یہ اسے اٹھا نہ سکا - لہذا اس نے اسے پھینک دیا - دیکھا تو وہ غول تھی - لوگوں نے اس سے پوچھا : ثابت تمھاری بغل میں کیا تھا؟ اس نے ان کو بتایا ، تو انھوں نے کہا : اس نے بغل میں شر دبایا ہؤا تھا - (۴) یہ غول کو لے کر آیا اور اسے والدہ کے سامنے رکھ دیا - لوگوں نے اس کی والدہ سے پوچھا کہ اس کی بغل میں کیا تھا ؟ تو والدہ نے یہی الفاظ (تأبط شراً) کہے چنانچہ یہ لقب اس کے ساتھ چپک کر رہ گیا ،

---

۱ - چار سے زیادہ بھی بیان کیے جاتے ہیں : ملاحظہ ہو خزانۃ الارب : ۱ : ۶۶ : اغانی : ۱۸ : ۲۰۹ : تاج العروس (ابط) اور تیجان : ۲۴۲ -

Marfat.com

یہ عرب کے ڈاکوؤں میں سے تھا ۔ تنہا پیادہ چڑھائی کرنے جایا کرتا ۔ جب اسے بھوک لگتی تو ہرنیوں کی طرف دیکھتا پھر دیکھ کر سب سے موٹی ہرنی کو منتخب کرتا اور اس کے پیچھے چل پڑتا ، وہ اس سے بھاگ کر نہ جا سکتی تھی بہر حال وہ اسے پکڑ لیتا ۔ اس کے حالات اغانی میں بہت سی حکایات کے ضمن میں درج ہیں جن کے عجیب و غریب ہونے کی وجہ سے عقل کو تعجب ہوتا ہے ۔ اگر تم ان حالات کو معلوم کرنا چاہو تو اُس کتاب کی طرف رجوع کرو ۔

شریعت میں بھوت اور چڑیل کے متعلق کیا کچھ وارد ہؤا ھے

[۲ : ۳۴۶] غول کے متعلق دو صحیح حدیثیں مروی ہیں ایک تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمانا ہے : لَا عَدْوٰی وَلَا طِيَرَةَ وَلَا صَفَرَ وَلَا غُوْلَ'' (نہ چھوت کوئی چیز ہے نہ بدفالی ، نہ پیٹ کا سانپ اور نہ بھوت) اور دوسرا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان ہے إِذَا تَغَوَّلَتِ الغِيلَانُ فَنَادُوا بِالأَذَانِ (جب بھوت رنگ بدلیں تو اذان دو) ۔ مراد یہ ہے کہ اللہ کو یاد کر کے ان کے شر کو دور کرو ۔ ان دونوں متعارض حدیثوں میں موافقت پیدا کرنے کے لیے جو کچھ محدثین نے کہا ہے اس کا ماحصل یہ ہے کہ پہلی حدیث سے بھوت کے وجود کی سراسر نفی مراد نہیں ہے ۔ مراد صرف اس بات کو باطل قرار دینا ہے کہ عربوں کا خیال تھا کہ بھوت مختلف رنگ اختیار کر کے لوگوں کو ہلاک کر دیتے ہیں ۔ اہل لغت کہتے ہیں کہ بھوت چڑیلوں کی ایک قسم ہے اور چڑیلیں مادہ شیطان ہیں ، چڑیل کا نام غول اس لیے پڑا کہ عربوں کے خیال کے مطابق یہ ان کو ہلاک کر دیتی ہے یا اس لیے کہ یہ ہر لحظہ رنگ بدلتی رہتی ہے جیسا کہ محاورہ ہے تَغَوَّلَتْ عَلَيَّ البِلَادُ یعنی شہر مختلف معلوم ہونے لگے ۔ محدثین کہتے ہیں کہ '' لَا غُولَ '' سے مراد یہ ہے کہ یہ کسی

Marfat.com

کو گمراہ نہیں کر سکتی - اس کی تائید اس حدیث سے ہوتی ہے جس میں لَا غُولَ وَلٰکِنَّ السَّعَالِیَ (بھوت کوئی چیز نہیں البتہ چڑیلیں ہیں) اور سعالی جادوگر جنوں کو کہتے ہیں مطلب یہ ہؤا کہ جنوں میں جادو گر البتہ موجود ہیں ، جو فریب دینے اور توہمات پیدا کرتے ہیں - لہٰذا جہاں حدیث میں ان کا وجود ثابت کیا گیا ہے وہاں ان کے وجود کو ثابت ہی کرنا مراد ہے اور جہاں نفی کی گئی ہے وہاں مراد ان امور کی نفی کرنا ہے جو عربوں کے معتقدات میں سے تھے - فصحیح کلام میں اس قسم کی بہت سی مثالیں پائی جاتی ہیں - شرح بانت سعاد میں ابن ہشام نے لکھا ہے کہ " عربوں کے یہاں بہت سی ایسی باتیں پائی جاتی ہیں جو ان کے زعم میں تو ہیں مگر ان کی کوئی حقیقت نہیں ، ان میں سے ایک یہ ہے کہ چڑیل بیابانوں میں دکھائی دیتی ہے اور ان کے سامنے مختلف رنگ اختیار کر لیتی ہے ، انھیں راسے سے بھٹکا دیتی ہے - انھی میں سے ہدیل ہے - عربوں کا خیال ہے کہ ہدیل نوح علیہ السلام کے زمانے میں ایک کبوتر کا بچہ تھا کوئی شکاری پرندہ اسے شکار کر کے لے گیا اور یہ کہ تمام کبوتر اسی ہدیل پر قیامت تک روتے رہیں گے - ایک شاعر کہتا ہے :

یُذَکِّرُ نِیکِ حَنِیْنُ العَجُوْلِ
وَ صَوْتُ الحَمَامَةِ یَدْعُوْ هَدِیْلاً

(اے محبوبہ) اونٹنی جس کا بچہ گم ہو گیا ہو اس کے بلبلانے سے مجھے تم یاد آ جاتی ہو - اسی طرح اس کبوتری کی آواز سے بھی جو ہدیل کو پکار رہی ہو

عجول [فتحہ کے ساتھ] وہ اونٹنی جس کا بچہ گم ہو گیا ہو - ابن ہشام کا بیان ختم ہؤا -

ان سب کو اسی پر محمول کیا جائے گا اور دمیری کی کتاب[1] الحیوان میں ہے - غول - [ضمہ کے ساتھ] غیلان کا مفرد ہے اور یہ جنوں اور

---

۱ - ملاحظہ ہو حیواۃ الحیوان : ۲ : ۱۹۳ - ۱۹۶ -

Marfat.com

شیاطین کی ایک جنس ہے اور وہ وہ ہیں جو ان میں سے جادوگر ہیں - جوھری کہتا ہے : غول سعالی کی ایک قسم ہے اور اس کی جمع اغوال اور غیلان آتی ہے اور ہر وہ چیز جو انسان کو دھوکا دے کر ہلاک کر ڈالے غول کہلاتی ہے اور تغوّل کے معنی رنگ بدلنے کے ہیں کعب رض فرماتے ہیں

فَمَا تَدُوْمُ عَلٰی حَالٍ تَکُوْنُ بِهَا
کَمَا تَلَوَّنُ فِی اَثْوَابِهَا الغُوْلُ

یہ جس حالت پر ہو اسی ایک حالت پر نہیں رہتی جس طرح غول اپنے کپڑوں میں کئی رنگ بدلتی ہے یہ بھی بدلتی رہتی ہے

[۲ : ۳۴۷] جب عورت کئی رنگ بدلے تو بولتے ہیں تَغَوَّلَتِ المَرأَۃُ اور غَالَتْهُ غُولُ اس وقت بولتے ہیں جب انسان ہلاکت میں گرفتار ہو جائے - غصے کو غُولُ الحلم کہا جاتا ہے - وہ کہتا ہے کہ ایک شخص نے ابو عبیدہ سے اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کے متعلق دریافت کیا :

طَلْعُهَا کَاَنَّهٗ رُؤُوْسُ الشَّیَاطِیْنِ۔
اس کا شگوفہ یوں معلوم ہوتا ہے جیسے شیطانوں کے سر

اور کہا کہ وعدہ یا دھمکی تو معروف چیزوں سے دی جاتی ہے اور رؤوس الشیاطین کا تو کسی کو علم نہیں ہے تو ابو عبیدہ نے جواب دیا کہ اللہ تعالیٰ نے عربوں سے خطاب ان کے کلام کے مطابق کیا ہے کیا تو نے امرؤالقیس کو نہیں سنا وہ کیسے کہتا ہے :

أَیَقْتُلُنِیْ وَالمَشْرَفِیُّ مُضَاجِعِیْ
وَمَسْنُوْنَةٌ زُرْقٌ کَاَنْیَابِ اَغْوَالٍ

کیا وہ مجھے قتل کر سکتا ہے جبکہ مشرفی تلوار میرے ساتھ پڑی ہوئی ہو اور غولوں کے دانتوں کی طرح تیز نیلے نیزے بھی ہوں

حالانکہ انہوں نے غول کو کبھی دیکھا ہی نہیں - لیکن چونکہ

Marfat.com

اس سے ان پر خوف طاری ہوتا تھا لہذا اسی سے ان کو دھمکی دی گئی - ابوعبیدہ کہتا ہے کہ میں نے اسی دن اپنی کتاب جس کا نام میں نے المجاز رکھا ہے لکھنی شروع کر دی - اس کے بعد دمیری نے ایسا بیان دیا ہے جس کی ہمیں ضرورت نہیں - اس کے بعد کہتا ہے : جمہور علما کہتے ہیں : عربوں کا خیال تھا کہ غولیں بیابانوں میں ہوتی ہیں اور یہ شیاطین کی ایک جنس ہے جو لوگوں کو دکھائی دیتی ہے اور کئی رنگ بدلتی ہے ، انھیں راستے سے بھٹکا دیتی ہے اور مار ڈالتی ہے - نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی بات کو باطل فرمایا ہے - دمیری کا بیان ہے کہ دیگر علما کہتے ہیں : حدیث سے غول کے وجود کی نفی مراد نہیں ہے اس سے مراد صرف عربوں کے اس خیال کو باطل قرار دینا ہے کہ غول مختلف صورتیں بدلتی ہے اور لوگوں کو مار ڈالتی ہے - یہ لوگ کہتے ہیں کہ لا غول سے مراد یہ ہے کہ یہ کسی کو راستے سے بھٹکا نہیں سکتی - اس کی تائید ایک اور حدیث سے ہوتی ہے جہاں فرمایا : " لا غول ولکن السعالی " (غول کوئی چیز نہیں البتہ سعالی ہیں) اور طویل بحث کے بعد لکھتا ہے : محققین کا خیال ہے کہ غول ایک ایسی چیز ہے جس سے لوگوں کو ڈرایا جاتا ہے مگر اس کا کوئی وجود نہیں ہے جیسے ایک شاعر کہتا ہے :

الغُوْلُ وَالخِلُّ والعَنْقَاءُ ثَالِثَةٌ
أَسْمَاءُ أَشْيَاءَ لَمْ تُوْجَدْ وَلَمْ تَكُنِ

غول دوست اور عنقاء یہ تینوں ایسی چیزوں کے نام ہیں جن کا نہ کبھی وجود تھا اور نہ کبھی یہ تھیں

اس لیے عربوں نے غول کا نام خَيْتَعُوْر رکھا ہے اور خيتعور اس ہر چیز کو کہتے ہیں جو ایک حالت پر برقرار نہ رہے سراب کی طرح غائب ہو جائے جیسے مکڑی کے جالے کی طرح کی کوئی چیز سخت گرمی کے وقت کھڑکی میں سے اتر رہی ہو -

Marfat.com

شاعر کہتا ہے[۱] :

کُلُّ أنثٰی وَإنْ بَدَا لَکَ مِنْهَا
آیَةُ الحُبِّ حُبُّهَا خَیْتَعُوْرُ

ہر عورت خواہ اس میں محبت کی علامات عیاں ہی کیوں نہ ہوں پھر بھی اس کی محبت ایک باطل چیز ہے

دمیری کہتا ہے : کچھ لوگ کہتے ہیں کہ غول جنّوں کی جادو گرنیاں ہیں اور یہ مختلف شکلیں اختیار کر لیتی ہے ۔ یہ تخیل انھوں نے کعب بن زُهیر کے اس شعر سے لیا ہے : [۲ : ۳۴۸]

فَمَا تَدُوْمُ عَلَی حَالٍ تَکُوْنَ بِهَا
کَمَا تَلَوَّنُ فِی أثْوَابِهَا الغُوْلُ

وہ جس حالت میں ہوتی ہے اس پر برقرار نہیں رہتی اور اس طرح رنگ بدلتی رہتی ہے جس طرح اپنے کپڑوں میں غول

اور یہ شعر ابھی (اوپر) بیان ہو چکا ہے ۔

بیہقی کی دلائل النبوہ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ

---

۱ ۔ یہ شعر الحارث بن عمرو الکندی کا ہے جو اپنی بیوی ہند کے متعلق کہتا ہے ۔ ہند کو ابن ہبولہ الغسانی نے قید کر لیا تھا اور اس سے ہمکنار بھی ہو چکا تھا کہ حارث پہنچ گیا ۔ چنانچہ اس نے ابن ہبولہ کو قتل کرکے ہند کو واپس لے لیا ۔ حارث نے ہند سے پوچھا کیا وہ تجھ سے ہم آغوش ہوا ہے ۔ ہند نے جواب دیا : کسی عورت نے ایسا بچہ نہیں جنا ۔ اس پر حارث نے ہند کو دو گھوڑوں کے درمیان باندھ کر ان کو دوڑایا اور اس کے ٹکڑے کر دیے ۔ اس کے بعد کا شعر یہ ہے :

إنَّ مَنْ غَرَّهُ النِّسَاءُ بِوُدٍّ
بَعْدَ هِنْدٍ لَجَاهِلٌ مَغْرُوْرُ

(العقد الفرید : ۳ : ۳۲۰)

Marfat.com

انھوں نے فرمایا : جب غول تمھارے سامنے رنگ بدلے تو اذان دو لہٰذا وہ اس شخص کو تکلیف نہ دے سکے گی ۔ عربوں کا خیال ہے کہ جب کوئی شخص جنگل میں اکیلا ہو تو یہ انسانی شکل میں ظاہر ہوتی ہے ۔ انسان اس کے پیچھے پیچھے ہو لیتا ہے تاآنکہ راستے سے بھٹک جاتا ہے اس وقت یہ اس کے قریب آ کر مختلف صورتیں بدلتی ہے اور اسے ڈر کے مارے مار ڈالتی ہے ۔ کہتے ہیں کہ جب یہ کسی انسان کو گمراہ کرنا چاہتی ہے تو اس کے سامنے آگ جلا دیتی ہے وہ آگ کی طرف جاتا ہے ، یہ پھر ایسا ہی کرتی ہے ۔ کہتے ہیں کہ اس کی ساخت تو انسان کی سی ہوتی ہے مگر ٹانگیں گدھے[1] کی سی ہوتی ہے ۔

قزوینی کہتا ہے : غول کو صحابہ کی ایک جماعت نے دیکھا ہے ۔ اور ان میں سے ایک حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہیں ۔ اسلام سے پہلے جب یہ شام کے سفر کو گئے تو انھوں نے اسے دیکھا اور اس پر تلوار سے وار کیا ۔ ثابت بن جابر الفہری سے مذکور ہے کہ انھوں نے غول کو دیکھا ہے ۔ قزوینی نے اس سلسلے میں ان کے نونیہ اشعار بھی نقل کیے ہیں ۔ دمیری نے جو کچھ غول کے متعلق ذکر کیا ہے ختم ہوا ۔

تو دیکھ رہا ہے کہ اس کے بیان میں اضطراب پایا جاتا ہے ۔ اس نے سعلاۃ کی تشریح میں لکھا[2] ہے کہ یہ غول کی خبیث ترین قسم ہے ۔

---

۱ ۔ مگر بعض کہتے ہیں کہ اس کی ٹانگیں بکری کی سی ہوتی ہیں اور اس پر ان اشعار سے استدلال کیا گیا ہے :

یَـا رِجْلَ عَنْزٍ إِنْـهَـقِـی نَـهِـیْـقَـا
لَـنْ نَـتْـرُکَ الـسَّـبْـسَـبَ وَ الطَّـرِیْـقَـا

ایک اور کہتا ہے :

وَ حَافِرُ الْعَنْزِ فِیْ سَاقٍ مُدَمْلَجَةٍ
وَ جَفْتَ عَیْنٍ خِلَافَ الْاُنْسِ بِالطُّوْلِ

(مروج الذہب : ۲ : ۱۵۵ ، ۱۵۶)

۲ ۔ ملاحظہ ہو حیواۃ الحیوان : ۲ : ۲۱ - ۲۳

Marfat.com

سعلا بھی ایسی ہی ہے - اسے ممدود اور مقصور دونوں طرح پڑھا جاتا ہے - جمع سَعَالِیْ آتی ہے اور إِسْتَسْعَلَتِ المَرأَةُ یعنی وہ سعلاۃ بن گئی یعنی شور مچانے والی اور بکواسن ہو گئی - شاعر کہتا ہے :

لَقَدْ رَأَیْتُ عَجَباً مُذْ أَمْسَا
عَجَائِزاً مِثْلَ السَّعَالِیْ خَمْسَا

میں نے کل سے ایک عجیب بات دیکھی کہ چڑیلوں کی طرح کی پانچ بوڑھی عورتیں تھیں

یَأْکُلْنَ مَا أَصْنَعُ هَمْساً هَمْسَا
لَا تَرَکَ اللّٰهُ لَهُنَّ ضِرْسَا

جو میں تیار کرتا وہ اسے منہ بند کرکے کھا جاتیں خدا کرے ان کی کوئی ڈاڑھ نہ رہے

اس کے بعد کہتا ہے : جاحظ کا بیان ہے : کہا جاتا ہے کہ عمرو بن یربوع سعلاۃ اور انسان سے پیدا ہوا تھا - جاحظ کہتا ہے : بیان کیا گیا ہے کہ جرہم ملائکہ اور آدم کے بیٹوں کے جوڑ سے پیدا ہوئے تھے - وہ کہتا ہے کہ جب کوئی فرشتہ اپنے رب کی نافرمانی کرتا تو اسے ایک مرد کی صورت میں زمین پر اتار دیا جاتا - جس طرح کہ ہاروت اور ماروت کے معاملے میں کیا گیا تھا - لہٰذا کچھ فرشتوں نے آدم کی کچھ لڑکیوں سے مباشرت کی جس سے جرہم پیدا ہوئے - اسی لیے ان کا ایک شاعر کہتا ہے :

لَاهُمَّ إِنَّ جُرْهُماً عِبَادُکَا
النَّاسُ طِرْفٌ وَهُمُ[1] تِلَادُکَا

[۲ : ۳۴۹] خدایا جرہم تیرے بندے ہیں لوگ نئے ہیں اور یہ پرانے بندے

وہ کہتا ہے کہ بلقیس ملکہ سبأ اسی قسم میں سے تھی - اسی طرح

---

۱ - بلوغ الارب میں هُمَا چھپا ہے اسے هُمُ (هُمُوْ) پڑھیں -

Marfat.com

ذوالقرنین تھا - اسی لیے جب حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے ایک آدمی کو کسی دوسرے شخص کو ذوالقرنین کہہ کر پکارتے سنا تو فرمایا : کیا تم انبیا کے ناموں سے فارغ ہو چکے ہو کہ اب فرشتوں کے ناموں تک چڑھے جا رہے ہو - بیان ختم ہوا -

اس سلسلے میں حق بات یہ ہے کہ انبیا علیہم الصلوٰۃ و السلام کی طرح ملائکہ بھی صغیرہ اور کبیرہ گناہوں سے معصوم ہیں جیسا کہ قاضی عیاض اور دیگر لوگوں نے کہا ہے - یہ جو انھوں نے ذکر کیا ہے کہ جرہم ملائکہ اور آدم کی بیٹیوں کی نسل سے تھے اور اسی طرح ذوالقرنین اور بلقیس تھی تو یہ ناممکن ہے اور ان کا ہاروت و ماروت کے قصے کو بطور دلیل پیش کرنا کوئی دلیل نہیں کیونکہ جس طریقے سے یہ قصہ بیان کیا جاتا ہے اس کا کوئی ثبوت نہیں ہے - دمیری کا جتنا بیان دینا مقصود تھا وہ ختم ہوا - پھر بڑے لمبے چوڑے بیان کے بعد اس نے سہیلی سے نقل کیا ہے کہ دن کے وقت جو لوگوں کو دکھائی دیتی ہے وہ تو سعلاۃ ہے اور جو رات کے وقت دکھائی دیتی ہے وہ غول ہے - عبید بن ایوب کہتا ہے :

[1] وَسَاحِرَةٍ عَيْنَيَّ لَوْ أَنَّ عَيْنَهَا
رَأَتْ مَا أُلاَقِيهِ مِنَ الهَوْلِ جُنَّتِ

ایک میری آنکھوں پر جادو کرنے والی ہے اگر اس کی آنکھ وہ خوفناک چیزیں دیکھ لیتی جو میں نے دیکھی ہیں تو وہ پاگل ہو جاتی

أَبِيتُ وَ سِعْلاَةٌ وَغُولٌ بِقَفْرَةٍ
إِذَا اللَّيْلُ وَ آرَى الجِنَّ فِيهِ أَرَنَّتِ

۱ - یہ دونوں شعر مروج الذہب (۲ : ۱۵۷) میں یوں دیے ہیں :

وَسَاحِرَةٍ مِنِّي وَلَوْ أَنَّ عَيْنَهَا
رَأَتْ مَا رَأَتْ عَيْنِي مِنَ الهَوْلِ جُنَّتِ
أَبِيتُ بِسِعْلاَةٍ وَ غُولٍ بِقَفْرَةٍ
إِذَا اللَّيْلُ وَ آرَى الجِنَّ فِيهِ أَرَنَّتِ

Marfat.com

میں اور ایک سعلاۃ اور غول ایک چٹیل میدان میں رات گزارتے ہیں
جب رات جن کو اس میں چھپا دیتی ہے تو یہ رونے لگ جاتی ہیں

وہ کہتا ہے: اکثر و بیشتر سعلاۃ جنگلوں میں پائی جاتی ہے۔ جب کوئی انسان اس کے ہتھے چڑھ جاتا ہے تو یہ اسے نچاتی ہے اور اس کے ساتھ کھیلتی ہے، جس طرح بلی چوہے سے کھیلتی ہے۔ وہ کہتا ہے کہ بعض اوقات رات کے وقت بھیڑیا اسے پکڑ لیتا ہے اور کھا جاتا ہے۔ جب وہ اس کا شکار کرتا ہے تو یہ شور مچاتی ہے اور کہتی ہے مجھے بچا لو کیونکہ بھیڑیا مجھے کھا رہا ہے۔ بعض اوقات یہ بھی کہتی ہے جو مجھے اس سے بچائے گا وہ ایک ہزار دینار جو میرے پاس ہیں لے لے گا اور لوگوں کو معلوم ہوتا ہے کہ یہ الفاظ چڑیل کے ہیں۔ لہٰذا کوئی اسے نہیں چھڑاتا۔ لہٰذا بھیڑیا اسے کھا جاتا ہے۔ بیان ختم ہوا۔

اس سلسلے میں بہت سی حکایات ہیں کچھ قدیم اور کچھ نئی۔ اللہ ہی بہتر جانتا ہے آیا یہ صحیح ہیں یا غیر صحیح۔

جنوں کو دیکھنے کے متعلق عربوں کے اشعار اور قصے اور ان سے گفتگو اور ان کی آوازیں وغیرہ

[۲ : ۳۵۰] ابو عثمان الجاحظ نے سمیر بن الحارث الضبی کے یہ اشعار روایت کیے ہیں:

وَنَارٍ قَدْ حَضَأْتُ بُعَيْدَ وَهْنٍ
بِدَارٍ لَا أُرِيدُ بِهَا مُقَامَا

میں نے رات کے ابتدائی حصے کے گزرنے سے تھوڑا ہی وقت بعد ایسے مقام پر آگ جلائی جہاں میرا ٹھہرنے کا ارادہ نہ تھا

سِوَى تَحْلِيلِ رَاحِلَةٍ وَعَيْنٍ
أُكَالِئُهَا مَخَافَةَ أَنْ تَنَامَا

(میرے وہاں آگ جلانے کا مقصد صرف یہ تھا) کہ میں اپنی سواری

کے اوپر کپڑا ڈال دوں اور اپنی آنکھوں کا خیال رکھوں کہ کہیں سو نہ جائیں

أَتَوْا نَارِي فَقُلْتُ مَنُوْنَ ؟ قَالُوا
سَرَاةُ الجِنِّ قُلْتُ عِمُوا ظَلَامَا

وہ میری آگ پر آ گئے میں نے پوچھا تم کون ہو ؟ بولے ہم جنّوں کے سردار ہیں ۔ میں نے کہا : شب بخیر !

فَقُلْتُ : إِلَى الطَّعَامِ فَقَالَ مِنْهُمْ
زَعِيمٌ نَحْسُدُ الإِنْسَ الطَّعَامَا

میں نے کہا : کھانا حاضر ہے تو اُن کے سردار نے کہا ہم انسانوں کے کھانے پر ان سے حسد کرتے ہیں

لَقَدْ فُضِّلْتُمْ فِي الأَكْلِ فِينَا
وَلَكِنْ ذَاكَ يُعْقِبُكُمْ سِقَامَا

تمھیں کھانے میں ہم پر فضیلت دی گئی ہے لیکن اس سے تمھیں بیماریاں لاحق ہو جاتی ہیں

أَمِطْ عَنَّا الطَّعَامَ كَانَ فِيهِ
لِآكِلِهِ النَّقَاصَةَ وَالسَّقَامَا

ہم سے کھانے کو دور ہٹا دے کیونکہ اس سے کھانے والے میں نقص اور بیماری پیدا ہوتی ہے

سمیر نے اپنے شعروں میں ذکر کیا ہے کہ رات کے وقت جن اس کے پاس آئے درآنحالیکہ یہ کھانا پکانے کے لیے آگ جلا چکا تھا ۔ اس نے انھیں کھانا کھانے کی دعوت دی مگر انھوں نے دعوت قبول نہ کی اور کہا کہ ہم انسانوں سے ان کے کھانے پر حسد کرتے ہیں ۔ نیز یہ کہ انسانوں کو کھانا کھانے میں جنّوں پر فضیلت دی گئی ہے ۔ یہ الگ بات ہے کہ اس سے ان میں بیماریاں پیدا ہو جاتی ہیں ۔

Marfat.com

اس کا " لقد فضلتم بالأکل فینا " کہنا : اس سے بظاہر تو یہی معلوم ہوتا ہے کہ جن کچھ کھاتے اور پیتے نہیں ہیں—اور ابن السیرافی کہتا ہے : ان کے سردار نے نحسد الأنس کہا یعنی کھانا کھانے اور لذت حاصل کرنے کے معاملے میں اور ہماری یہ شان نہیں کہ ہم وہ چیزیں کھا سکیں جو انسان کھاتے ہیں ۔

ابن المستوفی کہتا ہے : اس کی مراد یہ نہیں ہے کہ جن نہ کھاتے ہیں اور نہ پیتے ہیں ۔ اس کی مراد صرف یہ ہے کہ انسانوں کا کھانا جنوں کے کھانے سے افضل ہے اور یہ دونوں قول ظاہری معنوں کے خلاف ہیں ۔ ہم نے جو کہا ہے اس کی تائید ابیات سیبویہ کی شرح میں ابن خروف کے قول سے ہوتی ہے : اس کا " لقد فضلتم بالأکل فینا " کہنا شریعت کے خلاف ہے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جن کھاتے بھی ہیں اور پیتے بھی ہیں ۔

[۲ : ۳۵۱] بدر الدین محمد بن عبداللہ الشبلی الحنفی الشامی کی آکام المرجان فی احکام الجان میں منقول ہے اور انھوں نے اس کتاب کو بقول صفدی کے ۷۵۷ھ میں تالیف کیا ۔ علما کے اس مسئلے میں تین مختلف قول ہیں ۔ پہلا قول یہ ہے کہ تمام کے تمام جن نہ کچھ کھاتے ہیں اور نہ کچھ پیتے ہیں اور یہ ایک پامال خیال ہے ۔ دوسرا یہ کہ ان کی ایک صنف کھاتی بھی ہے اور پیتی بھی ہے اور ایک صنف نہ کھاتی ہے اور نہ پیتی ہے ۔ تیسرا یہ کہ جنوں کی تمام قسمیں کھاتی بھی ہیں اور پیتی بھی ہیں ۔

اس کے بعد بعض کہتے ہیں کہ ان کا کھانا اور پینا صرف سونگھنا اور ان کی خوشبو لینا ہے نہ چبانا ہے اور نہ نگلنا ۔ اس قول کے ضمن میں کوئی دلیل نہیں ہے ۔ دوسرے کہتے ہیں : ان کا کھانا اور پینا ، چبانا اور نگلنا ہے ۔ اس بات کی دلیل ابو داؤد کی روایت سے امیہ بن محشی کی حدیث ہے کہ شیطان اس کے ساتھ کھاتا رہا پھر جب اس نے اللہ کا نام لیا تو شیطان نے اپنے پیٹ سے تمام کھایا ہؤا کھانا قیئی کرکے نکال دیا ۔ صحیحین میں ہے : جنوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے زاد کی درخواست کی تو آپ نے فرمایا : ہر وہ ہڈی جس پر اللہ کا نام لیا گیا ہو ان

Marfat.com

میں سے کسی ایک کے ہاتھ لگ جائے تو یہ اس کے لیے بہت زیادہ گوشت ہوگا - چارے سے بنی ہوئی مینگنی ان کے جانوروں کا چارا ہے -

یزید بن جابر کی حدیث میں ہے کہ مسلمانوں کا کوئی بھی گھرانا ہو ان کے گھر کی چھت پر مسلمان جن ہوتے ہیں - جب ان کا صبح کا کھانا رکھا جاتا ہے تو یہ اتر کر ان کے ساتھ کھانا کھاتے ہیں اور جب رات کا کھانا رکھا جاتا ہے تو جب بھی یہ اتر کر ان کے ساتھ کھاتے ہیں - اللہ تعالیٰ ان کے ذریعے ان کی حفاظت کرتا ہے -

جنوں کے کئی مراتب ہیں - ابن عبدالبر کہتا ہے : جب خالص جن کا ذکر ہو تو جِنّی" کا لفظ بولا جاتا ہے اور اگر مراد وہ جن ہو جو لوگوں کے ساتھ رہتا ہے تو اسے عامر کہتے ہیں - اس کی جمع عُمّار ہے - اگر مراد وہ جن ہو جو بچوں کے سامنے ظاہر ہوتا ہے تو اسے ارواح کہتے ہیں اور اگر خباثت یا کمینہ پن کرے تو شیطان کہتے ہیں اور اگر اس سے بھی بڑھ جائے تو وہ مَارِدْ ہے اور اگر اس سے بھی بڑھ جائے اور زور پکڑ جائے تو عِفْرِیت کہتے ہیں اور اگر پاک اور لطیف ہو اور ہمہ تن نیکی ہو تو یہ مَلَک ہے -

ابن عقیل کہتا ہے : نافرمان شیاطین جنوں میں سے ہیں جو ابلیس کی اولاد میں سے ہیں اور جو مارد ہیں وہ ان سب سے زیادہ سرکش اور گمراہ ہیں اور یہ شیطان کے معاون ہیں -

جوہری کہتا ہے : ہر حد سے زیادہ مغرور اور سرکش فرد خواہ انسانوں میں سے ہو ، خواہ جنوں میں سے اور خواہ جانوروں میں سے شیطان کہلاتا ہے -

ابن دُرَید کہتا ہے : جِن" انسانوں کے برعکس ہیں - جَنَّہُ اللَّیْلُ ، اَجَنَّہُ ، اَجَنَّ" عَلَیْہِ اور غَطَّاہ سب کے ایک ہی معنی ہیں یعنی اس پر پردہ ڈال دیا - اور ہر چیز جو تم سے چھپی ہوئی ہو اسے جُنَّ" عَنْکَ" کہا جائے گا یہیں سے جن نام پڑا ہے -

اور اہل جاہلیت ملائکہ کو اس لیے جِن" کہا کرتے تھے کہ وہ آنکھوں سے پوشیدہ ہوتے ہیں - وہ کہتے ہیں اور حِن - [حاء مہملہ کے ساتھ]

Marfat.com

ان کے خیال میں جنوں کی ایک قسم ہے۔

ابو عمر الزاہد کہتا ہے : حِن جنوں کے کتے اور نیچ ہیں اور جانّ جنوں کا باپ ہے۔

[۲ : ۳۵۲] سہیلی کتاب[۱] النتائج میں کہتا ہے : فضیلت اور شرافت کی وجہ سے جنھیں مُقَدَّم سمجھا گیا ہے ان میں اکثر جگھوں پر جنوں کو انسانوں پر مقدّم رکھا گیا ہے کیونکہ جن تو ملائکہ اور دیگر ان جنسوں پر مشتمل ہیں جو آنکھوں سے پوشیدہ ہیں۔ اللہ تعالٰی فرماتے ہیں : وَجَعَلُوْا بَيْنَهٗ وَ بَيْنَ الْجِنَّةِ نَسَبًا (انھوں[۲] نے اللہ اور فرشتوں کے درمیان سلسلۂ نسب قائم کر دیا ہے)۔ اعشٰی کہتا ہے :

وَسَخَّرَ مِنْ جِنِّ الْمَلَائِكِ سَبْعَةً
قِيَامًا لَدَيْهِ يَعْمَلُوْنَ بِلَا أَجْرٍ

اور اس نے ملائکہ کے جنّوں میں سے سات کو مُسَخّر کیا اور وہ اس کے سامنے کھڑے بغیر اجرت کے کام کرتے ہیں

اب رہا اللہ تعالٰی کا فرمان : لَمْ يَطْمِثْهُنَّ اِنْسٌ قَبْلَهُمْ وَلَا جَانٌّ (ان سے پہلے نہ کسی انسان نے ان کو چھوا ہوگا نہ جن نے) اور فَيَوْمَئِذٍ لَّا يُسْاَلُ عَنْ ذَنْبِهٖٓ اِنْسٌ وَّلَا جَآنٌّ (اس دن کسی انسان یا جن سے اس کے گناہوں کے متعلق پوچھا نہ جائے گا) اور وَ اَنَّا ظَنَنَّآ اَنْ لَّنْ تَقُوْلَ الْاِنْسُ وَالْجِنُّ عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا (ہمارا خیال تھا کہ انسان اور جن اللہ کے خلاف جھوٹ نہ بول سکیں گے) تو ان آیات میں جِنّ کا لفظ فرشتوں پر مشتمل نہیں ہے کیونکہ فرشتے تو عیبوں سے پاک ہیں۔ لہٰذا اس قرینے کے ہوتے ہوئے جب جِنّ کا عام لفظ

---

۱ - کتاب کا نام نتائج الفکر ہے۔ اس کا ذکر خود سہیلی نے الروض الانف میں کیا ہے ملاحظہ ہو الروض الانف ۱ : ۱۵۸ اور ۲ : ۱۳۴

۲ - عرب ملائکہ کو اللہ کی بیٹیاں کہا کرتے تھے۔

Marfat.com

ملائکہ پر مشتمل نہ تھا تو إنس کا ذکر ان کی فضیلت اور کمال کی وجہ سے پہلے کیا گیا ۔

جذع بن سنان کہتا ہے :

أَتَوْا نَارِيْ فَقُلْتُ : مَنُوْنَ أَنْتُمْ ؟
فَقَالُوا : الجِنُّ ، قُلْتُ : عِمُوْا صَبَاحَا

وہ میری آگ پر آئے میں نے پوچھا : تم کون ہو ؟ انھوں نے کہا : ہم جن ہیں ۔ میں نے کہا : صبح بخیر

نَزَلْتُ بِشِعْبِ وَادِي الجِنِّ لَمَّا
رَأَيْتُ اللَّيْلَ قَدْ نَشَرَ الجَنَاحَا

میں وادیٔ جن کی گھاٹی پر اترا جب میں نے دیکھا کہ رات نے اپنے پر پھیلا دیے ہیں

أَتَيْتُهُمْ وَلِلأَقْدَارِ حَتْمٌ
تُلاَقِي المَرْءَ صُبْحًا أَوْ رَوَاحَا

میں ان کے پاس گیا ، تقدیریں اللہ کا اٹل فیصلہ ہیں اور انسان کو صبح و شام پہنچتی رہتی ہیں

أَتَيْتُهُمْ غَرِيبًا مُسْتَضِيفًا
رَأَوْا قَتْلِي إِذَا فَعَلُوا جُنَاحَا

میں ان کے پاس مسافر بن کر اور ضیافت کی درخواست کرنے کے لیے گیا اگر وہ ایسا کر لیتے تو میرے قتل کرنے کو گناہ سمجھتے

أَتَوْنِي سَافِرِيْنَ فَقُلْتُ : أَهْلاً
رَأَيْتُ وُجُوهَهُمْ وَسْمًا صِبَاحَا

وہ اپنے چہروں پر سے پردہ اٹھا کر میرے پاس آئے میں نے انھیں اہلاً و سہلاً کہا میں نے دیکھا کہ ان کے چہرے خوبصورت اور روشن ہیں

Marfat.com

نَحَرْتُ لَهُمْ وَقُلْتُ : أَلاَ هَلُمُّوْا
كُلُوْا مِمَّا طَهَيْتُ لَكُمْ سَمَاداً

میں نے ان کے لیے اونٹنی ذبح کی اور کہا آؤ ۔ مہربانی فرما کر جو کچھ میں نے تمہارے لیے پکایا ہے کھاؤ

أَتَانِيْ " قَاشِرٌ " وَ بَنُوْ أَبِيْهِ
وَ قَدْ جَنَّ الدُّجٰى وَاللَّيْلُ لاَحَا

" قاشر " اور اس کے بھائی آئے درآنحالیکہ تاریکی چھا چکی تھی اور رات جلوہ گر تھی

فَنَازَعَنِيْ الزُّجَاجَةَ بَعْدَ وَهْنٍ
مَزَجْتُ لَهُمْ بِهَا عَسَلاً وَرَاحَا

تھوڑی سی رات گزر جانے کے بعد اس نے مجھ سے شراب کی بوتل لی ۔ میں نے ان کے لیے اس میں شہد اور شراب ملا دی

وَ حَذَّرَنِيْ أُمُوراً سَوْفَ تَأْتِيْ
أُهِزُّ لَهَا الصَّوَارِمَ وَ الرِّمَاحَا

اس نے مجھے چند عنقریب پیش آنے والے امور سے متنبہ کیا جن کے لیے میں تلواریں اور نیزے حرکت میں لاؤں گا

سَأَمْضِيْ لِلَّذِيْ قَالُوْا بِعَزْمٍ
وَلاَ أَبْغِيْ لِذٰلِكُمْ قِدَاحَا

جو کچھ انھوں نے کہا میں اس کو عزم کے ساتھ کر گزروں گا اور اس کے لیے (فال نکالنے والے) تیروں کا خواہاں نہ ہوں گا

أَسَأْتُ الظَّنَّ فِيْهِ وَ مَنْ أَسَاءَهُ[1]
بِكُلِّ النَّاسِ قَدْ لاَقٰى نَجَاحَا

---

۱ ۔ عربوں کی ضرب المثل ہے : اَلحَزْمُ سُوءُ الظَّنِّ بِالنَّاسِ

میں نے اس کے متعلق سوئے ظن اختیار کیا اور جو شخص سب لوگوں کے متعلق سوئے ظن اختیار کرے گا وہ نجات پا جائے گا

وَ قَدْ تَأْتِي إِلَى الْمَرْءِ الْمَنَايَا
بِأَبْوَابِ الْأَمَانِ سُدًى صُرَاحَا

موتیں آدمی کو ان دروازوں کے ذریعے درآنہ آن لیتی ہیں جن دروازوں کو وہ جائے امان جانتا ہے

سَيُبْقِي حُكْمُ هٰذَا الدَّهْرِ قَوْمًا
وَ يُهْلِكُ آخَرُوْنَ بِهِ ذُبَاحَا[1]

فرمانِ زمان کچھ لوگوں کو تو زندہ رہنے دے گا اور دوسروں کو حلق کے درد (میں مبتلا کر دے گا) لہذا انہیں مار دیا جائے گا۔

أَثَعْلَبَةُ بْنُ عَمْرٍو لَيْسَ هٰذَا
وَ اٰنُ السَّيْرِ فَاعْتَدَّ السِّلَاحَا

اے ثعلبہ بن عمرو یہ وقت سفر کرنے کا نہیں ہے لہذا اپنے ہتھیار تیار کر لو۔

أَلَمْ تَعْلَمْ بِأَنَّ الذُّلَّ مَوْتٌ
يُتِيحُ لِمَنْ أَلَمَّ بِهِ اجْتِيَاحَا

کیا تجھے معلوم نہیں کہ ذلت موت ہے جس پر اترتی ہے اس کی قسمت میں ہلاکت لکھ دیتی ہے۔

وَلَا يَبْقٰى نَعِيْمُ الدَّهْرِ إِلَّا
بِقَرْمٍ مَاجِدٍ صَدَقَ الْكِفَاحَا

---

۱ - الذّباح : وجع فی الحلق ۔ ذُباح ایک بوٹی بھی ہے جسے کھانے سے آدمی مر جاتا ہے اور الذّبح و الذُّباح : نَبَاتٌ مِنَ السَّمِّ ۔ اور ذُباح کے معنی قتل کے بھی ہیں : یعنی بول ہوئے اور دوسروں کو قتل کر کے مار ڈالا جاتا ہے ایک اور محاورہ یوں ہے أَخَذَهُمْ بنو فلان بِالذُّبَاحِ ای ذَبَحُوْهُم (لسان : ذبح)

Marfat.com

اور دنیا کی نعمتیں صرف اس سردار اور بزرگی والے کے لیے باقی رہتی ہیں جو بہادری سے دشمنوں کا سامنا کرے ۔

ابن السید کہتا ہے : اگر کوئی یہ اعتراض کرے کہ شاعر کے لیے '' عموا صباحا '' کہنا کیسے جائز ہے جبکہ یہ وقت رات کا وقت تھا ۔ یہ دعا تو ان لوگوں کو دی جاتی ہے جو صبح کے وقت ملتے ہیں ؟

اس کا دو طرح سے جواب دیا گیا ہے ۔ ایک یہ کہ جب کسی شخص کو '' عِمْ صباحا '' کہا جاتا ہے تو اس سے یہ مراد نہیں لی جاتی کہ وہ صرف صبح کو آرام و عیش میں ہو اور شام کو نہ ہو ۔ جس طرح ہم جب اَرْغَمَ اللّٰہُ اَنْفَہٗ (خدا اس کی ناک کو مٹی میں ملا دے) یا حَیّا اللّٰہُ وَجْہَہٗ (خدا اس کے چہرے کو زندہ رکھے) کہتے ہیں تو باقی جسم کو چھوڑ نہیں دیا جاتا اور صرف ناک اور چہرہ مراد نہیں ہوتے ۔ اسی طرح جب کسی کو اَعْلَی اللّٰہُ کَعْبَکَ (خدا تیرا بلند ٹخنہ کرے) کہیں (تو مراد صرف ٹخنہ نہیں ہوتا) مقصد ہوتا ہے خدا تجھے بلند رتبہ عطا کرے ۔ یہ ایسے الفاظ ہیں جن کے ظاہری معنی خاص ہیں مگر ان کے معنی عام ہیں ۔ اس قسم کا اعشٰی کا یہ قول ہے :

الذوا طِئِیْنَ عَلَی صُدُوْرِ نِعَالِهِمْ

(جو اپنے جوتوں کے اگلے حصوں کو دبا کر چلتے ہیں)

اور وَطْء (پاؤں کے نیچے دبانا) باقی حصے کو چھوڑ کر صرف جوتے کے اگلے حصے سے نہیں ہوتا

دوسرا جواب یہ ہے کہ ممکن ہے اَنْعَمَ اللّٰہُ صَبَاحَکَ کے معنی یہ ہوں کہ اللہ تعالی تمھاری ہر صبح نعمتوں کے ساتھ طلوع کرائے اس لیے کہ صباح اور ظلام دو نوع ہیں اور نوع کے ہر جزو کا وہی نام رکھا جا سکتا ہے جو تمام نوع کا رکھا جا سکتا ہے ۔

اور الشِعْب : [کسرہ کے ساتھ] ۔ پہاڑی راستہ ، وُسم : [ضمہ کے ساتھ] وَسِیْم کی جمع ہے ۔ وہ شخص جس میں خوبصورتی کے علامات پائے جاتے ہوں ۔ اسی طرح صِبَاح ۔ کسرہ کے ساتھ ۔ صَبِیْح کی جمع

Marfat.com

ہے ، روشن ہونے کی وجہ سے اسے صبح سے تشبیہ دی گئی اور طَہَیَّشتُ کے معنی ہیں میں نے پکایا ، محاورہ ہے طَہَیَّشتُ اللَّحمَ و طَہَّوتُہ‘ (میں نے گوشت پکایا) اور میں طَاہٍ (پکانے والا) ہوں اور اس کا '' لا ابغی لذلکم قِدَاحا '' کہنا مراد یہ ہے کہ میں یہ نہ چاہوں گا کہ قرعہ اندازی کروں کیونکہ عرب جب کسی کام کو کرنے کا ارادہ کرتے تھے تو تیروں کے ذریعے قرعہ ڈالتے تھے اگر وہ تیر نکلتا جس پر یہ لکھا ہوتا کہ کرو تو وہ اس کام کو کر گزرتے اور اگر وہ تیر نکلتا جس پر لکھا ہوتا کہ نہ کرو تو نہ کرتے اور اس کا آسَأتُ الظَّن فیہ کہنا اس سے مراد یہ ہے کہ مجھے تیروں سے قرعہ اندازی پر سُوئے ظن ہے اور جو کچھ کرنے کا یا نہ کرنے کا حکم تیر دیتے ہیں اس پر مجھے اعتماد نہیں ہے - مجھے معلوم ہے کہ جس بات کا حکم مجھے جنّوں نے دیا ہے اسی پر اعتماد کرنا زیادہ مناسب ہے - رہا اس کا سُدیً صُرَّاحا کہنا تو سُدًی آن کھلے چھوڑے ہوئے اونٹوں کو کہتے ہیں جنھیں کوئی شخص چراگاہ میں داخل ہونے سے نہیں روکتا اور صراح کے معنی ظاہراً کے ہیں اور ذُبَّاح [ذال معجمہ پر ضمہ اور پھر باء موحدہ] ایک بوٹی ہے کہ جو کھائے ، اسے مار ڈالتی ہے ، جس نے ذال کی کسرہ کے ساتھ روایت کی ہے اس نے اسے ذَبِیحٌ کی جمع بنایا ہے ، رہا اس کا یُتَیِیح کہنا تو مراد ہے تقدیر میں لکھتی ہے یا لاتی ہے - محاورہ ہے أَتَاحَ اللهُ کذَا یعنی تقدیر میں یوں لکھا : آلمٌّ : اُترا ، اور اجتِیَاح - جیم اور اس کے بعد تاء جس کے اوپر دو نقطے ہوں - بمعنی استیصال ، اور قَرْم - [قاف پر فتحہ اور راء ساکن] سردار اس کے اصلی معنی نر اونٹ کے ہیں اور کِفَاح - [کسرہ کے ساتھ] دشمنوں سے (جنگ میں) ملاقات کرنا - بیان ختم ہوا -

یہ اشعار '' کتاب خبر سدّ مارب '' میں آئے ہیں اور مصنف نے ان کو جذع بن سنان الغسانی کی طرف منسوب کیا ہے اور طویل روداد [۲ : ۲۵۴] بیان کی ہے - جو اس کے خیال میں جنّوں سے تعلق رکھتی ہے -

Marfat.com

ابن السید الزجاجی کے ابیات الجمل کی شرح میں کہتا ہے : دونوں نظمیں عربوں کی ان دروغ بافیوں میں سے ہیں جن کا حقیقت واقعہ سے کوئی بھی تعلق نہیں ہوتا ۔

اور کتاب اللب میں ہے : جذع بن سنان الغسانی ۔ [جیم کے نیچے کسرہ ، ذال معجمہ ساکن] ۔ جاہلی شاعر ہے اور غسان ، قحطان کی شاخ ازد کا ایک قبیلہ ہے ۔ سیل عَرِم سے پہلے قبیلۂ ازد کے جو لوگ وہاں سے نکلے ان کے ساتھ یہ بھی نکل کر شام چلا آیا ۔ اس وقت شام کا بادشاہ سلیح تھا ، وہ غسانی تھا ۔ بعض کہتے ہیں کہ وہ قضاعہ میں سے تھا اور وہاں کے باشندے ہر آدمی کی طرف سے دو دینار (بطور خراج) ادا کیا کرتے ۔ بادشاہ کا خراج وصول کنندہ جذع بن سنان کے پاس اسی خراج کا مطالبہ کرنے کو آیا جو اس پر واجب ہو چکا تھا ۔ جذع نے رہن کے طور پر اسے اپنی تلوار دے دی ۔ مگر خراج وصول کنندہ نے کہا : اسے اپنی ماں کے وہاں رکھ دے اس پر جذع کو غصہ آ گیا اور اس پر تلوار کے کئی وار کیے ۔ لہٰذا کہا گیا : خُذْ مِنْ جِذْعٍ مَا أَعْطَاكَ (جذع جو کچھ دیتا ہے لے لو) ، یہ الفاظ ضرب المثل بن گئے اور یہ مثال کہ بخیل شخص جو کچھ دے اسے غنیمت سمجھنے کے لیے بولی جاتی ہے ۔ اس ضرب المثل کا ایک اور سبب بھی بتایا جاتا ہے ۔ اس واقعہ کے بعد قبیلہ غسان نے خراج ادا کرنا بند کر دیا اور وہ شام کے حاکم بن گئے جیسا کہ ملوک بنی جفنہ کے بیان میں ذکر ہو چکا ہے ۔

عربوں کا خیال ہے کہ عُمَیر بن ضُبَیْعَہ نے تین بچوں کو دن کے وقت کھیلتے دیکھا ۔ ایک بچہ کُود کر اپنے ساتھی کے کندھے پر جا کھڑا ہوا ۔ اب دوسرا کودا تو وہ اُوپر والے کے کندھے پر جا کھڑا ہوا ۔ جب اس نے انھیں اس حالت میں دیکھا تو ان پر حملہ کر کے ان کو دھکا دیا تو وہ سب ہنستے ہوئے اپنی پیٹھوں کے بل گر پڑے ۔ عُمَیر بن ضُبَیْعَہ کہتا ہے کہ اس دن میں جس درخت کے پاس سے گزرتا تو اس کے نیچے سے مجھے ہنسنے کی آواز سنائی دیتی ۔ پھر جب گھر لوٹ کر آیا تو چار ماہ تک بیمار رہا ۔

Marfat.com

اصمعی نے کسی سے حکایت کی ہے کہ وہ اور اس کا ایک ساتھی گھر سے روانہ ہوئے۔ دیکھا تو راستے پر ایک لڑکا کھڑا ہے ان دونوں نے اس سے پوچھا : تو کون ہے ؟ اس نے جواب دیا : میں ایک مسکین شخص ہوں ، میرا کسی نے راستہ روک لیا ہے مجھے جانے نہیں دیتا۔ یہ سن کر ایک نے اپنے ساتھی سے کہا اسے اپنی سواری پر اپنے پیچھے بٹھالے۔ اس نے بٹھا لیا۔ دوسرے نے جو مڑ کر دیکھا تو اس کے منہ سے آگ کے شعلے نکل رہے تھے اس نے تلوار سے اس پر حملہ کیا تو آگ جاتی رہی۔ لہٰذا اس نے اسے چھوڑ دیا۔ پھر مڑ کر دیکھا تو اس کے منہ سے آگ کے شعلے نکلتے دیکھے۔ اس نے پھر حملہ کیا تو آگ جاتی رہی ، اس نے کئی بار ایسا کیا۔ اس پر لڑکے نے کہا : خدا تمھیں ہلاک کرے تم کس قدر سخت لوگ ہو خدا کی قسم میں نے جب بھی کسی آدمی کے ساتھ ایسا کیا ہے اس کا دل باہر نکل آیا ہے : اس کے بعد وہ غائب ہو گیا اور پھر اس کا کوئی پتا نہ چلا۔

اصفہانی نے کتاب الاغانی میں ذکر کیا ہے : ابو عبیدہ کہتا ہے : عَبِید بن ابرص شام کی طرف روانہ ہؤا۔ ابھی راستے ہی میں تھا کہ ایک سانپ سامنے آیا جو پیاس کے مارے زبان نکال رہا تھا۔ اس نے اپنا چھاگل لیا ، اونٹ پر سے اترا اور اسے پانی پلایا تا آنکہ وہ سیر ہو گیا۔ اس کے بعد وہ شام کی طرف چلا گیا اور اپنا کام کر کے واپس آ گیا۔ راستے میں اس کا اونٹ گم ہو گیا۔ یہ راستے سے ہٹ کر اسے تلاش کرنے لگا تو ایک ہاتف یوں کہہ رہا تھا :

یَا صَاحِبَ البَکرِ المُضِلِّ مَذْھَبُہ،
دُوْنَکَ ھٰذا البِکْرَ مِنّا فَارْکَبُہْ[1]

اے اس اونٹ والے جو راستے سے بھٹک گیا ہے ہم سے یہ اونٹ لے

---

۱ - فارْکبُہْ در اصل فارْکَبْہُ تھا وقف کے لیے ہاء کی پیش باء کو دی گئی ہے اسی طرح آخری سطر میں سَیِّبُہْ در اصل سَیِّبْہُ تھا - ہاء کی پیش یاء کو دے کر ہاء کو ساکن کر دیا گیا۔

Marfat.com

لے اور اس پر سوار ہو جا ۔

حَتّٰی اِذَا اللَّیْلُ تَرَاءَی غَیْہَبُہٗ
وَ اَقْبَلَ الصُّبْحُ وَ لَاحَ کَوْکَبُہٗ

یہاں تک کہ جب رات کی تاریکی دکھائی دے اور پھر صبح آئے اور اس کا ستارہ ظاہر ہو ۔

فَحُطَّ عَنْہُ رَحْلَہٗ وَ سَیِّبُہٗ

تو اس کا پالان اس سے اتار کر اسے کھلا چھوڑ دے

دیکھا تو ایک اونٹ کھڑا تھا یہ اس کی پیٹھ پر بیٹھ گیا ابھی ایک گھڑی نہ گزری تھی کہ اسے اپنا گھر نظر آنے لگا ۔ حالانکہ وہاں سے بیس مرحلوں کا فاصلہ تھا ۔ اس نے اونٹ پر سے پالان اتار لیا اور وہ یہ کہہ رہا تھا :

یَا صَاحِبَ الْبَکْرِ قَدْ اَنْجَیْتَ مِنْ کَرَبٍ
وَ مِنْ فَیَافٍ تُضِلُّ الْمُدْلِجَ الْھَادِی[۱]

اے اونٹ والے تو نے مصیبت اور ان بیابانوں سے نجات دلائی ہے جو رات کے چلنے والے راہنما کو بھی راستے سے بھٹکا دیں ۔

ھَلَّا بَدَاْتَ لَنَا خَلْقاً لِنَعْرِفَ مَنْ
عَلَیْکَ قَدْ جَادَ بِالنَّعْمَاءِ فِی الْوَادِی

تو نے اپنی صورت کو کیوں ظاہر نہیں کیا کہ ہم جان لیتے کہ تجھ پر کس نے اس وادی کے اندر اس نعمت کی سخاوت کی

اِرْجِعْ حَمِیْداً فَقَدْ بَلَّغْتَ حَاجَتَنَا
بُورِکْتَ مِنْ ذِیْ سَلَامٍ رَائِحٍ[۲] غَادِیْ

قابل ستائش ہو کر واپس آ تو نے ہماری ضرورت پوری کر دی ہے

---

۱ ۔ ضرورت شعری کے لیے یاء کو ساکن پڑھا گیا ہے ۔

۲ ۔ اس شعر کی عبارت میں خلل ہے ۔

Marfat.com

تجھے سلامتی والے خدا کی طرف سے برکت دی جائے اے صبح کو اور شام کو چلنے والے

اونٹ نے جواب دیا :

أَنَا الشُّجَاعُ الَّذِي أَرْوَيْتَنِي ظَمَأً
فِي صَحْصَحٍ حَصِبٍ عَنْ أَهْلِهِ صَادِي[۱]

میں وہ سانپ ہوں جس کی پیاس کو تو نے بجھایا تھا ایک پتھریلے میدان میں اپنے گھر والوں سے دُور

وَجُدْتَ بِالْمَاءِ لَمَّا عَزَّ مَطْلَبُهُ
نِصْفَ النَّهَارِ عَلَى الرَّمْضَاءِ فِي الْوَادِي

تو نے دوپہر کے وقت وادی میں تپی ہوئی زمین کے اوپر پانی کی سخاوت کی تھی اُس وقت جب کہ پانی کا ملنا مشکل تھا

هٰذَا جَزَاؤُكَ مِنَّا لَا يُمَنُّ بِهِ
لَكَ الْجَمِيلُ عَلَيْنَا إِنَّكَ الْبَادِي

یہ تمھارا صلہ ہے - اس کا احسان نہیں جتایا جائے گا - احسان تمھارا ہے کیونکہ ابتدا تمھاری طرف سے ہوئی تھی

الْخَيْرُ يَبْقَى وَإِنْ طَالَ الزَّمَانُ بِهِ
وَالشَّرُّ أَقْبَحُ مَا أَوْعَيْتَ مِنْ زَادِ

نیکی باقی رہ جاتی ہے خواہ اس پر کتنا ہی زمانہ گزر جائے بد ترین زاد جو تو جمع کرتا ہے بدی ہے

---

۱ - ان اشعار کی عبارت بھی مختل ہے صادی کے معنی پیاسا یہاں چسپاں نہیں - غالباً یہ لفظ صَادِعٍ ہے عین کو ی میں تبدیل کر دیا گیا - کہتے ہیں وادی صَادِعٍ : ذاهب فی الارض طولا مراد " دور " -

Marfat.com

شرق بن [1] القطامی کہتا ہے : بنی کاب کا ایک آدمی تھا جسے عبید بن الحارس کہا جاتا تھا اور وہ بہادر شخص تھا ۔ موسم ربیع میں وہ سماوہ میں اترا ہؤا تھا ۔ جب موسم ربیع ختم ہؤا اور پانی کم ہو گیا اور بارشیں تھم گئیں تو وہ ثبل کی وادی میں چلا گیا وہاں اس نے ایک سر سبز جگہ اور جوہڑ دیکھا تو کہا : سر سبز جگہ ہے اور جوہڑ ہے ، تھوڑا سا ایندھن [2] ہے ، اور میں جو کچھ میرے پاس ہے میں اس کا [۲ : ۳۵٦] محافظ ہوں چنانچہ یہ وہاں اتر پڑا ۔ اس کی دو بیویاں تھیں ایک کا نام رباب تھا اور دوسری کا خولہ ۔

خولہ نے کہا :

أَرَى بَلْدَةً قَفْراً قَلِيْلاً أَنِيْسُهَا
وَ إِنَّا لَنَخْشَى إِنْ دَجَا اللَّيْلُ أَهْلَهَا

میں چٹیل میدان دیکھتی ہوں جہاں کوئی انیس نہیں ہے، جب رات تاریک ہو جائے گی تو ہمیں یہاں کے باشندوں کا ڈر ہے

اور رباب نے کہا :

أَرَتْكَ بِرَأْيِي فَاسْتَمِعْ عَنْكَ قَوْلَهَا
وَ لَا تَأْمَنَنْ جِنَّ الْعَزِيْفِ وَ جَهْلَهَا

اس نے میری ہی رائے تمہیں دی اس کی بات غور سے سُن ، جنّوں کی آواز اور ان کی بد خُلقی سے بے خوف نہ رہ

اس پر اس نے دونوں کے جواب میں کہا :

---

۱ - یہاں سے پھر ابن ابی الحدید کی عبارت شروع ہو گئی ملاحظہ ہو شرح ابن ابی الحدید : ۴ : ۴۴۸ -

۲ - بلوغ الارب اور شرح ابن ابی الحدید دونوں میں خطب ۔ خاء معجمہ کے ساتھ رقم ہے میں نے حطب حاء مہملہ کے ساتھ پڑھ کر ترجمہ کیا ہے -

Marfat.com

أَلَسْتُ كَمِيّاً فِي الحُرُوبِ مُجَرَّباً
شُجَاعاً إِذَا شُبَّتْ لَهُ الحَرْبُ مِحْرَبَا

کیا میں ہتھیار پہننے والا جنگوں کے معاملے میں آزمودہ اور بہادر نہیں ہوں کہ جب جنگ بھڑکے تو وہ جنگ کی ہر ادا کو سمجھے ۔

سَرِيعاً إِلَى الهَيْجَا إِذَا حَمِسَ الوَغَى[1]
فَأُقْسِمُ لَا أَعْدُو الغَدِيرَ مُنَكِّبَا

جب جنگ تیز ہو جائے تو میں دوڑ کر اس کی طرف جاتا ہوں میں قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میں اس جوہڑ سے ایک طرف ہو کر آگے نہ جاؤں گا ۔

اس کے بعد ثبل پہاڑ پر چڑھا اور وہاں ایک مادہ خار پشت کو دیکھا (شیہمۃ مادہ خار پشت کو کہتے ہیں) اور اسے تیر مار کر وہیں ڈھیر کر دیا اس کے ساتھ اس کا ایک بچہ بھی تھا ۔ اس نے اسے (پکڑا اور) باندھ لیا ۔ جب رات ہوئی تو ایک جن نے آواز دی :

يَا ابْنَ الحَمَارِسِ قَدْ أَسَأْتَ جِوَارَنَا
وَ رَكِبْتَ صَاحِبَنَا بِأَمْرٍ مُفْظِعٍ

اے ابن الحمارس تو برا پڑوسی بنا ہمارے ساتھی کے ساتھ تو نے نہایت برا برتاؤ کیا ۔

وَ عَقَرْتَ لِقْحَتَهُ وَ قُدْتَ فَصِيلَهَا
قَوْداً عَنِيفاً فِي المُنِيفِ الأَرْفَعِ

تو نے اس کی اونٹنی مار ڈالی اور اس کے بچے کو سختی سے ہانک کر بلند پہاڑ پر لے گیا ۔

وَ نَزَلْتَ مَرْعَى شَائِنَا[2] وَ ظَلَمْتَنَا
وَ الظُّلْمُ فَاعِلُهُ وَ خِيمٌ المَرْتَعِ

---

۱ - حَمِسَ الوَغَى : إِشْتَدَّ ۔

۲ - بلوغ الارب میں شاتنا لکھا ہے تصحیح شرح ابن ابی الحدید سے کی گئی ہے ۔

Marfat.com

تو ہماری بھیڑ بکریوں کی چراگاہ میں اترا ، تو نے ہم پر ظلم کیا ، اور ظلم کرنے والے کا انجام برا ہوتا ہے

فَلَنَنْطُرُقَنَّكَ بِالَّذِي أَوْلَيْتَنَا
شَرٌّ يَجِيكَ وَ مَالَهُ مِنْ مَدْفَعٍ

جو کچھ تو نے ہم سے کیا ہے اس کے بدلے میں ہم رات کے وقت تیرے پاس آئیں گے ، تجھ پر اس قدر سخت مصیبت آئے گی کہ اسے دور نہ کیا جا سکے گا

اس کے جواب میں ابن الحارس نے کہا :

يَا مُدَّعِي ظُلْمِي وَ لَسْتُ بِظَالِمٍ
إِسْمَعْ لَدَيْكَ مَقَالَتِي وَ تَسَمَّعِ

اے اس بات کا دعوٰی کرنے والے کہ میں ظالم ہوں حالانکہ میں ایسا نہیں ہوں - جو بات میں تجھ سے کہہ رہا ہوں اسے سن اور کان لگا کر سن

إِنْ كُنْتُمْ جِنًّا ظَلَمْتُمْ قُنْفُذاً
عُقِرَتْ فَشَرٌّ عَقِيرَةٍ فِي مَصْرَعٍ

اگر تو جن ہے تو تو نے اس خار پشت پر ظلم کیا ہے جو مار ڈالا گیا اور وہ اپنے قتل کی رو سے بُرا مقتول ہے

لاَ تَطْمَعُوا فِي مَا لَدَيَّ فَمَالَكُمْ
فِيمَا حَوَيْتُ وَ حُزْتُهُ مِنْ مَطْمَعٍ

جو کچھ میرے پاس ہے (تم لوگ) اس کی خواہش نہ کرو کیونکہ جو کچھ میں قبضے میں لے چکا ہوں اس میں تمھاری خواہش کو کوئی دخل نہیں -

---

۱ - بلوغ الارب میں شراً درج ہے - تصحیح شرح ابن ابی الحدید سے کی گئی ہے -

Marfat.com

جتّن نے اس کا جواب دیا :

يَا ضَارِبَ اللِّقْحَةِ بِالعَضْبِ الأَفَلّ
قَدْ جَاءَكَ المَوْتُ وَوَافَاكَ الأَجَلْ

اے بچے والی اونٹنی کو تیز دندانے دار تلوار سے مارنے والے تمہارے پاس موت آ گئی ہے اور تمہاری زندگی کا خاتمہ قریب ہے

وَسَاقَكَ[1] الحَيْنُ إِلَى جِنِّ تُبَلْ
فَالْيَوْمَ أَقْوَيْتَ[2] وَأَعْيَتْكَ الحِيَلْ

موت تمھیں کھینچ کر تبل کے جنّوں کے پاس لے آئی ہے آج تم چٹیل میدان میں اترے ہو تمہارا کوئی حیلہ کار گر نہیں ہو سکتا

[۲ : ۳۵۷] ابن الحمارس نے اس کا جواب یوں دیا

يَا صَاحِبَ اللِّقْحَةِ هَلْ أَنْتَ بَجَلْ
مُسْتَمِعٌ مِنِّي فَقَدْ قُلْتَ خَطَلْ[3]

اے اونٹنی والے کیا تو خوش ہے اور میری بات سنے گا کیونکہ تو نے بے کار بات کہی ہے

وَكَثْرَةُ المَنْطِقِ فِي الحَرْبِ فَشَلْ
هَيَّجْتَ قَمْقَاماً مِنَ القَوْمِ بَطَلْ

جنگ میں زیادہ باتیں کرنا بزدلی ہوتی ہے تو نے قوم کے سردار اور بہادر آدمی کو جوش دلایا ہے

لَيْثَ لُيُوثٍ وَإِذَا هَمَّ فَعَلْ
لَا يَرْهَبُ الجِنَّ وَلَا الإِنْسَ أَجَلْ

---

۱ - بلوغ الارب میں ساقت ہے ۔ تصحیح شرح ابن ابی الحدید سے کی گئی ہے ۔
۲ - اَقْوَى الرجل : نزل فی قَوَاءٍ ای قفر ۔
۳ - الخطل : الکلام الکثیر الفاسدُ ۔

Marfat.com

وہ شیروں کا شیر ہے جب کسی کام کا ارادہ کر لیتا ہے تو پھر اسے کر گزرتا ہے ۔ یہ نہ جنّوں سے ڈرتا ہے اور نہ انسانوں سے

مَنْ كَانَ بِالعَقْوَةِ مِنْ جِنِّ ثَبَلْ

نہ ثبل کے ان جنوں سے ڈرتا ہے جو اس علاقے میں ہیں ۔

شرق کہتا ہے کہ ان اشعار کو ایک بوڑھے جنّ نے سن لیا تو اس نے کہا : نہیں ، اللہ کی قسم ہم اس قسم کے انسان کو قتل کرنا مناسب نہیں سمجھتے جو دل کا مضبوط اور ارادے کا پکا ہو ۔ اس بوڑھے نے اٹھ کر اللہ کی تعریف کی پھر یہ اشعار کہے :

يَا ابْنَ الحَمَارِسِ قَدْ نَزَلْتَ بِلَادَنَا
فَأَصَبْتَ مِنْهَا مَشْرَباً وَمَنَامَا

اے ابن الحمارس تو ہمارے شہر میں آ کر اترا اور یہاں پانی پیا اور نیند کا لطف لیا

فَبَدَأْتَنَا ظُلْماً بِعَقْرٍ لَقُوحِنَا
وَأَسَأْتَ لَمَّا أَنْ نَطَقْتَ كَلَامَا

پھر تو نے ہماری اونٹنی ذبح کر کے ظلم کی ابتدا کی اور جب بات کہی تو وہ بھی بری کہی

فَاعْمِدْ لِأَمْرِ الرُّشْدِ وَاجْتَنِبِ الرَّدَى
إِنَّا نَرَى لَكَ حُرْمَةً وَذِمَامَا

ہدایت والی بات کا قصد کر اور ہلاکت والی بات سے اجتناب کر کیونکہ ہم دیکھتے ہیں کہ تمھارا احترام اور حق ہمارے اوپر عائد ہوتا ہے

وَاغْرِمْ لِصَاحِبِنَا لَقُوحاً مُتْبِعاً
فَلَقَدْ أَصَبْتَ بِمَا فَعَلْتَ أَثَامَا

ہمارے ساتھی کو ایک اونٹنی جرمانے کے طور پر ادا کر دو جس کے

Marfat.com

پیچھے بچہ بھی ہو کیونکہ تم نے یہ فعل کرکے ایک برا کام کیا ہے
ابن الحمارس نے اس کا یوں جواب دیا :

اللهُ يَعْلَمُ حَيْثُ يَرْفَعُ عَرْشَهُ
أَنِّي لَأَكْرَهُ أَنْ أُصِيبَ أَثَامَا

خدا اس جگہ سے جہاں اس کا بلند عرش ہے جانتا ہے کہ میں ناجائز کام کرنے کو ناپسند کرتا ہوں

أَمَّا ادِّعَاؤُكَ مَا ادَّعَيْتَ فَإِنَّنِي
جِئْتُ الْبِلَادَ وَلَا أُرِيدُ مُقَامَا

رہی وہ بات جس کا تو نے دعویٰ کیا ہے تو جان لو کہ میں اس علاقے میں قیام کرنے کے ارادے سے نہیں آیا تھا

فَأَسَمْتُ فِيهَا مَالَنَا وَ نَزَلْتُهَا
لِأُرِيحَ فِيهَا ظَهْرَنَا أَيَّامَا

لہٰذا میں نے اپنے مال کو چرنے کے لیے یہاں چھوڑ دیا اور یہاں اس لیے اترا کہ ہماری سواریاں یہاں کچھ دنوں کے لیے آرام کر لیں

فَلْيَغْدُ صَاحِبُكُمْ عَلَيْنَا نُعْطِهِ
مَا قَدْ سَأَلْتَ وَلَا نَرَاهُ غَرَامَا

کل صبح تمہارا ساتھی ہمارے پاس آ جائے تو ہم اسے جو کچھ تم نے مانگا ہے دے دیں گے اور ہم اسے جرمانہ نہیں سمجھتے

اس کے بعد سیہ اور اس کے بچے کی جگہ ایک بچے والی اونٹنی ادا کر دی ۔ ابن ابی الحدید شرح نہج البلاغہ میں یہ قصہ بیان کرنے کے بعد کہتا ہے یہ حکایت اگرچہ جھوٹ ہے مگر چونکہ اس میں ادبیت پائی جاتی ہے اور یہ عربوں کی طرفہ حکایتوں میں سے ہے اسی لیے ہم نے اس کے ادبی رنگ اور قارئین کو مستفید کرنے کی غرض سے اسے دے دیا ہے اور کہا جاتا ہے کہ شرقی بن القطامی نے شعر گھڑ کر اوروں کی طرف منسوب کر دیا کرتا تھا ۔ ابن ابی الحدید کا بیان ختم ہوا ۔

Marfat.com

میں کہتا ہوں : شاید ابن ابی الحدید نے اپنے مذہب پر اس کی بنیاد رکھ کر جو کچھ اس نے کہا ہے کہہ دیا ہے - کیونکہ ابن ابی الحدید معتزلہ میں سے ہے اور وہ اس طریقے پر جنوں کو نہیں مانتے جس طرح اور لوگ مانتے ہیں - اس کی تفصیلات عنقریب آئیں گی -

[۲ : ۳۵۸] رہا عربوں کا بیابانوں اور جنگلوں میں جنوں کی آواز کا ذکر کرنا تو یہ بکثرت آیا ہے اور مشہور ہے اور عزیف کے معنی جنّوں کی آوازیں ہیں - اس سلسلے میں جو اشعار وارد ہوئے ہیں ان میں سے کسی کا یہ شعر ہے :

وَخَرْقٍ تُحَدِّثُ غِيطَانُهُ
حَدِيثَ العَذَارَى بِأَسْرَارِهَا

کئی ایک وسیع زمینیں ہیں جن کی پست زمینیں کنواری لڑکیوں کی سی باتیں مع ان کے اسرار کے کرتی ہیں

اور غیطان غائط کی جمع ہے جس کے معنی پست زمین کے ہیں - ایک اور کہتا ہے :

وَدَوِّيَّةٍ سَبْسَبٍ سَمْلَقٍ
مِنَ الشَّبِيثِ تَعْزِفُ جِنَّانُهَا

بیابانوں میں سے ایک وسیع بیابان جو چٹیل بھی ہے اور جس کے جن آوازیں نکالتے ہیں

اور اعشیٰ کہتا ہے :

وَبَهْمَاءَ تَعْزِفُ جِنَّانُهَا
مَنَاهِلُهَا آجِنَاتٌ سُدُمْ

ایک بڑی بارونق زمین جہاں کے جن آوازیں نکالتے ہیں وہاں کے گھاٹ کا ذائقہ اور رنگ بدلا ہوا اور گھاٹ دفن کر دیے گئے ہیں

بهماء : بہت بارونق زمین ، سدم کے معنی ہیں وہاں کے گھاٹ اور پانی کی جگہیں مٹی سے بھر دی گئی ہیں -

Marfat.com

ہے اور اس سے کہا جاتا ہے تجھے تو [۱] نظر بد نے مارا ہے ۔ لہٰذا تیرا کوئی [۲] بدلہ نہیں لیا جا سکتا ۔ عربوں کی ایک مثال اس شخص کے بارے میں جس[۳] کے خون کا بدلہ نہ لیا گیا ہو یہ ہے : هُوَ قَتِيْلُ العَيْنِ (وہ نظر بد سے مرا ہے) ۔ شاعر کہتا ہے :

[۴] وَلاَ أَكُنْ كَقَتِيْلِ العَيْنِ وَسْطَكُمْ
وَلاَ ذَبِيْحَةِ تَشْرِيقِ وَتَنْحَارِ

[۲ : ۳۵۹] میں کہیں تمھارے درمیان آنکھ کے مقتول کی طرح اور ایام تشریق اور یوم نحر کے ذبیحہ کی طرح کا ہو کر نہ رہ جاؤں

اور ان کی عجیب و غریب باتوں میں سے ایک یہ ہے کہ جب کسی کی بیماری طول پکڑ جاتی اور انھیں یہ خیال ہوتا کہ یہ آسیب زدہ ہے کیونکہ اس نے سانپ یا یربوع یا سیہ کو مارا ہے تو وہ مٹی کے اونٹ بناتے اور ان کے اوپر بوریاں رکھ کر انھیں گندم ، جو اور کھجوروں سے بھر دیتے اور ان اونٹوں کو ایک بل کے دروازے پر سورج کے غروب ہونے کے وقت مغرب کی جہت میں رکھ دیتے اور وہ رات وہیں گزارتے ۔ صبح ہوتی تو ان مٹی کے اونٹوں کو دیکھتے اگر انھیں اپنی حالت پر پاتے تو کہتے خون بہا قبول نہیں کیا گیا ۔ لہٰذا اس میں اور اضافہ کر دیتے اور اگر دیکھتے کہ اونٹ گر گئے ہیں اور جو خوراک ان کے اوپر لدی ہوئی تھی بکھری پڑی ہے تو کہتے : خون بہا قبول کر لیا گیا ہے اور اسے اس بات کی دلیل سمجھتے کہ بیمار شفایاب ہوگا ۔ چنانچہ وہ خوش ہوتے اور

---

۱ ۔ شرح ابن ابی الحدید میں عین کی بجائے ہر جگہ قین لکھا ہے ۔

۲ ۔ بلوغ الارب میں ثائر منقول ہے اسے ثأر پڑھیں جیسا کہ شرح ابن ابی الحدید میں ہے ۔

۳ ۔ یہ جملہ بلوغ الارب میں یوں درج ہے : لمن ذهب العين دمه هدراً ۔ اسے یوں پڑھیں : لمن ذَهَبَ دمه هدراً ۔ تصحیح از روی شرح ابن ابی الحدید ۔

۴ ۔ بلوغ الارب میں لم اکن ہے ۔

دف بجاتے ۔ ایک شاعر کہتا ہے :

قَالُوا وَقَدْ طَالَ عَنَائِيْ وَالسَّقَمْ
إحْمِلْ إلَى الجِنِّ جِمَالاَتٍ وَضَمْ[۱]

جب میرے دکھ اور بیماری نے طول پکڑا تو لوگوں نے کہا :
جنوں کے پاس خوراک کے اونٹ لے جا

فَقَدْ فَعَلْتُ وَالسَّقَامُ لَمْ يَرِمْ
فَبِالَّذِيْ يَمْلِكُ بُرْئِيْ أعْتَصِمْ

میں نے یہ کام کیا مگر بیماری نہ گئی لہذا میں اس خدا کی حفاظت میں آتا ہوں جو مجھے شفا دینے پر قادر ہے

لم یَرِمْ : ٹھیک نہیں ہوئی اور مالک البرء سے مراد اللہ تعالٰی ہے ۔ ایک اور کہتا ہے :

فَيَالَيْتَ إنَّ الجِنَّ حَازُوْا جِمَالَتِيْ
وَ زُحْزِحَ عَنِّيْ مَا عَنَانِيْ مِنَ السَّقَمْ

کاش جن[۲] میرے اونٹ لے لیتے اور جو بیماری مجھے تنگ کر رہی ہے مجھ سے دور ہو جاتی

وَيَالَيْتَهُمْ قَالُوا انْطِنَا كُلَّ مَاحَوَتْ
يَمِيْنُكَ فِيْ حَرْبٍ غَمَاسٍ وَفِيْ سَلَمْ

کاش وہ یہ کہتے کہ جو کچھ تو نے سخت جنگ یا صلح میں حاصل کیا ہے ہمیں دے دے

أُعَلِّلُ قَلْبِيْ بِالَّذِيْ يَزْعُمُوْنَهُ
فَيَالَيْتَنِيْ عُوْفِيْتُ فِيْ ذٰلِكَ الزَّعَمْ

---

۱ ۔ الوَضَم : مائدۃ الطعام

۲ ۔ بلوغ الارب اور شرح ابن ابی الحدید دونوں میں جازوا دیا ہے ۔ اسے حاذوا ۔ حاء مہملہ کے ساتھ پڑھیں حَازَالشئی : ضَمَّہ‘ و جمعہ

Marfat.com

میں اپنے دل کو ان خیالات سے بہلاتا ہوں جو ان کے زعم میں ہیں
کاش مجھے انھی خیالات میں صحت حاصل ہو جاتی

اَنْشِطِنَا : ہمیں دے ، غماس : شدید ، سخت ، سلم : صلح ، ایک اور کہتا ہے :

أَرَى[1] إِنَّ جِنَّانَ الْنُّوَيْرَةِ أَصْبَحُوا
وَهُمْ بَيْنَ غَضْبَانٍ عَلَيَّ و آسِفٍ

میں دیکھتا ہوں کہ کچھ آگ کے جنّ مجھ پر غضبناک ہیں اور کچھ متاسف

حَمَلْتُ ولم أقبل[2] اليهم حَمَالَةً
تُسَكِّنُ عَنْ قَلْبٍ مِنَ السُّقْمِ تَالِفِ

میں ان کے پاس تاوان لے گیا مگر وہ قبول نہ کیا گیا وہ تاوان جو بیماری کی وجہ سے ہلاک ہونے والے دل کو تسکین دے

وَلَوْ أَنْصَفُوا لَمْ يَطْلُبُوا غَيْرَ حَقِّهِمْ
وَمَنْ لِيَ مِنْ أَمْثَالِهِمْ بِالتَّنَاصُفِ

اگر وہ انصاف کرتے تو صرف اپنا حق مانگتے اور اس قسم کی مخلوق سے کون مجھے انصاف دلوا سکتا ہے

تَغَطَّوْا بِثَوْبِ الأَرْضِ عَنِّي وَلَوْ بَدَوْا
لأَصْبَحْتُ مِنْهُمْ آمِناً غَيْرَ خَائِفِ

یہ زمین کے پردے میں چھپے ہوئے ہیں اور اگر ظاہر ہوتے تو میں ان سے مامون ہوتا ان سے کبھی نہ ڈرتا

---

۱ - تصحیح شرح ابن ابی الحدید سے کی گئی ہے - بلوغ الارب میں أَلاَ دیا ہے -

۲ - بلوغ الارب اور شرح ابن ابی الحدید دونوں میں اسی طرح دیا ہے - مگر میرے نزدیک یہ لفظ لَمْ تُقْبَلْ ہونا چاہیے -

Marfat.com

نویرہ [نون کے ساتھ] - نار کی تصغیر ہے اور باء کے ساتھ - بُوْر کی تصغیر ہے اور بُور وہ زمین ہے جس میں کچھ نہ بویا گیا ہو اور تالف : ہلاک ہونے والا -

عربوں کے عجیب و غریب اعتقادات و مذاہب میں سے بعض حیوانات کے متعلق ہیں

[۲ : ۳۶۰] عرب مرغے ، کوّے ، کبوتری ، نیولے ، نر فاختہ ، سیہ ، خرگوش ، ہرن ، یربوع ، شترمرغ اور سانپ کے متعلق عجیب و غریب اعتقادات رکھتے ہیں - بعض عربوں کا یہ اعتقاد ہے کہ ان حیوانات کے ساتھ جنّوں کا خاص تعلق ہے - بعض کا خیال ہے کہ یہ بھی جنّوں کی ایک قسم ہیں - بعض کا یہ عقیدہ ہے کہ نیولا ، سیہ ، خرگوش ، ہرن ، یربوع[1] اور شترمرغ جنّوں کی سواریاں ہیں وہ ان پر سوار ہوتے ہیں یعنی انھیں مطیہ (سواری) بناتے ہیں اور جنّوں کی سواریوں کے متعلق جو اشعار کہے گئے ہیں ان میں سے کسی نے سیہ کے متعلق جسے اس نے رات کے وقت دیکھا تھا یہ اشعار ہیں :

فَمَا يُعْجِبُ الجِنَّانَ مِنْكَ عَدِمْتَهُمْ
وَفِي الأُسْدِ أَفْرَاسٌ لَهُمْ وَ نَجَائِبُ

جنّوں کو تمھاری کونسی بات پسند ہے - خدا کرے یہ نہ رہیں - جبکہ ان کو شیروں میں سے گھوڑے اور اونٹنیاں مل سکتی تھیں

أَيُسْرِجُ[2] يَرْبُوعٌ وَيُلْجَمُ قُنْفُذٌ
لَقَدْ أَعْوَزَتْكُمْ مَا عَلِمْتُ النَّجَائِبُ

---

۱ - یربوع ایک جانور ہے جس کی اگلی ٹانگیں چھوٹی اور پچھلی ٹانگیں اور دم لمبی ہوتی ہے اور شکل چوہے کی سی ہوتی ہے - یہی لفظ انگریزی میں Jerboa بن گیا ہے -

۲ - بلوغ الارب میں یسرح حاء مہملہ کے ساتھ دیا ہے - تصحیح شرح ابن ابی الحدید سے کی گئی ہے -

Marfat.com

کیا یربوع پر زین ڈالی جاتی اور سیہ کو لگام دی جاتی ہے جیسا کہ مجھے علم ہے تمھیں (سواری کے لیے) اونٹنیاں دستیاب نہیں ہو رہیں

فَإِنْ كَانَتِ الجِنَّانُ جُنَّتْ فَبِالشَّحَرِي
وَلَا ذَنْبَ لِلأَقْوَامِ وَاللهُ غَالِبُ

اگر جنّوں کو جنون ہو گیا ہے تو وہ اسی کے لائق ہیں لوگوں کا کوئی قصور نہیں ۔ اللہ سب پر غالب ہے

اس سلسلے میں جو اشعار جنّوں کی طرف منسوب ہیں ان میں سے یہ اشعار ہیں :

وَكُلَّ المَطَايَا قَدْ رَكِبْنَا فَلَمْ نَجِدْ
أَلَذَّ وَأَشْهَى مِنْ رُكُوبِ الأَرَانِبِ

ہم ہر قسم کی سواری پر سوار ہوئے مگر ہم نے خرگوش کی سواری سے زیادہ لذیذ اور پسندیدہ سواری نہیں پائی

وَمِنْ عَضْرَفُوطٍ عَنَّ لِي فَرَكِبْتُهُ
أُبَادِرُ سِرْبًا مِنْ عِظَاءٍ قَوَارِبِ

اور نہ ہی چھپکلی سے (زیادہ لذیذ سواری پائی) یہ میرے سامنے آئی تو میں اس پر سوار ہو گیا ۔ میں رات کو چلنے والی چھپکلیوں کے ریوڑ کے آگے آگے چلتا تھا

اور عَضْرَفُوط نر عظاء (چھپکلی) کو کہتے ہیں ۔ [عظاء عین مہملہ ظاء معجمہ اور مدّ کے ساتھ] یہ ایک جانور ہے جو عام چھپکلی سے بڑا ہوتا ہے ۔ اس کا مفرد عِظَاءَة اور عِظَايَة آتا ہے اور جمع عِظَاء اور عَظَايَا ۔ عبدالرحمٰن بن عوف کا قول ہے : ''كَمِثْلِ الهِرِّ يَلْتَمِسُ العَظَايَا '' (بلّے کی طرح جو چھپکلیاں ڈھونڈ رہا ہو) ۔ ازہری کہتا ہے : یہ ملایم جسم والا چھوٹا سا جانور ہوتا ہے جو دوڑتا ہے اور بہت حرکت کرتا ہے ۔ یہ گرگٹ کے مشابہ ہوتا ہے مگر اس سے زیادہ خوبصورت ہوتا ہے ۔ یہ ایذا نہیں پہنچاتا اسے شحمة الارض اور شحمة الرمل بھی کہا

Marfat.com

جاتا ہے ۔ اس کی کئی قسمیں ہیں ، بعض سفید ، بعض سرخ ، بعض زرد اور بعض سبز ہوتے ہیں اور سب پر سیاہ نقطے ہوتے ہیں اور یہ رنگ ان کے مسکن کے مطابق ہوتے ہیں ۔ کیونکہ بعض ریت میں رہتے ہیں اور بعض پانی اور گھاس کے قریب اور بعض انسانوں سے مانوس ہو جاتے ہیں ۔ یہ جانور چار ماہ تک اپنے بل میں پڑا رہتا ہے اور کچھ نہیں کھاتا اور اس کی طبیعت میں سورج کی محبت پائی جاتی ہے تاکہ دھوپ میں بیٹھنے کے باعث اس کا جسم ٹھوس ہو جائے ۔

عربوں کے خرافات میں سے ایک یہ بات بھی ہے : وہ کہتے ہیں کہ جب زہر حیوانوں میں تقسیم کیا گیا تو تقسیم کے وقت چھپکلی رکی رہی یہاں تک کہ زہر ختم ہو گیا باقی سب جانوروں نے جوں جوں آتے گئے اس میں سے کچھ حصہ لے لیا ۔ لہٰذا چھپکلی کا اس میں کوئی حصہ نہ رہا [۲ : ۳۶۱] اس کی طبیعت میں یہ بات پائی جاتی ہے کہ یہ تیز چلتی ہے پھر ٹھہر جاتی ہے ۔ کہا جاتا ہے کہ یہ ٹھہرنا اس لیے ہے کہ جو زہر اس کے ہاتھ سے جاتا رہا ہے اسے یاد کرتی اور اس پر افسوس کرتی ہے ۔

قوارب : قاربة کی جمع ہے ۔ بمعنی رات کو چلنے والیاں ۔

ان اشعار سے جو کچھ معلوم ہوتا ہے اس کا ماحصل یہ ہے کہ خرگوش اور چھپکلی کی سواری چھپکلیوں کے ریوڑ سے آگے نکلنے کی وجہ سے دیگر جانوروں پر سواری کرنے سے زیادہ لذیذ ہے ۔ ایک بدوی اس کی تردید کرتے ہوئے کہتا ہے :

۱ أَيَسْتَمِعُ الأَسْرَارَ رَاكِبُ قُنْفُذٍ
لَقَدْ ضَاعَ سِرُّ اللهِ يَا أُمَّ مَعْبَدِ

کیا سیہ کا سوار (جن) اسرار (الٰہی) سن سکتا ہے اے ام معبد اللہ کا راز تو ضائع ہو گیا

اس کی مراد اس عقیدے کی تردید کرنا ہے جو بعض عربوں کا تھا

---

۱ - بلوغ الارب میں أيستمع کی جگہ ويستمع ہے تصحیح شرح ابن ابی الحدید سے کی گئی ہے ۔

Marfat.com

کہ جنّ عالم غیب ہیں ۔ کیونکہ ان کے خیال کے مطابق جو سیہ کی سواری کا محتاج ہو وہ آسمانوں اور زمینوں کی غیب کی باتیں کیسے جان سکتا ہے ۔

اور بعض عربوں کا خیال ہے کہ سُہَیل اور زہرہ (اور یہ آسمان میں دو ستارے ہیں) اور گوہ ، بھیڑیا اور بِجّو سب مسخ شدہ جانور ہیں ۔ بعض کا یہ خیال ہے کہ ہرن جِنّوں کی بھیڑ بکریاں وغیرہ ہیں اور ''کتاب آکام المرجان'' میں عربوں کے اس اعتقاد کے بیان میں کہ ہرن جنّوں کی بھیڑ بکریاں وغیرہ ہیں حمید بن ھلال سے مروی ہے وہ کہتے ہیں کہ ہم گفتگو کر رہے تھے کہ ہرن جِنّوں کی بھیڑ بکریاں وغیرہ ہیں کہ ایک لڑکا آیا جس کے پاس کمان اور تیر تھا ۔ وہ ارطاۃ (ایک درخت جس کو عناب کی طرح کا پھل لگتا ہے) کی آڑ میں کھڑا ہو گیا ، اس کے سامنے ہرنیوں کا ایک گلہ تھا اور وہ اُن میں سے ایک کو تیر مارنا چاہتا تھا کہ کسی شخص نے جو دکھائی نہ دے رہا تھا کہا :

اِنّ غُلَامًا عَسِرُ الیَدَیْنِ
یَسْعٰی بِکَیْدٍ اَوْ لِیَهْنٍ مَیْنٍ

ایک لڑکا جو دونوں ہاتھوں سے کام کر سکتا ہے ایک چال یا ذلت اور جھوٹ کے لیے کوشش کر رہا ہے

مُتّخِذُ الاَرْطَاةِ جُنّتَیْنِ
لِیَقْتُلَ التَّیْسَ[1] مَعَ العَنْزَیْنِ

اس نے ارطاۃ درخت کو اپنے لیے دو ڈھالیں بنا رکھا تاکہ بکرے کو مع دو بکریوں کے قتل کر سکے ہرنیوں نے یہ سن لیا اور منتشر ہو گئیں ۔

نعمان بن سہل الحرانی سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ حضرت عمر

---

۱ ۔ بلوغ الارب میں القیس قاف کے ساتھ ہے اور اس کے کوئی معنی یہاں نہیں بنتے ۔

Marfat.com

بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک شخص کو بادیہ کی طرف بھیجا تو اس نے ایک ہرنی دیکھی جس کے پستان بندھے ہوئے تھے یہ اس کے پیچھے بھاگا حتّٰی کہ اس نے اسے پکڑ لیا ۔ دیکھا تو ایک جِن یوں کہہ رہا تھا :

یَا صَاحِبَ الکِنَانَةِ المَکْسُوْرَه
خَلِّ سَبِیْلَ الظَّبْیَةِ المَصْرُوْرَه

اے ٹوٹے ہوئے ترکش والے اس ہرنی کو چھوڑ دو جس کے پستان بندھے ہوئے ہیں

فَاِنَّھَا لِصِبْیَةٍ مَضْرُوْرَه
غَابَ اَبُوْھُمْ غَیْبَةً مَذْکُوْرَه

[۲ : ۳۶۲] کیونکہ یہ مصیبت زدہ بچوں کی ہے جن کا باپ عرصے سے غائب چلا آ رہا ہے

فِیْ کُوْرَةٍ لَا بُوْرِکَتْ مِنْ کُوْرَه

اور وہ ایسی بستی میں پڑا ہے جسے خدا برکت نہ دے

اور مالک [۱] بن حریم الدالانی جاہلیت میں کچھ لوگوں کے ساتھ عکاظ جانے کے ارادے سے روانہ ہوا ۔ انھوں نے ایک ہرن کا شکار کیا ۔ اب انھیں سخت پیاس لگی اور یہ ایک ایسی جگہ پہنچ گئے جہاں انھوں نے ہرن کا فصد لیا اور پیاس کی وجہ سے اس کا خون پینے لگے جب خون ختم ہو گیا تو اسے ذبح کر ڈالا اور ایندھن کی تلاش میں نکل کھڑے ہوئے ۔ مالک اپنے خیمے میں چھپ گیا ۔ کسی نے سانپ کو چھیڑا تو وہ رینگتا ہوا مالک کے پالان میں جا گھسا اور وہاں پناہ لے لی ۔ وہ شخص سانپ کے پیچھے آیا اور کہا : اے مالک بیدار ہوجا تیرے پاس سانپ ہے ۔

۱ ۔ مالک بن حریم کے باپ حریم کے نام کو ضبط کرنے کے لیے ملاحظہ ہو شرح امالی : ۷۸۴ مع حاشیہ از میمن ۔

Marfat.com

مالک بیدار ہوا دیکھا تو وہ اس کے پاس پناہ لیے ہوئے ہے ۔ لہٰذا مالک نے اس شخص کو قسم دی کہ وہ اسے چھوڑ دے ۔ وہ باز آ گیا اور سانپ اپنی پناہ گاہ کو چلا گیا ۔ اس پر مالک نے یہ شعر کہے :

وَ أَوْصَانِي الحَرِيثُمُ بِعِزٍّ جَارِي
وَ أَمْنَعَهُ وَ لَيْسَ بِهِ امْتِنَاعُ

مجھے (میرے باپ) حریم نے نصیحت کی تھی کہ پناہ لینے والے کی عزت کرنا نیز یہ کہ میں اس کی حفاظت کروں درآنحالیکہ حفاظت ممکن نہ ہو

وَ أَدْفَعَ ضَيْمَتَهُ وَ أَذُبَّ عَنْهُ
وَ أَمْنَعَهُ إِذَا مُنِعَ المَتَاعُ

اور یہ کہ میں اس پر ظلم نہ ہونے دوں اور اس کی طرف سے دفاع کروں اور جب ساز و سامان کی حفاظت کی جائے تو اس کی بھی حفاظت کروں

اسی طرح آخری شعروں تک ... اس کے بعد انھوں نے وہاں سے کوچ کیا ۔ جب سخت پیاس لگی تو ایک غیبی آواز یوں کہتی سنائی دی

يَا أَيُّهَا القَوْمُ لا مَاءَ أَمَامَكُمْ
حَتَّى تَسُومُوا المَطَايَا يَوْمَهَا التَّعَبَا

لوگو ! تمھارے آگے کوئی پانی نہیں ہے جب تک کہ تم اپنی سواریوں کو دن بھر نہ تھکا لو

ثُمَّ اعْدِلُوا شَامَةً فَالمَاءُ عَنْ كَثَبٍ
عَيْنٌ رَوَاءٌ وَمَاءٌ يُذْهِبُ اللَّغَبَا

اس کے بعد بائیں ہاتھ کو ہٹ جاؤ تو پانی قریب ہوگا ۔ میٹھے پانی کا چشمہ اور تھکان دور کرنے والا پانی ہے

Marfat.com

حَتّٰی إذَا مَا أصَبْتُمْ مِنْهُ رِيّكُمْ
فَاسْقُوا المَطَايَا وَمِنْهُ فَامْلَؤُوا القِرَبَا

جب تم اس سے سیر ہو جاؤ تو اپنی سواریوں کو پانی دو اور اپنے مشکیزے اس سے بھر لو

چنانچہ وہ بائیں ہاتھ کو مڑ گئے تو دیکھا کہ ایک چشمہ ہے جس سے پانی کے نکلنے کی آواز آ رہی ہے اور یہ پہاڑ کے دامن میں ہے ۔ انھوں نے پانی پیا ، اپنے اونٹوں کو بھی پلایا اور اتنا پانی ساتھ بھی لے لیا جس سے وہ (راستے میں) سیر ہو سکیں یہاں تک کہ وہ عکاظ پہنچ گئے ۔ پھر وہاں سے چلے یہاں تک کہ اسی مقام پر پھر پہنچے مگر وہاں انھیں کچھ دکھائی نہ دیا ۔ اچانک ایک ہاتف یہ کہہ رہا تھا :

يَا مَالُ عَنِّي جَزَاكَ اللّٰهُ صَالِحَةً
هٰذَا وِدَاعٌ لَكُمْ مِنِّي وَتَسْلِيمُ

اے مالک خدا تجھے میری طرف سے نیک جزا دے میں اب تجھے الوداع اور سلام کہتا ہوں

لَا تَزْهَدَنْ فِي اصْطِنَاعِ الخَيْرِ مَعْ أحَدٍ
إنَّ الَّذِي يَحْرِمُ المَعْرُوفَ مَحْرُومُ

کسی سے نیکی کرنے میں بے رخی اختیار نہ کرنا کیونکہ جو شخص کسی کو احسان سے محروم رکھتا ہے خود محروم رہتا ہے

مَنْ يَفْعَلِ الخَيْرَ لَا يَعْدَمْ مَغَبَّتَهُ
مَا عَاشَ وَالكُفْرُ بَعْدَ الغِيبِ[۱] مَذْمُومُ

جو نیکی کرے گا وہ اس کے انجام کو معدوم نہیں پائے گا جب تک وہ زندہ رہے اور پانی کے (نیکی کے) بعید ہونے کے بعد ناشکرگزاری کرنا ۔ مذموم فعل ہے

---

۱ - ماء غیبٌ : بعید

Marfat.com

أَنَا الشُّجَاعُ الَّذِي أَنْجَيْتَ مِنْ رَهَقٍ
شَكَرْتُ ذَلِكَ اَنَّ الشُّكرَ مَقْسُوْمُ

میں وہی سانپ ہوں جسے تو نے ظلم سے نجات دلائی تھی میں نے اس کا شکریہ ادا کیا ہے اور شکر بھی کسی کسی کی قسمت میں لکھا ہوتا ہے

انھوں نے چشمے کو تلاش کیا مگر کہیں نہ ملا

رقاد بن زیاد سے مروی ہے وہ کہتا ہے کہ میں رات کے وقت ایک ہرن کو اٹھا کر لایا ۔ وہ ہرن ساری رات میرے پاس رہا ۔ میں نے رات کے وقت ایک ہاتف کو آواز دیتے اور یوں کہتے ہوئے سنا :

أَيَا طَلْحَةَ الْوَادِي أَلَا إِنَّ شَاتَنَا
أُصِيْبَتْ بِلَيْلٍ وَهِيَ مِنْكَ قَرِيْبُ

اے وادی کے کیکر کے درخت ۔ یاد رکھو کہ ہماری بکری کو کسی نے رات کے وقت پکڑ لیا ہے اور وہ تم سے قریب ہے

أَحِسِّيْ لَنَا مَنْ بَاتَ يَحْتَلُّ فِرْقَنَا
لَهُ بِهَلِيْعِ الْوَادِيَيْنِ دَبِيْبُ

ذرا یہ تو ہمیں معلوم کر کے بتا کہ یہ کون شخص تھا جو ہمارے ہرنوں کے ریوڑ میں رات بھر رہا اور جو دونوں وادیوں کے نچلے حصے میں آہستہ آہستہ چلا کرتا تھا

رقاد کہتا ہے کہ پھر میں نے اسے چھوڑ دیا ۔ وہ کہتا ہے کہ میں نے اس سے پوچھا کہ " ہلیع الوادی " کے کیا معنی ہیں ۔ کہا : وادی کا نچلا حصہ ، اور ہرنیوں کے لیے فِرْق (ریوڑ) کا لفظ اسی طرح بولا جاتا ہے جس طرح قطیع بھیڑ بکریوں کے لیے ۔

اور دیک (مرغا) ، غراب (کوّا) ، حمام (کبوتر) مشہور پرندے ہیں اور ورل کے معنی پہلے گزر چکے ہیں ۔ اب لیں " ساق حُر " کو تو یہ لفظ سین مہملہ اور قاف ان دونوں کے درمیان الف ہے اور حر، [حاء

اور راء دونوں مہملہ کے ساتھ] ورشان کو کہتے ہیں اور یہ نر قمری ہے - اس میں کسی کو اختلاف نہیں ہے -

کمیت کہتا ہے :

تَغْرِيْدُ سَاقٍ عَلَى سَاقٍ يُجَاوِبُهَا
مِنَ الشَّهَوَاتِفِ ذَاتُ الطَّوْقِ وَالعَطَلِ

یہ ایک نر قمری کا درخت کے تنے پر بیٹھ کر گاتا ہے جس کا جواب کبوتر دے رہے جن میں سے بعض کے گلے میں طوق ہے اور بعض کے گلے میں نہیں ہے

پہلے ساق سے مراد نر اور دوسرے سے درخت کا تنا -

اور حمید بن ثور کہتا ہے :

مَا هَاجَ هٰذَا الشَّوْقَ إِلَّا حَمَامَةٌ
دَعَتْ سَاقَ حُرٍّ تَرْحَةً[1] وَتَرَنُّمَا

اس شوق کو صرف ایک کبوتری نے بھڑکایا ہے جو نر قمری کو حزن اور ترنم کی حالت میں پکار رہی ہے

مُطَوَّقَةٌ غَرَّاءُ تَسْجَعُ كُلَّمَا
دَنَا الصَّيْفُ وَانْجَالَ[2] الرَّبِيعُ فَانْجَمَا[3]

اس کے گلے میں طوق ہے ، اس کا رنگ سفید ہے جب موسم گرما قریب آتا اور موسم بہار اٹھ جاتا اور ختم ہو جاتا ہے تو یہ (جب بھی) گاتی رہتی ہے

---

۱ - مشہور روایت یہی ہے مگر ایک روایت میں فرحة بھی آیا ہے ملاحظہ ہو شرح امالی : ۳۸۲ حاشیہ از میمن -

۲ - انجال : اِرْتَفَعَ -

۳ - اَنْجَمَ الشیء اوالبرد : اَقْلَعَ وَوَلّٰى -

Marfat.com

مُحَلَّاةُ طَوْقٍ لَمْ يَكُنْ مِنْ تَمِيمَةٍ
وَلَا ضَرْبِ صَوَّاغٍ بِكَفَّيْهِ دِرْهَمَا

اس کے گلے میں گلوبند ہے جو تعویذ کے طور پر نہیں ہے اور نہ ہی سنار نے اسے اس طرح گھڑا ہے جس طرح وہ اپنے ہاتھوں کی چوٹ سے درہم گھڑ لیتا ہے

تَغَنَّتْ عَلَى غُصْنٍ عِشَاءً فَلَمْ تَدَعْ
لِنَائِحَةٍ[1] مِنْ نَوْحِهَا مُتَأَلَّمَا

یہ رات کے وقت ٹہنی پر بیٹھ کر گائی اور اس نے کسی نوحہ کرنے والی کے لیے اپنے نوحہ کی وجہ سے کوئی درد نہ چھوڑا

إِذَا حَرَّكَتْهُ الرِّيحُ أَوْ مَالَ مَيْلَةً
تَغَنَّتْ عَلَيْهِ مَائِلًا وَمُقَوَّمَا

جب ہوا اس ٹہنی کو حرکت دیتی ہے یا یہ ٹہنی تھوڑی سی بھی جھکتی ہے تو اس کے جھکتے اور سیدھے ہوتے یہ اس پر اسی طرح بیٹھی گاتی رہتی ہے

عَجِبْتُ لَهَا أَنَّى يَكُونُ غِنَاؤُهَا
فَصِيحًا وَلَمْ تَفْغَرْ بِمَنْطِقِهَا[2] فَمَا

مجھے اس پر تعجب ہوا کہ اس کا گانا کیونکر فصیح ہو سکتا ہے جبکہ اس نے بولنے کے لیے منہ ہی نہیں کھولا

فَلَمْ أَرَ مِثْلِي شَاقَهُ صَوْتُ مِثْلِهَا
وَلَا عَرَبِيًّا شَاقَهُ صَوْتُ أَعْجَمَا

میں نے اپنے جیسا کوئی شخص نہیں دیکھا کہ اسے اس قسم کے

---

۱ - شرح امالی میں یہ مصرع یوں لکھا ہے :
لِنَائِحَةٍ فِي نَوْحِهَا مُتَلَوَّمَا

۲ - شرح امالی میں لمینطقها ہے اور وہی بہتر ہے -

Marfat.com

پرندے کی آواز نے اشتیاق میں ڈال دیا ہو اور نہ کسی فصیح آدمی
کو دیکھا جسے ایک غیر فصیح کی آواز نے شوق دلایا ہو

ابن سیدہ کہتا ہے : نر قمری کو ساق حر ، اس لیے کہا گیا کہ اس کے منہ سے یہی الفاظ نکلتے ہیں چنانچہ وہ ساق حر ساق حر کہتا رہتا ہے ۔ ابن ابی الحدید سے شرح نہج البلاغہ میں غلطی سرزد ہوئی چنانچہ وہ کہتا ہے کہ ساق حر ، ہدیل کو کہتے ہیں کیونکہ ساق حر کوئی اور پرندہ ہے ، چنانچہ حیٰوۃ الحیوان میں ہے ہدیل نر کبوتر کو کہتے ہیں

جِرَانُ العَوْد کہتا ہے :

کَأَنَّ الهَدِيلَ الظَّالِعَ الرِّجْلِ وَسْطَهَا
مِنَ البَغْيِ شِرِّيبٌ يُغَرِّدُ مُنْزِفُ

ان کے وسط میں لنگڑی ٹانگ والا ہدیل اپنی مستی کی وجہ سے ایک بہت شراب پینے والا بد مست انسان معلوم ہو رہا تھا جو گا رہا ہو

اور ہدیل کبوتر کی آواز کو بھی کہتے ہیں : یوں بولتے ہیں : هَدَلَ القُمْرِيُّ يَهْدِلُ هَدِيلاً اور ہدیل نوح علیہ السلام کے زمانے میں کبوتر کا ایک بچہ تھا جسے ایک شکاری پرندے نے شکار کر لیا لہٰذا تمام کبوتریاں قیامت تک اسی ایک (کبوتر) کا نوحہ کرتی رہیں گی ۔

نُصَیب کہتا ہے :

فَقُلْتُ أَتَبْكِي ذَاتُ طَوْقٍ تَذَكَّرَتْ
هَدِيلاً وَقَدْ أَوْدَى وَمَا كَانَ تُبَّعُ

لہٰذا میں نے کہا یہ طوق والی قمری اس لیے رو رہی ہے کہ اسے ہدیل کی یاد آ گئی ہے حالانکہ وہ اس زمانے میں مرا تھا جبکہ ابھی تُبّع بھی موجود نہ تھا ۔ اس کی مراد یہ ہے کہ ابھی تبع پیدا بھی نہ ہؤا تھا

Marfat.com

ابن سیدہ کا بیان ختم ہوا ۔

ابن قتیبہ ''کتاب ادب الکاتب'' میں کہتا ہے : عرب کبھی تو ہدیل کو کبوتر کے بچے کے معنی میں استعمال کرتے ہیں ۔ بدویوں کا خیال ہے کہ یہ ہدیل نوح علیہ السلام کے عہد میں تھا اور اسے ایک شکاری پرندے نے شکار کر لیا تھا ۔ وہ کہتے ہیں کہ اب جو کبوتری بھی روتی ہے وہ اسی پر روتی ہے ۔ کمیت[1] یہی معنی مراد لے کر کہتا ہے

وَمَا مَنْ تَهْتِفِيْنَ بِهِ لِنَصْرٍ
بِأَقْرَبَ جَابَةً لَكِ مِنْ هَدِيْلٍ

جسے تو مدد کے لیے پکار رہی ہے وہ ہدیل سے جلدی تمھیں جواب نہیں[2] دینے کا

اور کبھی اس سے مراد خود پرندہ لیتے ہیں ۔
جِرَانُ العَوْدِ کہتا ہے :

كَأَنَّ الهَدِيْلَ الظَّالِعَ الرِّجْلِ
(گویا کہ لنگڑی ٹانگ والا کبوتر)

مذکورہ بالا شعر اور کبھی اس سے آواز مراد لیتے ہیں ۔

ذوالرمہ کہتا ہے :
أَرَى نَاقَتِي عِنْدَ المُحَصَّبِ شَاقَهَا
رَوَاحُ اليَمَانِيْ وَالهَدِيْلُ المُرَجَّعُ

---

۱ ۔ کمیت سے یہاں مراد کُمیت بن زید بن الاخنس الاسدی ہے ۔ اس کی کنیت ابو المستہل تھی اور اسلامی شاعر ہے ۔ ایک اور کمیت ہے جو کمیت بن معروف ہے ۔ یہ مُخضرم تھا ۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں مسلمان ہوا مگر دیدار سے محروم رہا ۔

۲ ۔ یعنی ہدیل تو عہد نوح علیہ السلام میں مر چکا اب وہ کسی کو جواب نہیں دے سکتا اسی طرح کسی کا تمھاری مدد کو آنا ناممکن ہے ۔

Marfat.com

میں مُحَصَّب کے مقام پر اپنی اونٹنی کو دیکھتا ہوں کہ اسے یمنیوں کی روانگی اور اونٹوں کی بار بار کی آواز نے وطن کا اشتیاق دلایا ہے

ابن قتیبہ کا بیان ختم ہؤا ۔

یہ بیان بعینہ وہی ہے جو حیواۃ الحیوان میں دیا ہے

اور کتاب لُب لباب لسان العرب میں کعب بن سعد الغنوی کے اس شعر کی تشریح کرتے ہوئے لکھا ھے :

فَإِنَّكَ وَ اللَّوْمَ الَّذِي تَرجِيئِنَهُ
عَلَيَّ وَمَا لَوَّامَةٌ بِعَقُول

کیونکہ تو اور جو ملامت تو میری طرف لوٹا رہی ہے اور جو شخص اکثر ملامت کرتا رہے وہ عقلمند نہیں ہوتا

كَدَاعِي هَدِيلٍ لَا يُجَابُ إِذَا دَعَا
وَلَا هُوَ يَسْلُو عَنْ دُعَاءِ هَدِيلِ

اس شخص کی طرح ہے جو ہدیل کو پکارتا ہو ۔ کیونکہ اسے نہ تو ہدیل کو پکارنے کا جواب ملے گا اور نہ ہی وہ ہدیل کو پکارنا ترک کرے گا[1]

ھدیل : نوح علیہ السلام کے عہد میں یہ ایک پرندے کا بچہ تھا جسے ایک شکاری پرندے نے شکار کر لیا ۔ کہتے ہیں کہ اب ہر کبوتری اسی کو روتی ہے اور یہاں اس نے کمیت کا وہی شعر پیش کیا ہے جسے اوپر درج کیا جا چکا ہے اسی قسم کا قول ہم اس سے پہلے ابن ہشام سے نقل کر چکے ہیں ۔ ہو سکتا ہے کہ نہج البلاغہ کے شارح نے کسی اور اعتبار سے معنی لیے ہوں یا جو کچھ انھوں نے لکھا ہے ان کے نزدیک وہ اہل لغت کی روایت میں ثابت ہو چکا ہو ۔

---

۱ ۔ یعنی وہ اس بے کار اور بے فائدہ فعل کو جاری رکھتا ہے اسی طرح تمہارا مجھے ملامت کرنا بھی ایک بے کار عمل ہے ۔

Marfat.com

ان کے اعتقادات میں سے ایک یہ ہے کہ سفعہ جنوں کی نگاہ کا اثر ہوتا ہے ۔ مسفوع اسے کہتے ہیں جسے نظر بد لگی ہو ۔ چنانچہ بولتے ہیں أَصَابَتْهُ سَفْعَةٌ : اسے نظر بد لگ گئی اور نظر دو قسم کی ہے ۔ انسانی نظر اور جنّوں کی نظر ۔

کسی کا یہ شعر ہے :

وَقَدْ عَالَجُوْهُ بِالتَّمَائِمِ وَالرُّقٰی
وَصَبُّوْا عَلَیْهِ الْمَاءَ مِنْ أَلَمِ النُّکْسِ

انھوں نے اس کا علاج تعویذوں سے اور دم وغیرہ سے کیا اور بیماری کے دوبارہ عود کر آنے کے دکھ کے لیے انھوں نے اس پر پانی بہایا

وَقَالُوْا أَصَابَتْهُ مِنَ الْجِنِّ أَعْیُنٌ
وَلَوْ عَلِمُوْا دَاوَوْهُ مِنْ أَعْیُنِ الْاِنْسِ

اور کہا کہ اسے جنّوں کی نظر بد لگ گئی ہے ۔ اگر انھیں پتا ہوتا تو یہ اس کا علاج انسانوں کی نظر بد سے کرتے

ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ایک صحیح حدیث ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے گھر میں ایک لڑکی دیکھی جسے نظربد لگی ہوئی تھی تو آپ نے فرمایا : اسے دم کراؤ کیونکہ اسے نظر بد لگی ہوئی ہے اور سفعہ جنّوں کی نظربد ہے ۔ کہتے ہیں فلاں عورت کو نظرِ بد لگ گئی ہے اور جن کی نظر سے لگی ہے اور نظر بد نیزوں کی نوکوں سے بھی زیادہ پار ہو جانے والی چیز ہے

ابو عبیدہ سے منقول ہے رَجُلٌ مَعِیْنٌ اس شخص کے لیے بولتے ہیں جسے نظر بد لگی ہو اور رَجُلٌ مَعْیُوْنٌ اس شخص کو کہتے ہیں جس کا ظاہری منظر تو ہو مگر حقیقت میں کچھ نہ ہو ۔

اور عربوں کا ایک عقیدہ یہ بھی ہے کہ ہر شاعر کا ایک شیطان ہوتا ہے جو اسے شعر اِلقاء کرتا ہے ۔ عہد جاہلیت میں یہ عقیدہ عربوں کے یہاں مشہور تھا ۔ تمام شعرا اسی خیال کے حامی تھے ۔

Marfat.com

کسی کا قول ہے :

إِنِّي وَإِنْ كُنْتُ صَغِيرَ السِّنِّ
فَإِنَّ فِي العَيْنِ نَبُوًّا[۱] عَنِّي

میں اگرچہ کم سن ہوں پھر یہ کہ لوگوں کی نگاہوں میں بد صورت بھی ہوں

فَإِنَّ شَيْطَانِي أَمِيرُ الجِنِّ
يَذْهَبُ بِي فِي الشِّعْرِ كُلَّ فَنِّ

(تو کوئی بات نہیں ہے) کیونکہ میرا شیطان جنّوں کا امیر ہے اور وہ مجھے ہر نوع کے اشعار کہلواتا ہے

اور حضرت حسّان بن ثابت کا بیان ہے

إِذَا مَا تَرَعْرَعَ فِينَا الغُلَامُ
فَمَا إِنْ يُقَالُ لَهُ: مَنْ هُوَهْ

جب ہمارے درمیان کوئی لڑکا سن بلوغ کو پہنچتا ہے تو اس سے یہ نہیں کہا جاتا کہ تو کون ہے ؟

إِذَا لَمْ يَسُدْ قَبْلَ شَدِّ الإِزَارِ
فَذَلِكَ فِينَا الَّذِي لَا هُوَهْ

اگر وہ تہمد باندھنے سے پہلے سردار نہیں بنا تو ہم میں سے نہیں ہے کیونکہ ہمارے ہاں یہی دستور چلا آتا ہے

وَلِي صَاحِبٌ مِنْ بَنِي الشَّيْصَبَانِ
فَطَوْراً أَقُولُ وَطَوْراً هُوَهْ

میرا ایک ساتھی بنی الشیصبان میں سے ہے کبھی وہ شعر کہتا ہے اور کبھی میں ۔

---

۱ ۔ نبواً : نَبَتْ صورة فلانٍ : قَبُحَتْ فلم تقبلها العَيْنُ

Marfat.com

عربوں کا خیال تھا کہ مسحل اعشٰی کا شیطان تھا اور مُخبّل کے شیطان کا نام عمرو تھا ۔

[۲ : ۳٦٦] اعشٰی کہتا ہے :

دَعَوْتُ خَلِيْلِي مِسحَلاً وَ دَعَوْا لَهُ
جُهُنَّامَ جَدْعاً لِلْهَجِيْنِ الْمُذَمَّمِ

میں نے اپنے دوست مسحل کو بلایا اور انھوں نے اس کے لیے جھنام کو بلایا خدا اس کمینے قابل مذمت کی ناک کاٹے

کوئی اور کہتا ہے :

لَقَدْ كَانَ جِنِّيُّ الْفَرَزْدَقِ قُدْوَةً
وَ لَا كَانَ فِيْنَا مِثْلُ فَحْلِ الْمُخَبَّلِ [۱]

فرزدق کا پیشوا جنّ تھا ، ہم میں کوئی بھی مخبّل کا سا اعلی پائے کا شاعر نہ تھا

وَلَا فِي الْقَوَا فِيْ مِثْلُ عَمْرٍو وَشَيْخِهِ
وَلَا بَعْدَ عَمْرٍو شَاعِرٌ مِثْل مِسْحَل

عمرو اور اس کے استاد جیسا شعر و شاعری میں کوئی بھی نہ تھا اور نہ ہی عمرو کے بعد مسحل جیسا کوئی شاعر ہوا

ابو النجم [۲] کہتا ہے :

أِنِّيْ وَ كُلُّ شَاعِرٍ مِنَ الْبَشَرْ
شَيْطَانُهُ أُنْثٰى و شَيْطَانِيْ ذَكَرْ

---

۱ - مُخَبَّل : مُخَبَّل لقب ہے اس کا اصلی نام ربیعہ بن مالک بن ربیعہ بن عوف ہے ۔ ابو عبید بکری نے ایک جگہ (شرح امالی : ۸۵۷) اسے مخضرم لکھا ہے اور دوسری جگہ (صفحہ ۸۱۸) اسلامی شاعر ۔ اس کا شمار فحول میں ہوتا ہے ۔

۲ - ابو النجم بنی عجل بن لُجَیم میں سے تھا اس کا اصلی نام الفضل بن قُدامہ بن عبید اللہ ہے ۔

Marfat.com

میں اور انسانوں میں سے ہر شاعر ایسا ہے کہ میرا شیطان تو نر ہے اور ان کا شیطان مادہ

اور کتاب آکام المرجان میں جو کچھ درج ہے اس کا ماحصل یہ ہے : شعرا کو کِلاب الجن" کہا جاتا ہے عمرو بن کلثوم اپنے معلقے میں کہتا ہے :

وَ أَنزَلْنَا البُيُوتَ بِذِي طُلُوحٍ
إِلَى الشَّامَاتِ نَنْفِي المُوعِدِينَا

اور ہم نے اپنے ذی طلوح سے لے کر شامات تک کے درمیانی علاقے میں بستی کھڑی کر دی ہم دھمکی دینے والوں کو نکال باہر کرتے ہیں

وَ قَدْ هَرَّتْ كِلَابُ الجِنِّ مِنَّا
وَ شَذَّبْنَا قَتَادَةَ مَنْ يَلِينَا

شعرا ہمیں دیکھ کر بھونکے اور ہم نے آس پاس کے لوگوں کی تیزی کم کر دی (یا ان کی طاقت کو کمزور بنا دیا) ۔

عمرو بن کلثوم کہتا ہے : ہم نے اپنے گھروں کو اس مقام پر اتارا (یا وہاں بستی کھڑی کر دی) جو ذی طلوح کے نام سے مشہور ہے شامات تک ـ ہم نے ان مقامات سے ان دشمنوں کو نکال باہر کیا جو ہمیں دھمکی دیا کرتے تھے ، ہم نے ہتھیار پہن رکھے تھے یہاں تک کہ شعرا ہمارا ذکر کرنے لگے ۔ عالم یہ تھا کہ ہم اپنے آس پاس کے دشمنوں کی قوت توڑ چکے تھے اور یہ اس لیے کہ ان کا خیال تھا کہ شیاطین ان شعرا کی زبانی پر شعر کا القاء کرتے ہیں اور القاء کرنے والے کو وہ تابع اور رئیی" کہا کرتے تھے ۔

جریر کہتا ہے :

أَنِّي لَيُلْقِي عَلَيَّ الشِّعرَ مُكْتَهِلٌ
مِنَ الشَّيَاطِينِ (البيت)

شیاطین میں سے مکتحل مجھ پر شعروں کا القاء کرتا ہے ۔

Marfat.com

عربوں نے شعرا کے تابع کو اسم علم نام دے رکھے ہیں چنانچہ کہتے ہیں اعشٰی کا مسحل تھا ، فرو بن قطن کا جُہنام ، بشار کا سنقناق اور جو جن شتر بے مہار اور اوباش ہوں انھیں جُند ابلیس (شیطان کی فوج) کہا جاتا ہے۔

شاعر کہتا ہے :

وَ کُنْتُ فَتیً مِنْ جُندِ إبلِيسَ فَارْتَقَتْ
بِیَ الحَالُ حَتّٰی صَارَ إبلِيسُ مِنْ جُنْدِیْ

میں خود شیطان کے لشکر کا ایک جوان تھا پھر میری حالت ترقی کر گئی تا آنکہ ابلیس میری فوج میں داخل ہو گیا۔

شعر کو شیطان کا دم بھی کہا جاتا ہے جریر کہتا ہے :

رَأَیْتُ رُقَی الشَّیْطَانِ لَا تَسْتَفِزُّهُ
وَ قَدْ کَانَ شَیْطَانِیْ مِنَ الجِنِّ رَاقِیَا

میں نے دیکھا کہ شیطان کے دم اسے بہکا نہیں سکتے حالانکہ جنوں میں سے میرا شیطان دم کرنے والا تھا

اسی طرح انھیں کلمات الخلابۃ (فریب دینے والے کلمات) وغیرہ کہا جاتا ہے۔ شاعر کہتا ہے :

مَا ذَا یَظُنُّ بِسَلْمٰی إِذْ یُلِمُّ بِهَا
مُرَجَّلُ الرَّأسِ ذُوبُرْدَیْنِ أَوْضَاحُ

جب سلمٰی کے پاس ایک سر دو کنگھی کیے ہوئے دو چادروں والا اور روشن چہرے والا انسان آئے گا تو اس کے متعلق کیا کیا گمان پیدا ہوں گے

خَزٌّ عِمَامَتُهُ حُلْوٌ فُکَاهَتُهُ
فِی کَفِّهِ مِنْ رُقَی الشَّیْطَانِ مِفْتَاحُ

اس کی پگڑی ریشم ہے اس کا مزاج شیریں ہے ، اور اس کے ہاتھ

Marfat.com

میں اشعار کی کنجی ہے -
بیان کسی قدر تشریح کے اضافے کے ساتھ ختم ہؤا -

عربوں کی بہت سے اشعار سے اس مذہب کا پتا چلتا ہے ، اس ضمن میں عجیب و غریب حکایات بیان کی جاتی ہیں جن کا ذکر قابل اعتماد لوگوں نے (ان) واقعات کے راویوں کی زبانی کیا ہے -

ایک عجیب قصہ اور اس میں اعشٰی کے تابع مسجل کا ذکر ہے

ابو الفرج اصفہانی نے کتاب الاغانی میں اپنی سند سے روایت کی ہے وہ کہتا ہے : جریر بن عبداللہ البجلی رض صحابی نے بیان کیا وہ فرماتے ہیں کہ میں عہد جاہلیت میں سفر کو نکلا - ایک رات میں اپنے اونٹ پر سوار ہو کر اسے پانی پلانے کے لیے لایا - جب میں نے اسے پانی سے قریب کیا تو کیا دیکھا کہ پانی پر کچھ قبیح منظر لوگ موجود ہیں - جونہی میں ان کے پاس تھا تو ایک اور آدمی ان کے پاس آیا جو ان سے بھی زیادہ قبیح منظر تھا - انھوں نے کہا : یہ شاعر ہے - اس کے بعد انھوں نے کہا : اے ابو فلاں شعر سنا کیونکہ یہ شخص مہمان[1] ہے -

وَدِّعْ هُرَيْرَةَ إِنَّ الرَّكْبَ مُرْتَحِلُ
وَهَلْ تُطِيقُ وَدَاعاً أَيُّهَا الرَّجُلُ

ہریرہ کو الوداع کہو کیونکہ قافلہ کوچ کرنے والا ہے اے شخص کیا تجھ میں الوداع کہنے کی طاقت ہے ؟

اللہ کی قسم اس نے بے کم و کاست سارے کا سارا قصیدہ آخر تک پڑھ دیا - میں نے کہا : اس کا کہنے والا کون ہے ؟ اس نے کہا : میں

---

۱ - بلوغ الارب میں ضعیف لکھا ہے اسے ضَیِّف پڑھیں -
پھر اس نے یہ شعر پڑھا :

Marfat.com

میں نے کہا : اگر یہ بات نہ ہوتی جیسا کہ تو کہہ رہا ہے تو میں تجھے بتاتا کہ اعشیٰ قیس بن ثعلبہ نے نجران میں مجھے یہ قصیدہ سال کے شروع میں سنایا تھا ۔ اس نے کہا : تو سچ کہتا ہے میں نے ہی اس کا القاء اس کی زبان پر کیا تھا اور میں مسجل ہوں ۔ جس شاعر نے اپنا شعر میمون بن قیس کے پاس رکھا وہ ضائع نہیں گیا ۔

مصنف اغانی نے اپنی سند سے اعشیٰ سے روایت کی ہے وہ کہتا ہے کہ اعشیٰ نے خود اپنے متعلق بیان کیا اور کہا : میں قیس بن معد یکرب کے پاس حضر موت جانے کے ارادے سے روانہ ہوا اور یمن کی زمین کے شروع ہوتے ہی راستے سے بھٹک گیا اس لیے کہ میں اس سے پہلے اس راستے پر کبھی نہ چلا تھا ۔ اوپر سے بارش آ گئی ۔ میں نے ادھر ادھر نظر دوڑائی ، پناہ لینے کے لیے کوئی جگہ تلاش کر رہا تھا کہ میری نگاہ ایک بالوں کے بنے ہوئے خیمے پر پڑی ، میں اس طرف کو ہو لیا ، دیکھا تو خیمے کے دروازے پر ایک بوڑھا موجود ہے ۔ میں نے سلام کیا ۔ اس نے سلام کا جواب دیا اور میری اونٹنی کو ایک اور خیمے میں داخل کر دیا جو اس خیمے کے پہلو میں تھا ۔ میں نے پالان اتارا اور بیٹھ گیا ۔ اس نے پوچھا : تو کون ہے ؟ اور کہاں کا ارادہ ہے ؟ میں نے کہا : میں اعشیٰ ہوں اور قیس بن معدیکرب کے پاس جانے کا ارادہ ہے ۔ اس نے کہا : خدا تجھے زندہ رکھے ۔ میرا خیال ہے کہ تو نے اس کی مدح میں اشعار کہے ہیں ۔ میں نے کہا : ہاں ۔ اس نے کہا مجھے سناؤ ۔ میں [۲ : ۳۶۸] نے قصیدے کا مطلع شروع کیا :

رَحَلَتْ سُمَیَّةُ غُدْوَۃً اَجْمَالَھَا
غَضَباً عَلَیْکَ فَمَا تَقُوْلُ بَدَالَھَا

سمیہ نے صبح سویرے اپنے اونٹوں پر تم سے ناراض ہو کر پالان رکھ دیے لہٰذا تو کیا کہتا ہے کہ اس کے دل میں کیا خیال آیا (کہ اس نے ایسا کیا) ۔

جب میں نے اسے یہ مطلع سنایا تو کہنے لگا ۔ یہ کافی ہے ، کیا یہ

Marfat.com

قصیدہ تمھارا ہے ؟ میں نے کہا : ہاں ۔ اس نے آواز دی اے سُمَیّہ ! ذرا باہر آنا ۔ فوراً ایک پانچ سالہ بچی نکل آئی اور کھڑی ہو گئی اور کہا : ابا جان ! آپ کیا چاہتے ہیں ؟ اس نے کہا : اپنے چچا کو میرا وہ قصیدہ سنا دو جو میں نے قیس بن معد یکرب کی مدح میں کہا تھا اور اس کی ابتدا میں "میں نے تمھارے نام پر تشبیب کہی تھی ۔ اس لڑکی نے قصیدہ سنانا شروع کر دیا تا آنکہ آخر تک پہنچ گئی ۔ اس میں سے ایک حرف بھی کم نہ کیا ۔ جب اس نے پورا سنا دیا تو کہا : واپس چلی جاؤ ۔ پھر کہا : کیا تو نے اس کے علاوہ کوئی اور قصیدہ بھی کہا ہے ۔ میں نے کہا : ہاں میرے اور میرے ایک چچا زاد بھائی کے درمیان جس کا نام یزید بن مسہر ہے اور کنیت ابو ثابت ہے وہی رقابت تھی جو چچاؤں کی اولاد میں ہوا کرتی ہے لٰهذا اس نے میری ہجو کہی اور میں نے اسے خاموش کر دیا ۔ اس نے کہا : تونے اس کے متعلق کیا کہا ہے ۔ اعشٰی کہتا ہے : میں نے کہا :

وَدِّعْ هُرَيْرَةَ إِنَّ الرَّكْبَ مُرْتَحِلُ
وَ هَلْ تُطِيقُ وَدَاعاً أَيُّهَا الرَّجُلُ

ہریرہ کو الوداع کہو کیونکہ قافلہ کوچ کرنے والا ہے ، اے شخص کیا تجھ میں الوداع کہنے کی طاقت ہے ؟

جب میں نے پہلا شعر اسے سنایا تو اس نے کہا : کافی ہے : یہ ہریرہ کون ہے جس سے تو نے تشبیب کی ہے ؟ میں نے کہا : میں اسے نہیں جانتا اور اس کی بھی وہی صورت ہے جو اس سے پہلی کی تھی ۔ اس پر اس نے یا ہریرۃ کہہ کر آواز دی ۔ فوراً ایک لڑکی جس کی عمر پہلی لڑکی کی عمر کے قریب تھی نکل آئی ۔ اس نے کہا : اپنے چچا کو میرا وہ قصیدہ سنا دو جو میں نے ابو ثابت یزید بن مسہر کی ہجو میں کہا تھا ۔ اس لڑکی نے اول سے آخر تک بے کم و کاست سنا دیا ۔ میں نادم اور حیران ہو گیا اور مجھ پر لرزہ طاری ہو گیا ۔ جب اس نے میری یہ حالت دیکھی تو کہا : اے ابو بصیر مطمئن ہو جاؤ میں

Marfat.com

تمھارا تابع ، مسحل بن اثاثہ ہوں جس نے تمھاری زبان پر ان اشعار کا القاء کیا ۔ اس پر مجھے سکون حاصل ہؤا اور میری طبیعت بحال ہو گئی بارش بھی تھم گئی اس نے مجھے راستہ بتا دیا اور اس سمت کی طرف راہنمائی کر دی جس سمت مجھے جانا تھا اور کہا : جب تک تو بلادِ قیس میں نہ پہنچ جائے کہیں بھی دائیں یا بائیں کو نہ ہونا ۔

مصنف اغانی نے یہ بھی بیان کیا ہے کہ اعشٰی نے یہ قصیدہ یزید بن مسہر ابو ثابت الشیبانی کے لیے کہا تھا ۔ ابو عبیدہ کہتا ہے : اس قصیدے کا قصہ یوں ہے کہ بنی کہف بن سعد بن مالک بن ضُبَیعہ بن قیس بن ثعلبہ کے ایک فرد نے جس کا نام ضُبیع تھا بنی ہمام کے زاہر بن سیار بن اُسعد بن ہمام نامی ایک شخص کو قتل کر ڈالا ۔ ضُبیع دیوانہ[1] اور ضعیف العقل شخص تھا ، یزید بن مسہر نے ـــ اور یزید بنی ثعلب بن اسعد بن ہام میں سے تھا ـــ زاہر کے قصاص میں [۲ : ۳۶۹] ضبیع کو قتل کرنے سے روکا اور کہا : بنی سعد بن مالک بن ضبیعہ کے کسی سردار کو اس کے بدلے میں قتل کرو لہٰذا اس نے اس کام کے لیے بنی سیار بن اسعد کو اکسایا اور انھیں یہ کام کرنے کا حکم دیا ۔ ان باتوں کی اطلاع بنی قیس کو بھی ہو گئی ۔ اس پر اعشٰی نے یہ قصیدہ کہا اور یزید کو حکم دیا کہ وہ بنی سیار اور بنی کہف کا ساتھ چھوڑ دے اور بنی سیار کی مدد نہ کرے کیونکہ اگر وہ ایسا کرے گا تو بنی قیس کے قبائل بنی کہف کی مدد کریں گے اور اسے اس بات سے ڈرایا کہ کہیں بنو سیار کو انھی واقعات کا منہ[2] نہ دیکھنا پڑے جن حالات کو انھوں نے عین کے دن یعنی عین محلم کے دن ہجر کے مقام پر دیکھا تھا ۔ عین محلّم کی جنگ کا واقعہ یہ تھا جیسا کہ بنی سعد بن قیس بن ثعلبہ سے عمر بن ہلال نامی ایک فرد نے بیان کیا

---

۱ - بلوغ الارب میں مطروف فاء کے ساتھ چھپا ہے اسے مطروق پڑھیں والمطروق : الذی فیہ ھوج و جنون ۔

۲ - بلوغ الارب میں ماقالوا ہے اسے مالاقوا پڑھیں ۔

Marfat.com

ہے کہ یزید بن مسہر نے اصرم بن عوف بن ثعلبہ بن سعد بن قیس بن ثعلبہ سے جؤا کھیلا - جب یزید بن مسہر نے اصرم کا مال چھین لیا تو وہ اس سے اس شرط پر جؤا کھیلا کہ وہ اپنے دونوں بیٹوں اقلب اور شہاب کو گرو رکھ دے گا - یہ دونوں اصرم کے بیٹے تھے اور ان کی والدہ شرحبیل بن عوسجہ بن ثعلبہ بن ثعلبہ بن سعد بن قیس کی بیٹی فطیمہ تھی - نیز یہ کہ یزید اصرم سے بازی جیت گیا اور اس نے اصرم سے مطالبہ کیا کہ وہ دونوں بیٹوں کو بطور گرو کے اسے دے دے - ان کی والدہ نے انھیں دینے سے انکار کیا اور اپنی قوم کو پکارا ، لوگ آ موجود ہوئے اور فطیمہ نے اپنے دونوں بیٹوں کو اپنے کپڑے میں لپیٹ لیا - قوم نے فطیمہ کی بھی اور اس کے دونوں بچوں کی بھی حمایت کی -

اسی کے متعلق اعشیٰ کہتا ہے :

نَحْنُ الفَوَارِسُ يَوْمَ العَيْنِ ضَاحِيَةً
جَنْبَيْ فُطَيْمَةَ لَا مِيلٌ وَلَا عُزُلُ

عین کی جنگ میں ہمیں واضح علامات والے شہسوار تھے ، ہم فطیمہ کے دونوں طرف کھڑے تھے نہ ہم بزدل تھے اور نہ غیر مسلح -

راوی کہتا ہے کہ بنو سیار کو شکست ہوئی تو اعشیٰ نے یزید بن مسہر کو ڈرایا کہ تمھاری بھی یہی حالت ہوگی -

ابو عبیدہ کہتا ہے : عامر اور مسمع نے قتادۃ الفقیہ کی سند سے ذکر کیا ہے کہ بنی مروان کے آدمی اس واقعہ کے متعلق جھگڑ پڑے تو انھوں نے اس بات کی تحقیق کرنے کے لیے ایک قاصد کو عراق بھیجا - قاصد کوفہ میں پہنچا تو اسے بتایا گیا کہ فطیمہ بنو سعد بن قیس میں سے تھی اور بنی سیار کے ایک آدمی کے گھر میں تھی - اس آدمی کی ایک اور بیوی بھی تھی جو اس کی اپنی قوم میں سے تھی - دونوں (بیویوں) نے ایک دوسرے کے عیوب بیان کیے - سیاریہ نے اٹھ کر فطیمہ کی لٹیں مونڈ دیں - اس سے دونوں قبیلے جوش میں آ گئے اور ان میں جنگ چھڑ گئی اور بنو سیار کو شکست کا سامنا کرنا پڑا -

Marfat.com

[۳ : ۳] سفر پر جا کر لا پتا ہو جانے والے کے بارے میں عربوں کا طرز عمل

جب کوئی شخص سفر پر جا کر لا پتا ہو جاتا اور اس کے متعلق انھیں کوئی خبر نہ ملتی تو وہ ایک تاریک اور گہرے کنوئیں پر آتے (عادیّہ کے معنی تاریک اور نہایت گہرا کنواں ہیں ۔ عادیہ کی یاء پر تشدید ہے اور یہ عاد کی طرف منسوب ہے ۔ کنایۃً پرانا کنوآں مراد ہے) ۔ یا کسی پرانے گڑھے کے پاس آتے اور اس کے اندر کی طرف منہ کر کے پکارتے اے فلاں : یا ۔ کہتے : اے ابو فلاں ۔ یہ الفاظ تین مرتبہ کہتے ۔ ان کا خیال تھا کہ اگر وہ مر گیا ہوگا تو انھیں کوئی آواز سنائی نہ دے گی اور اگر زندہ ہوگا تو انھیں آواز سنائی دے گی ۔ اکثر یوں ہوتا کہ انھیں آواز کا وہم ہو جاتا یا گونج سنتے اور اسی پر اپنے خیال کی بنیاد استوار کر لیتے ۔ایک شاعر کہتا ہے :

دَعَوْتُ أَبَا المِغْوَارِ فِي الحَفْرِ دَعْوَةً
فَمَا آضَ صَوْتِي بِالَّذِي كُنْتُ دَاعِيَا

میں نے ابو المغوار کو گڑھے میں پکارا مگر میری پکار کی صدا لوٹ کر نہ آئی

أَظُنُّ أَبَا المِغْوَارِ فِي قَعْرِ مُظْلِمٍ
تَجُرُّ عَلَيْهِ الذَّارِيَاتُ السَّوَافِيَا

میرا خیال ہے کہ ابو المغوار تاریک گڑھے کی تہ میں پڑا ہے اور تیز ہوائیں اس پر مٹی اڑا کر لاتی ہیں

آضَ کے معنی ہیں : لوٹا اور قَعْرِ مُظْلِمٍ سے کنایۃً مراد قبر ہے ۔

ایک اور کہتا ہے :

وَكَمْ نَادَيْتُهُ وَاللَّيْلُ سَاجٍ
بِعَادِيِّ البِئَارِ فَمَا أَجَابَا

Marfat.com

میں نے تاریک رات میں کئی بار اسے ایک پرانے کنوئیں میں پکارا لیکن اس نے جواب نہ دیا

ایک اور کہتا ہے :

أَلَمْ تَعْلَمِي أَنِّي دَعَوْتُ مُجَاشِعاً
مِنَ الحَفْرِ وَالظَّلْمَاءِ بَادٍ كُسُورُهَا

اے عورت : کیا تجھے معلوم نہیں کہ میں نے مجاشع کو گڑھے اور تاریک (کنوئیں) میں سے پکارا جس کا نشیب وفراز ظاہر تھا

فَجَاوَبَنِي حَتَّى ظَنَنْتُ بِأَنَّهُ
سَيَطْلَعُ مِنْ جَوْفَاءَ صَعْبٍ حُدُوْرُهَا

وہ میرے مقابلے میں پکارا یہاں تک کہ مجھے خیال ہؤا کہ وہ عنقریب اس وسیع پیٹ والے کنوئیں میں سے اوپر چڑھ آئے گا جس میں اترنا مشکل ہے

[۳ : ۴] لَقَدْ سَكَنَتْ نَفْسِي وَ أَيْقَنْتُ أَنَّهُ
سَيَقْدَمُ وَالدُّنْيَا عُجَابٌ أُمُوْرُهَا

میرے نفس کو تسکین حاصل ہو گئی ہے - مجھے یقین ہو گیا ہے کہ وہ عنقریب آ جائے گا ظاہر ہے کہ دنیا کے امور عجیب و غریب ہیں

کسور : وہ زمین جہاں بہت سے نشیب و فراز ہوں اور جو فاء : کھوکھلا درخت اس کی مراد اس کنوئیں سے ہے جس میں اس نے آواز دی اور پکارا - حدورھا کے معنی ہیں اُس میں اترنا -

ایک اور کہتا ہے :

دَعَوْنَاهُ مِنْ عَادِيَّةٍ نَضَبَ مَاؤُهَا
وَ هَدَّمَ جَالَيْهَا اخْتِلَافُ عُصُوْرٍ

ہم نے اسے ایک پرانے کنوئیں میں سے پکارا جس کا پانی خشک

ہو چکا تھا اور جس کی دونوں جانبوں کو زمانوں کی آمد و رفت نے منہدم کر دیا تھا

فَرَدَّ جَوَاباً مَا شَكَكْتُ بِأَنَّهُ
قَرِيْبُ إِلَيْنَا بِالْإِيَابِ بِتَصِيْرٍ

اس نے جواب دیا جس سے مجھے یقین ہو گیا کہ وہ کامل سوچ سمجھ کے ساتھ عنقریب ہمارے پاس لوٹ آئے گا

اس جگہ دوسرے شعر میں اقواء (کا عیب) پایا جاتا ہے - (شاعر نے) نَتَضْب کو ضرورت (شعری) کے لیے ساکن کیا ہے جیسا کہ ایک اور شاعر کہتا ہے :

لَوْ عُصِرَ مِنْهُ الْبَانُ وَالْمِسْكُ انْعَصَرْ

اگر نچوڑ کر اس سے کیوڑا اور کستوری نکالی جائے تو نکل آئے گی

اور جَالِيْهَا کے معنی جوانب کے ہیں -

ایک اور شاعر کہتا ہے :

غَابَ وَلَمْ أَرْجُ لَهُ إِيَابَا
وَالْحَفْرُ لَا يَرْجِعُ لِي جَوَابَا

وہ غائب ہو گیا ہے ، مجھے اس کی واپسی کی کوئی امید نہیں رہی گڑھا بھی مجھے کوئی جواب نہیں دیتا

وَمَا قَرَأْتُ مُذْ نَأَى كِتَابَا
حَتّٰى مَتٰى أَسْتَنْشِدُ الرُّكَّابَا

---

۱ - جلد ثالث کی ابتدا سے پھر شرح ابن ابی الحدید (۴ : ۴۴۷) میں سے عبارت نقل کی جا رہی ہے - ابن ابی الحدید نے ان اشعار کو کسی کی طرف منسوب نہیں کیا ، آلوسی نے بھی اسی طرح نقل کر دیا ہے - اس شعر میں عورت یہ کہہ رہی ہے کہ میں نے اس کی طرف سے آئی ہوئی کوئی چٹھی نہیں پڑھی حالانکہ جاہلی عربوں میں لکھنے اور پڑھنے کا قطعاً رواج نہ تھا - ابن ابی الحدید اور آلوسی دونوں نے '' قال آخر '' لکھا ہے حالانکہ قالت امرأۃ کہنا چاہیے تھا کیونکہ اشعار سے واضح ہے کہ ایسی عورت کہہ رہی ہے جسے خاوند کے لاپتا ہونے کے باوجود شادی سے روکا جا رہا ہے -

Marfat.com

جب سے وہ گیا ہے میں نے (اس کی طرف سے) کوئی چٹھی نہیں پڑھی ۔ میں کب تک اس کے متعلق سواروں سے پوچھتی رہوں گی

عَنْهُ وَكُلٌّ يَمْنَعُ الْخُطَّابَا

اور حال یہ ہے کہ ہر شخص (میرا) رشتہ مانگنے والوں کی (راہ) روک رہا ہے

عربوں کے طریقوں اور عجوبوں میں سے ایک یہ تھا کہ وہ بعض اوقات موقعہ جنگ پر اپنی عورتوں کو بھیج دیتے اور وہ جا کر دو صفوں کے درمیان پیشاب کر دیتیں ۔ ان کا خیال تھا کہ اس سے جنگ کی آگ بجھ جاتی ہے اور لوگ صلح کی طرف مائل ہو جاتے ہیں ۔ عربوں کا ایک شاعر کہتا ہے :

لَقُونَا بِأَبْوَالِ النِّسَاءِ جَهَالَةً
وَنَحْنُ نُلاَقِيهِمْ بِبِيضٍ قَوَاضِبِ

وہ اپنی جہالت کی وجہ سے عورتوں کے پیشاب کے سہارے جنگ لڑنے آئے اور ہم قاطع تلواریں لیے ان سے ملاقات کر رہے ہیں

بِیض : تلواریں اور قواضب : قاطع

ایک اور شاعر کہتا ہے :

[۳ : ۵] بَالَتْ نِسَاءُ بَنِي خَرَاشَةَ خِيفَةً
مِنَّا وَأَدْبَرَتِ الرِّجَالُ شِلاَلاَ

[۵:۳] بنی خراشہ کی عورتوں نے ہمارے ڈر کے مارے پیشاب کر دیا اور ان کے مرد پیٹھ دکھا کر تتر بتر ہو گئے

ایک اور شاعر کہتا ہے :

Marfat.com

بَالَتْ نِسَاؤُهُمْ وَالبِيضُ قَدْ أَخَذَتْ
مِنْهُمْ مَآخِذَ يَسْتَشْفِي بِهَا الكَلِبُ[1]

ان عورتوں نے اس وقت پیشاب کیا جب تلواریں ان پر اس طرح پڑ رہی تھیں کہ سگ گزیدہ اس سے اپنا علاج کر سکے

ان دونوں شعروں میں عورتوں کے پیشاب کرنے سے یہ مراد بھی لی جا سکتی ہے کہ عورتوں نے خوف اور ڈر کی وجہ سے پیشاب کر دیا ہو اور جن معنوں کا ہم[2] ذکر کر رہے ہیں وہ مراد نہ ہوں ۔ اس صورت میں ان دونوں شعروں میں ہمارے مقصد کی طرف اشارہ نہ پایا جائے گا

ایک اور شاعر کہتا ہے :

هَيْهَاتَ رَدُّ الخَيْلِ بِالأَبْوَالِ
إِذَا غَدَتْ فِي صُوَرِ السَّعَالِي

جب گھوڑے شریر ترین چڑیلوں کی شکل میں نکل آئیں تو پیشاب کے ذریعے ان کو لوٹانا ناممکن ہے

ایک اور کہتا ہے :

جَعَلُوا السُّيُوفَ المَشْرَفِيَّةَ مِنْهُمْ
بَوْلَ النِّسَاءِ وَقَلَّ ذَاكَ غَنَاءَ

انھوں نے عورتوں کے پیشاب کو اپنی طرف سے مشرقی تلواروں کے قائم مقام بنایا مگر اس سے کوئی فائدہ حاصل نہیں ہو سکتا

---

۱ - کَلِب جیسے دیوانے کتے نے کاٹا ہو ۔ لسان العرب (ك ل ب) میں ہے : قال اللحیانی ان الرجل الکَلِبَ یَعَضُّ إنساناً فیاتون رجلا شریفاً فیقطرلهم من دم اصبعه فیسقون الکَلِبَ فیبرأ ۔ قال :

أَحْلَامُكُمْ لِسَقَامِ الجَهْلِ شَافِيَةٌ
كَمَا دِمَاؤُكُمْ يُشْفَى بِهَا الكَلِبُ

۲ - یہ ابن ابی الحدید کہہ رہا ہے مگر آلوسی یوں ظاہر کر رہا ہے گویا یہ اس کا اپنا بیان ہو

Marfat.com

رہا عربوں کا مہروں ، پتھروں ، دموں اور جھاڑوں کے متعلق اعتقاد تو یہ مشہور معاملہ ہے

ان کے مہروں میں سے ایک مہرہ " سلوانہ " ہے اسے " سلوۃ " بھی کہا جاتا ہے۔ یہ ایک مہرہ تھا جسے (گھس کر) عاشق کو پلایا جاتا تھا۔ ان کا عقیدہ تھا کہ اس سے عاشق عشق چھوڑ دیتا ہے۔ یہ مہرہ سفید اور شفاف ہوتا تھا۔

راجز کہتا ہے :

لَوْ أَشْرَبُ السُّلْوَانَ مَا سَلَيْتُ
مَا بِي غِنىً عَنْكُمْ وَ إِنْ غَنِيْتُ

میں سلوانہ ہی کیوں نہ پی لوں جب بھی عشق نہ چھوڑوں گا میں تم سے بے پروائی کا اظہار ہی کیوں نہ کروں جب بھی تمھارے بغیر نہیں رہ سکتا

سلوان : سلوانۃ کی جمع ہے ، لحیانی کہتا ہے : سلوانہ قبر کی مٹی ہوتی تھی جو عاشق کو پلائی جاتی تھی چنانچہ اس کا عشق جاتا رہتا تھا۔

عروہ[1] بن حزام کہتا ہے :

---

۱ - عروہ بن حزام : عروۃ بن حزام العذری ۔ یہ مشہور عشاق میں سے تھا ۔ اس کے تمام تر اشعار اپنی محبوبہ عفراء کے بارے میں ہیں ۔ میمنی (شرح صلۃ ذیل الامالی : ۳/ ۷) نے ذکر کیا ہے کہ عروہ اور عفراء دونوں کی قبریں پہلو بہ پہلو دیکھی گئیں۔ دونوں قبروں سے ایک ایک درخت اُگا ۔ جب دونوں درخت بقدر قامت انسان بلند ہو گئے تو ایک دوسرے سے لپٹ گئے ۔ لوگوں نے یہ دیکھ کر کہا کہ زندگی میں بھی انھیں باہمی الفت تھی اور مرنے کے بعد بھی یہ الفت قائم رہی ۔

Marfat.com

[۳ : ۶] جَعَلْتُ لِعَرَّافِ[1] الْيَمَامَةِ حُكْمَهُ،
وَعَرَّافِ[2] نَجْدٍ إِنْ هُمَا شَفَيَانِ

میں نے عرّاف یمامہ اور عرّاف نجد دونوں سے کہا مجھے بتاؤ ، مجھے کیا کرنا چاہیے اس امید پر کہ وہ مجھے شفا دے سکیں

فَقَالَا : نَعَمْ نَشْفِي مِنَ الدَّاءِ كُلِّهِ
وَقَامَا مَعَ الْعُوَّادِ يَبْتَدِرَانِ

دونوں نے کہا : ہاں ہم ہر قسم کی بیماری کا علاج کر سکتے ہیں اور دونوں عیادت کرنے والوں کے ساتھ جلدی سے اٹھے

فَمَا تَرَكَا مِنْ رُقْيَةٍ يَعْرِفَانِهَا
وَلَا سَلْوَةٍ إِلَّا وَقَدْ سَقَيَانِي

پھر انہوں نے ہر طرح کا دم جو وہ جانتے تھے استعمال کر ڈالا اور ہر قسم کا سلوہ بھی مجھے پلا ڈالا

ایک اور شاعر کہتا ہے :

سَقَوْنِي سَلْوَةً فَسَلَوْتُ عَنْهَا
سَقَى اللّٰهُ الْمَنِيَّةَ مَنْ سَقَانِي

---

۱ - عرّاف الیمامہ کا نام رباح بن راشد ابو کحیلہ ہے - یہ یشکر کا غلام تھا - یشکر نے بنی اعرج کی ایک عورت سےشادی کی اور مہر میں رباح دیا اور بعد میں رباح نے بنوالا عرج میں سے ہونے کا دعویٰ کیا -

۲ - عرّاف نجد یمنی کہتے ہیں (شرح صلۃ ذیل الامالی : ۴۷) مشہور روایت عرّف حجر ہے اور کسی نے اس کا نام نہیں دیا - بھجۃ اثری نے ابن خلدون کے حوالے سے اس کا نام الابلق الاسدی دیا ہے - مسعودی (مروج الذھب : ۲ : ۱۷۴) نے الابلق کو الازدی لکھا ہے اور اس نے دیگر عرافوں کے یہ نام دیے ہیں : الاجلح الدھری ، عروہ بن زید الازدی اور رباح بن عجلۃ المعروف بہ عرّاف الیمامہ -

Marfat.com

انھوں نے مجھے سلواہ پلا دیا چنانچہ میں نے اس کو بھلا دیا ،
جس نے مجھے سلوہ پلایا خدا اسے ساغرِ موت پلائے
اس کی مراد یہ ہے کہ میں سلوہ سے ہی غافل ہو گیا ۔ عشق نے مزید زور پکڑ لیا اور بدستور باقی رہا[1] ۔

شمر دل کہتا ہے :

وَلَقَدْ سُقِيتُ بِسَلْوَةٍ فَكَأَنَّمَا
قَالَ الْمُدَاوِي لِلْخَيَالِ بِهَا ازْدَدْ

مجھے سلوہ پلایا گیا تو ایسا ہوا جیسا کہ علاج کرنے والے نے یہ کہہ دیا ہو " اے خیال (محبوب) اس کا عشق اور زور کر دے "

اور اُن کا ایک مہرہ ہنمّہ[2] تھا یہ ایسا مہرہ تھا جس کے ذریعے ان کے خیال کے مطابق مردوں کو اپنی طرف کھینچا اور ان کے دلوں کو اپنی طرف مائل کیا جاتا تھا ۔ اور اس کا منتر یہ تھا :

میں اس پر ہنمّہ کا ٹونا کرتی ہوں تاکہ رات کے وقت تو یہ میرا خاوند ہو اور دن کو لونڈی کی طرح (مطیع) ہو اسی طرح فطسہ[3] قبلہ اور درد بیس بھی مہرے تھے اور یہ سب مردوں کے دلوں کو اپنی طرف کھینچنے کے لیے تھے ۔

شاعر کہتا ہے :

---

۱ ۔ آلوسی نے پہلے مصرعے کا مطلب بیان کیا ہے کہ میں سلوہ پی کر سلوہ ہی سے غافل ہوگیا ۔ یہ صحیح نہیں معلوم ہوتا ورنہ دوسرے مصرعے میں بد دعا کا قرینہ باقی نہیں رہتا ، شاعر تو کہہ رہا ہے کہ مجھے سلوہ پلا کے محبوبہ کی جانب سے غافل کر دیا گیا ہے خدا اسے موت سے ہمکنار کرے جس نے مجھے محبوبہ کی محبت سے محروم کیا ہے ۔

۲ ۔ ہنمّہ بروزن ھِلَّعَۃ ۔ لسان العرب میں ہے کہ عربوں کی عورتیں صرف خاوند پر ٹونا کرنے کے لیے اسے استعمال کرتی تھیں ۔

۳ ۔ لسان العرب میں ہے : والفَطْسَة بالتسکین خرزۃ يُؤخَذ بها يقولون : أخَذْتُه بالفطسة بالثُؤَبَا والعَطْسَه ۔

Marfat.com

جَمَّعْنَ مِنْ قَبَلٍ لَهُنَّ وَ فَطْسَةٍ
وَالدَّرْدَ بِيْسَ تَمَائِماً[1] فِي المَنْظَمِ

ان عورتوں نے قبلہ ، فطسہ اور دردبیس کو تعویذ بنا کر ایک لڑی میں جمع کر لیا

فَانْقَادَ كُلُّ مُشَذَّبٍ مَرِسِ القُوٰى
لِحَبِيبِهِنَّ وَ كُلُّ جَلْدٍ شَيْظَمِ

جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ہر قدآور قوی جسم والا جوان ان کے جال میں پھنس کر رہ گیا

بعض کہتے ہیں کہ درد بیس ایک سیاہ مہرہ ہے جس کے ذریعے عورتیں خاوند کی محبت اپنی طرف کھینچتی ہیں ، یہ مہرہ پرانی قبروں میں پایا جاتا ہے ۔ اس کا منتر یہ تھا : میں اس کے لیے درد بیس کا ٹونا کرتی ہوں تاکہ اس کی خشک رگ خون سے پر ہو جائے اور نئی دلھن کو پرانے بوسیدہ کپڑے کی طرح کر کے رکھ دے (اسی ضمن میں) یہ شعر پیش کیا جاتا تھا :

قَطَعْتُ القَيْدَ وَالخَرَزَاتِ عَنِّي
فَمَنْ لِي مِنْ عِلَاجِ الدَّرْدَبِيْسِ[2]

میں نے (پاؤں سے) بیڑیوں اور (گلے سے) مہروں کو تو کاٹ ڈالا ہے مگر درد بیس کا کون علاج کرے

لغت میں درد بیس کے حقیقی معنی آفت کے ہیں اس مہرے کی قوت

---

۱ - لسان العرب (مادہ ف ط س ، ق ب ل اور د ر س) میں ہر جگہ تمائماً کی بجائے مُقَابِلاً لکھا ہے ۔

۲ - لسان العرب میں ہے : الدرد بیس : خرزة سوداء كأن سوادها لون الكبد اذارفعتها واستشففتها رأيتها تشف مثل لون العنبة الحمراء تتحبب بها المرأة الى زوجها توجدفى قبور عاد (عادية؟) -

Marfat.com

تاثیر کی وجہ سے اہل لغت کے خیال میں ان معانی پر دلالت کرنے لگا اسی طرح ایک مہرہ قرزحلہ[1] ہے ۔ ابن الاعرابی نے اس کے ضمن میں یہ شعر پیش کیا ہے :

لَا تَنْفَعُ القِرْزَحْلَةُ العَجَائِزَا
إِذَا قَطَعْنَا دُونَهَا المَفَاوِزَا

جب ہم کئی بیابان طے کر کے بڑھیا عورتوں سے (دور) چلے جائیں
تو پھر انھیں قرزحلہ کا استعمال کوئی فائدہ نہ پہنچا سکے گا

[۳:۷] یہ مہرہ سوکنوں کا مہرہ ہے ۔ جب کوئی عورت اسے پہن لیتی تو اس کا خاوند دوسری بیویوں کو چھوڑ کر اس کی طرف مائل ہو جاتا ۔ اسی طرح ایک مہرہ مہرہ[2] مانع حمل تھا ۔ عورت اسے کمر پر باندھ لیتی تھی ۔ اس سے حمل نہ ہوتا تھا ۔ اس کا ذکر ابن السکیت[3] نے اصلاح المنطق میں کیا ہے ۔ ایک مہرہ ینجلب بھی تھا ، اس کا منتر یہ تھا :

میں اس پر ینجلب کا ٹونا کرتی ہوں ۔ خدا کرے کہ یہ یہاں سے نہ کہیں جائے ، نظروں سے اوجھل نہ ہو ، اور ہمیشہ خیمے کی طنابوں

---

۱ - لسان العرب میں ہے : القِرزَحلَة بالقاف من خرز الصبیان تلبسها المرأة فیرضی بها قیّمها (ای زوجها) ولا یبتغی غیرها ولا یلیق معها احد (احداً؟) ۔

۲ - لسان العرب میں ہے : والعُقَرَة خرزة تشدها المرأة علی حَقوَیها لئلا تحبل قال الازہری : و لنساء العرب خرزة یقال لها العُقَرَة یزعُمْنَ انها اذا عُلّقت علی حَقوِ المرأة لم تحمل اذا وطئت ۔ ان سب اقوال کے خلاف ابن الاعرابی کا قول لسان میں ہے قال ابن الاعرابی : العقرة خرزة تُعلق علی العاقر لِتَلِد ۔

۳ - یہاں پھر آلوسی یوں ظاہر کر رہا ہے کہ اس نے اپنی کاوش سے یہ حوالہ نکالا ہے حالانکہ یہ حوالہ بھی ابن ابی الحدید ہی نے دیا ہے ۔

Marfat.com

کے پاس رہے ۔ لا یرم کے معنی ہیں : اپنی جگہ چھوڑ کر نہ جائے ۔ اَزْہری نے اس مہرے کا ذکر ''رباعی'' الفاظ میں کیا ہے اور کہا ہے : بدویوں کے مہروں سے ایک مہرہ ینجلب ہے۔ اس سے مراد بھاگ جانے کے بعد واپس آنا اور بغض کے بعد مہربان ہونا ہے ۔

اسی طرح ایک مہرہ کرار[1] تھا ۔ یہ مبنی بر کسرہ ہے ۔ اُس کا منتر یہ تھا :

اے کرار تو اسے لوٹا لا ۔ اگر یہ میری طرف آئے تو اسے خوش رکھنا اور اگر منہ موڑ کر چلا جائے تو اسے وہاں سے لے کر دہاں تک اذیت میں مبتلا کر دینا

ایک مہرہ ہمرہ[2] بھی تھا ۔ اس کا منتر یہ تھا :

اے ہمرہ ! نشست سے لے کر دہاں تک اس پر پانی بہانا اور اس کے مال اور بیٹوں پر بھی ۔

اسی طرح ایک مہرہ خصمہ[3] بھی تھا ۔ اس مہرے کو کسی مقدمے کی خاطر بادشاہ کے پاس جاتے ہوئے استعمال میں لایا جاتا تھا ۔ اسے انگوٹھی کے نگینے کے نیچے رکھا جاتا یا قمیص کے بٹن میں یا تلوار کی پیٹی میں ۔

---

۱ ۔ لسان العرب میں ہے کَرَارَ مثل قطام ِ خرزۃ یُؤخذُ بہا نَساء الاعراب ۔ ابن سیدہ : والکرار خرزۃ یؤخذ بہا النساءَ الرجال ۔

۲ ۔ لسان العرب میں ہے : الہمر صَبٌ الماء و الدمع والمطر ۔ والہمرۃ : خرزۃ الحُب یستعطف بہا الرجال یقال : یا ھمرۃ اھمریہ ویا غمرۃ اغمریہ ان اقبل فَسَرِّیہ و ان اَدْبَرَ فضُرِّیہ ۔

۳ ۔ لسان العرب میں ہے : والخصمۃ : من خرز الرجال یلبسونہا اذا ارادوا ان ینازعوا قوماً او یدخلوا علی سلطان فربما کانت تحت فص الرجل اذا کانت صغیرۃ و تکون فی زُرِّہٖ و ربما جعلوھا فی ذؤابۃ السیف ۔

Marfat.com

ایک اور شاعر کہتا ہے :

يُعَلِّقُ غَيْرِي خَصْمَةً فِي لِقَائِهِمْ
وَمَالِي عَلَيْكُمْ خَصْمَةٌ غَيْرُ مَنْطِقِي

اور لوگ تو ان کی ملاقات کے وقت خصمہ لٹکا کر جاتے ہیں مگر میرے پاس اپنی گفتار کے سوا کوئی خصمہ نہیں ہے

ایک مہرہ وجیہہ بھی تھا یہ بھی خصمہ کی طرح کا تھا عقیق کے مانند سرخ ہوتا تھا ۔

اور ان میں سے ایک مہرہ[1] عطفہ بھی تھا یہ کسی کو اپنے حق میں مہربان کرنے کے لیے ہوتا تھا ۔ کحلہ ایک سیاہ مہرہ تھا جسے چشم بد کے دفعیتے کے لیے بچوں کے گلے میں ڈال دیا جاتا ہے ۔ قبلہ ایک سفید مہرہ تھا جسے گھوڑے کی گردن میں چشم بد سے بچے کے لیے ڈال دیا جاتا تھا ۔ فطسہ ایسا مہرہ تھا جسے دشمن کو بیمار کرنے اور اسے مار ڈالنے کے لیے استعمال میں لایا جاتا تھا ، اس کا منتر یہ تھا :

میں اس پر فطسہ کا ٹونا کرتا ہوں تاکہ اسے جمائی اور چھینک آئے جس کے اثر سے مسلسل مصیبت میں گرفتار رہے اور اپنے ہر (مشکل) معاملے اور بیماری کے عود کر آنے کی وجہ سے ہلاکت میں رہے تاآنکہ قبر میں جا پہنچے ۔

عربوں کے یہاں محبت کے منتروں میں سے ایک منتر یہ تھا :

اسے (عشق کی) شعلہ زن آگ نے گرا دیا ، بجلی اور بادل نے بھی ۔
میں نے اس پر ایک لگن کا ٹونا کیا تو محبت (اس کے دل میں) جا گزین

---

۱ - لسان العرب میں ہے : والعِطْفة : شجرة يقال لها العَصْبَة........
وقال مرة : العَطَفُ بفتح العين والطاء نَبْتٌ يتلوّى على الشجر لا وَرَق له ولا افنان ترعاه البقر خاصة وهو مُضِرٌّ بها ويزعمون ان بعض عروقه يُؤْخذ و يُلْوى و يُرقى ويطرح على المرأة الفارك فتحِبُّ زوجها ۔

Marfat.com

ہو گئی۔ میں نے سوئی سے ٹونا کیا خدا کرے وہ ہر وقت آنسو بہاتا رہے۔ میں نے موچی کی آر کے ذریعے اسے اپنی طرف کھینچا[1] لہٰذا اس کے دل کو سکون حاصل نہیں ہے۔ میں نے ریتی کے ذریعے اسے کھینچا اور اب اس کا دل ٹھنڈا ہونے کو نہیں آتا۔

جب کسی عورت کو خاوند سے نفرت ہو جاتی اور اس کا خاوند سفر پر روانہ ہوتا تو وہ یوں کہتی:

[۸:۳] چاند کے غروب ہونے اور درختوں کا سایہ پھیل جانے پر اسے بادشمال[2] لگے گی اور پچھم کی ہوا اسے ہلاک کرے گی۔ باد مخالف اسے مصیبت میں ڈالے گی۔ خدا کرے اسے کانٹا چبھے اور پھر نہ نکلے[3]۔ اس کے بعد وہ اس کے پیچھے کنکر، گٹھلی، لید اور مینگنی پھینکتی، ساتھ ہی یہ کہتی:

کنکری نے اس کا نشان مٹا دیا اور گٹھلی نے اسے ہم سے دور کر دیا اور لیدھ نے اس کی طرف سے آنے والی خبروں میں دیر پیدا کر دی اور مینگنی کی (آگ نے) اسے جھلس دیا۔

ایک عورت نے جسے اپنے خاوند سے دشمنی تھی کہا: فارک اس عورت کو کہتے ہیں جسے اپنے خاوند سے بغض ہو۔

أَتْبَعْتُهُ إِذْ رَحَلَ العِيشُ ضُحىً
بَعْدَ النَّوَاةِ رَوْثَةً حَيْثُ انْتَوَى

جب سفید سیاہی مائل اونٹ چاشت کے وقت کوچ کر کے چلے گئے تو میں نے اس کے پیچھے گٹھلی کے بعد لید پھینکی چنانچہ وہ دور چلا گیا

اَلرَّوْثُ لِلرَّيْثِ وَلِلنَّأْيِ النَّوَى

۱۔ شرح ابن ابی الحدید میں جلبته کی بجائے خلیته ہے۔
۲۔ تشمله: تَشْمَلَهُ: اصابته ريح الشمال۔
۳۔ انتقاش: پاؤں سے کانٹا نکالنا۔ اسی سے مِنقاش (موچنا) نکلا ہے۔

Marfat.com

لید تو اس لیے کہ (اس کی خبر آنے میں) دیر ہو اور گٹھلی اس لیے کہ وہ مجھ سے دور ہو جائے

ایک اور شاعر کہتا ہے :

رَمَتْ خَلْفَهُ لَمَّا رَأَتْ وَ شَكَّ بَيْنِهِ
نَوَاةً تَلَتْهَا رَوْثَةٌ وَ حَصَاةٌ

جب اس عورت نے دیکھا کہ اس کی جدائی کا وقت قریب آ گیا ہے تو اس نے اس کے پیچھے ایک گٹھلی پھینکی اور اس کے بعد لید اور کنکر پھینکا۔

وَ قَالَتْ نَأَتْ مِنكَ الدِّيَارُ فَلَا دَنَتْ
وَ رَاثَتْ بِكَ الْأَخْبَارُ وَالرَّجَعَاتُ

اور کہا : خدا کرے تمھارے گھر ہم سے دور رہیں ، قریب نہ آئیں ، تمھاری طرف سے آنی والی خبریں اور تمھاری واپسی میں دیر ہوتی رہے

وَحَصَّتْ لَكَ الْآثَارَ بَعْدَ ظُهُورِهَا
وَ لَا فَارَقَ التَّشْرُ حَالَ مِنْكَ شَتَاتُ

تمھارے نشانات ظاہر ہو ہو کر مٹ جائیں۔ سفر میں پریشان حالی ہر وقت تمھارے ساتھ رہے۔

ایک اور شخص اپنی بیوی کو مخاطب کرتے ہوئے کہتا ہے :

لَا تَقْذِفِي خَلْفِي إِذَا الرَّكْبُ اغْتَدَى
رَوْثَةَ عَيْرٍ وَ حَصَاةً وَ نَوَى

جب قافلہ صبح کو روانہ ہو تو میرے پیچھے گور خر کی لید ، کنکر اور گٹھلی نہ پھینکنا

لَنْ يَدْفَعَ الْمِقْدَارَ أَسْبَابُ الثَّرَى
وَلَا التَّهَاوِيلُ عَلَى جِنِّ الْفَلَا

کیونکہ منتروں کے ذریعے تقدیر کو ہرگز ٹالا نہیں جا سکتا اور نہ
جنگل کے جنّوں کے ہول اور ڈر سے

خالع نے یہ رجز اسی سلسلے میں تحریر کیا ہے حالانکہ اس سے زیادہ واضح معنی اس کے بر عکس نکل سکتے ہیں کیونکہ اس شخص کا یہ کہنا :

لَنْ یَدْفَعَ المِقْدَارَ أَسْبَابُ الرُّقٰی
وَلَا التَّهَاوِیلُ عَلَی جِنٍّ الثِّقْلا

منتروں کے ذریعے تقدیر کو ہرگز ٹالا نہیں جا سکتا اور نہ جنگل کے
جنّوں کے ہول اور ڈر سے

یہ ایسے الفاظ ہیں جن سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ کنکر اور گٹھلی کا اس کے پیچھے پھینکنا اس کے لیے تعویذ کے طور پر کیا گیا تھا یہ [۳ : ۹] ایسا نہ تھا جیسا اپنے خاوند سے دشمنی رکھنے والی عورت اپنے خاوند سے جدا ہونے کی خواہش میں کرتی ہے

شریعت نے ان سب باتوں کو باطل قرار دیا ہے ۔ ان تمام امور میں جن کا اوپر ذکر کیا گیا ہے یہ پتھر نہ کسی قسم کا فائدہ پہنچا سکتے ہیں اور نہ نقصان ۔ دم اور تعویذوں کا بھی یہی عالم ہے ۔ چنانچہ سنن ابی داؤد میں جابر بن عبداللہ سے مروی ہے کہ ہم نے رسول اللہ صلی علیہ وسلم سے نُشرہ کے متعلق سوال کیا تو آپ نے فرمایا : یہ ایک شیطانی عمل ہے ۔

نُشرہ ایک قسم کا منتر اور معالجہ تھا جسے اس شخص کے علاج کے لیے استعمال میں لایا جاتا تھا جس کے متعلق خیال ہوتا کہ اس پر آسیب کا اثر ہے ۔ بعض کہتے ہیں کہ اسے نُشرہ اس لیے کہا جاتا ہے کہ اس کے ذریعے اس بیماری کو جو اسے لگی ہوتی ہے کھولا جاتا تھا ، یعنی اس کی گرہ کھول دی جاتی تھی ۔ اصمعی سے مروی ہے کہ اس نے کہا : نشرہ ایک قسم کا جادو ہے ۔

Marfat.com

اور ساتھ ہی جریر کا یہ شعر پیش کیا :

أَدْعُوكَ دَعْوَةَ مَلْهُوفٍ كَأَنَّ بِهِ
مَسًّا مِنَ الْجِنِّ أَوْ رِيحًا مِنَ النَّشَرِ

اے خدا میں تجھے اس غمزدہ انسان کی طرح پکارتا ہوں جس کی حالت ایسی ہو گئی ہو جیسے کوئی آسیب زدہ انسان ہو یا جس پر جادو کا اثر ہو

عبداللہ بن عمر سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یوں فرماتے سنا :

اگر میں تریاق پی لوں یا تعویذ لٹکا لوں یا اپنی طرف سے کوئی شعر کہہ لوں تو ان افعال کے مرتکب ہونے کے بعد مجھے کوئی پروا نہیں ہے کہ میں کیا کچھ کرتا ہوں ۔

خطابی کہتا ہے : تریاق کا پینا اس لیے مکروہ نہیں ہے کہ اس سے علاج کرنا منع ہے جبکہ رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے متعدد احادیث میں دوا کرنے اور علاج کرنے کو جائز قرار دیا ہے بلکہ اس لیے مکروہ ہے کہ اس میں مختلف قسم کے سانپوں کا گوشت پڑتا ہے اور سانپوں کا گوشت کھانا حرام ہے ۔ تریاق کی کئی قسمیں ہیں لہذا اگر اس میں سانپ کا گوشت نہ پڑا ہو تو اس کے استعمال کر لینے میں کوئی حرج نہیں ہے ۔ اللہ ہی بہتر جانتا ہے ۔ تمیمہ کے متعلق بعض لوگ کہتے ہیں کہ یہ ایک مُہرہ ہے جسے عرب گردن میں لٹکایا کرتے تھے عربوں کا خیال تھا کہ یہ ان سے آفتوں کو دور کرتا ہے ۔ اس خیال پر اعتقاد رکھنا جہالت اور گمراہی ہے کیونکہ اللہ کے سوا نہ کوئی کسی بات کو روک سکتا ہے اور نہ دور رکھ سکتا ہے ۔ قرآن مجید کا تعویذ بنانا اس سے برکت اور شفا طلب کرنا اس حرمت میں داخل نہیں ہے کیونکہ یہ تو اللہ سبحانہ کا کلام ہے اور اس کے ذریعے پناہ طلب کرنا گویا اللہ سبحانہ سے پناہ طلب کرنا ہے ۔ بعض راوی کہتے ہیں کہ تمیمہ اس ہار کو کہتے ہیں جس میں تعویذ لٹکائے جاتے ہیں ۔

Marfat.com

ابو ذُؤیب [1] کہتا ہے :

وَ إِذَا الْمَنِیَّةُ أَنْشَبَتْ أَظْفَارَهَا
أَلْفَیْتَ کُلَّ تَمِیْمَةٍ لَا تَنْفَعُ

اور جب موت اپنے پنجے گاڑ دے گی تو تُو دیکھے گا کہ کوئی تعویذ فائدہ نہیں دے رہا

[۳ : ۱۰] ایک اور کہتا ہے :

بِلَادٌ بِهَا عَقَّ الشَّبَابُ تَمِیْمَتِیْ
وَ أَوَّلُ أَرْضٍ مَسَّ جِلْدِیْ تُرَابُهَا

یہ وہ [2] شہر ہے جہاں جوانی نے میرے تعویذ کاٹ دیے تھے اور یہ پہلی زمین ہے جہاں کی مٹی نے میری کھال کو چھوا

بعض راویوں کا خیال ہے کہ ان تعویذوں کا استعمال مکروہ ہے جو عربی زبان میں نہ ہوں اور ان کے معنی سمجھ میں نہ آتے ہوں کیونکہ ہو سکتا ہے کہ اس میں جادو ہو یا اسی قسم کی کوئی اور ممنوع بات ہو ۔ منتروں اور تعویذوں کی مفصل بحث کے لیے عقائد وغیرہ کی کتابوں کی طرف رجوع کرنا چاہیے ۔ واللہ اعلم ۔

---

۱ ۔ ابو ذؤیب کا نام خویلد بن محرث بن ربید (راء مہملہ کے ساتھ) ہے ایک سال کے اندر اس کے پانچ بیٹے مر گئے ، یہ سب ہجرت کر کے مصر چلے گئے تھے ۔ ان کے مرثیے میں ابو ذؤیب نے ایک قصیدہ کہا تھا جس کا ایک شعر یہاں مندرج ہے ۔ قصیدہ کا مطلع ہے :

أَمِنَ الْمَنُوْنِ وَ رَیْبِهَا تَتَوَجَّعُ
وَ الدَّهْرُ لَیْسَ بِمُعْتِبٍ مَنْ یَجْزَعُ

۲ ۔ عربوں کے ہاں دستور تھا کہ بچے کی ماں نظر بد سے بچے کو بچانے کے لیے اس کے گلے میں مہرے لٹکا دیتی تھی اور جب بچہ بڑا ہو جاتا تھا تو ان کو کاٹ دیا جاتا تھا ۔ جب کوئی بچہ کسی قبیلے میں نشو و نما پا کر بڑا ہو جاتا تھا تو کہتے تھے عُقَّتْ تمیمته فی بنی فُلَان (فلاں کے تعویذ فلاں قبیلے میں کاٹے گئے)۔

Marfat.com

عہد جاہلیت میں عربوں کے یہاں ایک رسم وشم (گوندنے) کی بھی تھی

اس کا طریقہ جیسا کہ اہل لغت نے بیان کیا ہے یہ تھا کہ عضو[1] میں سوئی یا اسی قسم کی کوئی چیز چبھو دی جاتی یہاں تک کہ خون بہنے لگتا ۔ اس کے بعد اس مقام میں نیل[2] اور دھوآں پھر دیا جاتا ۔ چنانچہ وہ مقام ہرے رنگ کا ہو جاتا ۔ ان کا اس سے مقصد بدن کو خوبصورت بنانا ہوتا تھا لہذا وہ اپنے بدن کے بیشتر حصے پر قسم قسم [۳ : ۱۱] کے نقش و نگار مثلاً حیوانات وغیرہ کی شکلیں منقش کر لیتے ، اسی طرح ہونٹوں پر بھی کرتے ۔ چنانچہ ان کی بیشتر عورتوں کے ہونٹ نیلے نیلے دکھائی دیتے ۔ مرد بھی وشم کا استعمال جسم کے بعض حصوں میں کرتے تھے خیال یہ تھا کہ جس عضو پر وشم کیا جائے گا وہ حصہ مضبوط ہو جائے گا ۔ ان کے بچے خوبصورتی کی غرض سے اپنے چہرے کے بعض حصوں پر وشم کرا لیتے تھے ۔ ظاہر ہے کہ یہ ایک باطل طریقہ اور نہایت ہی قبیح عادت ہے ۔ اسی لیے شریعت محمدیہ نے اسے باطل قرار دیا ہے اس لیے کہ اس میں اللہ کی بنائی ہوئی چیز میں تغیر کرنا پایا جاتا ہے ۔ چنانچہ حدیث میں ہے :

لَعَنَ اللّٰهُ الْوَاشِمَاتِ وَالْمُسْتَوْشِمَاتِ وَالْمُتَنَمِّصَاتِ وَالْمُتَفَلِّجَاتِ لِلْحُسْنِ الْمُغَيِّرَاتِ خَلْقَ اللّٰهِ ۔

---

۱ - بہجہ اثری کہتا ہے کہ درست عبارت یوں ہونی چاہیے : ان یغرز (ای ینخس) العضو با برۃ أو نحوھا الخ ۔

۲ - محمد بہجہ اثری لکھتے ہیں کہ آلوسی نے یوں لکھا ہے : ثم یحشی بنورۃ اونحوھا یہ غلط ہے اسے یوں ہونا چاہیے ثم یحشی بنؤور أونحوہ اور نؤور بر وزن صَبُور نیل ، چربی کا دھوآں اور سرمے کی طرح کا ایک پتھر ہوتا ہے ان سب کو باہم پیس لیا جاتا ہے ۔

Marfat.com

خدا گوندنے والیوں اور گوندوانے والیوں پر لعنت کرے ، نیز ابرؤوں کے بال نوچوانے والیوں پر اور ان پر جو حُسن کے لیے دانتوں کے درمیان فاصلہ بنوا لیتی اور اللہ کی پیدا کی ہوئی چیز کو بدل دیتی ہیں -

المتنمصات جمع ہے متنمصہ کی - ابن الجوزی نے بیان کیا ہے : متنمصہ اس عورت کو کہتے ہیں جو چہرے کے بالوں کو دور کرنا چاہتی ہے اور نامصہ اس عورت کو کہتے ہیں جو یہ کام کرتی ہے نماص موچنے سے چہرے کے بالوں کو دور کرنے کو کہتے ہیں - موچنے کو اسی لیے نمّاص کہا جاتا ہے - نماص لوہے (کا ایک آلہ) ہوتا ہے جس سے بالوں کو پکڑا جاتا ہے - بعض کہتے ہیں کہ نماص خاص طور پر ابرؤوں کے بالوں کو باریک بنانے یا درست کرنے کی غرض سے نکالنے کو کہتے ہیں اور متفلجات متفلجہ کی جمع ہے اور فلج اس فاصلے کو کہتے ہیں جو سامنے کے دو دانتوں یا رباعی دانتوں کے درمیان ہوتا ہے (اور یہ فاصلہ) ریتی وغیرہ سے پیدا کیا جاتا تھا ، مختصر یہ کہ ہر وہ عمل جس میں اللہ کی پیدا کی ہوئی چیز میں تغیر ظہور پزیر ہو حرام ہے -

اور ان کے یہاں ایک رسم مرنے والے پر نوحہ اور واویلا وغیرہ کرنا بھی تھی

عربوں کے یہاں یہ دستور تھا کہ وہ مرتے وقت گھر والوں کو وصیت کر جاتے تھے کہ وہ مرنے کے بعد ان کا ماتم اور نوحہ کریں ، یہ ان کی بڑی مشہور رسم تھی - اس کا ذکر ان کے اشعار میں موجود ہے -

مثلاً طرفہ بن العبد کا یہ کہنا :

Marfat.com

فَإِنْ مِتُّ فَانْعِيْنِي بِمَا أَنَا أَهْلُهُ
وَ شُقِّي عَلَيَّ الجَيْبَ يَا ابْنَةَ مَعْبَدِ[1]

اگر میں مر جاؤں تو میری موت کی خبر ایسے طریقے پر دینا جس کا میں اہل ہوں اور اے معبد کی بیٹی میرے ماتم پر گریبان پھاڑ ڈالنا

جب لبید رض کی وفات کا وقت آیا تو انھوں نے اپنی دو بیٹیوں کو مخاطب کر کے یوں کہا :

تَمَنَّى ابْنَتَايَ أَنْ يَعِيْشَ أَبُوْهُمَا
وَ هَلْ أَنَا إِلَّا مِنْ رَبِيْعَةَ أَوْ مُضَرْ

میری دونوں بیٹیوں کی تمنا تھی کہ ان کا باپ زندہ رہے مگر میں بھی تو بنو ربیعہ اومضر ہی میں سے ہوں[2]

فَقُوْمَا وَ قُوْلَا بِالَّذِي تَعْلَمَانِهِ
وَ لَا تَخْمِشَا وَجْهاً وَلَا تَحْلِقَا شَعَرْ

لہذا تم اٹھو اور جن باتوں کا تمھیں (میرے متعلق) علم ہے انھیں ہی بیان کرو مگر نہ تو اپنا چہرہ نوچنا اور نہ (سر کے) بال مونڈنا

وَقُوْلَا : هُوَ الْمَرْءُ الَّذِيْ لَا صَدِيْقَهُ
أَضَاعَ وَلَا خَانَ الأَمِيْنَ وَلَا غَدَرْ

اور کہنا : یہ وہ شخص تھا جس نے اپنے دوست کو ضائع نہیں کیا اور نہ ہی امین سے خیانت کی اور نہ دھوکا کیا

[۳ : ۱۲] إِلَى الْحَوْلِ ثُمَّ اسْمُ السَّلَامِ عَلَيْكُمَا
وَ مَنْ يَبْكِ حَوْلاً كَامِلًا فَقَدِ اعْتَذَرْ

---

۱ - معبد طرفہ کے بھائی کا نام ہے -

۲ - یعنی جس طرح ان دونوں قبیلوں کے دوسرے افراد مرتے رہے ہیں اسی طرح مجھے بھی مر جانا ہے -

Marfat.com

ایک سال تک ایسا کرتے رہنا اس کے بعد تم دونوں پر سلام - جس نے
ایک سال رو لیا اس کا عذر قبول ہے

لبید کی وفات کے بعد دونوں روزانہ کپڑے پہن کر لبید کے قبیلہ کے سردار جعفر بن کلاب کی مجلس میں آتیں اور باپ کا مرثیہ کہتیں مگر چیخ پکار نہ کرتی تھیں - پورا سال اسی طرح کرتی رہیں ازاں بعد اس عمل سے دستکش ہو گئیں -

لبید کے '' وهل أنا الخ '' کہنے کا مطلب یہ ہے کہ میرے آباؤ اجداد تمام کے تمام خواہ ربیعہ قبیلہ میں سے تھے خواہ مضر میں سے سب مر گئے ہیں - کوئی بھی موت سے بچ نہیں سکا اسی طرح مجھے بھی لامحالہ مرنا ہے - اس نے الی الحول اس لیے کہا ہے کہ زمانہ گھڑیاں ، دن ، جمعہ ، ماہ اور سال کا نام ہے اور سال انتہائے زمانہ ہے لہٰذا حول اور سنہ ایک ایسی مدت ہے جو اجزاء کی تقسیم کے اعتبار سے آخری مدت ہے - ہو سکتا ہے کہ لبید نے یہ اس لیے کہا ہو جیسا کہ بعض آثار میں مروی ہے کہ مردوں کی ارواح ایک سال تک مسلسل اس دنیا میں اپنے گھروں کو آتی رہتی ہیں - یوں معلوم ہوتا ہے کہ لبید نے جس ذکر اور دعا وغیرہ کا بیٹوں کو حکم دیا تھا وہ اس لیے دیا تھا کہ وہ خود اس کا مشاہدہ کرے اس لیے تو انھوں نے و مَن یبک حولا الخ کہا ہے - بعض لوگوں کا خیال ہے کہ لبید نے سال کی مدت اس لیے مقرر کی تھی کہ جاہلیت میں ماتم کرنے کی مدت اسی قدر تھی مگر یہ قول درست نہیں کیونکہ ان الفاظ کا کہنے والا ایک صحابی ہے -

اس قسم کے وصایا عربوں کے اشعار میں بکثرت پائے جاتے ہیں مگر شریعت نے اس بات کو باطل قرار دیا ہے -

حدیث میں ہے :

إِنَّ المَيِّتَ لَيُعَذَّبُ بِبُكَاءِ أَهْلِهِ

(میت کو اس کے گھر والوں کے رونے کی وجہ سے عذاب ہوتا ہے)

محدثین کہتے ہیں : میت کو صرف اس صورت میں عذاب ہوگا جب

Marfat.com

میت نے اپنی زندگی میں پہلے سے اس بات کا حکم دیا ہو اور اگر اس نے اس بات کا حکم نہ دیا ہو تو اسے کوئی عذاب نہ ہوگا۔

وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِزْرَ أُخْرَىٰ

(کوئی انسان کسی دوسرے انسان کے اعمال کی سزا نہ بھگتے گا)

گناہ تو اس شخص کے ذمے ہے جو اپنی مرضی سے نوحہ کرے اور جزع فزع کرے۔

حدیث میں ہے :

لَيْسَ مِنَّا مَنْ لَطَمَ الخُدُودَ وَشَقَّ الجُيُوبَ وَدَعَا بِدَعْوَى الجَاهِلِيَّةِ۔

(جس نے رخسار پیٹا ، گریبان پھاڑا اور اہل جاہلیت کے سے انداز میں پکارا وہ ہم میں سے نہیں ہے)۔

صحیحین میں ابو موسیٰ اشعری سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صَالِقَہ ، حَالِقَہ اور گریبان پھاڑنے والی سے بیزاری کا اظہار کیا ہے۔ صَالِقَہ : وہ عورت جو بلند آواز سے نوحہ کرے اور حالقہ : وہ عورت جو مصیبت پر اپنے بال مونڈ ڈالے۔ صحیحین میں ام عطیہ سے یہ بھی مروی ہے وہ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے [۳ : ۱۳] ہم سے بیعت کے وقت یہ عہد لیا تھا کہ ہم نوحہ نہ کریں گی۔ صحیح مسلم میں ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : لوگوں میں دو باتیں پائی جاتی ہیں اور ان کی یہ دونوں باتیں کفر کی ہیں ایک یہ کہ کسی کے نسب پر طعن کیا جائے اور دوسرے یہ کہ میت پر نوحہ کیا جائے ، نیاحہ بلند آواز سے ماتم کرنا اور نَدْب : ماتم کرنے والی کا بلند آواز کے ساتھ میت کی خوبیوں کو شمار کرنا ہے۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ ندب یہ ہے کہ رونے کے ساتھ ساتھ میت کی خوبیاں بھی شمار کی جائیں۔ اب رہا میت پر نوحہ اور ندبہ کرنے کے بغیر ہی رقت اور رحمت کی وجہ سے رونا تو یہ ممنوع نہیں ہے کیونکہ

Marfat.com

اللہ نے اپنے بندوں کے دلوں میں رحم ڈال رکھا ہے اور اللہ اپنے بندوں میں سے ان پر رحم کرتا ہے جو دوسروں پر رحم کرتے ہیں ۔

اس سلسلے میں ان کی ایک عادت یہ تھی جسے اصمعی نے بیان کیا ہے کہ جب عربوں کا کوئی صاحب قدر و منزلت شخص مر جاتا تو ایک شخص گھوڑے پر سوار ہو کر لوگوں میں چکر لگاتا اور کہتا : نَعَاءِ فلاناً یعنی فلاں کی موت کی خبر دو اور پھر اس کی وفات کی خبر کا اظہار کرتا نَعَاءِ کا لفظ مبنی علی الکسر ہے جیسے نَزَالِ ہے ۔

اسی طریقے پر متنخل[1] ہذلی کا یہ قول ہے :

أَقُولُ لَمَّا أَتَانِي النَّاعِيَانِ بِهِ
لَا يَبْعُدُ الرُّمْحُ ذُو النَّصْلَيْنِ وَالرَّجُلُ

جب دو خبر دینے والے اس کی موت کی خبر لے کر میرے پاس آئے تو میں نے کہا خدا کرے دو بھالوں والا نیزہ اور یہ شخص ہلاک نہ ہو

رُمْحٌ لَنَا كَانَ لَمْ يُفْلَلْ نَنُوءُ بِهِ
تُوفَى[2] بِهِ الْحَرْبُ وَالضَّرَّاءُ[3] وَالْجُلَلُ[4]

---

۱ ۔ متنخل ہذلی کے بیٹے اُثیلہ کو بنو سعد بن فہم بن عمرو بن قیس عیلان بن مضر نے قتل کیا تھا ۔ متنخل نے اُثیلہ کا مرثیہ کہا جس میں سے یہ تین شعر ہیں ۔ پورا قصیدہ اغانی : ۲۳ : ۲٦١ - ۲٦۳ پر درج ہے اور اُثیلہ کے قتل کا پورا قصہ بھی بیان کیا ہے ۔

۲ ۔ بلوغ الارب میں توقی قاف کے ساتھ ہے تصحیح اغانی سے کی گئی ہے ۔ و أوفى على الشي : علاهُ و توفی به یراد هنا تُقْهَرُ به ۔

۳ ۔ اغانی میں الضَّرَّاء کے بجائے العَزَّاء لکھا ہے مگر دونوں کے ایک ہی معنی ہیں ۔

۴ ۔ جُلَل جمع ہے جُلّٰی کی اور جُلّٰی مؤنث ہے أجَلّ کی ای العظیم من الأمر ۔

Marfat.com

یہ ہمارا ایسا نیزہ تھا جو کند نہیں ہوا تھا جسے اٹھانے میں مشکل پیش آتی تھی - اس کی بدولت ہم جنگ، مصیبت اور اہم امور پر غالب آ جایا کرتے تھے

رَبَّاءُ شَمَّاءُ لَا یَأوِی لِقُلَّتِہَا
إِلَّا السَّحَابُ وَ إِلَّا الأَوْبُ[1] وَالسَّبَلُ

یہ ایک بلند ٹیلے پر چڑھ کر ہماری پاسبانی کیا کرتا تھا ایسا بلند ٹیلہ کہ اس کی چوٹی پر بادلوں، شہد کی مکھی اور بارش کے سوا کوئی پناہ نہیں لے سکتا

یعنی وہ اپنے ساتھیوں کے لیے ہراول دستے کا کام کرتا تھا (رباء) ہمزہ کے ساتھ ہے مطلب یہ کہ یہ ان کا رَبِیئَۃ بن جاتا تھا ربیئہ کے معنی ہراول دستے (اور اس شخص کے ہیں جو) اونچی جگہ یا ٹیلے پر چڑھ کر (دشمن کی خبر معلوم کرتا رہے) - شماء مؤنث ہے اشم کی - یہ لفظ شَمَم سے ماخوذ ہے جس کے معنی بلندی کے ہیں اس کی مراد ھَضْبَۃٌ شَمَّاءُ سے ہے مگر شاعر نے موصوف کو حذف کر دیا ہے اور (اس کے محذوف ہونے کی) دلیل قُلَّۃٌ کا لفظ ہے جس کے معنی پہاڑ کی چوٹی کے ہیں - ھَضْبَۃ اس پہاڑ کو کہتے ہیں جو سطح زمین پر پھیلا ہوا ہو، نیز یہ بات بھی واضح ہے کہ جس چیز کی چوٹی میں بادل یا بارش کے سوا کوئی چیز پناہ نہ لے سکے وہ صرف پہاڑ ہی ہو سکتا ہے -

---

۱ - آلوسی نے آگے چل کر جو تشریح کی ہے وہاں اَوْب کے معنی بارش کے بتائے ہیں مگر لسان العرب میں اَوْب کے معنی شہد کی مکھی کے تحریر کر کے یہی شعر بطور دلیل پیش کیا گیا ہے - لسان العرب کی عبارت یوں ہے: الاَوْب: النحل و ھو اسم جمع کان الواحد آیب قال الھذلی: رباء شماء (البیت) - - - وقال ابوحنیفۃ: سمیت اوبالأنہا الی المباءۃ قال: وھی لاتزال فی مسارحہا ذاھبۃً وراجعۃً حتی اذا جنح اللیل آبت کلہا حتی لا یتخلف منہاشئ -

Marfat.com

رہا اَوْب تو اس کے متعلق خوارزی کہتا ہے کہ اس کے معنی بارش کے ہیں کیونکہ در اصل یہ وہ بخارات ہوتے ہیں جو زمین سے اٹھتے ہیں پھر زمین کو ہی پلٹ کر آ جاتے ہیں یعنی واپس آ جاتے ہیں ۔ اس لیے بارش کو رَجْع کہا گیا ہے لٰہذا بارش کو نیک فال کی غرض سے اَوْب اور رَجْع کہا گیا تا کہ لوٹ کر (زمین کی طرف) آ جائے ۔ بعض کہتے ہیں کہ (اسے رجع اس لیے کہا گیا کہ) اللہ تعالی اسے وقتا فوقتا لوٹاتا رہتا ہے ۔ اللہ تعالیٰ کے فرمان '' وَ السَّمَاءِ ذَاتِ الرَّجْعِ '' کی تشریح کرتے ہوئے مصنف کشاف نے یہی معنی اختیار کیے ہیں اور اس بات کی دلیل کے طور پر کہ بارش کو رجع کہا جاتا ہے جیسا کہ (مذکورہ بالا) آیت میں اور اَوْب بھی کہا جاتا ہے جیسا کہ اس شعر میں ہے اس نے یہی شعر پیش کیا ہے ۔ یہ نام رَجع اور آبَ کے مصدر پر پڑا ۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ عربوں کا خیال تھا کہ بادل سمندر سے پانی اٹھا کر لاتے ہیں اور پھر سمندر کو لوٹا دیتے ہیں ۔

[۳ : ۱۴] سَبَل ۔ [دو زبروں کے ساتھ] اترنے والی بارش کو کہتے ہیں ۔

عربوں کے یہاں ایک رسم یہ تھی کہ جب کوئی شخص مر جاتا تو اسے لاَ تَبْعُدْ (تو ہلاک نہ ہو ۔ یا دور نہ ہو) کہتے

خِرنق کہتی ہے :

لاَ یَبْعُدَنْ قَوْمِی الَّذِیْنَ هُمُ
سمُّ الْعُدَاةِ وَ آفَةُ الجُزْرِ

خدا کرے میری قوم ہلاک نہ ہو جو دشمنوں کے لیے زہر (قاتل) ہیں اور (سخاوت کی وجہ سے) اونٹنیوں کے لیے آفت ہیں

اَلنَّازِلِیْنَ بِکُلِّ مُعْتَرَکٍ
وَالطَّیِّبُوْنَ مَعَاقِدَ الاُزُرِ

یہ ہر میدان جنگ میں اترنے والے اور پاکدامن ہیں (بدکار نہیں ہیں)

Marfat.com

کتاب الشُّب میں ہے : عربوں کے یہاں میت کے لیے دعا کرتے وقت اس لفظ کے استعمال کی رسم چلی آتی تھی - اس میں ان کے دو مقصد پوشیدہ تھے __ ایک یہ کہ جلیل القدر انسان کی موت کو امر عظیم بتایا جائے (اور یوں ظاہر کیا جائے) کہ گویا اس کی خبر موت کو وہ سچ نہیں سمجھ رہے - زھیر بن ابی سُلمیٰ نے اپنے ان اشعار میں اس معنی کی وضاحت کی ہے :

یَقُولُونَ حِصْنٌ ثُمَّ تَأبَی نُفُوسُهُمْ
وَ کَیْفَ بِحِصْنٍ وَالْجِبَالُ جُنُوحُ

لوگ کہتے ہیں کہ (مرنے والا) حصن ہے مگر پھر ان کے نفس اسے ماننے سے انکار کرتے - یہ حصن کیسے ہو سکتا ہے جبکہ پہاڑ جھکے ہوئے ہیں

وَ لَمْ تَلْفِظِ الْمَوْتَی الْقُبُورُ وَلَمْ تَزُلْ
نُجُومُ السَّمَاءِ وَالأَدِيمُ صَحِيحُ

ابھی تک قبروں نے مردوں کو نکال نہیں پھینکا ، آسمان کے ستارے بھی اپنی جگہ پر قائم ہیں اور آسمان کی سطح بھی صحیح و سالم ہے

اس کی مراد یہ ہے کہ لوگ کہتے ہیں حصن مر گیا ہے مگر اس بات کے ذکر کرنے کو بہت بڑی بات سمجھتے ہیں لہذا کہتے ہیں وہ کیسے مر سکتا ہے جبکہ ابھی تک پہاڑ ریزہ ریزہ نہیں ہوئے اور بکھر کر گر نہیں پڑے - قبروں نے مردوں کو نکال نہیں پھینکا اور دنیا کا وجود صحیح و سالم ہے اور اس میں دونی حادثہ رونما نہیں ہوا -

دوسری غرض اس کے لیے یہ دعا کرنا ہوتی تھی کہ اس کی یاد باقی رہے محو نہ ہو ، کیونکہ مرنے کے بعد انسان کی یاد کا باقی رہنا بمنزلۂ زندگی ہوتا ہے - کیا آپ شاعر کے اس شعر پر غور نہیں کرتے :

Marfat.com

فَاَثْنُوْا عَلَیْنَا لَا اَبًا لِاَبِیْکُمُ
بِاَفْعَالِنَا اِنَّ الثَّنَاءَ هُوَ الْخُلْدُ

تمھارے باپ کا باپ مر جائے ہمارے افعال پر ہماری تعریف کرو کیونکہ یہ تعریف ہی خلد ہے ، یہی دوام ہے

ایک اور شاعر یزید[1] بن یزید الشیبانی کے مرثیے میں کہتا ہے :

فَاِنْ تَکُ اَفْنَتْهُ اللَّیَالِی فَاَوْشَکَتْ
فَاِنَّ لَهُ ذِکْرًا سَیُفْنِی اللَّیَالِیَا

اگر راتوں (گردش آسمانی) نے اسے فنا کر دیا ہے تو یہ بڑی حد تک ممکن ہے ، (مگر کوئی بات نہیں) کیونکہ اس کا ذکر عنقریب راتوں (گردش آسمانی) کو فنا کر دے گا مراد یہ کہ روز و شب کی گردش اس کی یاد کا کچھ نہ بگاڑ سکے گی

[۳ : ۱۵] اور متنبّی کہتا ہے اور کیا خوب کہتا ہے :

ذِکْرُ الفَتٰی عُمْرُهُ الثَّانِی وَحَاجَتُهُ
مَا قَاتَهُ وَفُضُولُ العَیْشِ اَشْغَالُ

(مرنے کے بعد) انسان کی یاد اس کی دوسری زندگی ہوتی ہے اور اس کی ضرورت صرف اس قدر ہوتی ہے جس قدر وہ کھا پی لیتا ہے اور جو اس سے زائد ہو وہ انسان کو اپنی طرف مشغول کر لیتا ہے

اس محال قول میں جو بات پائی جاتی ہے اس کی وضاحت مالک

---

۱ - بلوغ الارب میں یزید بن یزید ہی لکھا ہے مگر یہ غلط ہے ، درست یزید بن مزید شیبانی ہے - یہ شعر منصور النمری کا ہے جو اس نے یزید بن مزید کے مرثیے میں کہا - العقد الفرید (۳ : ۲۱۲) میں اس مرثیے کے سات شعر منقول ہیں

Marfat.com

بن الریب[1] المزنی[2] نے اپنے ایک قصیدے میں کر دی ہے جسے دیگر

۱ - مالک بن الریب کا یہ قصیدہ ۵۸ اشعار پر مشتمل ذیل الامالی : ۱۳۶ - ۱۳۷ پر منقول ہے اور قالی نے بعض الفاظ کی تشریح بھی کی ہے - قالی نے بیان کیا ہے کہ مالک عرب کے خوبصورت ترین لوگوں میں سے تھا - جب امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے سعید بن عثمان بن عفان کو خراسان کا گورنر مقرر کیا اور وہ کچھ لوگوں کو ساتھ لے کر خراسان کی طرف روانہ ہوئے تو راستے میں انھیں مالک بن الریب مل گیا - سعید نے مالک کو غارت ڈالنے اور اپنے ساتھ چلنے کو کہا ، مالک راضی ہو گیا - سعید نے پانچ سو دینار ماہوار مالک کا وظیفہ مقرر کر دیا اور وہ سعید کے ساتھ ہو لیا - مالک کی وفات خراسان میں ہوئی ، اس نے مرتے وقت اپنی بیماری اور مسافرت کا ذکر کرتے ہوئے یہ قصیدہ کہا - بعض لوگ کہتے ہیں کہ جنگ میں مالک کو نیزہ لگا اور وہ گر گیا - اسی حالت میں اس نے یہ قصیدہ کہا - بعض کہتے ہیں کہ مالک ایک سرائے میں مرا - جب جنّوں نے اس کی تنہائی اور مسافرت کو دیکھا تو یہ مرثیہ کہا اور اسے ایک کاغذ پر لکھ کر اس کے سر کے نیچے رکھ دیا - میمن کہتے ہیں (سمط اللآلی : ۴۳ اور شرح امالی : ۴۱۸) مالک شاعر ، ظریف اور ادیب تھا ، ڈاکو اور خونخوار انسان تھا - اس کا ایک ساتھی شظاظ نامی ڈاکو تھا جو ڈاکہ ڈالنے میں ضرب المثل بن چکا تھا - انھوں نے خلق خدا کو سخت تنگ کر رکھا تھا - مالک جوتا پہننے لگا تو اس میں سانپ تھا جس نے کاٹ لیا ، جب اس نے محسوس کیا کہ اب موت کا وقت آ گیا ہے تو یہ قصیدہ کہا - (نیز ملاحظہ ہو العقد الفرید : ۳ : ۱۷۷ - ۱۷۸) ابو عبیدہ کہتا ہے کہ مالک نے صرف تیرہ شعر کہے ہیں - باقی اشعار یونہی اس کی طرف منسوب کر دیے گئے ہیں - چنانچہ شعر ۵۱ جعفر بن علبہ الحارثی کے قصیدے میں پایا جاتا ہے- مزید برآں ایسے وقت جبکہ انسان مر رہا ہو اسے اشعار اور وہ بھی اس قدر زیادہ تعداد میں کیسے سوجھ سکتے ہیں -

۲ - المزنی : ابو علی قالی نے امالی (۱ : ۱۵۸) میں اسے المُزنی ہی قرار دیا ہے مگر پھر ذیل (حوالۂ مذکور) میں اسے المازنی لکھ دیا ہے اور یہی درست ہے - ابو عبید بکری (شرح امالی : ۴۱۸) نے بھی قالی کی اس غلطی کی طرف اشارہ کیا ہے -

Marfat.com

قصائد پر مقدم سمجھا جاتا ہے :

يَقُولُونَ لَا تَبْعُدْ وَهُمْ يَدْفِنُونَنِي[۱]
وَأَيْنَ مَكَانُ الْبُعْدِ اِلاَّ مَكَانِيَا

جب وہ مجھے دفن کر رہے ہوں گے تو لا تبعد (تو ہلاک نہ ہو) بھی کہہ رہے ہوں - بھلا میری جگہ کے سوا کہیں کوئی اور جگہ بھی ہلاکت کی جگہ ہے

اور فرّار[۲] السُلَمی کہتا ہے :

مَا كَانَ يَنْفَعُنِي مَقَالُ نِسَائِهِمْ
وَقُتِلْتُ دُوْنَ رِجَالِهِمْ لَا تَبْعُدْ

اگر میں ان کے مردوں کے آگے آگے لڑتا ہؤا مارا جاتا تو (مرنے کے بعد) ان کی عورتوں کا لا تبعد کہنا مجھے کوئی فائدہ نہ دے سکتا تھا

عربوں کی ایک رسم پیشانی کے بال کاٹ دینا تھی

عرب جب کسی خاندانی آدمی کو قید کرنے کے بعد اس پر مہربانی کرتے تو اس کی پیشانی کے بال کاٹ کر اسے رہا کر دیتے — اور پھر ان بالوں کو اپنے پاس رکھتے اور اس بات پر فخر کرتے رہتے - نواصی ناصیۃ کی جمع ہے - ناصیہ ان بالوں کو کہتے ہیں جو ماتھے کے اوپر سر کے سامنے کے حصے پر اُگے ہوئے ہیں -

---

۱ - تصحیح العقد الفرید : ۳ : ۱۷۸ اور ذیل الامالی : ۱۳۶ - ۱۳۷ سے کی گئی ہے بلوغ الارب میں : یدفنونی درج ہے -

۲ - فرار کا اصلی نام حیان بن الحکم ہے - اس نے یہ شعر جنگ سے بھاگ جانے کے متعلق کہا ہے العقد الفرید (۱ : ۹۹) میں یہ شعر یوں ہے :

هل ينفعني ان تقول نساؤهم
وقتلت دُونَ رجالها لا تبعد

Marfat.com

بشر بن ابی خازم اسدی کہتا ہے :

وَإِذْ جُزَّتْ نَوَاصِيْ آلِ بَدْرٍ
فَأَدُّوْهَا وَأَسْرٰى فِي الْوِثَاقِ

اس وقت کو یاد کرو جب آل بدر کی پیشانی کے بال کاٹ لیے گئے تھے لٰہذا تم اب وہ بال ہمیں دے دو اور ان قیدیوں کو بھی رہا کر دو جن کو تم نے باندھ رکھا ہے

وَإِلَّا فَاعْلَمُوْا أَنَّا وَأَنْتُمْ
بُغَاةٌ مَا بَقِيْنَا فِيْ شِقَاقٍ

وگرنہ یاد رکھو کہ ہم اور تم دونوں ایک دوسرے پر ظلم کرنے والے ہوں گے اور جب تک زندہ ہیں ایک دوسرے کی مخالفت کرتے رہیں گے

ان اشعار کے کہنے کا سبب یہ ہؤا کہ قبیلہ فزارہ میں سے آل بدر کے کچھ لوگ قبیلہ طیی کی شاخ بنی لاٗم کی پناہ میں رہے - بنو لاٗم نے فزاریوں کو پکڑ کر ان کی پیشانی کے بال کاٹ لیے اور کہا : ہم نے تم پر مہربانی کی ہے اور تمھیں قتل نہیں کیا - بنو فزارہ بنی اسد کے حلیف [۳ : ۱٦] تھے لٰہذا جو کچھ بدری لوگوں سے کیا گیا اس پر بنو فزارہ کو غصہ آ گیا چنانچہ بشر نے اپنے ایک قصیدے میں یہ دو شعر کہے بشر نے اس قصیدے میں اس برتاؤ کا ذکر کیا ہے جو بنی بدر سے کیا گیا اور وہ قبیلہ طیئی والوں سے کہتا ہے - اب جب تم ان کی پیشانی کے بال کاٹ چکے ہو تو وہ ہمیں دے دو اور ان کے جن افراد کو تم نے قید کر رکھا ہے ان کو بھی چھوڑ دو - اگر تم ایسا نہیں کرو گے تو یاد رکھو کہ ہم بھی تمھاری تلاش میں رہیں گے اور اگر تمھارا کوئی آدمی ہمارے ہاتھ لگ گیا تو تم بھی اس کا مطالبہ کرو گے (اس وقت ہم بھی اسے نہ لوٹائیں گے) نتیجہ یہ ہوگا کہ ہم ایک دوسرے پر ظلم کریں گے اور اس طرح ہمارے درمیان ابدی مخالفت پیدا ہو جائے گی -

Marfat.com

بعض اوقات یوں بھی ہوتا کہ قیدی کے شریف یا غیر شریف ہونے سے قطع نظر اس کی پیشانی کے بال کاٹ لیے جاتے اور ان بالوں کو سرمایۂ فخر کے بطور اپنے پاس رکھ لیتے - غرضیکہ عربوں میں قسم قسم کے طور طریقے پائے جاتے ہیں - ہرم[1] بن سنان المری جاہلیت کے عرب سخیوں میں سے تھا - زہیر نے ایک قصیدے میں اس کی مدح کرتے ہوئے کہا :

حَدِبٌ عَلَى المَوْلَى الضَّرِيكِ إِذَا
نَابَتْ عَلَيْهِ نَوَائِبُ الدَّهْرِ

یہ اپنے محتاج چچازاد بھائی پر مشفق و مہربان ہوتا ہے جب زمانے کی آفات اس پر نازل ہو جائیں

عَظُمَتْ دَسِيعَتُهُ وَ فَضَّلَهُ
جَزُّ النَّوَاصِي مِنْ بَنِي بَدْرِ

اس کے عطیے بڑے ہیں اور بنی بدر کے لوگوں کی پیشانی کے بال کاٹنے نے اسے صاحب فضیلت بنا دیا ہے

أَيَّامَ ذُبْيَانٌ مُرَاغِمَةٌ
فِي حَرْبِهَا وَ دِمَاؤُهَا تَجْرِي

یہ ان دنوں کی بات ہے جب قبیلہ ذیبان جنگ میں ان کے خلاف صف آرا تھے اور ان کے خون بہے چلے جا رہے تھے

---

۱ - زُہیر بن ابی سلمی کے بیشتر قصائد ہرم بن سنان المری کی مدح میں ہیں - جس قصیدے سے یہ اشعار لیے گئے ہیں اس کے لیے ملاحظہ ہو دیوان زُہیر : ۲۷ - ۳۰ (طبع بیروت ۱۳۷۹ھ - ۱۹۶۰ء) اس قصیدے کا مطلع یہ ہے :

لِمَنِ الدِّيَارُ بِقُنَّةِ الحَجْرِ
أَقْوَيْنَ مِنْ حِجَجَ وَمِنْ شهر

مگر دیوان میں دوسرا (عظمت دسیعة الخ) اور تیسرا (ایام ذیبان الخ) شعر مندرج نہیں

وَ مُرَهَّقُ النِّيرَانِ يُطْعِمُ فِي
اللَّأْوَاءِ غَيْرُ مُلَعَّنِ الْقِدْرِ

یہ لوگوں کو قحط سالی کے زمانے میں کھانا کھلاتا ہے ، اس نے بہت سی آگیں جلا رکھی ہوتی ہیں جہاں کثرت سے لوگ آتے ہیں (اور چونکہ یہ اکیلا نہیں کھاتا بلکہ یتیم ، مسکین اور مہمان وغیرہ کے ساتھ مل کر کھانا کھاتا ہے) لہٰذا کوئی اس کی ہنڈیا کی مذمت نہیں کرتا ۔

الحدب : مشفق ، مہربان ، مولی : چچا زاد بھائی ، ضریک : فقیر ، محتاج ، دَسِیْعَۃ : بہت بڑا عطیہ ۔ جزالنواصی کے معنی پہلے گزر چکے ہیں اور راغَمَتْھُم : مخالفت کرنا ، چھوڑ دینا اور عداوت رکھنا اور مُرَهَّقُ النِّيرَانِ یعنی لوگ اس کی آگ پر آتے ہیں ۔ جب تو کسی کے پاس آئے اور اسے گھیرے میں لے لے تو بولتے ہیں رھقتُ الرجُلَ ۔ اور مشدد (رَھَّقَ) کثرت بیان کرنے کے لیے ہے : زُھیر یہ بیان کر رہا ہے کہ ہرم رات کے وقت کھانا پکانے اور لوگوں کو کھلانے کی خاطر آگ جلاتا ہے ۔ نیز اس لیے کہ مہمان اور مسافر اس کی طرف آ جائیں ۔ آگوں کی کثرت کا اس نے ذکر کیا ہے کہ وہ یہ بتا دے کہ وہ لوگوں پر کس قدر زیادہ احسان کرنے والا ہے اور لأواء کے معنی ” سختی اور قحط کا زمانہ “ کے ہیں ، رہا اس کا غیر مُلَعَّن القدر کہنا تو اس سے مراد یہ ہے کہ جو کچھ ہنڈیا میں ہے اسے مہمان ، پڑوسی ، یتیم اور مسکین کو ساتھ شامل کیے بغیر نہیں کھایا جاتا ، لہٰذا یہ ہنڈیا قابل تعریف ہے ، قابل مذمت نہیں ہے ۔ ہنڈیا کے لیے لعن کا لفظ مجازاً استعمال کیا گیا ہے اور زھیر کی مراد ہنڈیا والے سے ہے

اس سلسلے میں خنساء نے کیا خوب کہا ہے ۔ وہ اپنی قوم[1] پر فخر کرتی ہوئی کہتی ہے :

---

۱ ۔ بلوغ الارب میں بقومهم على الأصحاب ہے ۔ اسے بقومها پڑھیں ۔ على الأصحاب کے الفاظ یہاں واضح معنی نہیں دیتے

Marfat.com

جَزَزْنَا نَوَاصِي فُرْسَانِهَا[۱]
وَ كَانُوْا يَظُنُّوْنَ اَنْ لَنْ[۲] تُجَزَّا

ہم نے ان کے سواروں کی پیشانی کے بال کاٹ لیے حالانکہ انھیں گمان تھا کہ یہ کبھی کاٹے نہ جائیں گے

وَ مَنْ ظَنَّ مِمَّنْ يُلَاقِي الْحُرُوْبَ
بِاَنْ لَا يُصَابُ فَقَدْ ظَنَّ عَجْزًا

جو شخص جنگوں میں بھی شریک ہو اور ساتھ ہی یہ خیال بھی کرے کہ اسے کوئی زخم نہ لگے گا تو اس نے غلط خیال کیا

نُضِيْفُ[۳] وَ نَعْرِفُ حَقَّ الْقِرٰى
وَ نَتَّخِذُ الْحَمْدَ ذُخْرًا وَّ كَنْزًا

[۳ : ۱۷] ہم ضیافت کرتے ہیں اور یہ بھی جانتے ہیں کہ ضیافت کا کیا حق ہے - ہم تعریف کو اپنا ذخیرہ اور اپنا خزانہ بناتے ہیں

وَ نَلْبَسُ[۴] فِي الْحَرْبِ سَرْدَ الْحَدِيْدِ
وَ فِي السِّلْمِ خَزًّا وَّ عَصْبًا وَ قَزًّا

---

۱ - بلوغ الارب میں فرسانهم ہے تصحیح کتاب الحماسہ ابن الشجری : ۸۷ - ۸۸ سے کی گئی ہے -

۲ - بلوغ الارب میں لا تجزا ہے - تصحیح حماسہ ابن الشجری سے کی گئی ہے -

۳ - حماسہ ابن الشجری میں نعيفُ ہے -

۴ - حماسہ ابن الشجری میں یہ شعر یوں ہے :

وَ نَلْبَسُ فِي الرَّوْعِ نَسْجَ الْحَدِيْدِ
وَ نَلْبَسُ فِي السِّلْمِ خَزًّا وَّ بَزًّا

ابن شجری نے گیارہ شعروں کا یہ قصیدہ نقل کیا ہے جس کا مطلع ہے :

تَعَرَّقَنِي الدَّهْرُ نَهْسًا وَ حَزًّا
وَ اَوْجَعَنِي الدَّهْرُ قَرْعًا وَ غَمْزًا

Marfat.com

اور ہم جنگ کے موقعے پر لوہے کی بنی ہوئی زرہ پہنتے ہیں اور امن کے زمانے میں خز کی پشم کا بنا ہؤا کپڑا ، یمنی چادر اور ابریشم پہنتے ہیں

عربوں کا ایک طریق زبان بندی بھی تھا

عربوں کے یہاں یہ طریقہ مروج تھا کہ جب کسی شخص کو قیدی بنا لیتے اور وہ شخص شاعر ہوتا تو اس کی زبان کو ایک تسمے سے باندھ دیتے - اسی کے متعلق عبد یغوث[1] القحطانی الحارثی الیمنی اپنے ایک قصیدے میں کہتا ہے :

أَقُولُ وَقَدْ شَدُّوا لِسَانِي بِنِسْعَةٍ
أَ مَعْشَرَ تَيْمٍ أَطْلِقُوا عَنْ لِسَانِيَا

---

۱ - عبد یغوث : عبد یغوث بن معاویہ بن صلاءہ ہے - بعض ابن الحارث بن وقاص بن صلاءۃ بن المعقل کہتے ہیں - شاعر شہسوار اور اپنے زمانے میں قبیلہ مذحج کا سردار تھا - لیثی البیان میں کہتا ہے : دنیا میں طرفہ اور عبد یغوث سے بڑھ کر کوئی حیرت انگیز شخص نہیں گزرا کیونکہ جب موت انہیں چاروں طرف سے گھیرے ہوتی اور وہ اس عالم میں اشعار کہتے تو یہ اشعار عمدگی میں کسی طرح بھی ان اشعار سے کم درجے کے نہ ہوتے جو انھوں نے امن کی حالت میں کہے ہوتے تھے - ابو عارم جعفر ابن علبہ بن ربیعہ بن عبد یغوث الحارثی اسی کے پوتوں میں سے تھا - جعفر بھی اپنے دادا کی طرح بہادر اور شاعر تھا - اس کا شمار مخضرموا الدولتین میں ہوتا ہے - اسے منصور کے عہد میں قتل کیا گیا - عبد یغوث یوم الکلاب الثانی جسے یوم الصفقہ بھی کہتے ہیں میں قید ہؤا اور اسے قتل کر دیا گیا - کلاب کوفہ اور بصرہ کے درمیان بنی تمیم کے ایک چشمے کا نام ہے (سمط الآلی شرح ذیل : ۶۳ ذیل الآمالی : ۱۳۱ اور قصیدے کے لیے ذیل الامالی : ۱۳۳ - ۱۳۵)

Marfat.com

جب انھوں نے میری زبان کو تسمے سے باندھ دیا تو میں نے کہا :
اے قوم تیم میری زبان کھول دو

أَمَعْشَرَ تَيْمٍ قَدْ مَلَكْتُمْ فَأَسْجِحُوا
فَإِنَّ أَخَاكُمْ لَمْ يَكُنْ مِنْ بَوَائِيَا

اے قوم تیم تم نے مجھ پر قابو پا لیا ہے لہٰذا تمھیں میرے حق میں نرمی برتنا چاہیے کیونکہ تمھاری قوم کا آدمی (جسے میں نے قتل کیا ہے) میرا ہم پلّہ نہ تھا

فَإِنْ[1] تَقْتُلُونِي تَقْتُلُوا بِيَ سَيِّدًا
وَإِنْ تُطْلِقُونِي تَحْرُبُونِي بِمَالِيَا

لہٰذا اگر تم مجھے قتل کر دو گے تو ایک سردار کو قتل کرو گے اور اگر چھوڑ دو گے تو مجھے اور میرے مال کو لوٹ لو گے

نِسْعَة : [نون کے نیچے کسرہ] - بنا ہوا تسمہ ، اور أسجحوا [پہلے جیم پھر حاء مہملہ] - بمعنی نرمی برتو اور سہولت دو - البواء : برابر یعنی تمھاری قوم کا آدمی میرا ہم پلّہ نہ تھا کہ میں اس کے برابر ہو جاؤں - اور تَحْرُبُونِي : تم میرا مال لوٹ لو گے اور مجھ پر غالب آ جاؤ گے -

اس طریق عمل کے ضمن میں ہمارے بیان کے مطابق ایک گروہ نے اس شعر کی تشریح میں کہا ہے : انھوں نے درحقیقت اس کی زبان کو ایک تسمے سے باندھ دیا تھا۔ الجاحظ[2] نے البیان والتبیین میں اور اصفہانی[3]

---

۱ - یہ شعر امالی میں تحریر نہیں المفضلیات میں ہے -
۲ - ملاحظہ ہو البیان والتبیین : ۳ : ۴۵ اور اشعار کے لیے ۲ : ۲۶۷ - ۲۶۸
۳ - ملاحظہ ہو اغانی : ۱۶ : ۲۶۰ اور قصیدے کے لیے : ۱۶ : ۲۵۹ - اور عبد یغوث کے حالات کے لیے : ۱۶ : ۲۵۴ - ۲۶۴

Marfat.com

نے اغانی میں اسی خیال کا اظہار کیا ہے اور ابن الانباری نے بھی اسی طرح ذکر کیا ہے کہ انھوں نے اس ڈر سے کہ کہیں وہ ان کی ہجو نہ کہہ ڈالے اس کی زبان کو تسمے سے باندھ دیا تھا ۔ اس سے پہلے وہ اسے شعر کہتے ہوئے سن چکے تھے ۔ لہٰذا اس نے اَطْلِقُوا عن لسانی (میری زبان کو کھول دو) کہا تاکہ میں اپنے ساتھیوں کی مذمت کروں اور اپنا نوحہ کروں ۔ اس کے جواب میں انھوں نے کہا : تو شاعر ہے اور ہمیں خطرہ ہے کہ کہیں تو ہماری ہجو نہ کہہ ڈالے ۔ اس نے وعدہ کیا کہ وہ ان کی ہجو نہ کہے گا اس پر انھوں نے اس کی زبان کھول دی ۔

جاحظ کہتا ہے : عرب ہجو سے اتنا اس لیے ڈرتے تھے کہ مبادا ان کا ذکر آنے والی نسلوں میں باقی رہ جائے اور مبادا اس کی وجہ سے زندوں اور مردوں کو برا نہ کہا جائے ۔ اس لیے جب وہ کسی شاعر کو گرفتار کرتے تو اس سے پختہ وعدہ لیتے (کہ وہ ہجو نہ کہے) بعض اوقات تسمے سے اس کی زبان باندھ دیتے جس طرح کلاب کی جنگ میں تیم نے عبد یغوث بن وقاص الحارثی کو قید کرنے کے بعد اس کی زبان باندھ دی تھی ۔

[۳ : ۱۸] زبان کو باندھنے کی تشریح میں ایک اور قول بھی ہے اور وہ یہ ہے : یہ تو مثال کے طور پر کہا گیا ہے (درحقیقت زبان نہیں باندھی گئی تھی) شعرا کے ابیات کے شارحین اور قالی نے امالی میں اسی خیال کا اظہار کیا ہے ، ابن الانباری نے بھی شرح المفضلیات میں یہی قول بیان کیا ہے اور کہا ہے : چونکہ زبان تسمے سے باندھی نہیں جا سکتی لہٰذا شاعر کی مراد صرف یہ ہے کہ مجھ سے اچھا سلوک کرو تاکہ میری زبان پر تمھارا شکر جاری ہو ۔ جب تک تم ایسا نہیں کرتے میری زبان بندھی ہوئی ہے ، لہٰذا میں تمھاری مدح کہنے پر قادر نہیں ہوں ۔ اصل بات وہی ہے جس کا پہلے ذکر کیا جا چکا ہے کیونکہ وہی حقیقت ہے ۔

Marfat.com

ان کے یہاں ایک رسم سینے کو خون سے رنگنا بھی تھی

عہد جاہلیت میں عرب بالعموم شکار کے گوشت پر زندگی گزارتے تھے اور جن باتوں کو دوسرے لوگ مشکل خیال کرتے ان کو ان کے گھوڑے اپنی عمدگی اور اصالت کی وجہ سے آسان کر دیتے اور ان کے مقاصد کے حاصل کرنے میں ان کی مدد کیا کرتے تھے - یہی وجہ تھی کہ وہ گھوڑوں کو اپنا عزیز ترین مال خیال کیا کرتے تھے - ان کے ہاں گھوڑوں کی اسی طرح دیکھ بھال کی جاتی تھی جس طرح اولاد کی - جو گھوڑا سب سے آگے نکل جاتا اس کے لیے فخریہ طور پر جھنڈیاں بلند کی جاتی تھیں اور اس پر تفاخر کے خاص نشانات لگا دیے جاتے تھے - یہی وجہ ہے کہ ان کے ہاں یہ عادت اور رسم چلی آتی تھی کہ جب وہ اپنے گھوڑوں کو شکار کی سمت بڑھاتے اور اس پر جھپٹنے کے لیے اکساتے تو جو گھوڑا سب سے پہلے شکار کے پاس پہنچ جاتا اس کے سینے کو پکڑے جانے والے شکار کے خون سے رنگ دیتے - اس علامت سے یہ اعلان مقصود ہوتا کہ غارت کے وقت کوئی گھوڑا اس تک نہیں پہنچ سکتا - نیز یہ کہ یہ مقصود تک سب سے پہلے پہنچنے والا ہے - ظہور اسلام کے بعد یہ عادت ختم ہو گئی - آج کل کے بادیہ نشین اس رسم سے واقف نہیں ہیں - البتہ حجاز کے بدویوں کے یہاں اس سے ملتی جلتی ایک رسم پائی جاتی ہے اور وہ رسم یہ ہے کہ جب ان کے یہاں کوئی قابل قدر انسان بطور مہمان آتا ہے تو وہ اس کے لیے کوئی جانور یا اونٹ ذبح کر دیتے ہیں اور جب وہ وہاں سے روانہ ہونے یا کوچ کرنے لگتا ہے تو جو جانور انھوں نے اس کے لیے ذبح کیے ہوتے ان کے خون سے اس کے اونٹ کی کوہان کی دونوں جانب مثلث کی شکل میں رنگ لگا دیتے ہیں تاکہ لوگوں کو پتا چل جائے کہ وہ عرب قبائل میں مہتم بالشان انسان ہے اور ان بزرگ اور ذی عزت لوگوں میں سے ہے جو عزت کے مستحق ہیں -

Marfat.com

ان کے یہاں ایک رسم تعقیہ بھی تھی

ابو العباس ثعلب کہتا ہے : [1] تعقیہ : معذرت کے تیر کو کہتے ہیں [2] ابن الاعرابی کہتا ہے : اس کی اصل یہ ہے کہ جب ایک شخص اپنے قبیلے کے کسی شخص کو قتل کر دے اور قاتل سے اس کے خون کا مطالبہ کیا جائے تو ان کے سرداروں کی ایک جماعت مقتول کے رشتہ داروں کے پاس کامل خون بہا لے کر حاضر ہوتی ہے اور ان سے معافی کی درخواست کرتی ہے اور خون بہا قبول کرنے کو کہتی ہے - اب اگر مقتول کے رشتہ دار طاقتور ہوتے تو معاف کرنے اور خونبہا قبول کرنے سے انکار کر دیتے اور اگر طاقتور نہ ہوتے تو کہتے : ہمارے اور ہمارے پیدا کرنے والے کے درمیان امر و نہی کی ایک علامت ہے - یہ سن کر دوسرا فریق کہتا : وہ علامت کیا ہے ؟ وہ جواب دیتے کہ ہم ایک تیر لے کر آسمان کی طرف چھوڑیں گے اگر یہ تیر خون آلود واپس آئے تو یہ اس بات کی علامت ہوگی کہ ہمیں خونبہا قبول کرنے سے منع کیا گیا ہے اور اگر ویسا ہی لوٹ آئے جیسا کہ اوپر کو جاتے وقت تھا تو یہ اس بات کی علامت ہوگی کہ ہمیں خونبہا قبول کر لینے کا حکم دیا گیا ہے - تب وہ اپنی داڑھیوں پر ہاتھ پھیر کر خونبہا قبول کر لینے پر صلح کر لیتے - داڑھی پر ہاتھ پھیرنا صلح کی علامت ہوتی تھی - [3] الاسعر الجُعفی کہتا ہے :

---

۱ - لسان العرب میں ہے : العقیقہ : سہم الاعتذار -

۲ - لسان العرب میں ہے : قالت الاعراب -

۳ - بلوغ الارب میں الاشعر [شین معجمہ کے ساتھ] درج ہے مگر درست الاسعر [سین مہملہ کے ساتھ] ہے ملاحظہ ہو سمط اللآلی : ۹۴ مع حاشیہ از میمن - اس کا نام مرثد بن حُمران الجُعفی تھا اور کنیت ابو حُمران - جاہلی شاعر ہے - اسے اسعر اس کے اس شعر کی وجہ سے کہا گیا :

فَلا یَدَّعُنِی قَوْمِی لِسَعْدِ بْنِ مَالِکٍ
لَئِنْ أَنَا لَمْ أَسْعَرْ عَلَیْهِمْ وَ أُثْقِبِ

اعقّوا بِسهمٍ ثُمّ قالوا : سالِموا
يالیتَنِی فی القومِ اِذ مَسَحُوا اللحٰی

---

۱ - عقّوابسهم - البیت - آلوسی نے یہ بیان بغدادی کے خزانۃ الادب سے لیا ہے مگر کہیں اس کا اعتراف نہیں - لٰہذا جو غلطی وہاں پائی جاتی ہے وہ اسی طرح آلوسی کی تحریر میں بھی موجود ہے - ابو عبید البکری (سمط اللآلی : ۵٦۴) یہ شعر اسی طرح لکھنے کے بعد کہتا ہے :

ھکذا انشده وقد تقدّم انشاد ابی علی له :

مَسَحُوا لِحاھُمْ ثُمّ قالُوا : سالموا الخ

ابو عبید البکری (سمط اللآلی : ۳۵۰) اور ابو علی القالی (امالی : ۱ : ۱۸۱) نے اسعر کا یہ شعر یوں نقل کیا ہے :

مَسَحُوا لِحاھُمْ ثُمّ قالوا : سالِموا
یالَیتَنِی فی القومِ اِذ مَسَحُوا اللحٰی

اس قصیدے کے دیگر اشعار کے لیے ملاحظہ ہو سمط اللآلی : ۳۴۹ ، ۳۵۰ ، ٦٦۰ اور تعقیبہ کی تشریح کے لیے سمط اللآلی : ۵٦۳ اور التنبیہ : ۸۰ - اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ عقّوابِسہم کے الفاظ اسعر کے شعر میں کیسے گھس گئے - یاد رہے کہ ابو علی قالی (امالی : ۱ : ۲۴۵ ، ۲ : ۱۹۰) اور البکری (التنبیہ : ۸۰) نے المتنخل الھذلی کے اس شعر کی تشریح کرنا چاہی ہے :

عقّوا بِسَھمٍ فلَمْ یَشعُر بِہ أحَدٌ
ثُمّ اسْتفاؤوا وقالُوا حبّذا الوَضَحُ

بکری نے المتنخل کے اور اشعار بھی دیے ہیں لٰہذا معلوم ہوتا ہے کہ راویوں کی غلطی سے یہ الفاظ اسعر کے شعر میں چلے گئے - ابو علی (امالی : ۱ : ۱۸۱) نے اسعر کے شعر کی یوں تشریح کی ہے یقول انھم اجتمعوا للمصلح عند الطمأنینة لمّا اخذوا الدیة رضُوابھا فمسحوا لِحاھم ثم قال بعضھم لبعض : سالموا ، و ذلک ان الرجل لا یمسح لحیته الا عند الرضا ، فقال : یالیتنی کنت فیھم حتی لا ارضی بما یصنعون - بکری (سمط اللآلی : ۳۵۰) کہتے ہیں و قال ابو عُمَر [ھو الزاھد المطرّز غلام ثعلب] : سألنا ثعلبا عن ھذا البیت فقلنا : ما کان یصنع فیھم ؟ قال : یَحلِقُ لِحاھم مجازاۃ لھم علی الموادعة -

Marfat.com

انھوں نے آسمان کی طرف تیر پھینکا اور پھر کہا : صلح کر لو اے کاش جب انھوں نے داڑھیوں پر ہاتھ پھیرے تھے تو میں ان میں موجود ہوتا

ابن الاعرابی کہتا ہے : یہ تیر کبھی بھی (خون آلود ہو کر نہیں لوٹا) بلکہ صاف ہی لوٹا ہے ان کا مقصد تو جاہلوں کے سامنے محض عذر پیش کرنا ہوتا تھا۔

اور ہذلی کے وہ اشعار (بھی) جنھیں نوادر القالی کی شرح میں ابو عبید البکری نے پیش کیا ہے (اسی قسم کے ہیں) :

لا یُنْسِئُ اللّٰهُ مِنّا مَعْشَرًا شَهِدُوا
یَوْمَ الأُمَيْلِحِ لَا عَاشُوْا وَلَا مَرِحُوْا

خدا ہم میں سے ان لوگوں کو (دنیا میں رہنے کی) مہلت نہ دے جو اُمایح کی جنگ میں موجود تھے نہ وہ زندہ رہے اور نہ انھوں نے کسی کو زخمی کیا

عَقُّوْا بِسَهْمٍ فَلَمْ يَشْعُرْ بِهِ أَحَدٌ
ثُمَّ اسْتَفَاءُوْا وَ قَالُوا حَبَّذَا الوَضَحُ

انھوں نے آسمان کی طرف تیر پھینکا اور کسی کو اس کا پتا بھی نہ چلا ۔ پھر لوٹ کر انھوں نے کہا : اونٹ اور بھیڑ بکریاں (جو ہم خونبہا کے طور پر لیں گے) کیا ہی اچھی چیز ہے

---

۱ - التنبیہ (۸۱) اور سمط اللآلی (۱۳۰ ، ۵۶۳) میں یہ شعر یوں دیا ہے :

لا يُنسئ اللّٰهُ مِنّا مَعْشَرًا شَهِدُوا
يَوْمَ الأُمَيْلِحِ لا غَابُوا ولا جَرَحُوا

البکری (التنبیہ : ۸۱) نے یوں تشریح کی ہے : لاینسئ اللہ ای لا یؤخر اللہ موتھم ۔ استفاءوا : رجعوا عما کانوا علیہ ، وقالوا حبذا الوضح ای حبذا الابل و الغنم نأخذ ھا فی الدیۃ و یعنی بالوضح : اللبن لبیاضہ ۔

Marfat.com

البکری کہتا ہے : یہ اشعار ان اشعار میں سے ہیں جن میں ہُذَلی اپنی قوم کے کچھ لوگوں کی ہجو کر رہا ہے یہ لوگ متنخل ہُذَلی کے [1] بیٹے حجاج کے ساتھ اس دن تھے جس دن وہ قتل ہوا -

اور اس کا لاینسئی اللہ کہنا : یعنی خدا انھیں مار ڈالنے میں دیر نہ کرے - یہ اِنْسَاء سے ہے جس کے معنی تاخیر کرنے کے ہیں - اور عَقَّوا قاف پر پیش بھی اور زبر بھی - اس کا استعمال دونوں بابوں میں ہوتا ہے - جب آسمان کی طرف کوئی شخص تیر چلائے تو عَقَّ بِالسَّھم بولتے ہیں اور وہ تیر عَقِیْقَة کہلاتا ہے - [دو قافوں کے ساتھ] اسے سَھْمُ الاَعْتذار بھی کہا جاتا ہے - لٰہذا عَقُّوا کے قاف پر ضمہ ہوگی اور عَقَّی بِسَھْمِہٖ تعقیة اس وقت بولتے ہیں جب کوئی شخص ہوا میں تیر چلائے اس وقت عَقَّوا کے قاف پر فتحہ پڑھیں گے -

جو شخص خونبہا لے لیتا اور خون کا بدلہ لینے اور غصے کی بھڑاس نکالنے کے بجائے خونبہا پر راضی ہو جاتا عرب اس کی عیب جوئی کرتے تھے جیسا کہ ایک شاعر اس شخص کی ہجو کرتے ہوئے کہتا ہے جس نے اونٹوں کو خونبہا کے طور پر قبول کر لیا تھا :

وَاِنَّ الَّذِیْ اَصْبَحْتُمْ تَحْلُبُوْنَهٗ
دَمٌ غَیْرَ اَنَّ اللَّوْنَ لَیْسَ بِاَشْقَرَا

---

۱ - بلوغ الارب میں کانوا مع ابیہ حُجَاجاً ہے اور یہ سراسر غلط ہے - اسے کانوا مع ابنہٖ حَجَّاجٍ پڑھیں جیسا کہ سمط اللاآلی (۵۶۳) میں ہے - آلوسی البکری کا حوالہ دے کر یوں ظاہر کر رہا ہے جیسا کہ اس نے خود سمط اللاآلی دیکھی ہے حالانکہ وہ یہ عبارت دراصل خزانة الادب سے لے رہا ہے - چونکہ آلوسی نے بیشتر مواد خزانة الادب سے لیا ہے لٰہذا جو اغلاط وہاں پائی جاتی ہیں وہ بعینہٖ بلوغ الارب میں بھی موجود ہیں - اس کی کئی ایک مثالیں پہلے بھی گزر چکی ہیں -

Marfat.com

جو دودھ تم دوہ رہے ہو (یہ درحقیقت دودھ نہیں ہے بلکہ) خون ہے البتہ اس کا رنگ (خون کی طرح) سرخ نہیں ہے

[۳ : ۲۰] جریر اس شخص کو طعنہ دیتے ہوئے کہتا ہے جس نے خونبہا لے کر اس سے نخلستان خریدا تھا۔

۱ أَلَا أَبْلِغْ بَنِي حَجَرِ بْنِ وَهْبٍ
بِأَنَّ التَّمْرَ حُلْوٌ فِي الشِّتَاءِ

بنی حجر بن وهب کو میرا پیغام پہنچا دو کہ کھجور موسم سرما میں میٹھی ہوتی ہے

ایک[۲] اور کہتا ہے :

خَلِيلَانِ مُخْتَلِفٌ شَكْلُنَا
أُرِيدُ العَلَاءَ وَيَبْغِي[۳] السِّمَنْ

---

۱ - اغانی میں اس کے بعد یہ شعر نقل ہے :

فَعُودُوا لِلنَّخِيلِ فَأَبِّرُوهَا
وَعِيشُوا بِالْمُشَقَّرِ فَالصَّفَاءِ

سمط اللآلی (۷۵۵) میں اسی قسم کا ایک شعر کسی اور کا بھی درج ہے۔ مگر وہاں پہلا مصرع یوں ہے : وَأَوْصَى خَالِدٌ قِدْماً بَنِيهِ اور اس کے بعد دوسرے مصرع کی یوں تشریح کی ہے : وقال عدی : إِنْ تعيشتم في تلقيح النخل و إصلاحه و سقيه اكتموه فى الشتاء - مگر یہ تشریح ہمارے مبحث سے مطابقت نہیں کھاتی - لہذا یہ شعر کسی اور غرض کے لیے کسی نے کہا ہے - جریر کا دوسرا شعر جو اغانی میں ہے زیر بحث موضوع کی تائید کرتا ہے -

۲ - العقد الفرید (۳ : ۳۰۸) میں ان اشعار کو الاسعر بن ابی حُمران کی طرف منسوب کیا ہے مگر وہاں الاشعر چھپا ہے اور وہ غلط ہے -

۳ - بلوغ الارب میں تبغی ہے - تصحیح العقد الفرید سے کی گئی ہے - العقد الفرید میں دونوں شعر یوں ہیں :

أُرِيدُ دُعَاءَ بَنِي مَازِنٍ
وَرَاقَ المُعَلَّى بَيَاضُ اللَّبَنْ
خَلِيلَانِ مُخْتَلِفٌ بَيْنَنَا
أُرِيدُ العَلَاءَ وَيَبْغِي السِّمَنْ

Marfat.com

ہم دو دوست ہیں اور دونوں کی صورت مختلف ہے میں بلندی چاہتا ہوں اور وہ موٹاپا

اُرِیْــدُ دِمَــاءَ بنی مَالِکٍ
وَ رَأیُ المُعَلّٰی بَیَاضُ[۱] اللَّبَنْ

میں بنی مالک کا خون چاہتا ہوں اور مُعلّٰی کی رائے یہ ہے کہ ہم اونٹ لے لیں

یہی وجہ ہے کہ جب مقتول کے ولی طاقتور ہوتے تو خونبہا قبول کرنے سے انکار کر دیتے ۔ بات تو اسی طرح ہے اگرچہ شریعت نے اسے باطل قرار دیا ہے اور شریعت نے ایسی بات پیش کی ہے جو اس سے بہتر ہے اور دنیا اور عُقبیٰ دونوں کے لیے زیادہ مناسب ہے یعنی یہ کہ شریعت نے ولی کو اختیار دیا ہے کہ اگر وہ چاہیں تو خون کے بدلے خون لے کر دل ٹھنڈا کر لیں یا وہ خونبہا قبول کر لیں ، بہر حال یہ ظاہر کرنا مقصود ہے کہ عرب مال کے بدلے مال قبول کر لینے کو کمزوری و عجز پر محمول نہ کرتے تھے ، ہاں جو خون کے بدلے مال قبول کر لیتا اسے کمزور جانتے تھے ۔

ان کے یہاں ایک رسم یہ بھی تھی کہ جب بادشاہ بیمار ہو جاتا تو اسے گردن پر اٹھا لیتے تھے

ابو عبیدہ کہتا ہے : جب عربوں کا کوئی بادشاہ بیمار ہو جاتا تو لوگ اسے باری باری اپنے کندھوں پر اٹھاتے کیونکہ ان کے نزدیک یہ بات بادشاہ کے لیے بمقابلہ زمین پر چلنے کے زیادہ آرام دہ ہوتی تھی ۔

نابغہ ذبیانی کہتا ہے :

---

۱ ۔ لفظی ترجمہ : دودھ کی سفیدی ۔ مراد اونٹ ہیں جن کا دودھ وہ دوہیں گے ۔

Marfat.com

أَلَمْ أُقْسِمْ عَلَيْكَ لَتُخْبِرَنِّي
أَمَحْمُولٌ عَلَى النَّعْشِ الهُمَامُ ؟

کیا میں نے تمھیں قسم دے کر نہیں کہا تھا کہ مجھے ضرور بتا آیا بادشاہ کو چارپائی پر رکھ کر اٹھایا جاتا ہے ؟

فَإِنِّي لَا أَلُومُكَ فِي دُخُولٍ
وَلَكِنْ مَا وَرَاءَكِ[1] يَا عِصَامُ ؟

تو اگر مجھے اندر نہ جانے دے تو میں تیری ملامت نہیں کرتا ، میں تو تجھ سے یہ پوچھتا ہوں کہ اے عصام خبر کیا ہے ؟

فَإِنْ يَهْلِكْ أَبُو قَابُوسَ[2] يَهْلِكْ
رَبِيعُ النَّاسِ وَالشَّهْرُ الحَرَامُ

[۳ : ۲۱] کیونکہ اگر ابو قابوس مر گیا تو لوگوں کا موسم بہار اور (پناہ گزینوں کا) ماہ حرام مر گیا

---

۱ - ماوراءک یا عصام : یہ ایک ضرب المثل ہے جو کسی خبر کے دریافت کرنے کے لیے بولی جاتی ہے - کہا جاتا ہے کہ یہ مثل سب سے پہلے کندہ کے بادشاہ الحرث بن عمرو نے کہی کیونکہ جب اس نے عوف بن محلم کی بیٹی کی خوبصورتی کے متعلق سنا تو اس نے عصام نامی عورت کو تحقیق کرنے کے لیے بھیجا - وہ تحقیق کرنے کے بعد الحرث کے پاس آئی - جب الحرث نے اسے آتے ہوئے دیکھا تو کہا : ماوَرَاءَکِ یا عصام' - اس صورت میں کاف کے نیچے زیر ہوگی - بعض کہتے ہیں کہ عصام مرد کا نام ہے اور وہ عصام بن شَہْبَرْ بن الحارث نعمان کا حاجب تھا جیسا کہ یہاں نابغہ نے کہا ہے - ابو عبید البکری (التنبیہ : ۲۱) نے فی دخول کی تشریح فی ترک دخول کی ہے اور اس کی دیگر مثالیں بھی دی ہیں -

۲ - ابو قابوس نعمان بن منذر کی کنیت ہے اور قابوس ، کاؤوس کا معرب ہے لٰہذا عجمہ اور علمیت کی وجہ سے غیر منصرف ہے -

Marfat.com

وَنَاْخُذُ بَعْدَهُ بِذِنَابِ عَيْشٍ
أَجَبِّ الظَّهْرِ لَيْسَ لَهُ سَنَامٌ

اس کے مر جانے کے بعد ہم ایسی حقیر زندگی گزاریں گے (جو اُس اونٹنی کی مثل ہوگی) جس کی پیٹھ کٹی ہوئی ہوگی اور اس کی کوئی کوہان نہ ہوگی

ان اشعار کا قصہ یہ ہے کہ نابغہ کی حیرہ میں عربوں کے بادشاہ نعمان کے یہاں بڑی قدر و منزلت تھی - وہ نعمان کے خواص اور اس کے ندیموں اور انیسوں میں سے تھا - لوگوں نے یہ قدر و منزلت دیکھ کر اس سے حسد کرنا شروع کر دیا - لہٰذا لوگوں نے نابغہ پر کسی بات کی تہمت لگائی جس سے نعمان ناراض ہو گیا اور سزا دینا چاہی - عصام بن شَہْبَرْ الجرمی نامی ایک شخص نعمان کا دربان تھا اس نے نابغہ کو بتا دیا کہ نعمان تمھیں دکھ پہنچانے والا ہے لہٰذا تو یہاں سے چلا جا - چنانچہ نابغہ بھاگ کر شام کے بادشاہ کے پاس چلا آیا - یہ بادشاہ غسّانی خاندان میں سے تھا - نابغہ اب غسّانیوں کی تعریف کرنے لگا اور نعمان کو ترک کر دیا - نعمان کو یہ بات بہت ناگوار گزری - اسے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ جو خبر نابغہ کے متعلق اسے ملی تھی جھوٹی تھی - لہٰذا نعمان نے نابغہ کو پیغام بھیجا کہ اگر تجھے ہماری خفگی کی خبر ملی تھی تو تُو نے اس کا عذر کیوں نہیں پیش کیا مگر جو برتاؤ ہم پہلے تجھ سے کیا کرتے تھے اب وہ بات نہیں رہی - تیرے لیے تیری اپنی قوم میں جائے حفاظت اور پناہ گاہ موجود تھی مگر تو اسے چھوڑ کر ان لوگوں کے پاس چلا گیا ہے جنھوں نے میرے دادا کو قتل کیا تھا - میرے اور ان کے درمیان

---

۱ - یہ شعر نحوی شواہد میں سے ہے - نَاْخُذُ کی ذال پر تینوں حرکتیں پڑھی جا سکتی ہیں - ذناب : وہ دھاگہ جس سے اونٹ کی دم کو باندھ دیا جاتا ہے تاکہ اونٹ دم ہلا کر سوار کو گندگی سے آلودہ نہ کر دے اور ہر چیز کے پچھلے حصے کو بھی ذناب کہتے ہیں اور اَجَبّ بمعنی مقطوع (کٹا ہوا) ہے -

Marfat.com

[۳ : ۲۲] جو عداوت ہے اس کا تجھے علم ہے ، ظاہر ہے کہ نعمان ، اس کے باپ اور دادا نے نابغہ کی بڑی عزت کی تھی ، اسے شرف بخشا تھا اور اسے بہت سا مال و زر عطا کیا تھا - پھر نابغہ کو خبر ملی کہ نعمان سخت بیمار ہے یہاں تک کہ اسے (اس کی زندگی کے بارے میں) خدشہ پیدا ہو گیا ہے - چنانچہ نابغہ نے نعمان کا رخ کیا - آیا تو دیکھا کہ نعمان کو دو آدمی اٹھائے ہوئے ہیں اور اسے غمر اور ان محلوں کے درمیان پھرا رہے ہیں جو حیرہ کے درمیان تھے - نابغہ نے نعمان کے دربان عصام سے کہا :

ألم أقسم علیک لتخبرنّی

ابیات مذکورہ

اس کے بعد اللہ نے نعمان پر کرم کیا اور نعمان نے نابغہ کی خطا معاف کر دی -

حسان بن ثابتؓ فرماتے ہیں : میں نعمان کے یہاں گیا تو وہاں تین باتوں کے ضمن میں مجھے نابغہ کے خلاف حسد کا احساس ہوا - میں نہیں کہہ سکتا کہ ان میں سے کس بات پر مجھے سب سے زیادہ حسد تھا - کیا اس بات پر کہ نعمان نے اس کے دور ہو جانے کے بعد اسے اپنا قُرب عطا کیا ، اسے اپنا ندیم بنایا اور اس کی بات کو غور سے سنا ، یا اس کے شعروں کی عمدگی پر یا بادشاہ کے عصافیر[1] اونٹوں میں سے ان سو اونٹوں پر جو نعمان نے نابغہ کو دیے تھے -

ابو عبیدہ کہتا ہے : کسی نے ابو عمرو سے پوچھا : کیا نابغہ نعمان سے ڈرتا تھا کہ بھاگ جانے کے بعد لوٹ آیا اور نعمان کی مدح کی ، یا کوئی اور وجہ تھی ؟ ابو عمرو نے جواب دیا : نابغہ نے ڈر کی وجہ سے ایسا نہیں کیا اُسے تو اس بات کا کوئی خوف نہ تھا کہ نعمان اس کی طرف فوج روانہ کرے گا - لیکن نابغہ سونے اور چاندی کے جن برتنوں میں

---

۱ - عصافیر : منذر کے ان اونٹوں کو کہتے ہیں جو اصیل تھے - الازہری کہتا ہے : نعمان بن المنذر کے پاس اصیل اونٹ تھے جنھیں " عصافیر النعمان " کہا جاتا تھا -

Marfat.com

کھانا کھایا کرتا تھا وہ سب نعمان ، اس کے باپ اور اس کے دادا کے عطا کردہ برتن تھے ، نابغہ دوسرے برتن استعمال ہی نہ کرتا تھا۔

بادشاہوں اور دیگر لوگوں کا خونبہا ادا کرنے کے معاملے میں عربوں کا طریق عمل

عام عرب ایک جان کا خونبہا ایک سو اونٹ لیا کرتے تھے اور یہی حکم ان کے قبائل میں رائج تھا۔ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ کس نے سب سے پہلے یہ طریقہ رائج کیا۔ چونکہ ان کے یہاں بادشاہ بہت سے امور میں ممتاز تھے اس لیے انھوں نے بادشاہ کے قتل کی صورت میں ایک ہزار اونٹ خونبہا مقرر کیا۔ قراد[1] بن حنش الصاردی کہتا ہے :

[۳ : ۲۳] وَنَحْنُ رَهَنَّا الْقَوْسَ ثُمَّتَ فُوْدِيَتْ
بِأَلْفٍ عَلَى ظَهْرٍ[2] الْفَزَارِيِّ أَقْرَعَا[3]

ہمیں ہیں جنھوں نے کمان کو رہن رکھنے کے بعد پورے ایک ہزار اونٹ فزاری کے مال میں سے بطور فدیہ دیے تھے

بِعَشْرِ مِئِيْنٍ لِلْمُلُوْكِ سَعَى بِهَا
لِيُوفِيَ سَيَّارُ بْنُ عَمْرٍو فَأَسْرَعَا

---

۱ - قراد بن حنش بن عمرو بن عبداللہ بن عبدالعُزّٰی بن صبیح بن سلامہ۔ بنی صاردہ میں سے تھا۔ تاج العروس میں ہے : بنو صاردہ بنو مرۃ بن عوف بن غطفان کی ایک شاخ ہے اور صاردہ لقب ہے ، اس کا اصل نام سلامہ ہے۔ ابن درید کہتا ہے : یہ صَرَدَالسھم یاصَرِدَ الرجل من البرد سے لیا گیا ہے۔

۲ - ظہر : باربردار جانور یا بہت ساماں۔ دونوں معنی یہاں چسپاں ہو سکتے ہیں۔

۳ - اَلْفٌ اقرع : کامل ایک ہزار جس طرح ھُنَیدہ کا لفظ سو کے لیے بولا جاتا ہے۔

Marfat.com

یعنی دس سو اونٹ جو بادشاہوں کی دیت ہوتی ہے اس کے ایفاء
کے لیے سیار بن عمرو نے کوشش کی اور ایفاء کرنے کی جلدی کی

ابن عبد ربہ[۱] العقد الفرید میں کہتا ہے: سیار بن عمرو بن جابر الفزاری نے اسود بن المنذر کو جس کے بیٹے کو الحرث بن ظالم نے قتل کر دیا تھا خونبہا کے طور پر ایک ہزار اونٹ ادا کرنے کا ذمہ لے لیا تھا۔ حالانکہ ایک ہزار اونٹ بادشاہوں کا خونبہا ہوا کرتا تھا (اور بطور ضمانت) اس نے اپنی کمان گرو رکھ دی تھی اور اس ذمہ داری کو پورا کیا تھا۔ یہ واقعہ حاجب بن زرارہ کی کمان کے واقعہ سے پہلے کا ہے۔

ابو عبیدہ مقاتل الفرسان میں کہتا ہے: سیار کے اخیافی بھائی الحرث بن سفیان الصاردی نے دراصل اسود کو خونبہا ادا کرنے کی ذمہ داری لی تھی۔ اس نے ابھی آٹھ سو اونٹ ادا کیے تھے کہ وہ مر گیا اور صرف باقی دو سو اونٹوں کے لیے سیار نے اپنی کمان گرو رکھی تھی۔ جب قراد بن حنش نے بنی فزارہ کی مدح کی تو اس نے تمام کے تمام خونبہا[۲] کی ذمہ داری سیار کی طرف منسوب کر دی۔

اسی قسم کا ذکر فرزدق نے ایک طویل قصیدے میں کیا ہے:

فِدًى لِسُيُوْفٍ مِنْ تَمِيْمٍ وَفَى بِهَا
رِدَائِى وَجَلَّتْ عَنْ وُجُوْهِ الْأَهَاتِمِ[۳]

بنی تمیم کے تیغ زنوں پر قربان جاؤں جن کے ساتھ میری چادر نے

۱ - ملاحظہ العقد الفرید : ۶ : ۱۳ -

۲ - حمالہ : ستحابۃ کی طرح - وہ خونبہا جس کے ادا کرنے کی ذمہ داری کوئی شخص یا قوم کسی دوسرے شخص یا قوم کی طرف سے لے -

۳ - اہاتم سے مراد : آل اہتم بن سنان بن خالد بن منقر ہے (سمط اللآلی : ۵۹۹ اور التنبیہ : ۸۶)

Marfat.com

وفا کی اور جنھوں نے آل اہتم کے چہروں کو روشن کر دیا

شَفَیْنَ حَزَازَاتِ الصُّدُوْرِ وَ لَمْ تَدَعْ
عَلَیْنَا مَقَالاً فِیْ وَفَاءٍ لِلَائِمٍ

انھوں نے ہمارے سینوں کے غصے کو شفا دی اور کسی ملامت کرنے والے کے لیے وفا کرنے میں ہمارے خلاف کچھ کہنے کا موقع نہیں چھوڑا

أَبَأْنَا بِھِمْ قَتْلَی وَمَا فِیْ دِمَائِھِمْ
وَفَاءٌ وَھُنَّ الشَّافِیَاتُ الْحَوَائِمُ[۱]

ہم نے ان کے بدلے میں کچھ لوگوں کو قتل کیا حالانکہ ان کے خون ان کے برابر نہ تھے اور یہی خون پیاسوں کو شفا دینے والے ہیں

جَزَی اللّٰهُ قَوْمِیْ إِذْ أَرَادَ خَفَارَتِیْ[۲]
قُتَیْبَةُ سَعْیَ الأَفْضَلِیْنَ الأَكَارِمِ

خدا میری قوم کو افضل اور کریم لوگوں کی کوشش کی سی جزا دے (اس لیے کہ) جب قتیبہ نے مجھ سے امان حاصل کرنا چاہی تھی

ھُمُ سَمِعُوْا یوم الْمُحَصَّبِ[۳] مِنْ مِنًی
نِدَائِیْ إِذَا الْتَفَّتْ زُقَاقُ الْمَوَاسِمِ

---

۱ - حرائم : پیاسے اونٹ یہاں مراد ان لوگوں سے ہے جو خون کا بدلہ لینے کے پیاسے ہوں ۔

۲ - لسان العرب میں ہے : الخفارة : الأمان فوالخفارة : الذمّة ۔

۳ - مُحَصَّب : مِنیٰ اور مکے کے درمیان ایک جگہ کا نام ہے مگر یہاں لفظی معنی مراد ہیں - یہ لفظ حصباء سے لیا گیا ہے جس کے معنی کنکری کے ہیں معجم البلدان (۷ : ۳۹۵) میں ہے والمحصب ایضاً موضع رمی الجمار بمنٰی وھذا من رمی الحصباء ۔

Marfat.com

(تو) انھی لوگوں نے میری آواز منٰی کے اس مقام پر سنی جہاں کنکریاں پھینکی جاتی ہیں (اس وقت جبکہ) حج کی اجتماع گاہ کے تنگ مقامات میں سخت بھیڑ تھی

[۳ : ۲۴] فرزدق کی چادر کے قصے کو ابو عبیدہ نے روایت کیا ہے ۔ وہ کہتا ہے : جب وکیع کے واقعے کی خبر آئی تو اس وقت فرزدق مدینے میں تھا ۔ سلیمان بن عبدالملک حج کے لیے گیا ہوا تھا ۔ اسے مکے میں قتیبہ پر وکیع کے حملے کی خبر ملی ۔ سلیمان نے عرفات کی مسجد میں لوگوں کو خطاب کیا اور بنی تمیم کی بے وفائی ، اپنے حاکم پر حملہ کرنے اور فتنہ برپا کرنے کے معاملے میں جلد بازی کا ذکر کیا نیز کہا کہ یہ لوگ فتنہ پرداز ، غدار اور احسان فراموش ہیں ۔ اس پر فرزدق اٹھا اور اس نے اپنی چادر کو پھیلا کر کہا : اے امیرالمؤمنین ! یہ میری چادر گرو ہے اور میں بنی تمیم کی وفاداری کا ذمہ دار ہوں ، جو خبر تجھ تک پہنچی ہے وہ جھوٹی خبر ہے ۔ چنانچہ جب فرزدق کو یہ خبر ملی کہ وکیع نے سلیمان کی بیعت کر لی ہے ، تو اس نے یہ اشعار کہے :

اہاتم سے اس کی مراد الاہتم بن سنان بن خالد بن منقر بن عبید بن الحٰرث بن عمرو بن کعب بن سعد بن زید مناۃ بن تمیم ہے یہاں سے معلوم ہو گیا کہ اہتم سنان بن خالد کا لقب نہیں ہے رہا حوائم تو اس کے معنی ہیں پیاسے جو پانی کے گرد چکر لگائیں ۔

ان کے یہاں ایک رسم یہ بھی تھی کہ جب تک خون کا بدلہ نہ لے لیتے اپنی ذات پر شراب حرام کیے رکھتے

عرب جتنا عرصہ خون کا بدلہ لینے کے درپے رہتے اپنے لیے شراب پینا حرام سمجھتے کیونکہ شراب اعلٰی اخلاق اور شہرت کی طرف متوجہ

Marfat.com

ہونے میں حارج ہوتی تھی۔ شَنْفَرَی[1] اپنے خالو تابط شراً کا مرثیہ کہتے ہوئے اور اس کے خون کا بدلہ لے لینے کا ذکر کرتے ہوئے اپنے ایک قصیدے میں کہتا ہے :

فَادَّرَکْنَا الثَّأرَ مِنْھُمْ وَلَمَّا
یَنْجُ مِلْحَیَّیْنِ اِلاَّ الْاَقَلُّ

ہم نے ان سے خون کا بدلہ لے لیا اور دونوں قبیلوں میں چند آدمیوں کے سوا کوئی نہ بچا

حَلَّتِ الْخَمْرُ وَکَانَتْ حَرَاماً
وَبِلاَیٍ مَا اَلَمَّتْ تَحِلُّ

اب شراب حلال ہو گئی ہے ۔ حالانکہ اس سے پہلے مجھ پر حرام تھی ، یہ ایک مدت کے بعد حلال ہو کر مجھ سے آن ملی ہے

---

۱ - ان ابیات کو شنفری کی طرف منسوب کرنا درست نہیں ہے کیونکہ شنفری تأبط شراً سے پہلے مر گیا تھا اور تأبط شراً نے اس کا مرثیہ کہا تھا ۔ مزید براں تأبط شراً شنفری کا ماموں بھی نہیں ہے ۔ ابو زکریا الخطیب شرح حماسہ (۲ : ۱۶۰ - ۱۶۱) میں کہتا ہے : کہا جاتا ہے کہ یہ اشعار خلف الاحمر کے ہیں اور یہی درست ہے ۔ اور بعض نے کہا ہے کہ ابیات تأبط شراً کے بھانجے کے ہیں - - - جس بات سے ان اشعار کا مولّد ہونا ثابت ہوتا ہے یہ ہے کہ شاعر نے ان اشعار میں سلع کا ذکر کیا ہے اور سلع مدینے میں ہے بھلا کہاں تأبط شراً اور کہاں سلع ۔ تأبط شراً کو ہذیل کے علاقے میں قتل کیا گیا تھا اور اسے رخمان نامی غار میں پھینک دیا گیا تھا ۔ چنانچہ تأبط شراً کی بہن اس کا مرثیہ کہتے ہوئے کہتی ہے :

نِعْمَ الْفَتٰی غَادَرْتُمْ بِرَخْمَانْ
بِثَابِتِ بْنِ جَابِرِ بْنِ سُفْیَانْ
مَنْ یَقْتُلُ الْقِرْنَ وَیَرْوِی النَّدْمَانْ

Marfat.com

کتاب ''مساوی الخمر'' میں ہے - امرؤالقیس نے اپنے باپ کے خون کا بدلہ لینے کے لیے بنی اسد پر چڑھائی کی اور اس نے حمیر اور دیگر قبائل کے ڈاکوؤں اور مفت خوروں کی بہت بڑی تعداد جمع کر لی - بنو اسد اس کے آگے آگے بھاگ نکلے یہاں تک کہ ان کے اونٹ چلتے چلتے چُور اور نڈھال ہو گئے - گھوڑے تھک گئے - امرؤ القیس نے انھیں جا لیا اور ان پر قابو پا کر ان کی بہت بڑی تعداد کو قتل کر ڈالا ، حلمہ بن اسد کو ہلاک کر دیا اور اسد کے دوسرے دو بیٹوں عمرو اور کاہل کے کان اور ناک کاٹ ڈالی - کلبی نے کندہ کے شیوخ سے روایت کرتے ہوئے ذکر کیا ہے کہ امرؤالقیس نے ان کی آنکھوں میں گرم لوہے کی سلائیاں پھروا دیں ، زرہوں کو تپا کر انھیں پہنایا - ابو سعید السکری نے بھی اسی قسم کی باتیں روایت کی ہیں نیز یہ بیان کیا ہے کہ امرؤالقیس نے انھیں پہاڑ پر ذبح کیا اور ان کے خون کے ساتھ پانی ملایا تاآنکہ وہ بہتا ہؤا دامن کوہ تک جا پہنچا اور قبیلہ بنی اسد کی شاخ جذام (کے علاقے) سے چھونے لگا - امرؤالقیس نے بنی اسد پر اسی فتحیابی کے متعلق کہا ہے :

قُولاَ لِدُوْدَانَ عَبِيْدِ[1] العَصَا
مَا غَرَّ[2] كُمْ بِالاَسَدِ البَاسِلِ

---

۱ - اغانی (۹ : ۸۱) میں ہے : امرؤالقیس کا باپ حجر بنی اسدہ میں تھا اور وہ ہر سال ایک مقررہ وقت پر ان سے خراج وصول کیا کرتا تھا - ایک مدت تک وہ ان سے خراج وصول کرتا رہا - ایک بار اس نے خراج وصول کرنے کے لیے اپنا عامل بھیجا تو بنی اسد نے خراج ادا کرنے سے انکار کر دیا - اس وقت حجر تہامہ میں تھا اور بنی اسد نے خراج لینے والے کو بہت بری طرح مارا جب حجر کو اس کا علم ہؤا تو وہ فوج لے کر روانہ ہؤا اور ان کے سرداروں کو پکڑ کر لاٹھی سے مار مار کر مار ڈالا اسی لیے انھیں ''عبیدالعصا'' کہا گیا -

۲ - ماغَرَّكَ بِهِ : كَيْفَ اجترأت عليه - قرآن مجید میں ہے : يَاأَيُّهَا الاِنْسَانُ ما غَرَّكَ بِرَبِّكَ الكَرِيْمِ -

قبیلہ دو دان سے جو لاٹھی کے بندے ہیں کہہ دو کہ تم نے (میرے باپ) بہادر شیر کو قتل کرنے کی کیسے جرأت کی

تاآنکہ وہ کہتا ہے :

لَا تَسْقِنِيْ[1] الْخَمْرَ إِنْ لَمْ يَرَوْا
قَتْلِيْ فِئًا مًا بِأَبِي الْفَضَائِلِ،

جب تک وہ مجھے اپنے صاحب فضیلت باپ کے بدلے میں گروہ در گروہ کو قتل کرتے ہوئے نہیں دیکھ لیتے تو مجھے شراب نہ پلانا

حَتّٰى أُبِيْرَ الْحَيَّ مِنْ مَالِكٍ
قَتْلًا وَمَنْ يَشْرُفُ مِنْ كَاهِلِ،

تاآنکہ میں مالک کے قبیلے کو قتل کر کے تباہ کر دوں اور قبیلے کاہل کے شرفا کو بھی

وَمِنْ بَنِيْ غَنْمِ بن دُوْدَانَ إِذْ
نَقْذِفُ أَعْلَاهُمْ عَلَى السَّافِلِ،

اور غنم بن دودان کے قبیلے کو بھی تباہ کر دوں یوں کہ ہم انہیں پہاڑ کی بلندی سے نیچے پھینک رہے ہوں

نَعْلُوْهُمْ بِالْبِيْضِ مَسْنُوْنَةً
حَتّٰى يُرَوْا كَالْخَشَبِ الشَّائل

ہم انہیں تیز تلواروں سے مار رہے ہوں یہاں تک کہ وہ ایک دوسرے کے اوپر رکھ کر بلند کی ہوئی لکڑیاں معلوم ہونے لگیں

حَلَّتِ الْخَمْرُ وَكُنْتُ امْرَءًا
عَنْ شُرْبِهَا فِيْ شُغْلٍ شَاغِلِ،

اس وقت شراب حلال ہو چکی ہوگی اور میں اس کے پینے سے ایک ضروری کام کے باعث غافل رہ چکا ہوں گا

---

۱ - بلوغ الارب میں لا تسقینی ہے جو غلط ہے -

Marfat.com

فَالْيَوْمَ أَشْرَبُ غَيْرَ مُسْتَحْقِبٍ
إِثْمًا مِنَ اللهِ وَلَا وَاغِلِ

لہذا میں آج شراب پیوں گا اور نہ تو اللہ کا گناہ کرتے ہوئے اور نہ ہی میں شراب پینے والوں کے پاس بن بلائے جاؤں گا

اس کا '' قُولاَ لِدودان'' الخ کہنا دودان - [ضمہ کے ساتھ] - اسد بن خُزیمہ کا بیٹا ہے - امرؤالقیس کی مراد قبیلہ (اسد) سے ہے - امرؤالقیس کا باپ (حُجر) جب اس قبیلے کے کسی آدمی پر ناراض ہوتا تو اسے لاٹھی سے مارتا - لہذا انہیں '' عبیدالعصا '' کہا گیا - یعنی یہ لوگ پٹنے اور ذلیل ہونے کے بعد اطاعت کرتے ہیں - أسد الباسل سے امرؤالقیس کی مراد اپنے باپ حجر سے ہے اور فیئام - [فاء کے نیچے کسرہ اور پھر ہمزہ ممدودہ] : جماعت ، أبیر : میں فنا کر دوں - مالک : اسد کا بیٹا ، اور من یشرف مین کاھل سے امرؤالقیس کی مراد بنی کاھل بن اسد میں سے علباء بن الحارث سے ہے اور اس کا نَقذِفُ کہنا : یعنی جب ان کو قتل کیا جا چکے گا تو ہم ان کو ایک دوسرے کے اوپر پھینک دیں گے - مسنونۃ : تیز ، الشائل : گری ہوئی[1] اور اس کا '' حلت لی الخمرالخ '' کہنا : سعدی مساویٔ الخمر میں کہتا ہے : اس نے یہ بات صرف اس لیے کہی ہے کہ امرؤالقیس اپنے باپ کے قتل کے وقت وہاں موجود نہ تھا - اس کے باپ نے اسے گھر سے نکال دیا تھا - وجہ یہ تھی کہ اس کا باپ یہ پسند نہیں کرتا تھا کہ امرؤالقیس شعر کہے جب الاعور العجلی اس کے باپ کے قتل کی خبر لے کر آیا تو وہ شراب پی رہا تھا - خبر سن کر اس نے کہا : اس نے میرے بچپن کے زمانے میں تو مجھے ضائع کر دیا اور جب میں بڑا ہوا ہوں تو مجھ پر اپنے خون کا

---

۱ - بلوغ الارب میں الساقط ہے مگر یہ درست نہیں ہے - شرح دیوان امرؤالقیس میں ہے (۱۳۸) : الخشب الشائل الذی قدألقی بعضہ علی بعض وارتفع الی فوق - قال الوزیر ابو بکر : یقول لما قتلنا ھم وقع بعضھم علی بعض حتی ارتفعو کا لخشب الملقی بعضہ علی بعض -

Marfat.com

بدلہ لینے کا بوجھ ڈال دیا ہے ، لہذا آج تو شراب پی لیتا ہوں اور پھر کل سے (باپ کے خون کا بدلہ لینے) کی کوشش میں رہوں گا ، آج ہوش میں نہیں رہ سکتا ، کل سے مستی نہ رہے گی ، اس کے بعد اس نے سات پیالے پیے ۔ جب ہوش میں آیا تو قسم کھا لی کہ جب تک باپ کے خون کا بدلہ نہ لے لے گا نہ سر دھوئے گا اور نہ شراب پیے گا ۔ اس کا " حلت لی الخمر " کہنے کا یہی مقصد ہے ۔ عرب اس مفہوم کو عرصے سے ادا کرتے چلے آئے ہیں ۔ اسمٰعیل بن ھبۃ اللہ الموصلی کتاب الاوائل میں کہتا ہے : امرؤالقیس پہلا شخص ہے جس نے اپنے اشعار میں اس مفہوم کو ادا کیا اور اس کا فالیوم اشرب الخ کہنا : [۳ : ۲۷] مُستَحقِب : کمانے والا ، یہ لفظ در اصل استحقب سے لیا گیا ہے جس کے معنی ہیں وَضَعَ فِی الحقیبۃ (حقیبہ میں رکھا یا ڈالا) اور حقیبہ ایک تھیلا ہے جسے سوار کے پیچھے زین کے ساتھ باندھ دیا جاتا ہے اور اثماً مستحقب کا مفعول ہے گویا کہ اس کے خیال کے مطابق نذر پوری کرنے کے بعد شراب کے پینے میں کوئی گناہ نہیں ہے اور واغل : وہ شخص جو بن بلائے شراب پینے والوں کے اندر آ گھسے یہ لفظ وُغُول سے لیا گیا ہے جس کے معنی دخُول کے ہیں اور مفہوم یہ ہے کہ یہ شخص ان شراب پینے والوں میں شامل نہ ہونے کے باوجود ان میں داخل ہو گیا ہے امور کی حقیقت کو اللہ ہی بہتر جانتا ہے ۔

عربوں کے یہاں خلیع اور ملعون شخص کے بارے میں بھی ایک طریق عمل تھا

عہد جاہلیت میں جب کوئی شخص یوں کہتا : یہ میرا بیٹا ہے (مگر) میں اس سے بیزاری کا اعلان کرتا ہوں ۔ تو اس کے بعد باپ کو بیٹے کے جرم اور قصور کی وجہ سے پکڑا نہیں جاتا تھا ۔ فاضل زوزنی امرؤالقیس کے معلقے کی شرح میں اس کے اس شعر پر بحث کرتے ہوئے کہتا ہے :

وَ وَادٍ کَجَوْفِ العَیْرِ قَفْرٍ قَطَعْتُہٗ

بِہٖ الذِّئْبُ یَعْوِی کَالخَلِیْعِ المُعَیَّلِ

Marfat.com

کئی وادیاں جو وادی جوف العیر کی طرح بنجر تھیں میں نے طے کیں
وہاں بھیڑیا بھوک کے مارے عیالدار جوارے کی طرح چیخ
رہا تھا

خلیع : وہ شخص جس کی خباثت کی وجہ سے اس کے گھر والے اس سے بری الذمہ ہو جائیں ۔ ایک عربی حج کے موسم میں اپنے بیٹے کو لے کر آتا اور کہتا : لوگو ! خبردار ہو جاؤ میں اپنے اس بیٹے سے بری الذمہ ہونے کا اعلان کرتا ہوں ۔ اگر اس نے کوئی جرم کیا تو میں ضامن نہ ہوں گا اور اگر کسی نے اس پر ظلم کیا تو میں اس کے بدلے کا مطالبہ نہ کروں گا ۔ لٰہذا باپ کو اس کے جرموں کی وجہ سے پکڑا نہ جاتا تھا ۔ زوزنی کا بیان ختم ہؤا ۔

کتاب فتح الباری میں ہے : خلیع بروزن فَعِیل بمعنی مفعول (مخلوع) ہے ۔ جب کوئی قوم عہد کو منسوخ کرتی تو تَخَالَعَ القَوْمُ بولا جاتا ، جب وہ ایسا کرتے تو پھر ان سے خلیع کے جرم کی وجہ سے مؤاخذہ نہ کیا جاتا گویا جو قسم اس قوم نے اس کے ساتھ اٹھا رکھی تھی اسے اتار پھینکا ۔ انھی معنوں میں جب کسی حاکم کو معزول کر دیا جاتا ہے تو اسے خلیع اور مخلوع کہا جاتا ہے ۔ ابو موسی لَعین کے متعلق کہتا ہے : جسے قوم نے اتار پھینکا ہو یعنی جس کے متعلق انھوں نے یہ فیصلہ دے دیا ہو کہ وہ مفسد ہے لٰہذا وہ اس سے بری الذمہ ہو گئے ہوں ۔ یہ بات عہد جاہلیت میں صرف کسی ہم عہدی کے ساتھ مخصوص نہ تھی بلکہ بعض اوقات یوں بھی ہوتا تھا کہ وہ لوگ اپنے قبیلے کے [۳ : ۲۸] کسی ایک فرد سے جو کسی ایسے جرم کا ارتکاب کرتا جس کے باعث انھیں اس سے بری الذمہ ہونے کا مجبوراً اعلان کرنا پڑتا تو وہ قطع نظر اس سے کہ وہ شخص خالصتاً اس قبیلے کا فرد ہے ایسا اعلان کر دیا کرتے تھے ۔ عہد جاہلیت کے اس حکم کو اسلام نے باطل قرار دیا ۔ بخاری میں ہے : قبیلہ ہذیل نے عہد جاہلیت میں ایک شخص سے بری الذمہ ہونے کا اعلان کر دیا تھا ۔ وہ بطحا میں یمن کے ایک گھرانے

Marfat.com

میں رات کے وقت گیا ۔ ان کے کسی شخص کو اس کا پتا چل گیا تو اس نے اسے تلوار مار کر ہلاک کر دیا ، قبیلہ ہذیل نے آ کر اس یمنی کو پکڑ لیا اور ایام حج میں اس کا مقدمہ حضرت عمرؓ کے پاس لے جا کے کہا : اس شخص نے ہمارے آدمی کو قتل کر دیا ہے ۔ انھوں نے جواب دیا کہ یہ لوگ اس سے بیزاری کا اعلان کر چکے ہیں ۔ حضرت عمر نے فرمایا : قبیلہ ہذیل کے پچاس آدمی حلف اٹھائیں کہ انھوں نے بیزاری کا اعلان نہیں کیا تھا ۔ بخاری کہتا ہے کہ ان کے انچاس آدمیوں نے حلف اٹھا کر یہ کہہ دیا اور ان کا ایک آدمی شام سے آیا اور اسے بھی انھوں نے قسم کھانے کو کہا ۔ اس نے ایک ہزار درہم فدیہ دے کر اپنے آپ کو اس سے چھڑا لیا ۔ لہٰذا انھوں نے اس کی جگہ کسی اور شخص کو شامل کر لیا اور (اس فدیہ ادا کرنے والے) شخص کو مقتول کے بھائی کے سپرد کر دیا اور دونوں کے ہاتھوں کو ملا کر رسی سے باندھ دیا گیا ۔ بخاری کہتا ہے : وہ بیان کرتے ہیں کہ ہم اور حلف اٹھانے والے پچاس آدمی روانہ ہوئے ۔ جب نخلہ کے مقام پر پہنچے تو بارش آ گئی اور وہ پہاڑ کی ایک غار میں گھس گئے اور ان پچاس قسم اٹھانے والے آدمیوں پر غار گر پڑی وہ سب کے سب مر گئے اور وہ دو شخص جو رسی سے بندھے ہوئے تھے بچ گئے ان کے پیچھے ایک پتھر آیا جس نے مقتول کے بھائی کی ٹانگ توڑ ڈالی اور وہ بھی ایک سال تک زندہ رہنے کے بعد مر گیا ۔ قصے کا ماحصل یہ ہے کہ قاتل نے یہ دعوی کیا تھا کہ مقتول ڈاکو ہے اور اس کی قوم اس کی بیزاری کا اعلان کر چکی ہے ۔ مگر اس قوم نے اسے تسلیم کرنے سے انکار کر دیا اور انھوں نے جھوٹی قسم کھائی لہٰذا اس قسامہ کی خلاف ورزی کی وجہ سے اللہ نے انھیں ہلاک کر دیا اور صرف مظلوم بچ سکا اور ہذیل ایک مشہور قبیلہ ہے ان کی نسبت ہذیل بن مدرکہ بن الیاس بن مضر کی طرف ہے ۔

خلیع کو مرد لعین بھی کہا جاتا ہے

ابو عبید البکری[۱] شرح امالی میں کہتا ہے : جاہلیت میں جب کوئی شخص بد عہدی اور پیمان شکنی کرتا تو اس کا مٹی کا بت[۲] بنا کر نصب کر دیتے[۳] اور کہتے : لوگو ! فلاں شخص نے بد عہدی کی ہے لہذا تم اس پر لعنت کرو جیسا کہ شاعر نے[۴] کہا ہے :

فَلَنَقْتُلَنَّ بِخَالِدٍ سَرَوَاتِكُم[۵]
وَلَنَجْعَلَنَّ لِظَالِمٍ تِمْثَالاً

ہم خالد[۵] کے خون کا بدلہ لینے کے لیے تمہارے سرداروں کو قتل کریں گے اور ہم ظالم[۶] کا بت بنائیں گے

رجل لعین سے یہی بت یا مجسمہ مراد ہے - بعض لوگ کہتے ہیں رجل لعین سے خود وہ شخص مراد ہے جس سے قوم بری الذمہ ہونے کا اعلان کر چکی ہو - شماخ بن ضرار نے عرابہ بن اوس کی مدح میں جو قصیدہ کہا ہے اس میں اہل لغت کا اختلاف ہے کہ الرجل اللعین سے کیا مراد ہے :

---

۱ - ملاحظہ ہو سمط اللآلی : ۶۶۳ - ۶۶۴ مگر یہاں پھر آلوسی دراصل خزانۃ الادب سے نقل کر رہا ہے اور یوں دعویٰ کر رہا ہے کہ اس نے شرح امالی دیکھی ہے - اس کا ثبوت یہ ہے کہ سمط اللآلی میں '' طین و نصب '' درست درج ہے مگر آلوسی طین و نصبہ لکھ رہا ہے اور یہی غلطی خزانۃ الادب (۲ : ۲۲۴) میں ہے -

۲ - بلوغ الارب میں مثال لکھا ہے اسے تمثال پڑھیں جیسا کہ سمط اللآلی میں ہے -

۳ - بلوغ الارب میں نصبہ ؟ ہے - اسے نُصِیب پڑھیں جیسا کہ سمط اللآلی (صفحہ ۶۶۴) میں ہے -

۴ - سمط اللآلی میں شاعر کا نام عبد اللہ بن جعدہ دیا ہے -

۵ - مراد خالد بن جعفر سے ہے -

۶ - ظالم سے الحارث بن ظالم مراد ہے جس نے خالد کو قتل کیا تھا

Marfat.com

وَمَاءٍ قَدْ وَرَدْتُ لِوَصْلِ أَرْوَى
عَلَيْهِ الطَّيْرُ كَالْوَرَقِ اللَّجِيْنِ[1]

میں اپنی محبوبہ اَرْوٰی کے وصل کے لیے کئی ایک چشموں پر آیا جن پر ملے جلے پتوں کے چارے کی طرح پرندوں کے پر[2] پڑے ہوئے تھے

[۳ : ۲۹] ذَعَرْتُ[3] بِهِ الْقَطَا وَ نَفَيْتُ عَنْهُ
مَقَامَ الذِّئْبِ كَالرَّجُلِ اللَّعِيْنِ

میں نے وہاں بھٹ تیتر کو چمکایا اور رجل لعین کی طرح وہاں سے بھیڑیے کو بھگا دیا

چنانچہ اہل لغت کہتے ہیں : ذَعَرْتُ بِهِ القطا کہنے سے اس کی مراد یہ ہے کہ وہ چشمے پر بہت سویرے[4] آیا اور ذعرت کے معنی ہیں : میں نے ڈرایا اور نفیت : میں نے دھکیل دیا ، اس نے قطا اور بھیڑیے کا خاص طور پر اس لیے ذکر کیا ہے کہ قطا سب پرندوں سے زیادہ راہ داں ہے اور بھیڑیا سب درندوں سے ، اور یہی دونوں چشمے پر پہلے آئے ہیں - دیوان شماخ کا شارح کہتا ہے : یعنی میں نے اس چشمے پر بھٹ تیتر کو چمکایا اور بھیڑیے کے قیام کو وہاں سے دور ہٹا دیا - مطلب یہ ہے کہ میں اس پانی پر آیا تو میں نے وہاں بھیڑیے کو پایا تو میں نے اسے وہاں سے ہٹا دیا - اس کی مراد یہ ہے کہ بھیڑیے کے

---

۱ - لجین : چارا جسے ٹوٹے ہوئے پتوں اور آٹے یا جو کو ملا کر بنایا جاتا ہے -

۲ - سمط اللآلی (صفحہ ۶۶۲) میں ہے : قوله عليه الطير : اراد ريش الطير فحذف المضاف و اقام المضاف اليه مُقامه' -

۳ - زمخشری (مفصل مع شرح ابن یعیش : ۳ : ۱۳) : و منه قول الشماخ : و نفيت عنه مقام الذئب ای الذئب یعنی مقام کا لفظ مقحم ہے -

۴ - بلوغ الارب میں متنکراً ہے اسے مبتکراً پڑھیں جیسا کہ سمط اللآلی میں ہے -

Marfat.com

قیام کو راندے ہوئے اور دھتکارے ہوئے آدمی کی طرح دور ہٹا دیا -
بیان ختم ہوا -

لہٰذا اس تشریح کے مطابق[۱] "لعین" کے معنی "راندے ہوئے" کے ہوں گے اور یہ رجل کی صفت ہے - ابن قتیبہ نے ابیات المعانی میں اسی طرح بیان کی ہے - چنانچہ کہتے ہیں : لعین : راندہ ہوا اور یہ وہ شخص ہے جس کے جرائم کی کثرت کی وجہ سے اس کے گھر والے اس سے بری الذمہ ہو جاتے ہیں -

ابیات مفصل کا ایک شارح کہتا ہے : لعین : راندہ ہوا جسے ہر شخص دھتکارتا ہے اور کوئی بھی پناہ نہیں دیتا - مراد یہ ہے کہ یہ بھیڑیا راندہ ہوا ہے جس کے لیے کوئی جائے پناہ نہیں ہے بعینہٖ راندے ہوئے شخص کی طرح مصنف صحاح کہتا ہے : الرجل اللعین : یہ ایک ایسی چیز ہوتی ہے جسے کھیت کے درمیان نصب کر دیا جاتا ہے تاکہ جانور وہاں سے دور رہیں اور پھر یہی شعر پیش کیا ہے - اس شعر کے متعلق شرح امالی میں جو کچھ ابو عبید البکری نے کہا ہے اس کا پہلے ذکر ہو چکا ہے - اس نے عجیب بات کہی ہے کیونکہ اس بیان کے مطابق اس شعر کے معنی واضح نہیں ہوتے -

بہر حال عربوں کے اس طرز سے اس بات کا پتا چلتا ہے کہ عہد جاہلیت میں محاسن اخلاق اور اچھی صفات کی طرف میلان رکھنے میں وہ انتہا کو پہنچ چکے تھے - یہاں تک کہ وہ اس سلسلے میں حد سے تجاوز کر کے اس درجے تک پہنچ گئے تھے کہ ایک شخص کو عاق" قرار دے دیں اور رشتہ داروں اور اولاد کے ان حقوق کی پروا نہ کریں جو ان پر واجب ہوتے ہیں تاکہ وہ انہیں اخلاق ذمیمہ میں سے ہر اس خلق سے

---

۱ - لسان العرب (مادہ لعن) میں ہے : اللعین المطرود - اس کے بعد شماخ کا یہی شعر پیش کرنے کے بعد لکھتے ہیں : اراد مقام الذئب الطرید کا لرجل و یقال : اراد مقام الذی ھو کالر جل اللعین و ھو المنفی ، والرجل اللعین لا یزال منتبذاً عن الناس ، شُبہ الذئب بہ -

Marfat.com

اجتناب کرنے کی ترغیب دلائیں جو انھیں معیوب کر دے اور حقیر و ادنٰی امور کرنے سے اور بڑے بڑے جرم کرنے سے زجر و توبیخ کریں ۔ ان خُلعَاء (مادر و پدر آزاد) لوگوں نے مُروّت اور انصاف کا لباس اتار ڈالا ہوتا تھا اور جور ، ظلم اور کجروی کی چادر پہن رکھی ہوتی تھی ۔ یہی وجہ تھی کہ ان سے یہ برتاؤ کیا جاتا تھا اور ان کے بارے میں موافقت اور صلح کے کسی معاہدہ کی رعایت روا نہ رکھی جاتی تھی اور چونکہ ہر وہ بات جو حد سے تجاوز کر جائے وہ پلٹ کر ایسے مفاسد پیدا کرنے لگتی ہے جو خیر کی ضد ہوتے ہیں لہٰذا شرع نے ہر اس بات سے منع فرما دیا جس سے مفاسد پیدا ہوں اور اللہ کا شکر ہے کہ شریعت نے ایسے مقاصد کا حکم دیا ہے جس سے انسان تعریف کا مستحق ہو جاتا ہے ۔

عربوں کی ایک رسم معاقرت کہلاتی تھی

[۳ : ۳۰] معاقرت یہ ہے کہ دو شخص باہم مقابلہ کرتے ، ہر ایک دوسرے سے جھگڑنے لگتا چنانچہ ان میں سے ایک شخص اپنے اونٹوں میں سے کچھ اونٹ ذبح کر ڈالتا اسی طرح دوسرا شخص بھی اونٹ ذبح کر ڈالتا تھا ۔ جو شخص زیادہ اونٹ ذبح کر ڈالتا وہ دوسرے پر غالب آ جاتا اور اس کے حق میں فیصلہ ہو جاتا ۔

خطابی[1] نے سُنن ابی داؤد کی جو شرح لکھی ہے اس میں اس کے اس قول پر کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بدویوں کی معاقرت اور ان کا گوشت کھانے سے منع فرمایا ہے بحث کرتے ہوئے لکھا ہے "اس کی وجہ یہ ہے کہ کہیں یہ جانور ان جانوروں میں نہ شمار ہوں جنھیں غیر اللہ کے لیے ذبح کیا جاتا ہے" ۔ اس کے بعد خطابی کہتا ہے : یہی حکم لوگوں کی اس رسم کے بارے میں ہے جس میں لوگ بادشاہوں

---

۱ - خطابی : ابو سلیمان احمد بن محمد بن ابراہیم الخطابی المتوفی ۳۸۸ھ سے مراد ہے ۔

Marfat.com

اور حاکموں کی آمد پر ان کے سامنے جانور ذبح کیا کرتے تھے اس جانور کا بھی جسے وہ اس وقت ذبح کیا کرتے جب اللہ کی کسی عنایت کی تجدید ہوتی اور اسی قسم کے دیگر امور۔ خطابی کا بیان ختم ہؤا۔

اسلام کے ابتدائی زمانے میں مشہور شاعر فرزدق کے باپ غالب کی طرف سے معاقرت کا بہت بڑا واقعہ پیش آیا ، اس وقت امام علی کرم اللہ وجہہ کا عہد خلافت تھا۔ جریر اپنے ایک قصیدے میں جس میں اس نے فرزدق کی ہجو کی ہے اپنے اس شعر میں اسی واقعے کی طرف اشارہ کرتا ہے :

تَعُدُّوْنَ عَقْرَ النِّيبِ أَفْضَلَ مَجْدِكُمْ
بَنِيْ ضَوْطَرَى لَوْلَا الْكَمِيَّ الْمُقَنَّعَا

اے نکمے[1] لوگو تم اونٹوں کو ذبح کرنے کو اپنی بہترین بزرگی سمجھتے ہو ہتھیار بند اور خود پہننے والے کے قتل کرنے کو کیوں بزرگی نہیں سمجھتے

یعنی تم ان بوڑھے اونٹوں کے ذبح کرنے کو جن سے نہ کوئی فائدہ حاصل ہو سکتا ہے اور نہ ان سے نسل کی توقع ہو سکتی ہے۔ اپنے لیے بہترین فضیلت سمجھتے ہو۔ تم بہادروں کو قتل کرنے اور ہم پلّہ لوگوں کے ساتھ جنگ کرنے کو کیوں ایسا نہیں جانتے۔ اونٹوں کو ذبح کرنے کا یہ واقعہ تاریخ میں مشہور ہے جس کا ماحصل یہ ہے :

کوفہ والوں کے یہاں قحط پڑا اور بیشتر لوگ نکل کر جنگلوں میں جا رہے تھے۔ فرزدق کا باپ غالب اپنی قوم کا رئیس تھا۔ اس کی قوم سماوہ کے اطراف میں (صَوْأَرْ نامی ایک جگہ پر) اکٹھے ہوئے۔ یہ بنی کاب کا علاقہ تھا اور کوفے سے ایک دن کی مسافت پر واقع تھا۔ غالب نے اپنے گھر والوں کے لیے ایک اونٹنی ذبح کی اور اس سے کھانا تیار کیا اور بنی تمیم کے کچھ لوگوں کو تحفے کے طور پر کھانے کے پیالے بھیجے۔ ایک پیالہ سُحیم کو بھی بھیجا۔ سحیم نے بھی اپنے گھر والوں کے لیے ایک اونٹنی ذبح

---

۱ - نکمے اور ان لوگوں کو جو کسی کام نہ آئیں بنو ضوطری کہا جاتا ہے۔

Marfat.com

کی ۔ دوسرے دن غالب نے اپنے گھر والوں کے لیے دو اونٹنیاں ذبح کیں۔ اسی طرح سُحَیم نے بھی دو اونٹنیاں ذبح کیں ۔ [۳ : ۳۱] تیسرے دن غالب نے تین اونٹیاں ذبح کیں سُحیم نے بھی تین اونٹنیاں ذبح کیں ۔ جب چوتھا دن ہوًا تو غالب نے ایک سو اونٹنی ذبح کی ۔ سُحَیم کے پاس اس قدر جانور نہ تھے لہٰذا اس نے کچھ ذبح نہ کیا ۔ جب قحط کا زمانہ گزر گیا اور لوگ کوفے میں واپس چلے آئے تو بنو ریاح نے سُحَیم سے کہا : تو ہم پر دائمی عار وارد کرنے کے جرم کا مرتکب ہوًا ہے ۔ تو نے غالب جتنے اونٹ کیوں ذبح نہ کیے ؟ ہم تمھیں ہر اونٹنی کے بدلے میں دو اونٹنیاں دے دیتے ۔ اس نے یہ عذر پیش کیا کہ اس وقت اس کے اونٹ وہاں موجود نہ تھے ، پھر اس نے تقریباً تین سو اونٹنیاں ذبح کیں ۔ یہ واقعہ علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی خلافت میں رونما ہوًا ۔ آپ نے لوگوں کو ان اونٹنیوں کے کھانے سے منع کر دیا اور فرمایا : یہ وہ جانور ہیں جنھیں غیر اللہ کے لیے ذبح کیا گیا ہے ۔ ان کے ذبح کرنے سے فخر و مباہات کے سوا کوئی اور شے مقصود نہ تھی لہٰذا ان جانوروں کو کوفے کی گندگی کے ڈھیر پر جمع کر دیا گیا اور کتوں ، عقابوں اور مردار خور جانوروں نے کھایا

قالی نے ذیل[1] امالی میں اس حکایت کو ہمارے بیان سے بھی زیادہ تفصیل سے بیان کیا ہے ۔ اس نے ان اشعار کا بھی ذکر کیا ہے جو اس موقع پر کہے گئے جن میں غالب کی مدح اور سُحَیم کی ہجو کی گئی تھی ۔ واللہ اعلم

عربوں کے یہاں ایک طریقہ یہ بھی تھا کہ ایک طاقتور انسان کسی چراگاہ کو اپنی ذات کے لیے مخصوص کر لیتا تھا

عہد جاہلیت میں عربوں کے یہاں یہ رسم بھی تھی کہ ایک طاقتور انسان علٰحدہ طور پر اپنے لیے چراگاہ مخصوص کر لیتا تھا جس طرح کلیب

---

۱ ۔ ملاحظہ ہو ذیل الامالی : ۵۳ - ۵۵ ۔

Marfat.com

بن وائل کی عادت تھی یوں ، کہ وہ ایک کتے کو اونچی جگہ پر - (نشاز [۳ : ۳۲] کے معنی اونچی جگہ کے ہیں) - لا کر رکھ دیتا اور اسے بھونکاتا - پھر ہر جہت میں جہاں تک اس کتے کی آواز پہنچتی وہ اسے اپنے لیے محفوظ کر لیتا مگر دیگر چراگاہوں میں بدستور لوگوں کے ساتھ برابر کا شریک ہوتا آخر یہی بات اس کے قتل کا سبب بنی - اسی کے متعلق عباس[1] بن مرداس اپنے ایک قصیدے میں کہتا ہے :

كَمَا كَانَ يَبْغِيهَا كُلَيْبٌ بِظُلْمِهِ،
مِنَ العِزِّ حَتّٰى طَاحَ وَهُوَ قَتِيلُهَا

جس طرح کلیب اپنی قوت کی وجہ سے ظالمانہ مطالبہ کیا کرتا تھا یہاں تک کہ وہ مقتول ہو کر گرا

عَلَىٰ وَائِلٍ إِذْ يَتْرُكُ الكَلْبَ نَابِحاً
وَإِذْ يَمْنَعُ الأَفْنَاءَ مِنْهَا حُلُولَهَا

یہ مطالبہ قبیلۂ وائل سے کیا جاتا درآنحالیکہ وہ کتے کو بھونکنے کی حالت میں چھوڑ دیتا اور دیگر ہر قسم کے لوگوں کو وہاں اترنے سے روک دیتا

میدانی اس مثل کی تشریح میں جو عربوں کی زبانوں پر عام چڑھی ہوئی ہے - یعنی '' أعزّ مِن کُلیبِ وائل '' - کہتا ہے :

یہ کلیب - کلیب بن ربیعہ بن الحرث بن زهیر ہے - وہ اپنے زمانے میں ربیعہ کا سردار تھا - اس کی طاقت کا یہ عالم تھا کہ وہ اپنے لیے چراگاہ محفوظ کر لیتا اور پھر کوئی شخص اس چراگاہ کے قریب نہ جا سکتا تھا - وہ شکاری پرندوں یا جانوروں کو پناہ دیتا اور کسی کی مجال نہ تھی کہ کوئی انہیں اپنی جگہ سے ہٹا دے - جب وہ کسی کیاری کے پاس سے گزرتا اور وہ اسے پسند آ جاتی یا جس تالاب کو وہ منتخب

---

۱ - عباس بن مرداس ابن ابی عامر السُلَمِی - اس کی کنیت ابو الہیثم ہے اور والدہ خنساء مشہور شاعرہ - خنساء کی تمام اولاد شاعر تھی - عباس مخضرم شعرا میں سے ہے اور مؤلفة القلوب میں سے ہے (سمط اللآلی : ۳۲)

Marfat.com

کر لیتا تو ایک کتے کو باندھ کر وہاں پھینک دیتا تو پھر جہاں تک کتے کے بھونکنے کی آواز پہنچ جاتی (وہ علاقہ) اس کے لیے بطور چراگاہ مخصوص ہو جاتا جہاں کوئی اور شخص اپنے جانور نہ چرا سکتا تھا ۔ کلیب بن ربیعہ کا نام در حقیقت وائل تھا ۔ جب اس کے پھینکے ہوئے کتے نے گھاس کو دیگر لوگوں سے محفوظ کر لیا تو اَعَزُّ مِن کلیب وائل کہا گیا پھر یہ نام خود اس پر بھی غالب آ گیا یہاں تک کہ لوگوں نے اسے اس کا (اصل) نام سمجھ لیا ۔ اس کی قوت و عزت کی ایک بات یہ بھی تھی کہ اس کی آگ کی موجودگی میں کوئی اور آگ نہ جلائی جا سکتی تھی ، نہ ہی اس کے حکم کے بغیر کوئی شخص گھاٹ پر پہلے جا سکتا تھا ۔ نہ ہی کوئی شخص اس کی مجلس میں بات کر سکتا تھا اور نہ ہی اس کی موجودگی میں کوئی شخص اکڑوں بیٹھ سکتا تھا ۔ اسی لیے اس کے بھائی مہلہل نے کلیب کی وفات کے بعد کہا تھا :

نُبِّئْتُ أَنَّ النَّارَ بَعْدَكَ أُوقِدَتْ
وَاسْتَبَّ بَعْدَكَ يَا كُلَيْبُ الْمَجْلِسُ

مجھے بتایا گیا ہے کہ تمھارے بعد آگ بھی جلائی گئی اور تمھارے بعد اہل مجلس نے ایک دوسرے کو گالی بھی دی

وَتَكَلَّمُوا فِي أَمْرِ كُلِّ عَظِيمَةٍ
لَوْ كُنْتَ شَاهِدَهُمْ بِهَا لَمْ يَنْبِسُوا

انھوں نے ہر اہم اور عظیم کام کے ضمن میں گفتگو کی اگر تو وہاں موجود ہوتا تو کوئی شخص بات نہ کر سکتا

[۳ : ۳۳] اسی کے متعلق معبد[۱] بن سعنہ التمیمی کہتا ہے :

---

۱ - محمد بہجہ اثری نے قاموس اور شرح قاموس کے حوالے سے لکھا ہے کہ معبد بن سعنہ جاہلی شاعر ہے اور اس کا نام معبد بن ضبہ ہے ۔ راقم کہتا ہے کہ صحیح معبد بن صِمّہ ہے یہ درید بن صِمّہ کا بھائی ہے ۔ اس کے تین نام تھے اور دوسرا نام عبداللہ تھا (العقدالفرید:۶:۲۸) درید بن صِمّہ نے اس کا مرثیہ کہا تھا ۔ جس کا مطلع یہ ہے ۔

نصحت لعارض واصحاب عارض
وقوم بنی السوداء والقوم شہّدی

Marfat.com

كَفِعْلِ كُلَيْبٍ كُنْتُ خُبِّرْتُ أَنَّهُ
يُخَطِّطُ أَكْلَاءَ الْمِيَاهِ وَ يَمْنَعُ

کلیب کے فعل کی طرح کیونکہ مجھے بتایا گیا ہے کہ وہ سیراب گھاس کے گرد لکیر کھینچ دیتا تھا اور پھر لوگوں کو وہاں جانور چرانے سے منع کر دیتا تھا

يُجِيرُ عَلَى أَفْنَاءِ بَكْرِ بْنِ وَائِلٍ
أَرَانِبَ ضَاحٍ وَالظِّبَاءَ فَتَرْتَعُ

وہ ضاح کے خرگوشوں اور ہرنوں کو بکر بن وائل کے مخلوط لوگوں کے خلاف پناہ دے دیتا اور وہ چرتے رہتے تھے (کوئی ان کا شکار نہ کر سکتا تھا)

اور یہ کلیب وہی ہے جسے جساس بن مرہ شیبانی نے قتل کیا تھا۔ بیان ختم ہؤا

امام خطابی سنن ابی داؤد کی شرح میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان : لَا حِمَىٰ إِلَّا لِلّٰهِ وَلِرَسُولِهِ پر بحث کرتے ہوئے لکھتا ہے : ابن شہاب کہتا ہے : مجھے خبر ملی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نقیع کی چراگاہ کو محفوظ چراگاہ قرار دیا تھا

۱ - لسان العرب میں ہے : الليث : الحِمَىٰ موضع فيه كلأ يُحْمَىٰ من الناس ان يرعى و قال الشافعى رضى الله تعالىٰ عنه فى تفسير قوله صلى الله عليه وسلم : لا حِمَىٰ إلا لله ولرسوله : قال : كان الشريف من العرب فى الجاهلية اذا نزل بلدًا فى عشيرته استعوى كلبا فحمى لخاصته مدى عُواء الكلب لايشركه فيه غيره فلم يرعه معه احد و كان شريك القوم فى سائر المراتع حوله ، قال : فنهى النبى صلى الله عليه وسلم ان يحمى على الناس حمىً كما كانوا فى الجاهلية يفعلون ، قال : و قوله الا لله ولرسوله يقول : الا ما يُحمىٰ لخيل المسلمين و ركابهم التى ترصد للجهاد و يحمل عليها فى سبيل الله و ابل الزكاة كما حَمَىٰ عمر النقيع لِنَعَم الصدقة والخيل المعدة فى سبيل الله

Marfat.com

خطابی کہتا ہے : آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا لاحمی الا" للہ ولرسولہ فرمانے سے مراد یہ ہے کہ محفوظ چراگاہ صرف اس صورت میں ہو سکتی ہے جس صورت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے جائز قرار دیا۔ نیز اسی طریقے پر جائز ہے جس طریقے پر آنحضرت نے اسے محفوظ رکھا۔ اس حدیث میں اہل جاہلیت کے فعل کی تردید کی گئی ہے۔ عربوں کا طاقتور انسان جب گھاس کی تلاش میں سرسبز جگہ آتا تو ایک کتے کو لے کر پہاڑ یا بلند جگہ پر چڑھ جاتا پھر کتے کو بھونکاتا اور ایک آدمی کو کھڑا کر دیتا تاکہ وہ سنتا رہے کہ کتے کی آواز زیادہ سے زیادہ کہاں تک جاتی ہے۔ چنانچہ جہاں تک کتے کی آواز پہنچتی وہ اسے ہر جہت سے اپنے لیے محفوظ کر لیتا اور لوگوں کو وہاں (جانور چرانے سے) منع کر دیتا۔ اب رہی وہ چراگاہ جسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے زکاۃ کے دبلے جانوروں اور کمزور گھوڑوں کے لیے محفوظ کر لیا تھا مثلاً نقیع کی چراگاہ۔ نقیع ایک مشہور جگہ ہے جہاں آ کر پانی جمع ہو جاتا اور گھاس اگتی۔ بعض راوی کہتے ہیں: یہ کوئی زیادہ وسیع جگہ نہ تھی (کہ اس کے محفوظ کر دینے سے) مسلمانوں کے لیے چراگاہ کی تنگی ہو جاتی، بہر حال، یہ جائز ہے حاکم کو اختیار ہے کہ اپنی صوابدید سے وہ ایسا کر لے بشرطیکہ عوام کے لیے اس سے چراگاہ میں تنگی پیدا نہ ہو، واللہ اعلم۔

یہ بیان جو میں نے پیش کیا ہے اُس بیان کا مفہوم ہے جو شافعی نے اپنی کتابوں میں نقل کیا ہے۔ خطابی کا یہ بیان ختم ہوا۔

یہاں سے معلوم ہو گیا کہ شریعت نے اس رسم کو جس پر اہل جاہلیت کا عمل تھا باطل قرار دے دیا ہے اور جائز طریقہ صرف وہی ہے جس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں عمل تھا۔

[۳ : ۳۴] ماوردی کی کتاب الاحکام[۱] السلطانیہ میں اس مسئلے پر مفصل بحث کی گئی ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینے میں چراگاہ کو محفوظ قرار دیا — نقیع۔ ابو عبید کہتا ہے کہ

---

۱ - ملاحظہ ہو الاحکام السلطانیہ : ۱۶۴ - ۱۶۶ -

Marfat.com

نقیع [نون کے ساتھ] ہے - کے مقام پر پہاڑ پر چڑھ کر فرمایا : یہ میری محفوظ کردہ چراگاہ ہے اور آپ نے اپنے دست مبارک سے (نچلے) میدان کی طرف اشارہ کیا - یہ میدان تقریباً ایک میل چوڑا اور چھ میل لمبا تھا - آنحضرت نے اسے مسلمانوں کے گھوڑوں کے لیے محفوظ کیا تھا - اب لیں ان چراگاہوں کو جنھیں خلفا نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد محفوظ چراگاہ قرار دیا تو اس کا حکم یہ ہے کہ اگر خلیفہ ساری کی ساری غیر مقبوضہ زمین کو یا اس کے بیشتر حصے کو محفوظ چراگاہ قرار دے دے تو یہ جائز نہ ہو گا یا اگر وہ تھوڑا سا حصہ خاص لوگوں یا صرف مالداروں کے لیے مخصوص کر دے تب بھی جائز نہ ہو گا اور اور اگر خلیفہ تمام مسلمانوں کے لیے یا صرف فقرا اور مساکین کے لیے مخصوص کر دے تو اس میں دو قول ہیں ایک قول تو یہ ہے کہ یہ بھی جائز نہیں ہے اور چراگاہ خاص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ہوگی کیونکہ صعب بن جثامہ کی روایت میں ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نقیع کی چراگاہ کو محفوظ کیا تو فرمایا : اللہ اور اس کے رسول کے سوا کسی کے لیے چراگاہ محفوظ نہیں ہو سکتی — دوسرا قول یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بھی خلفا کا چراگاہ کو محفوظ قرار دینا اسی طرح جائز ہے جس طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے جائز تھا - اس لیے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایسا اپنی ذات کے لیے نہیں کیا کرتے تھے بلکہ مسلمانوں کی بہبود کے لیے کرتے تھے - لہذا یہی حکم ان خلفاء کا ہوگا جو مسلمانوں کی مصلحت کے لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قائم مقام ہوئے - چنانچہ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ربذہ میں ابل زکاۃ کے لیے چراگاہ محفوظ کی اور اس کی نگرانی کے لیے اپنا آزاد کردہ غلام ابو سلامہ مقرر کیا - عمر رضی اللہ عنہ نے سرف کا اسی قدر ٹکڑا جس قدر کہ ربذہ کا ابوبکر نے محفوظ کیا تھا محفوظ کیا اور وہاں اپنا آزاد کردہ غلام جسے ہُنَی کہا جاتا تھا مقرر کیا اور فرمایا : لوگوں[1] سے نرمی سے پیش آنا اور مظلوم کی بد دُعا

---

۱ - یقال ضَمَّ جناحَہ عن الناس ای ألاَنَ جانبہ لھم و رفق بھم -

Marfat.com

سے بچتے رہنا کیونکہ مظلوم کی دعا مقبول ہوتی ہے - چھوٹے[۱] سے گلے والے اور تھوڑی سی بکریوں والے کو اندر آ جانے دینا مگر خبردار [۳ : ۳۵] ابن عفان[۲] اور ابن عوف کے جانور اندر نہ گھسنے پائیں خواہ ان کے جانور ہلاک ہی کیوں نہ ہو جائیں (جب بھی انھیں کوئی فکر نہ ہوگی) کیونکہ یہ لوگ اپنے نخلستانوں اور کھیتوں کی طرف رجوع کر لیں گے اور چھوٹے سے گلے والے اور تھوڑی سی بکریوں والے اپنے اپنے اہل و عیال لے کر آ جائیں گے اور ان میں سے ہر ایک کہے گا : اے امیرالمؤمنین تمھارا کچھ نہ رہے تم پر تعجب ہے کیا میں ان بال بچوں کو چھوڑ سکتا ہوں "۔ تو یہ جان لو کہ گھاس میرے نزدیک دینار اور درہم کے مقابلے میں ہیچ سی شے ہے - قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے اگر یہ جانور جن پر میں جہاد کے لیے لوگوں کو سوار کرتا ہوں نہ ہوتے تو ان کے ملک میں سے ایک بالشت بھر رقبہ بھی محفوظ نہ کرتا - اب رہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان " لا حمیٰ الا للہ ولرسولہ " تو اس کے معنی یہ ہیں کہ اگر کوئی حمٰی ہے تو اس طریقے پر ہے جس طریقے پر اللہ اور اللہ کے رسول نے فقرا اور مساکین کے لیے نیز عامۃ المسلمین کی بھلائی کے لیے کوئی قطع اراضی مخصوص و محفوظ کیا نہ کہ اس طریقے پر جس پر عہد جاہلیت میں لوگ کیا کرتے تھے ــ اس کے بعد کہتا ہے : جب زمین پر حمٰی کے احکام جاری ہوئے تاکہ زمین کے غیر مملوکہ رقبے صرف خیر میں رہیں اور انھیں ملکیت بنا کر آباد کرنے سے روک دیا جائے ــ لہٰذا جس زمین کو محفوظ کیا جائے گا اس کے احکام کا لحاظ رکھا جائے گا - یعنی اگر محفوظ کردہ زمین عوام کے لیے ہوگی تو خواہ کوئی

۱ - یعنی تھوڑی تعداد ہو تو انھیں چراگاہ میں چرانے سے نہ روکا جائے۔

۲ - کیونکہ ان کے جانور کثیر تعداد میں تھے اور یہ لوگ مالدار تھے -

Marfat.com

مالدار ہو خواہ مفلس ، مسلم ہو یا ذمی سب لوگ یہاں کے گھاس میں اپنے گھوڑے اور جانور چرانے کے معاملے میں مساوی ہوں گے ۔ اگر چراگاہ کو مسلمانوں کے لیے مخصوص کر دیا جائے تو مسلمان مالدار اور مسلمان مفلس سب اس میں شریک ہوں گے اور ذمیوں کو یہاں جانور چرانے سے روک دیا جائے گا اور اگر فقرا اور مساکین کے لیے اسے مخصوص کر دیا جائے پھر مالداروں اور ذمیوں کو روک دیا جائے گا مگر یہ جائز نہیں کہ صرف مالداروں کے لیے اسے مخصوص کر دیا جائے گا اور فقرا کو یہاں جانور لانے کی اجازت نہ دی جائے ۔ یا یہ کہ صرف ذمیوں کو اجازت ہو اور مسلمانوں کو نہ ہو اور اگر کوئی چراگاہ زکٰوۃ کے جانوروں اور مجاہدین کے گھوڑوں کے لیے مخصوص کر دی جائے تو پھر اور لوگ اس میں شریک نہ ہوں گے ۔ کسی بھی چراگاہ کو عام یا خاص قرار دینے کے بعد یہ حکم بدستور اسی طرح چلتا رہے گا اور اگر کسی مخصوص چراگاہ کو اور وسیع کر دیا جائے اور وہاں عام لوگوں کو جانور چرانے کی اجازت دے دی جائے تو عوام کا شرکت کرنا جائز ہوگا اس لیے کہ جن لوگوں کے لیے مخصوص کی گئی تھی عوام کی شرکت سے اب انھیں کوئی نقصان نہ پہنچے گا اور اگر کوئی ایسی چراگاہ جسے عام قرار دے دیا گیا ہو سب کے چرانے کے لیے کافی نہ رہے تو اس صورت میں مالداروں کے لیے اسے مخصوص کر دینا جائز نہ ہوگا ۔۔ فقراء کے لیے اس چراگاہ کو مخصوص کر دینے کی دو صورتیں ہیں ۔۔ پھر جب ایک زمین پر حمٰی کا حکم جاری ہونا قرار پا جائے تو پھر خواہ کوئی شخص جرأت کر کے اسے آباد کرے اور اس طرح اس کے حکم حمٰی کی خلاف ورزی کرے جب بھی اسے حمٰی ہی خیال کیا جائے گا ۔۔ اگر وہ کوئی ایسی زمین ہو جسے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حمٰی قرار دیا ہو (اور کوئی شخص اسے آباد کر لے) جب بھی حمٰی کا حکم قائم رہے گا اور اس کا اسے آباد کرنا باطل ہوگا ۔ آباد کرنے والے کو ایسا کرنے سے روکا جائے گا اور اسے تو بیخ کی جائے گی بالخصوص جبکہ وہ سبب جس کے لیے اسے حمٰی

Marfat.com

قرار دیا گیا تھا باقی ہو کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کو توڑنا یا اسے منسوخ کرنا جائز نہیں ہے اور اگر کسی خلیفہ یا حاکم نے کسی زمین کو حِمٰی قرار دیا ہو (اور پھر کوئی شخص اسے آباد کر لے) تو اس آبادی کو برقرار رکھنے کے متعلق دو قول ہیں ۔ ایک قول تو یہ ہے کہ اس کی آباد کاری برقرار نہ رکھی جائے گی اور اس زمین پر بعینہٖ اسی طرح جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حِمٰی کا حکم تھا ، حِمٰی کا حکم جاری رہے گا اس لیے کہ یہ حکم صحیح اور حق بات کے لیے جاری کیا گیا تھا ۔ دوسرا قول یہ ہے کہ اس آباد کاری کو برقرار رکھا جائے گا اور یہ فیصلہ حِمٰی قرار دینے کے فیصلے سے زیادہ مضبوط ہو گا کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تصریحاً فرمایا ہے : جس کسی نے غیر مملوکہ زمین کو آباد کیا وہ اسی کی ہو گئی ۔ کسی [۳ : ۳۶] حاکم کے لیے جائز نہیں ہے کہ وہ جانوروں کے مالکوں سے غیر مملوکہ چراگاہ یا مخصوص کردہ چراگاہ کے بدلے میں کوئی معاوضہ وصول کرے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے : تین چیزوں میں سب مسلمان شریک ہوں گے پانی ، آگ اور گھاس ۔ بیان ختم ہؤا ۔

ان عبارتوں کے نقل کرنے سے ہمارا مقصد یہ ہے کہ عربوں کے زبردست اور طاقت ور افراد کا یہ طرز عمل کہ وہ ایک چراگاہ کو مذکورہ بالا طریقے پر صرف اپنی ذات کے لیے مخصوص کر لیتے تھے شریعت نے باطل قرار دے دیا اور اس رسم کی بیخ کنی کر دی ۔

عہدِ جاہلیت میں عربوں کے ہاں ایک رسم بحیرہ اور سائبہ بنانے کی بھی تھی

یاد رکھیں کہ یہ رسم بھی عمرو بن لحی الخزاعی کی ایجاد کردہ رسم ہے ۔ منجملہ ان تمام ناپسندیدہ امور کے جنھیں اس نے ایجاد کیا اور جن کا شریعت ابراہیم اور اسمعیل علیہما السلام میں کہیں پتا نہ تھا

Marfat.com

ایک رسم یہ بھی تھی جسے بطور دین اختیار کرنے پر اس نے اہل عرب کو مجبور کر دیا : اس رسم کو بھی شریعت اسلامیہ نے باطل قرار دے دیا ۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں :

مَا جَعَلَ اللّٰہُ مِنْ بَحِیْرَۃٍ وَّلَا سَآئِبَۃٍ وَّلَا وَصِیْلَۃٍ وَّلَا حَامٍ وَّلٰکِنَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا یَفْتَرُوْنَ عَلَی اللّٰہِ الْکَذِبَ وَاَکْثَرُھُمْ لَا یَعْقِلُوْنَ

اللہ تعالیٰ نے نہ کوئی بحیرہ بنایا ہے نہ سائبہ نہ وصیلہ ، نہ حامی مگر کافر لوگ اللہ پر جھوٹے الزام لگاتے ہیں اور ان میں سے اکثر بات کو سمجھتے ہی نہیں ہیں ۔

اب لیجیے بحیرہ کو ۔ یہ (بروزن فعیلہ بمعنی مفعولہ کے ہے اور بحر سے ماخوذ ہے ، جس کے معنی چیرنے کے ہیں اور اس کی تاء) تاء نقل ہے یعنی صفت سے اسم کی طرف منتقل کرنے کی تاء یا یہ تاء موصوف کو حذف کرنے کی وجہ سے آئی ہے ۔ زجاج کہتا ہے : عہد جاہلیت کے لوگوں کے ہاں یہ دستور تھا کہ جب کوئی اونٹنی پانچ بار جن لیتی اور آخری بچہ نر ہوتا تو اس اونٹنی کا کان چیر دیتے ۔ پھر نہ اس کو ذبح کر سکتے ، نہ اس پر سوار ہوتے ، اس اونٹنی کو نہ کسی پانی پر سے ہانکا جاتا اور نہ کسی چراگاہ سے روکا جاتا ، یہ اونٹنی بحیرہ کہلاتی تھی ۔

قتادہ سے مروی ہے کہ جب اونٹنی پانچ بار جن لیتی تو دیکھتے کہ پانچواں بچہ نر ہے یا مادہ اگر نر ہوتا تو اسے ذبح کر کے کھا لیتے اور اگر مادہ ہوتا تو اس اونٹنی کا کان چیر دیا جاتا اور اسے چرنے کے لیے کھلا چھوڑ دیا جاتا ۔ اسے کوئی شخص بھی استعمال نہ کرتا نہ دودھ دوہنے کے لیے ، نہ سواری کے لیے اور نہ کسی دیگر کام کے لیے

بعض کہتے ہیں کہ بحیرہ وہ مادہ بچہ ہے جو پانچویں حمل سے پیدا ہوا ہو ۔ عرب بحیرہ کا گوشت (ذبح کی صورت میں) اور دودھ عورتوں کے لیے حلال قرار نہ دیتے تھے ۔ ہاں اگر وہ مر جاتا تو پھر مرد اور عورتیں سب مل کر کھا لیتے ۔

Marfat.com

محمد ابن اسحق اور مجاہد سے مروی ہے کہ بحیرہ سائبہ کی بیٹی کو کہتے ہیں۔ سائبہ کا بیان عنقریب ان شاء اللہ تعالیٰ آئے گا۔ سائبہ کو بھی کھلا اور آزاد چھوڑ دیا جاتا تھا۔

بعض لوگ کہتے ہیں: بحیرہ وہ اونٹنی ہے جو پانچ یا سات اور بقول بعض دس بار جنے اور پھر اسے کھلا چھوڑ دیا جائے۔ جب یہ مر جاتی تو اس کا گوشت صرف مردوں کے لیے حلال ہوتا۔

ابن المسیّب سے مروی ہے کہ بحیرہ وہ اونٹنی ہے جس کا دودھ پینے سے بتوں کی خاطر منع کر دیا جاتا لہٰذا کوئی شخص اس کا دودھ نہ دوہتا۔

بعض کہتے ہیں کہ بحیرہ اس اونٹنی کو کہتے تھے جو پانچ مادہ بچے جنتی اس کے بعد اس کا کان چیر کر اسے آزاد چھوڑ دیا جاتا اور قاموس میں (فیروز آبادی نے) اس قول کا اطلاق صرف بکری پر کیا ہے۔ اسے بحیرہ اور غزیرہ دونوں نام دیے جاتے تھے۔

[۳:۲۷]بعض لوگ کہتے ہیں کہ بحیرہ اونٹنی کے اس بچے کو کہتے تھے جس کا کان پیدا ہوتے ہی چیر دیا جاتا اور کہہ دیا جاتا: خدایا! اگر یہ بچہ زندہ رہا تو جمع[۱] کیا ہؤا مال ہوگا اور اگر مر گیا تو مذبوح جانور کی طرح ہوگا۔

بعض لوگ کہتے ہیں کہ بحیرہ وہ اونٹنی ہوتی تھی جسے چراگاہ میں چرواہے کے بغیر چھوڑ دیا جاتا تھا۔

چونکہ بحیرہ کے متعلق عربوں کے یہاں مختلف طریقے مروج تھے اس لیے اس کی تفسیر میں ائمہ لغت کے درمیان اس قدر اختلاف پایا جاتا ہے، ہر قول ان طریقوں میں سے کسی نہ کسی طریقے کا بیان ہے۔ ان اقوال کے درمیان موافقت پیدا کرنے کی یہی ایک صورت ہے۔

اب لیجیے ''سائبہ'' کو۔ یہ (بروزن) فاعلة ہے یہ سَیَّبْتُہٗ سے

---

۱ - بلوغ الارب میں فعبتی ہے اسے فَتَقَنِّی پڑھیں جیسا لسان العرب (ب ح د) میں ہے۔

Marfat.com

لیا گیا ہے جس کے معنی ترک کرنے اور آزاد چھوڑنے کے ہیں ۔ نر کو سائب اور مادہ کو سائبۃ کہیں گے ۔ یا یہ کہ اسے مفعول کے معنی میں لیا جائے جیسے عِیشَۃٌ راضیہ (پسندیدہ زندگی) اس کی تشریح میں علما کا اختلاف ہے ۔ چنانچہ بعض کہتے ہیں : سائبہ اس اونٹنی کو کہتے جو (مسلسل) دس بار مادہ بچے پیدا کرتی پھر اسے آزاد چھوڑ دیا جاتا ۔ اس پر کوئی سوار نہ ہوتا ، نہ اس کی اون اتاری جاتی اور نہ مہمان کے سوا کوئی اس کا دودھ پیتا ۔ یہ قول محمد بن اسحاق کی طرف منسوب کیا گیا ہے ۔

بعض لوگ کہتے ہیں : سائبہ اس اونٹنی کو کہتے تھے جسے بتوں کی نذر کر کے آزاد کر کے بت کے خادموں کو دے دیا جاتا تھا اور مسافروں وغیرہ کے علاوہ کوئی اور شخص اس کا دودھ نہ پی سکتا تھا ۔ یہ قول ابن عباس اور ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے مروی ہے ۔

بعض لوگ کہتے ہیں کہ سائبہ اس اونٹ کو کہتے ہیں جو اپنی اولاد کے یہاں اولاد ہونے تک زندہ رہتا ہے ازاں بعد اسے چھوڑ دیا جاتا اور کوئی بھی اس پر سوار نہ ہو سکتا تھا ۔

بعض علما کہتے ہیں کہ جب کوئی شخص دور دراز کے سفر سے آتا یا اس کا جانور مشقت یا جنگ سے بچ نکلتا تو یہ کہتا کہ یہ جانور آزاد ہے ۔ یا اس کی پیٹھ میں سے ایک مہرہ یا ہڈی نکال دیتا ۔ اس جانور کو نہ کسی پانی سے روکا جاتا اور نہ کسی گھاس سے اور نہ کوئی اس پر سوار ہوتا ۔ گویا یہ ان کی ایک قسم کی نذر ہوتی تھی ۔ ایسے عالم میں کہ کوئی شخص سفر سے آتا یا بیماری سے شفا پاتا ۔ یہ صورت ابو عبیدہ کی روایت کردہ ہے ۔

بعض لوگ کہتے ہیں کہ سائبہ اس جانور کو کہتے ہیں جسے چھوڑ دیا جاتا تاکہ اس پر سوار ہو کر حج کو جایا جائے ۔

بعض لوگ کہتے ہیں کہ سائبہ وہ جانور ہے جسے بتوں کے پاس چھوڑ دیا جاتا کیونکہ لوگ بتوں کے پاس اپنے جانور لا کر چھوڑ جاتے اور ان کا دودھ خیرات کر دیتے تھے ۔

Marfat.com

بعض لوگ کہتے ہیں کہ سائبہ اس غلام کو کہتے ہیں جسے اس شرط پر آزاد کر دیا جاتا تھا کہ اس کی نہ کسی قبیلے سے ولاء ہو، نہ خونبہا اور نہ میراث، یہ ایک انوکھا سا قول ہے۔

اب لیں وصیلہ کو۔ یہ (بروزن) فعیلة بمعنی فاعلة ہے، بعض لوگ کہتے ہیں کہ مفعولة کے معنی میں ہے۔ پہلا قول زیادہ واضح ہے جیسا کہ اس بیان سے پتا چلتا ہے جس میں بتایا گیا ہے کہ اس سے کیا مراد ہے۔ اس میں اختلاف ہے چنانچہ فراء کہتا ہے: وصیلہ اس بکری کو کہتے ہیں جو مسلسل سات بار دو دو مادہ بچے پیدا کرے اور جب آخری بار ایک مادہ اور ایک نر جنے تو کہتے اس نے بھائی کو ساتھ ملا لیا۔ اب کی بار بچہ جننے والی بکری کا دودھ صرف مرد پیتے عورتیں نہ پیتیں اور اس کا حکم سائبہ کا سا ہوتا۔

زجاج کہتا ہے: وصیلہ اس بکری کو کہتے ہیں جو اگر نر بچہ جنتی تو بچہ ان لوگوں کے معبودوں کا ہوتا اور اگر مادہ بچہ جنتی تو ان کا اپنا ہوتا اگر ایک نر اور ایک مادہ بچہ جنتی تو کہتے کہ بکری نے بہن کے ساتھ اس کا بھائی ملا دیا۔ اس صورت میں اس نر بچے کو معبودوں کے لیے ذبح نہ کیا جاتا۔

بعض لوگ کہتے ہیں: وصیلہ وہ بکری ہے جو پہلے نر بچہ جنتی ہے پھر مادہ۔ لہٰذا وہ بھائی کو ساتھ ملا دیتی ہے۔ لہٰذا مادہ بچے کی [۳ : ۳۸] وجہ سے وہ اس کے بھائی کو ذبح نہ کرتے اور جب نر بچہ جنتی تو کہتے یہ ہمارے معبودوں کی نذر ہے۔

ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہما سے مروی ہے کہ وصیلہ اس بکری کو کہتے ہیں جو سات بار جنتی، اگر ساتواں مادہ بچہ ہوتا تو عورتیں اس سے کوئی فائدہ نہ اٹھا سکتیں۔ البتہ اگر وہ مر جاتی تو مرد اور عورت دونوں اسے کھاتے۔ اسی طرح اگر بچہ ایک نر اور ایک مادہ ہوتا تو کہتے اس نے بھائی کو ساتھ ملا دیا لہٰذا اسے نر بچے کے ساتھ چھوڑ دیا جاتا اور اس سے صرف مرد فائدہ اٹھاتے عورتیں نہ اٹھا سکتی تھیں اور اگر مر جاتی تو (مرد و عورت) سب شریک ہوتے۔

Marfat.com

ابن قتیبہ کہتا ہے : اگر ساتواں بچہ نر ہوتا تو اسے ذبح کیا جاتا ۔ مرد اسے کھا لیتے عورتیں نہ کھا سکتی تھیں ۔ عرب کہتے تھے کہ یہ خاص مردوں کے لیے ہے اور ہماری بیویوں کے لیے حرام ہے اور اگر بچہ مادہ ہوتا تو اُسے بھیڑ بکریوں میں چھوڑ دیا جاتا اور اگر ایک نر اور ایک مادہ ہوتا تو پھر اسی طرح کرتے جس طرح ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہما کے قول میں بیان ہو چکا ۔

محمد بن اسحٰق کہتا ہے : وصیلہ اس بکری کو کہتے ہیں جو مسلسل پانچ بار دس مادہ بچے جنے ۔ اس کے بعد جو بچہ جنتی وہ مردوں کے لیے ہوتا عورتوں کے لیے نہیں اور اگر اکٹھے ایک نر اور ایک مادہ جنتی تو کہتے اس نے بھائی کو ساتھ ملا دیا ۔ لہٰذا نر بچے کی وجہ سے ذبح نہ کیا جاتا ۔

بعض لوگ کہتے ہیں : وصیلہ وہ بکری ہے جو پانچ یا تین بار جنے ۔ پھر اگر نر بچہ ہوتا تو اسے ذبح کر لیتے اور اگر مادہ ہوتا تو اسے زندہ رہنے دیتے ۔ اگر نر اور مادہ دونوں ہوتے تو کہتے اس نے بھائی کو ساتھ ملا دیا ۔

ایک اور راوی نے کہا ہے : وصیلہ اونٹنیوں میں سے وہ اونٹنی ہوتی تھی جس کا پہلا بچہ مادہ ہوتا پھر دوسرا بچہ بھی مادہ ہوتا ان دونوں کے درمیان کوئی نر بچہ نہ ہوتا لہٰذا عرب اس اونٹنی کو اپنے معبودوں کے لیے چھوڑ دیتے اور کہتے : اس نے مادہ کے ساتھ مادہ کو ملایا ہے اور ان دونوں کے درمیان میں کوئی نر بچہ نہیں ہے ۔

بعض لوگ کہتے ہیں : وصیلہ اس اونٹنی کو کہتے ہیں جو مسلسل دس بار مادہ بچے پیدا کرے اور ان میں سے کوئی نر نہ ہو ۔

رہا حامی تو یہ لفظ (بر وزن) فاعل ہے اور حمی سے لیا گیا جس کے معنی بچانے کے ہیں ۔ اس میں بھی اختلاف ہے ۔ فراء کہتا ہے : حامی وہ نر ہے جس کے بیٹے کا بیٹا جب مادہ کو گابھن کر دے تو وہ اپنی پیٹھ کو بچا لیتا ہے ۔ لہٰذا اسے کھلا چھوڑ دیا جاتا ہے اسے کوئی شخص نہ پانی سے ہٹا سکتا اور نہ چراگاہ سے ۔

ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہما اور ابن مسعود سے مروی ہے اور یہی

Marfat.com

قول ابو عبیدۃ اور زجاج کا بھی ہے کہ حامی وہ نر اونٹ ہے جس کی پیٹھ سے دس بار بچہ لیا جائے ، اس وقت کہتے ہیں کہ اس اونٹ نے اپنی پیٹھ بچا لی لٰہذا نہ اس پر بار لادا جاتا ہے اور نہ اسے کسی پانی اور نہ چراگاہ سے روکا جاتا ۔

شافعی سے مروی ہے کہ حامی وہ نر اونٹ ہے جو اپنے مالک کی اونٹنیوں کو دس سال تک آباد کرتا رہے ۔

بعض لوگ کہتے ہیں کہ حامی وہ نر اونٹ ہے جس سے مسلسل سات مادہ بچے پیدا ہوں ۔ اس وقت وہ اپنی پیٹھ کو بچا لیتا ہے ۔

ان تمام مذکورہ بالا اقوال میں موافقت یوں پیدا کی جا سکتی ہے کہ ان تمام اقسام میں مختلف عربوں میں مختلف عمل پایا جاتا تھا ۔ جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ۔

(اور مذکورہ بالا آیت کے معنی یہ ہیں) مَا جَعَلَ اللہُ مِنْ بَحِيْرَةٍ الخ یعنی اللہ نے اسے شریعت قرار نہیں دیا ۔ مگر کافر لوگ اللہ پر جھوٹے [۳ : ۹۳] الزام لگاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اللہ سبحانہ و تعالی نے ہمیں ایسا کرنے کا حکم دیا ہے اور ان کا امام عمرو بن لُحَی ہے کیونکہ مشہور یہی ہے کہ یہ پہلا شخص تھا جس نے ان مذموم افعال کی طرح ڈالی ۔

ابن جریر اور دیگر محدثین نے ابو ہریرہ سے روایت کیا ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اکثم بن جون کو فرماتے ہوئے سنا : اے اکثم ! دوزخ میرے سامنے پیش کی گئی تو میں نے اس میں عمرو بن لُحَیّ بن قمعہ بن خِنْدِف کو آگ میں اپنی انتڑیاں گھسیٹتے دیکھا ۔ میں نے کسی شخص کو تم سے زیادہ اس شخص سے مشابہ نہیں دیکھا اور نہ اس کو تم سے زیادہ کسی سے مشابہ دیکھا ہے اکثم نے عرض کیا : مجھے خدشہ ہے کہ کہیں اس سے مشابہت رکھنا مجھے نقصان نہ پہنچا دے ۔ اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : ایسی بات نہیں ہے ۔ تو مومن ہے اور وہ کافر ۔ وہ پہلا شخص تھا جس نے دین ابراھیم علیہ الصلوۃ و السلام کو بدل دیا ، بَحِیرہ کے

Marfat.com

کان کاٹے ، سائبہ کو کھلا چھوڑا ، اور حامی کی پیٹھ کو بچایا ۔ ایک اور حدیث میں جو ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے آیا ہے : اور اس نے وصیلہ کو وصیلہ بنایا ۔

عبدالرزاق اور دیگر محدثین نے زید بن اسلم سے روایت کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : میں جانتا ہوں کہ کس نے سائبہ کو سب سے پہلے کھلا چھوڑا اور پتھروں (بتوں) کو گاڑا اور سب سے پہلے دین ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بدلا ۔ صحابہ نے عرض کیا : یا رسول اللہ ! وہ کون ہے ؟ فرمایا : بنی کعب کا عمرو بن لُحَیّ" ، میں نے اسے دوزخ میں اپنی انتڑیاں گھسیٹتے ہوئے دیکھا ہے ۔ دوزخیوں کو اس کی انتڑیوں کی بو دکھ دے رہی تھی ۔ مجھے یہ بھی معلوم ہے کہ کس شخص نے سب سے پہلے بحیرہ کے کان چیرے ۔ صحابہ نے عرض کیا : یا رسول اللہ ! وہ کون ہے ۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : بنی مدلج کا ایک فرد ، جس کی دو اونٹنیاں تھیں اس نے ان کے کان کاٹے اور ان کا دودھ پینا اور ان کی پیٹھوں (پر سوار ہونا) حرام قرار دے دیا اور کہا کہ یہ اونٹنیاں اللہ کے لیے ہیں ۔ اس کے بعد ضرورت پڑی تو ان کا دودھ بھی پیا اور ان پر سواری بھی کی ۔ میں نے اسے دوزخ میں دیکھا ہے اور وہ دونوں اونٹنیاں اپنے منہ سے اسے کاٹ رہی تھیں ۔

اس آیت سے ان امور کے حرام ہونے کا پتا چلتا ہے اور یہ ظاہر بات ہے ۔ اس سے یہ نتیجہ نکالا گیا ہے کہ ہر قسم کی منفعت کی چیز کو معطل کر دینا حرام ہے ۔ ابن ماجشون نے اس آیت سے یہ دلیل لی ہے کہ کسی انسان کا اپنے غلام کو أنت سائبة (تو سائبہ ہے) کہنا منع ہے اور اس نے بتایا ہے کہ ان الفاظ کے کہنے سے وہ غلام آزاد نہ ہوگا ۔ بعض علما نے پرندوں وغیرہ کے چھوڑنے کو سائبہ ہی کی ایک صورت قرار دیا ہے ۔ بعض علما نے تصریح کی ہے کہ اس میں کسی قسم کا ثواب نہیں پایا جاتا ، شاید یہ عالم اسی پر اکتفا نہیں کرتے بلکہ یہ بھی کہتے ہیں کہ اس طرح نا دانستہ گناہ کر بیٹھتے ہیں اور اکثر

Marfat.com

لوگ تو سمجھتے ہی نہیں (کہ وہ کیا کر رہے ہیں) ۔ پہلے جس فعل کا ذکر کیا گیا ہے وہ سرداروں کا فعل تھا (یعنی جھوٹا الزام لگانا) اور یہ (کہ وہ سمجھتے ہی نہیں ہیں) ان کے پیرو کاروں کی شان ہے اور (آیت میں) اکثرھم سے یہی لوگ مراد ہیں ــ آیت کریمہ کے سیاق و سباق سے بظاہر یہی معلوم ہوتا ہے کہ یہ لوگ جو رسول اللہ صلی علیہ وسلم کے ہمعصر ہیں اپنے افتراء باندھنے والے اسلاف کی پیروی کرتے ہیں ۔ اس سے یہ بیان کرنا مقصود ہے کہ یہ لوگ کوتاہ عقل ہیں اور بذات خود راہ راست پر چلنے سے قاصر ہیں ۔ مختصر یہ کہ آیت سے [۳ : ۴۰] مراد ان امور کا رد اور باطل کرنا ہے جو اہل جاہلیت نے از خود گھڑ لیے تھے ۔

فَرَع اور عتیرہ کی رسم

اب لیجیے فَرَع کو ــ پہلا بچہ فرع ہے ۔ فرع کی فاء اور راء پر فتحہ ہے اور اس کے بعد عین مہملہ ہے ۔

المحکم میں ہے : اونٹ یا بھیڑ بکری کے پہلے بچے کو فرع کہتے ہیں ۔ اہل جاہلیت اسے اپنے بتوں کے لیے ذبح کرتے ، پھر اسے کھاتے اور اور اس کی کھال کو درخت پر ڈال دیتے تھے ۔

بعض لوگ کہتے ہیں : فرع ایک ذبیحہ ہوتا تھا ، جب کسی شخص کے اونٹوں کی تعداد اس کی دلخواہ تعداد تک پہنچ جاتی تو فرع کو ذبح کیا جاتا ۔ اسی طرح جب تعداد سو ہو جاتی تو ہر سال ایک اونٹ ذبح کیا جاتا اور سالک نہ خود اس اونٹ (کے گوشت) میں سے کھاتا اور نہ اس کے گھر والے ۔ فرع کا لفظ اس کھانے کے لیے بھی بولا جاتا ہے جو اونٹ کے بچہ ۔ ۔ ۔ ۔ جننے کے وقت تیار کیا جاتا ہے ۔ اسی طرح (کسی انسان کے یہاں) بچہ پیدا ہونے پر جو کھانا کھلایا جاتا ہے اسے خرس کہتے ہیں ۔

اور میدانی کی ضرب الامثال کی کتاب میں عربوں کے قول "اَوّلُ الصَّیْدِ فَرَعٌ" پر بحث کرتے ہوئے یوں منقول ہے : فرع وہ پہلا بچہ

Marfat.com

ہے جو کسی اونٹنی سے پیدا ہو - عرب اسے اپنے معبودوں کے لیے ذبح کیا کرتے تھے ، اس فعل سے ان کا مقصود حصول برکت ہوتا تھا - کوئی شخص یوں کہتا : جب میرے اونٹوں کی تعداد پوری اسّی ہو جائے تو میں پہلے بچے کو ذبح کر دوں گا اور جب اسے ذبح کرنے کا ارادہ کیا جاتا تو اسے خوب بنایا سنوارا جاتا اور اسے کپڑے پہنائے جاتے ، یہی وجہ ہے کہ اَوْس[1] سخت سردی کے زمانے میں قحط سالی کا ذکر کرتے ہوئے کہتا ہے :

وَشُبِّهَ[2] الْهَيْدَبُ الْعَبَامُ مِنَ الأَقْوَامِ سَقْبًا مُجَلَّلاً فَرَعًا

اور جب کسی پھٹے پرانے کپڑے پہننے والے احمق شخص کو اونٹ کے اس نر بچے سے تشبیہ دی جائے جسے " فرع " کی کھال پہنا دی گئی ہو

الھیدب العبام : غیر قادر الکلام اور بھاری جسم والا - سقب : اونٹنی کا نر بچہ -

ابو عمرو کہتا ہے کہ یہ مثال اس وقت بولی جاتی ہے جب کھیت ، جانور یا دیگر منفعت کی چیزوں میں پہلی بار بھلائی دکھائی دے - ایک روایت اس مثال کی یوں بھی ہے : اَوَّلُ الصَّیْدِ فَرَعٌ و نِصَابٌ - پہلا شکار اللہ کے نام پر ذبح کیا ہؤا ہے اور مال زکوٰۃ ہے - اس کی وجہ

---

١ - اوس کے اس قصیدے کے لیے ملاحظہ ہو ذیل الامالی : ٣٤ - ٣٥ -

٢ - سمط اللآلی میں یہ تشریح منقول ہے - الھیدب الذی علیہ أھْدَامٌ ای خُلْقَان تَذَبْذَبُ کأنہ هَیْدَبُ السماء - والعبام : الکلیل اللسان وقیل العبام : الغلیظ الخلقہ فی حُمُق و قولہ مجلّلا فرعا ویروی مُلَبَّساً فرعاً یرید جلد فرع تُلْبِسہ سَقْباً آخر لکی تَدُرَّ أُمّہ علیہ فَشَبَّہَ الرجل بما علیہ من تلک الأھدام والثیاب لشدۃ البرد بِھذا السَقْبِ المجلّل بِھٰذَا التَجلِیْد اور فرع سے مراد جلد الفرع ہے (سمط اللآلی : ٢١٥ - ٢١٦) -

یہ ہے کہ سب سے پہلا شکار جو ہتے چڑھتا اسے چھوڑ دیا جاتا ۔ اس سے وہ لوگ برکت کے امید وار ہوتے ۔ ایک روایت یوں ہے اول صَیْدٍ فَرَعَه (یہ پہلا شکار ہے جس کا اس نے خون بہایا ہے) یعنی اس کا خون بہائے ۔ یہ مثال اس شخص کے لیے بولی جاتی ہے جس میں قبل ازاں کوئی بھلائی نہ دیکھی گئی ہو ۔ بیان ختم ہوا ۔

شاید یہ اختلاف بھی اسی تفاوت پر مبنی ہو جو عربوں کے یہاں بوقلموں رسموں میں پایا جاتا تھا ۔ ظاہر ہے کہ ان کے عادات و اعمال میں شاذ و نادر ہی موافقت پائی جاتی ہے ۔

اب لیجیے عَتِیرَہ کو ۔ یہ لفظ (عین مہملہ پر) فتحہ کے ساتھ ہے اور (تاء) مثناۃ کے نیچے کسرہ ہے ۔ بروزن عَظِیمَۃ ۔ یہ ایک مخصوص برائے ذبح جانور ہوتا تھا جسے جاہلیت میں عرب رجب کے مہینے میں بتوں کے لیے ذبح کیا کرتے تھے ۔ اسی کو رَجَبِیَّۃ بھی کہا جاتا ہے ۔ یہ ابو عبید کا قول ہے ۔ دیگر اہل لغت کہتے ہیں : عتیرہ ایک قسم کی مانی ہوئی نذر ہوتی تھی کہ اگر مال کی تعداد فلاں حد تک پہنچ جائے گی تو رجب میں ہر دس جانوروں کے عوض ایک جانور ذبح کر دیا جائے ۔

صحاح میں ہے : عتیرہ یہ ہے کہ جاہلیت میں کوئی شخص یوں کہتا کہ اگر میرے اونٹوں کی تعداد سو تک پہنچ جائے تو میں رجب کے مہینے ایک اونٹ ذبح کر دوں گا ۔ ابو داؤد نے نقل کیا ہے کہ یہ مخصوص برائے ذبح جانور رجب کے پہلے دس دنوں کے اندر ذبح کرنا ہوتا تھا ۔

حُمَیْدی نے روایت کیا ہے کہ عتیرہ بکری ہوتی تھی جسے رجب کے مہینے میں گھر والوں کی طرف سے ذبح کیا جاتا تھا ۔ اس کا یہ نام اس کے ذبح کیے جانے کی وجہ سے پڑا ۔ عَتْر کے یہی معنی ہیں لہٰذا عَتِیرہ فَعِیلَۃ بمعنی مفعولہ ہوا ۔

یاد رکھیں کہ شریعت اسلامیہ نے فَرَع اور عَتِیرہ ہر دو کو باطل قرار دیا ہے ۔ چنانچہ ایک صحیح حدیث میں ہے ۔

Marfat.com

لَا فَرَعَ وَلَا عَتِيرَةَ (فرع اور عتیرہ کوئی شئی نہیں ہے)۔ یہ ممانعت اسی صورت میں ہوگی جب جانور کو اللہ کے سوا کسی اور کے نام پر ذبح کیا جائے جیسا کہ اہل جاہلیت کا عمل تھا اس لیے کہ وہ اپنے طاغوتوں کی خاطر ایسا کیا کرتے تھے۔ مگر جب جانور کو اللہ کے نام پر ذبح کیا جائے تو یہ جائز ہے۔ اس طرح مذکورہ بالا حدیث اور حدیث "التفرع حق" (فرع کا ذبح کرنا درست ہے) میں مطابقت پیدا ہو جائے گی۔

حاکم نے روایت کیا ہے کہ کسی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم سے فرع کے متعلق سوال کیا تو آپ نے فرمایا: فرع درست ہے لیکن اگر تو اسے ذبح نہ کرے یہاں تک کہ وہ ایک سال کی عمر پوری کر لے اور دوسرے سال میں داخل ہو جائے یا دو سال کی عمر پوری کر کے تیسرے سال میں داخل ہو جائے اور پھر تو کسی کو جہاد کے لیے سوار ہونے کی خاطر دے دے یا کسی محتاج بیوہ کو دے دے تو یہ اس کے ذبح کرنے سے بھی اچھا ہوگا۔ اس کا گوشت اس کی پشم کے ساتھ چمٹ جائے گا اور تمہاری اونٹنی کو اس کا اشتیاق بھی ہوگا۔

ایک اور حدیث میں ہے: ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم کو پکار کر کہا: ہم جاہلیت میں رجب میں جانور ذبح کیا کرتے تھے اب آپ کیا حکم فرماتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: خواہ کوئی مہینہ ہو اللہ کے لیے ذبح کرو۔ اس نے پھر کہا: ہم جاہلیت میں فَرَعَ کو ذبح کیا کرتے تھے۔ آپ نے فرمایا: ہر چرنے والے جانوروں میں فرع ہوتا ہے جسے تمہارے جانور غذا دیتے ہیں یہاں تک کہ جب وہ پورا اونٹ بن جائے تو اسے ذبح کر کے اس کے گوشت کی خیرات کر دو، یہ بہتر ہوگا۔

اس حدیث میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالی علیہ و سلم نے فرع اور عَتِیرہ کو قطعاً باطل قرار نہیں دیا۔ آپ نے ہر دو کے ذبح کرنے کی ایک خاص صورت سے منع فرمایا ہے چنانچہ فرع کی یہ صورت باطل ہے کہ پہلا بچہ جو پیدا ہوا ہے پیدا ہوتے ہی ذبح

Marfat.com

کر دیا جائے ۔ عتیرہ کی اس صورت کو باطل قرار دیا ہے جو خاص رجب میں ذبح کی جاتی تھی نیز اس لیے بھی کہ ہر دو جانوروں کو غیر اللہ کے لیے ذبح کیا جاتا تھا ۔

عہد جاہلیت میں عربوں کی ایک رسم زندہ در گور کرنا بھی تھی

محاورے میں کہتے ہیں وَأَدَ المَوءُودَةَ یَئِدُھا ۔ بچی کو زندہ دفن کر دیا ۔ اور مَوْءُودَۃ کا نام ان بچیوں کے لیے بولا جاتا ہے جنھیں عرب زندہ دفن کر دیا کرتے تھے ۔ زندہ دفن کرنے والے کو وَائِدٌ اور بچی کو وَئِیدٌ اور وَئِیدَۃ اور مَوْءُودَۃ کہا جاتا ۔

ابن الاعرابی نے یہ شعر پیش کیا ہے :

وَمَا لَقِیَ المَوْءُودُ مِنْ ظُلْمِ اُمِّہٖ
کَمَا لَقِیَتْ ذُھْلٌ جَمِیْعاً وَعَامِرُ

زندہ در گور کردہ بچے نے اپنی والدہ کا اس قدر ظلم نہیں جھیلا جس قدر ذُہل اور عامر قبائل نے جھیلا ہے

بعض لوگ کہتے ہیں مَوْءُودَۃ کا لفظ وأد سے لیا گیا ہے جس کے معنی بوجھ کے ہیں گویا اسے اس لیے مَوْءُودَۃ کہا گیا کہ بچی پر مٹی کا بوجھ ڈال دیا جاتا تھا تا آنکہ وہ مر جاتی تھی ۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ وأد کا لفظ أَوْد کا مقلوب ہے اس کا ذکر مرتضٰی نے اپنی دُرر میں کسی اہل لغت سے روایت کے حوالے سے کیا ہے ۔ یہ توجیہ ابو حیان کے نزدیک ناپسندیدہ توجیہ ہے کیونکہ یہ توجیہ کسی امام لغت سے مروی نہیں ہے ۔ ہیثم بن عدی نے ذکر کیا ہے جیسا کہ میدانی نے اس سے روایت کرتے ہوئے نقل کیا ہے کہ وأد کا تمام قبائل عرب میں رواج تھا ۔ یہ الگ بات ہے اگر ایک ایسا کرتا تھا تو دس چھوڑ بھی دیا کرتے تھے ۔ پھر اسلام آ گیا ، عربوں میں یہ رسم کم تھی

Marfat.com

ماسوا بنی تمیم کے - ان میں اسلام سے پہلے یہ رسم بہت زیادہ پائی جاتی تھی - بچیوں کو زندہ دفن کرنے اور اولاد کو قتل کرنے کے ضمن میں عربوں کے مختلف خیالات تھے - چنانچہ بعض وہ قبائل تھے جو بچیوں کو سخت غیرت کی بنا پر اس خیال سے کہ ان کی وجہ سے انھیں عار اٹھانی پڑے گی زندہ دفن کر دیا کرتے تھے اور یہ قبائل بنو تمیم ، کندہ اور دیگر قبائل تھے - میدانی کہتا ہے کہ اس کی وجہ یہ تھی کہ جو خراج بنو تمیم پر لگایا گیا تھا انھوں نے بادشاہ کو ادا نہ کیا - اس پر نعمان نے اپنے بھائی ریان کو دَوْسَرْ فوج دے کر بھیجا ــ دَوْسَرْ نعمان کی فوجوں میں سے ایک فوج کا نام ہے ـــ اس فوج کے بیشتر افراد بکر بن وائل میں سے تھے - ریان ان کے چوپائے ہانک کر لے گیا اور ان کی اولاد کو قیدی بنا لیا - اسی کے متعلق ابو المُشَمْرج الیشکری کہتا ہے :

لَمَّا رَأَوْا رَأْيَةَ النُّعْمَانِ مُقْبِلَةً
قَالُوْا : أَلَا لَيْتَ أَدْنَى دَارِنَا عَدَنُ

جب انھوں نے نعمان کے جھنڈے کو آتے دیکھا تو کہنے لگے کاش ہمارا قریب ترین گھر عدن میں ہوتا

يَا لَيْتَ أُمَّ تَمِيْمٍ لَمْ تَكُنْ عَرَفَتْ
مُرًّا وَكَانَتْ كَمَنْ أَوْدَى بِهِ الزَّمَنُ

کاش تمیم کی ماں نے کڑوی چیز کو نہ جانا ہوتا اور وہ ایسی ہو گئی ہوتی جسے زمانے نے ہلاک کر دیا ہو

إِنْ تَقْتُلُوْنَا فَاَعْيَارٌ مُجَدَّعَةٌ
أَوْ تُنْعِمُوْا فَقَدِيْمًا مِنْكُمُ الْمِنَنُ

اگر تم ہمیں قتل کر ڈالو تو ہم کان کٹے گدھے ہیں اور اگر مہربانی کرو تو تم قدیم سے ہم پر احسان کرتے چلے آئے ہو

اس کے بعد بنی تمیم کے وفد نعمان بن المنذر کے پاس آئے اور

Marfat.com

انھوں نے اس سے اولاد کے بارے میں گفتگو کی ۔ نعمان نے یہ فیصلہ کیا کہ عورتوں کو اختیار دے دیا جائے ۔ چنانچہ جو عورت اپنے خاوند کے پاس جانا پسند کرے اسے خاوند کی طرف لوٹا دیا جائے ۔ لہٰذا عورتوں نے اس اختیار کو استعمال کرنے میں مختلف طرز اختیار کیا ۔ ان میں قیس بن عاصم کی بیٹی بھی تھی ۔ اس نے اپنے قید کرنے والے کے پاس رہنے کو [۳ : ۴۳] اپنے خاوند کے یہاں آنے پر ترجیح دی ۔ اس پر قیس نے یہ عہد کر لیا کہ جو بچی اس کے یہاں پیدا ہوگی وہ اسے زمین میں دفن کر دے گا ۔ چنانچہ اس نے دس سے کچھ اوپر بیٹیاں زندہ دفن کر دیں ۔ قیس بن عاصم کے اس فعل اور اس رسم کو زندہ کرنے کے بارے میں قرآن بچیوں کے زندہ درگور کرنے کی مذمت کرتے ہوئے نازل ہوا ۔

روایت ہے کہ سب سے پہلے عربوں میں سے قبیلہ ربیعہ نے لڑکیوں کو زندہ دفن کیا ۔ اس کا سبب یہ ہوا کہ ان پر حملہ ہوا جس میں دشمن ان کے امیر کی لڑکی اٹھا کر لے گئے ۔ صلح کے بعد امیر نے اسے واپس مانگا تو لڑکی کو اختیار دے دیا گیا کہ وہ قید کرنے والے اور اپنے باپ میں سے جسے چاہے چن لے ۔ اس نے اسی شخص کو پسند کیا جس کے پاس وہ قید تھی اور اسے باپ پر ترجیح دی ۔ اس پر باپ کو غصہ آ گیا اور اس نے اپنی قوم کے لیے بچیوں کو زندہ دفن کرنے کی رسم جاری کر دی ۔ ظاہر ہے کہ غیرت کی وجہ سے یہ کام کیا گیا ۔ نیز اس وجہ سے کہ کہیں بعد میں پھر ایسا واقعہ نہ پیش آ جائے ۔ ان کی غیرت کی خبر سارے عرب میں پھیل گئی ۔ اللہ کو بہتر معلوم ہے کہ یہ کہاں تک درست ہے ۔ لڑکیوں کو زندہ درگور کرنے سے بیشتر عرب قبائل کا مقصد یہی تھا ۔

لڑکی کو زندہ درگور کرنے کا طریقہ جیسا کہ کئی ایک مصنفین نے بیان کیا ہے یہ تھا کہ جب کسی شخص کے یہاں لڑکی پیدا ہوتی اور وہ اسے زندہ رکھنا چاہتا تو اسے صوف یا بالوں کا جبہ پہنا دیتا ۔ یہ لڑکی جنگل میں اونٹ اور بھیڑ بکریاں چراتی رہتی اور اگر مار ڈالنا چاہتا تو اسے چھوڑ دیتا یہاں تک کہ جب وہ چھ سال کی ہو جاتی تو

Marfat.com

اس کی والدہ سے کہتا اسے خوشبو لگا دو اور آراستہ کر دو تاکہ میں اسے لے کر اس کے سسرال کے ہاں جاؤں ۔ اس نے صحراء میں اس کے لیے (پہلے ہی) گڑھا کھود رکھا ہوتا تھا ۔ چنانچہ لے جا کر اس گڑھے تک پہنچتا اور اس سے کہتا : گڑھے میں جھانکو۔ پھر پیچھے سے دھکا دے دیتا اور اس پر مٹی ڈال دیتا تا آنکہ گڑھا زمین کے برابر ہو جاتا ۔

ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہ سے مروی ہے کہ انھوں نے فرمایا : جب حاملہ عورت کے جننے کا وقت قریب آ جاتا تو وہ ایک گڑھا کھود لیتی اور درد زہ کے وقت اس گڑھے کے سر پر آ جاتی اگر بچی پیدا ہوتی تو اسے گڑھے میں پھینک دیتی اور اگر لڑکا جنتی تو اسے روک لیتی ۔

بعض عرب ایسے تھے جو صرف ان لڑکیوں کو زندہ دفن کرتے جو نیلی آنکھوں والی یا کالے رنگ کی ہوتیں ، یا جن کے جسم پر سفید داغ ہوتے یا لنگڑی ہوتیں ۔ کیونکہ ان صفات کو عرب منحوس سمجھتے تھے ۔ اسی سلسلے میں سودہ بنت زہرۃ ابن کلاب کا قصہ بیان کیا جاتا ہے ۔ یہ قصہ یوں کہ جب سودہ پیدا ہوئی تو اس میں مذکورہ بالا صفات میں سے کوئی صفت پائی جاتی تھی ۔ اس کے باپ نے یہ دیکھ لیا اور اس کے دفن کرنے کا حکم دے کر حجونؔ کی طرف بھیج دیا ۔ جب کھودنے والے نے اسے دفن کرنے کے لیے گڑھا کھودا اور دفن کرنے لگا تو کسی ہاتف غیبی کو یہ کہتے سنا : بچی کو دفن نہ کرو اسے جنگل میں چھوڑ دو ۔ اس نے ادھر اُدھر دیکھا مگر اسے کچھ بھی دکھائی نہ دیا ۔ پھر دفن کرنے لگا تو اس نے ہاتف کو ایک اور سجع کہتے ہوئے سنا ۔ اس میں کچھ اور ہی مفہوم پایا جاتا تھا ۔ چنانچہ وہ اس لڑکی کے باپ کے پاس لوٹ آیا [۳ : ۴۴] اور جو کچھ سنا اس سے آگاہ کیا ۔ باپ نے کہا : اس بچی کا کوئی خاص معاملہ ہے چنانچہ اس سے تعرض نہ کیا ۔ (بعد میں) یہی بچی قریش کی کاہنہ بنی ۔ ایک دن بنی زہرہ سے کہنے لگی : تم میں ایک عورت ڈرانے والی ہے یا تم میں سے ایک عورت کسی ڈرانے والے کو جنم دے گی لہذا تم اپنی بچیوں کو میرے سامنے لاؤ ۔ انھوں نے بچیوں کو

Marfat.com

پیش کیا - اس نے ہر بچی کے متعلق کچھ نہ کچھ کہا جو کچھ مدت کے بعد اسی طرح ظاہر ہؤا - یہاں تک کہ آمنہ بنت وھب اس کے سامنے لائی گئی تو کہا : یہی ڈرانے والی ہے یا ڈرانے والے کو جنم دے گی اور پھر لمبا قصہ بیان کیا جس کا ذکر ابوبکر النقاش نے کیا ہے - اس بیان میں جہنم کا بھی ذکر ہے حالانکہ اس وقت تک عربوں نے یہ نام نہ سنا تھا لہٰذا کہنے لگے : جہنم کیا چیز ہے ؟ سوادہ نے جواب دیا : ڈرانے والا تمھیں اس کے متعلق بتلائے گا -

سیرۃ حلبیہ میں ہے کہ عبدالمطلب نے اپنے بیٹے عبداللہ کے لیے اگر بنی زھرہ میں سے آمنہ کو چُنا تو اس کی وجہ یہ تھی کہ سودہ بنت زھرہ جو کاہنہ تھی وہ آمنہ کے والد وھب کی پھوپھی تھی - اُس کا قصہ یوں ہے کہ جب پیدا ہوئی تو اس کے باپ نے دیکھا کہ اس کی آنکھیں نیلی اور رنگ کالا ہے اور عرب ایسی لڑکی کو جس میں یہ صفات پائی جاتیں زندہ دفن کر دیا کرتے تھے - جس میں یہ صفات نہ ہوتیں اس سے ذلت اور رنج کے باوجود تعرض نہ کرتے اور پھر مذکورہ بالا قصہ بیان کیا ہے - بہر حال یہ طریق عمل بہت کم عرب قبائل میں مروج تھا - جمہور عرب نے اسے نہیں اپنایا -

بعض عرب قبائل وہ تھے جو خرچ کے ڈر اور محتاجی کی وجہ سے اپنی اولاد کو قتل کر دیا کرتے تھے - ایسا کرنے والے ایسے قبائل تھے جو غریب تھے - انھی کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا یہ قول نازل ہؤا :

وَلَا تَقْتُلُوْٓا اَوْلَادَكُمْ خَشْيَةَ اِمْلَاقٍ ۭ نَحْنُ نَرْزُقُهُمْ وَاِيَّاكُمْ ۭ اِنَّ قَتْلَهُمْ كَانَ خِطْاً كَبِيْرًا

تم افلاس کے ڈر سے اپنی اولاد کو قتل نہ کیا کرو - ہم اُنھیں بھی روزی دیتے ہیں اور تمھیں بھی - ان کا قتل کرنا بڑا گناہ ہے

اس آیت کے ظاہری الفاظ سے یہی مفہوم نکلتا ہے کہ اولاد کو خواہ بیٹا ہو خواہ بیٹی فقر و فاقہ کے ڈر سے قتل کر دینے کے تمام انواع سے منع فرما دیا گیا - لیکن روایت ہے کہ اہل جاہلیت میں سے بعض لوگ اس

Marfat.com

ڈر سے کہ بچیوں کے اخراجات کے متحمل نہ ہو سکیں گے انھیں زندہ دفن کر دیا کرتے تھے لہٰذا اس آیت میں اس سے منع کر دیا گیا ۔ اس طرح اس آیت میں اولاد سے مراد صرف لڑکیاں ہوں گی اور قتل سے مراد انھیں زندہ دفن کرنا ہوگا اور خشیۃ کے اصلی معنی اس خوف کے ہیں جس میں تعظیم ملی ہوئی ہو ۔ راغب کہتا ہے : بالعموم یہ خوف اس وقت ہوتا ہے جب انسان کو اس چیز کا علم ہو جس سے وہ ڈر رہا ہوتا ہے اور إِمْلَاق کے معنی افلاس کے ہیں جیسا کہ ابن عباس سے مروی ہے اور انھوں نے شاعر کا یہ شعر پیش کیا ہے :

وَإِنِّي عَلَى الْإِمْلَاقِ يَا قَوْمِ مَاجِدٌ
أُعِدُّ لِأَضْيَافِي الشِّوَاءَ الْمُضَهَّبَا

اے میری قوم میں افلاس کے باوجود بزرگ ہوں اور اپنے مہمانوں کے لیے پتھروں پر بھنا ہوا گوشت تیار کر رکھتا ہوں

رہا اللہ سبحانہ کا " نَحْنُ نَرْزُقُهُمْ وَإِيَّاكُمْ " [۳ : ۴۵] فرمانا تو یہ ان کے رزق کی ضمانت ہے اور ان کے خیال میں جو بات ان کے قتل کی موجب تھی اسے باطل قرار دیتے ہوئے نہی مذکور کی وجہ سے بیان کر دی ہے ۔ یعنی یہ کہ انھیں رزق تم نہیں دیتے ہم دیتے ہیں لہٰذا اپنے اس علم کی بنا پر کہ وہ (پیدا ہونے والے) اپنا رزق کمانے سے عاجز ہوں گے (اور تمھیں ان کی کفالت کرنا ہوگی) تم افلاس سے نہ ڈرو اور رہا اللہ تعالیٰ کا " إِنَّ قَتْلَهُمْ كَانَ خِطْئًا كَبِيرًا " فرمانا تو یہ ایک اور دلیل ہے اس بات پر کہ جس چیز سے تمھیں منع کیا گیا ہے وہ بذات خود ایک بہت بری چیز ہے کیونکہ اس میں قطع نسل اور قطع نوع پایا جاتا ہے ۔ او خِطْءٌ کا لفظ لفظاً اور معناً إِثْم (گناہ) کی طرح ہے ۔ بہت سے عقلائے عرب اس فعل کو ناپسند کرتے تھے ۔ بعض عرب گھر والوں کو اس قسم کی دفن کی جانے والی بچی کا فدیہ ادا کر کے اسے چھوڑا لیتے تھے ۔ چنانچہ صحیح بخاری میں ہے کہ زید بن عمرو بن نفیل دفن کی جانے والی لڑکی کو زندگی بخشتا تھا ۔ جب کوئی شخص اپنی بیٹی کو

Marfat.com

قتل کرنے کا ارادہ کرتا تو زید اُس سے کہتا : اسے قتل نہ کر اس کی روزی کا میں کفیل ہوں اور لڑکی کو اس شخص سے لے لیتا ۔ جب لڑکی جوان ہو جاتی تو اس کے باپ سے کہتا : اگر تو چاہے تو میں لڑکی تمھیں دے دوں گا ورنہ میں ہی اس کی خوراک کی کفالت کرتا رہوں گا ۔ یہاں پر زندگی بخشنا مجازی معنوں میں استعمال ہوُا ہے اور زندگی بخشنے سے مراد اس کا زندہ رہنے دیا جانا ہے ۔

اور صعصعہ بن ناجیہ اُس شخص سے جو افلاس کے ڈر سے بیٹی کو زندہ دفن کرنے کا ارادہ کرتا بیٹی کو خرید لیا کرتا چنانچہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے تک اس نے چھیانویں بیٹیوں کو زندگی بخشی تھی ۔ اسی کے متعلق فرزدق فخریہ طور پر کہتا ہے :

وَمِنَّا الَّذِی اخْتِیْرَ[۱] الرِّجَالَ سَمَاحَةً
وَخَیْرًا إِذَا هَبَّ الرِّیَاحُ الزَّعَازِعُ

ہمیں میں سے وہ شخص بھی تھا جسے سخاوت اور شرافت کی بنا پر اس وقت چنا جاتا تھا جب تند (قحط سالی کی) ہوائیں چلنے لگتی تھیں

وَمِنَّا الَّذِی [۲]قَادَ الْجِیَادَ عَلَی الْوَجٰی
لِنَجْرَانَ حَتَّی صَبَّحَتْهَا النَّزَائِعُ

ہمیں میں سے وہ شخص بھی تھے جنھوں نے باوجود اس کے کہ گھوڑوں کے پاؤں گھس گئے تھے نجران تک انھیں کھینچ کر لے گئے تھے یہاں تک کہ ان اجنبی گھوڑوں نے (اہل) نجران پر غارت کے لیے اچانک یورش کر دی

---

۱ - اختیر الرجال ای اختیر من الرجال ۔

۲ - گھوڑوں کو کھینچ لے جانے والا اقرع بن حابس اور عمرو بن کلثوم تھے ۔ ان دونوں نے نجران پر چڑھائی کی تھی اور وجٰی : پاؤں یا سم کا گھس جانا ، اور نزائع : اجنبی گھوڑے ۔

Marfat.com

وَمِنَّا الَّذِی[۱] اَعطَی الرَّسُولَ عَطِیَّۃً
اُسَارَیٰ تَمِیْمٍ و العُیُونُ دَوَامِعُ

ہمیں میں سے وہ شخص تھا جس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بنی تمیم کے قیدی عطیے کے طور پر دیے تھے درآنحالیکہ ان کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے

وَمِنَّا خَطِیْبٌ[۲] لَا یُعَابُ و حَامِلٌ
اَغَرُّ اِذَا الْتَفَّتْ عَلَیْہِ الْمَجَامِعُ

ہمیں میں سے وہ خطیب تھا جس پر عیب نہیں لگایا جا سکتا ، وہ روشن چہرے والا تھا ، خونبہا کی ذمہ داری لینے والا تھا (اور وہ بھی بھری مجلسوں میں (جہاں بڑے بڑے لوگ موجود ہوتے تھے)

وَمِنَّا الَّذِی[۳] اَحْیَا الوَئِیْدَ وَغَالِبٌ
وَعَمْرٌو وَمِنَّا حَاجِبٌ وَالاَقَارِعُ

[۳ : ۴۶]ہمیں میں سے وہ شخص بھی تھا جس نے دفن کی جانے والی لڑکی کو زندگی بخشی - ہمیں میں سے عمرو بھی تھا ، حاجب بھی تھا

---

۱ - یہ بنی عمرو بن جُندُب کی جنگ کے موقع پر ہوا جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی قیدی عورتیں واپس کر دیں - ابو عبیدہ کہتا ہے کہ اقرع بن حابس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بنو عمرو بن جندب کے بارے میں درخواست کی تھی تو آنحضرت نے ان کے قیدی واپس کر دیے تھے -

۲ - خطیب سے مراد عطارد بن حاجب بن زرارہ ہے - یہ بنی تمیم کے وفد کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تھا - اور حامل سے مراد عبداللہ بن حکیم ہے اس نے مرہد کی جنگ میں جس میں مسعود بن عمرو العتکی مارا گیا تھا لوگوں کی طرف سے خونبہا ادا کرنے کی ذمہداری لی تھی -

۳ - مراد فرزدق کے دادا صعصعہ بن ناجیہ سے ہے -

Marfat.com

اور اقارع بھی تھے

أُولٰئِكَ آبَائِي فَجِئْنِي بِمِثْلِهِمْ
إِذَا جَمَعَتْنَا يَا جَرِيرُ الْمَجَامِعُ

یہ رہے میرے آباء - اے جریر جب ہم مجلس میں جمع ہوں تو ان جیسا کوئی شخص تم بھی (اپنی قوم میں سے) پیش کرنا

میں نے سیرت کی کتاب میں دیکھا ہے کہ صعصعہ بن ناجیہ بن عقال قتل کی جانے والی بچی کا فدیہ ادا کرکے اسے بچا لیا کرتا تھا - جب وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تو عرض کیا : یا رسول اللہ میں جاہلیت میں ایک کام کیا کرتا تھا کیا وہ کام آج بھی میرے لیے مفید ہو سکتا ہے ؟ آپ ؐ نے فرمایا : وہ کونسا کام ہے ؟ تو اس نے ایک طویل قصہ سنایا جس میں یہ بیان بھی تھا کہ جب ایک عرب عورت نے بچی جنی تو میں وہاں موجود تھا - بچی کے باپ نے اسے زندہ دفن کرنا چاہا - صعصعہ کہتا ہے کہ میں نے اس سے کہا : کیا تو اسے بیچتا ہے ؟ اس نے جواب دیا : کیا کوئی عرب اپنی اولاد بیچ سکتا ہے - صعصعہ کہتا ہے کہ میں نے اس سے کہا : میں صرف اس کی زندگی خریدنا چاہتا ہوں اس کو لونڈی بنا کے مالک نہیں بننا چاہتا - پھر میں نے اس بچی کو دس ماہ کی دو گابھن اونٹنیوں اور ایک اونٹ کے عوض خرید لیا - اب عربوں کے ضمن میں میرا دستور سا بن گیا کہ وہ جس بچی کو زندہ دفن کرنا چاہیں اسے میں اتنے داموں پر خرید لیتا ہوں - اب تک میرے پاس دو سو اسّی ایسی بچیاں ہیں جنھیں میں نے (موت سے) نجات دلائی ہے - رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : اس سے تجھے کوئی فائدہ نہ ہوگا کیونکہ تو نے یہ کام اللہ کی رضا کی خاطر نہ کیا تھا ہاں اگر اسلام لانے کے بعد تو کوئی نیک کام کرے گا تو تجھے اس کی جزا ملے گی -

طبرانی نے صعصعۃ بن ناجیہ مجاشعی کی روایت کے حوالے سے کہا ہے : میں نے عرض کیا : یا رسول اللہ ! میں نے کچھ اعمال عہد جاہلیت میں کیے

Marfat.com

ہیں کیا ان کا مجھے کوئی اجر ملے گا ؟ میں نے تین سو ساٹھ بچیوں کو زندگی بخشی ہے اور ہر ایک کو میں نے دس ماہ کی گابھن دو اونٹنیوں اور ایک اونٹ کے عوض خریدا ہے کیا اس کا مجھے کوئی اجر ملے گا ؟ نبی اکرم صلی اللہ علیہ و سلم نے فرمایا : تمھیں اس کا اجر ملے گا کیونکہ اللہ تعالی نے تم پر یہ احسان کیا ہے کہ تمھیں مسلمان کر دیا ہے ۔ یہ روایت پہلی روایت کے مقابلے میں زیادہ صحیح ہے ۔

فرزدق نے اپنے دادا کی بچیوں کو زندگی بخشنے کا ذکر اپنے بہت سے اشعار میں کیا ہے ۔ چنانچہ فرزدق کہتا ہے :

وَمِنَّا الَّذِي مَنَعَ الوَائِدَاتِ
وَأَحْيَا الوَئِيدَ فَلَمْ يُوأَدِ

ہمیں میں سے وہ شخص بھی تھا جس نے زندہ دفن کرنے والیوں کو روکا اور بچیوں کو زندگی بخشی اور پھر انھیں دفن نہیں کیا گیا

عربوں میں بعض ایسے لوگ بھی تھے جو یہ نذر مان لیتے تھے کہ جب ان کے بیٹوں کی تعداد دس ہو جائے گی تو ایک کو ذبح کر دے گا جیسا کہ عبدالمطلب نے کہا تھا ۔ یہ قصہ مشہور ہے ۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے فرمان : أَنَا ابنُ الذَّبِيحَين (میں دو ذبیحوں کا بیٹا ہوں) اسی کی طرف اشارہ کیا ہے ۔ آپ کی مراد اپنے والد عبداللہ اور دادا اسماعیل علیہ الصلٰوۃ و السلام سے تھی ۔

[۳ : ۴۷] امام ماوردی کتاب اعلام النبوۃ میں کہتا ہے : زُہری ، یزید بن رومان اور صالح بن کیسان نے بیان کیا ہے کہ عبدالمطلب بن ہاشم نے یہ نذر مانی تھی کہ جب اللہ تعالی اسے دس نرینہ بچے عطا کرے گا اور وہ اس کی زندگی ہی میں مرد بن جائیں گے تو وہ ان میں سے ایک کو کعبے کے لیے اپنے رب کی شکر گزاری کے طور پر ذبح کر دیں گے ۔ انھیں معلوم تھا کہ ابراہیم علیہ الصلٰوۃ و السلام کو اپنے بیٹے کو ذبح کرنے کا حکم ملا تھا ۔ چنانچہ ان کا تصور یہ تھا کہ یہ امر قُربت الٰہی کا بہترین طریقہ ہے ۔ جب ان کی اولاد کی تعداد پوری دس ہو گئی اور

Marfat.com

وہ عبدالمطلب کے لیے بہت قوی ساز و سامان بن گئے تو انھوں نے بیٹوں سے کہا : بیٹو ! میں نے ایک نذر مانی تھی جس کا تمھیں پہلے سے ہی علم ہے لہٰذا اب تم کیا کہتے ہو ؟ بیٹوں نے کہا : یہ معاملہ آپ کے سپرد ہے - آپ کو کلی اختیار ہے ہمارا سر تسلیم خم ہے - عبدالمطلب نے کہا : تم میں سے ہر ایک اپنے تیر کے پاس جا کر اس پر اپنا نام لکھے - سب نے ایسا ہی کیا - پھر وہ تیر لے کر عبدالمطلب کے پاس آ گئے - عبدالمطلب نے تیر لیے اور اس طرح کے شعر کہنے لگے :

عَاهَدْتُهُ وَأَنَا مُوفٍ عَهْدَهُ
وَاللهِ لا يُحْمَدُ شَيْءٌ حَمْدَهُ

میں نے اللہ سے عہد کیا تھا اور میں اس عہد کو پورا کروں گا اللہ کی قسم حمد باری تعالیٰ جیسی قابل تعریف کوئی شے نہیں

إِذْ كَانَ مَوْلَايَ وَكُنْتُ عَبْدَهُ
نَذَرْتُ نَذْراً لَا أُحِبُّ رَدَّهُ

کیونکہ وہ میرا آقا ہے اور میں اس کا غلام ہوں میں نے ایک نذر مانی ہے جسے میں رد کرنا پسند نہیں کرتا

وَلَا أُحِبُّ أَنْ أَعِيشَ بَعْدَهُ
اور اس کے بعد میں زندہ بھی رہنا نہیں چاہتا

اس کے بعد قرعہ اندازی کرنے والے امین کو بلایا اور اپنے بیٹوں کے تیر اس کے حوالے کر کے کہا : انھیں ہلاؤ اور جلدی نہ کرو - عبدالمطلب کو عبداللہ سب سے زیادہ عزیز تھے - قرعہ انداز نے عبداللہ کے نام کا قرعہ نکالا - عبدالمطلب نے چھری لی اور عبداللہ کو لے کر آ گئے اور اُساف اور نائلہ کے درمیان انھیں لٹا کر یہ اشعار رجز کہے :

عَاهَدْتُهُ وَأَنَا مُوفٍ نَذْرَهُ
وَاللهِ لَا يَقْدِرُ شَيْءٌ قَدْرَهُ

میں نے اس سے عہد کیا ہے اور میں اپنے عہد کو پورا کروں گا

Marfat.com

خدا کی قسم کوئی چیز اس کی قدر نہیں جان سکتی

هٰذَا بُنَيَّ قَدْ أُرِيدَ نَحْرُهُ
وَإِنْ يُؤَخِّرْهُ يُقَبَّلْ عُذْرُهُ

یہ میرا پیارا بیٹا ہے جسے ذبح کرنے کا ارادہ کیے ہوئے ہوں اگر اگر اللہ اس میں تاخیر کر دے تو اس کا عذر بھی قبول کر لیا جائے گا

بہر حال عبدالمطلب نے عبداللہ کو ذبح کرنے کا ارادہ کیا ۔ اس پر عبدالمطلب کے بیٹے ابو طالب نے جھپٹ کر عبدالمطلب کا ہاتھ پکڑ لیا اور بھائی سے دور ہٹا دیا ۔ ابو طالب اور عبداللہ دونوں ایک ہی ماں اور باپ کے بیٹے تھے ۔ ابو طالب نے (اس موقع پر) یہ اشعار رجز کہے :

كَلَّا وَرَبِّ الْبَيْتِ ذِي الْأَنْصَابِ
مَا ذَبْحُ عَبْدِ اللّٰهِ بِالتَّلْعَابِ

اس بتوں والے گھر کے رب کی قسم ایسا ہرگز نہ ہوگا عبداللہ کا ذبح کرنا کوئی کھیل نہیں ہے

يَا شَيْبَ إِنَّ الرِّيحَ ذُو عِقَابِ
إِنَّ لَنَا مُرَّةَ فِي الْخُطَّابِ

اے شیبہ ہوا عذاب والی ہے ہمارے لیے چاہنے والوں میں قبیلہ مرہ ہے

أَخْوَالُ صِدْقٍ كَأُسُودِ الْغَابِ
جو شیران بیشہ کی طرح سچے ماموں ہیں

[۳ : ۸م] بنو مخزوم جو ابو طالب کے ماموں تھے یہ سنتے ہی بول اٹھے : ہمارے بھانجے نے سچ کہا ہے اور اچھل کر عبدالمطلب کی طرف گئے اور کہا : اے ابو الحٰرث ہم اپنے بھانجے کو ذبح نہ ہونے دیں گے ۔ اس کے سوا اپنے بیٹوں میں سے تو جسے چاہے ذبح کر لے ۔ عبدالمطلب نے کہا : میں نے نذر مانی تھی اور قرعہ (عبداللہ کے نام کا) نکلا ہے لہٰذا اس

Marfat.com

کا ذبح کرنا ضروری ہے ۔ انھوں نے کہا : ہرگز نہیں ۔ جب تک ہم میں ایک بھی ذی روح انسان موجود ہے یہ بات نہ ہو سکے گی ۔ ہم اس کے فدیے میں اپنا سارا مال خواہ اپنا کمایا ہؤا ہو خواہ آبائی ، دے دیں گے ۔ مغیرہ بن عبداللہ بن عمرو بن مخزوم نے رجز کے یہ اشعار بھی کہے :

یَا عَجَباً مِنْ فِعْلِ عَبْدِ المُطَّلِبْ
وَ ذَبْحِہِ ابْناً کَتِمْثَالِ الذَّھَبْ

عبدالمطلب کے فعل پر تعجب ہوتا ہے (حد ہے) وہ سونے کی مورتی
جیسے بیٹے کو ذبح کرنے پر (مصر ہے)

کَلَّا وَ رَبِّ البَیْتِ مَسْتُورِ الحُجُبْ
مَا ذَبْحُ عَبْدِ اللہِ فِیْنَا بِاللَّعِبْ

اس چھپے ہوئے پردوں والے گھر کے رب کی قسم ایسا نہ ہوگا ہمارے
ہوتے عبداللہ کا ذبح کرنا کوئی کھیل نہیں ہے

اس کے بعد قریش کے سردار عبدالمطلب پر جھپٹ پڑے اور کہا : اے ابو الحٰرث ! یہ کام جس کا تو نے عزم کیا ہے بڑا ہیبتناک کام ہے اور اگر تو نے اپنے بیٹے کو ذبح کر دیا تو اس کے بعد تو آرام سے زندگی نہ گزار سکے گا لیکن کوئی حرج نہیں ابھی تو ابتدا ہی ہے تو اس بات کے متعلق صحیح معلومات حاصل کر لے ، ہم تیرے ساتھ بنی اسد کی کاہنہ کے پاس چلتے ہیں جو وہ حکم دے اس پر عمل کرنا ۔ عبدالمطلب نے کہا : جس طرح تم کہو ۔ عرب کہانت کو حق جانتے تھے ۔ اس کے بعد عبدالمطلب بنی مخزوم کے کچھ لوگوں کو ساتھ لے کر کاہنہ کی خاطر شام کی راہ لی ، جب کاہنہ کے پاس گئے تو عبدالمطلب نے اسے بتایا کہ میں نے اپنے بیٹے کو ذبح کرنے کا ارادہ کیا ہے اور ساتھ ہی یہ رجز کے اشعار بھی کہے :

یَا رَبِّ إِنِّیْ فَاعِلٌ لِمَا تُرِدْ
إِنْ شِئْتَ أُلْھِمْتُ الصَّوَابَ وَالرَّشَدْ

اے میرے رب میں وہی کروں گا جو تو چاہے گا اگر تو چاہے گا
تو میرے دل میں صحیح اور درست بات ڈال دی جائے گی

یَا سَائِقَ الْخَیْرِ إِلَی کُلِّ بَلَدْ
قَدْ زِدْتَ فِی الْمَالِ وَأَکْثَرْتَ الْعَدَدْ

اے ہر شہر کی طرف بھلائی لے جانے والے تو نے مال بھی بہت دیا
اور تعداد بھی کثیر کر دی

کاہنہ نے کہا: آج چلے جاؤ، یہ لوگ چلے آئے اور دوسرے دن پھر گئے - کاہنہ نے کہا: تمھارے ہاں ایک مرد کا خونبہا کتنا ہوتا ہے؟ انھوں نے کہا: دس اونٹ - کاہنہ نے کہا: اپنے شہر واپس چلے جاؤ اور اس بچے کو جس کے ذبح کرنے کا تم نے ارادہ کیا ہے سامنے رکھو - اس کے ساتھ ہی دس اونٹ بھی سامنے رکھو، پھر اس کے اور اونٹوں کے نام کا قرعہ ڈالو - اگر قرعہ اونٹوں کے نام کا نکلے تو اونٹوں کو ذبح کر ڈالو اور اگر تمھارے آدمی کے نام کا نکلے تو اونٹوں میں دس دس کرکے اضافہ کرتے جاؤ تاآنکہ تمھارا رب راضی ہو جائے - اس پر یہ لوگ مکے واپس چلے آئے اور عبدالمطلب کو کہنے لگے: اے ابو الحٰرث! تیرے لیے ابراہیم علیہ الصلٰوۃ و السلام کی مثال موجود ہے، تجھے معلوم ہے کہ انھوں نے بھی اپنے بیٹے اسماعیل کو ذبح کرنے کا ارادہ کیا تھا اور تُو اسماعیل کی اولاد کا سردار ہے - لٰہذا اپنے بیٹے کو بچانے کے لیے مال پیش [۳ : ۹۰] کر - صبح ہوئی تو عبدالمطلب اپنے بیٹے عبداللہ کو لے کر ذبح کرنے کے لیے گیا اور اس کے ساتھ ہی دس اونٹ قربانی کے لیے پیش کر دیے - اس کے بعد تیروں کے امین کو بلایا اور ایک تیر بیٹے کے نام پر رکھا اور کہا قرعہ ڈالو اور جلدی نہ کرو - قرعہ عبداللہ کے نام نکلا - عبدالمطلب نے اونٹوں کی تعداد بیس کر دی - قرعہ پھر عبداللہ کے نام نکلا - پھر انھوں نے تیس اونٹ کر دیے اور قرعہ ڈالا - قرعہ پھر عبداللہ کے نام نکلا - انھوں نے چالیس اونٹ کر دیے - پھر قرعہ ڈالا - قرعہ پھر عبداللہ کے نام نکلا - انھوں نے پچاس اونٹ کر دیے - پھر قرعہ ڈالا -

Marfat.com

قرعہ پھر عبداللہ کے نام نکلا - انھوں نے ساٹھ اونٹ کر دیے - پھر قرعہ ڈالا - قرعہ پھر عبداللہ کے نام نکلا - انھوں نے ستر اونٹ کر دیے - پھر قرعہ ڈالا - قرعہ پھر عبداللہ کے نام نکلا - پھر اسّی کر دیے - پھر قرعہ ڈالا - قرعہ پھر عبداللہ کے نام نکلا - پھر نوے اونٹ کر دیے - پھر قرعہ ڈالا - قرعہ عبداللہ کے نام نکلا - انھوں نے پھر سو اونٹ کر دیے اور قرعہ ڈالا - اب کی بار قرعہ اونٹوں کے نام نکلا - اس پر عبداللہ نے اللہ اکبر کہا - قریش نے بھی اللہ اکبر کہا - اور بولے : اے ابو الحٰرث ! اس نے تمھارے رب کی رضا مندی حاصل کر لی ہے اور تمھارا بیٹا ذبح ہونے سے بچ نکلا ہے - عبدالمطلب نے کہا : اللہ کی قسم یہ بات نہیں ہے تاآنکہ میں تین بار قرعہ نہ ڈال لوں - چنانچہ دوبارہ قرعہ ڈالا - جو اونٹوں کے نام نکلا ، پھر تیسری بار ڈالا ، پھر اونٹوں کے نام نکلا - اس سے عبدالمطلب کو معلوم ہو گیا کہ اس نے اپنے بیٹے کے فدیے کے متعلق اپنے رب کی رضامندی حاصل کر لی ہے - چنانچہ رجز کے یہ اشعار کہے :

دَعَوْتُ رَبِّيْ مُخْلِصاً وَّ جَهْرَا
يَا رَبِّ لَا تَنْحَرْ بُنَيَّ نَحْرَا

میں نے اپنے رب کو اخلاص سے اور بلند آواز سے پکارا اے میرے رب ! میرے بیٹے کو ذبح نہ کرنا

وَفَادِ بِالْمَالِ تَجِدْلِيْ وَفْرَا
أعْطِيْكَ مِنْ كُلِّ سَوَامٍ عَشْرَا

مال کی صورت میں فدیہ قبول کر لے - میرے پاس بہت مال ہے میں ہر چرنے والے ریوڑ میں سے تجھے دس دوں گا

عَفْوَاً وَلَا تُشْمِتْ عُيُونًا خُزْرَا
بِالْوَاضِحِ الْوَجْهِ الْمُغَشَّى بَدْرَا

اپنی مرضی سے (دوں گا) اور تو ترچھی نگاہ سے دیکھنے والے (دشمنوں کو) روشن چہرے والے اور جس پر چودھویں رات کا چاند

Marfat.com

چڑھا ہؤا ہے ذبح کرکے خوش نہ کرنا

فَالْحَمْدُ لِلّٰهِ الْأَجَلِّ شُكْرًا
فَلَسْتُ وَالْبَيْتِ الْمُغَطّٰى سِتْرًا

شکریے کے طور پر میں خدائے بزرگ کی تعریف کرتا ہوں - قسم ہے اس (اللہ کے گھر کی) جس پر پردے ڈالے ہوئے ہیں

مُبَدِّلًا نِعْمَةَ رَبِّيْ كُفْرًا
مَادُمْتُ حَيًّا أَوْ أُزُوْرَ قَبْرًا

اپنے رب کی نعمت کو ناشکری میں تبدیل نہیں کرنے کا جب تک میں زندہ ہوں - یہاں تک کہ میں قبر میں چلا جاؤں

اس کے بعد اونٹوں کو پیش کیا گیا - ان کی تعداد سو تھی اور یہ عبدالمطلب کے بہترین اونٹوں میں سے تھے ان سب کو عبداللہ کے فدیے میں ذبح کر کے اسی جگہ پر پڑا رہنے دیا گیا - کسی شخص کو ان کے (کھانے سے) روکا نہیں جاتا تھا ہر شخص باری باری آتا - لہٰذا ایک سو اونٹ بطور خونبہا ادا کرنے کی رسم آج تک چلی آتی ہے - عبدالمطلب اپنے بیٹے عبداللہ کو لے کر خوشی خوشی واپس آ گئے - یہی وجہ تھی کہ عبداللہ کو ذبیح کہا جاتا تھا اور یہی وجہ تھی کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے أَنَا ابْنُ الذَّبِيْحَيْنِ (میں دو ذبیحوں کا بیٹا ہوں) فرمایا - آپ کی مراد اسماعیل بن ابراہیم علیہما الصلٰوۃ والسلام اور اپنے باپ عبداللہ بن عبدالمطلب سے ہے -

[۳ : ۵۰] عربوں میں بعض لوگ وہ بھی تھے جو کہتے تھے کہ ملائکہ اللہ کی بیٹیاں ہیں - اللہ پاک ہے ان امور سے جن کا یہ لوگ ذکر کرتے ہیں لہٰذا تم بھی اپنی بیٹیوں کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ لاحق کر دو کیونکہ وہی ان کا حقدار ہے - انھی لوگوں کے اس قول اور ان کی تردید میں اشارہ کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے :

وَيَجْعَلُوْنَ لِلّٰهِ الْبَنَاتِ سُبْحَانَهٗ وَلَهُمْ مَا يَشْتَهُوْنَ

Marfat.com

وَإِذَا بُشِّرَ أَحَدُهُمْ بِالْأُنْثَىٰ ظَلَّ وَجْهُهُ مُسْوَدًّا
وَهُوَ كَظِيمٌ يَتَوَارَىٰ مِنَ الْقَوْمِ مِنْ سُوءِ
مَا بُشِّرَ بِهِ أَيُمْسِكُهُ عَلَىٰ هُونٍ أَمْ يَدُسُّهُ
فِي التُّرَابِ أَلَا سَاءَ مَا يَحْكُمُونَ

(انھوں نے اللہ کی بیٹیاں بنا رکھی ہیں ۔ خدا ان باتوں سے پاک ہے اور خود ان کے لیے ان کی دل خواہ چیز (بیٹے) ہیں اور جب ان میں سے کسی کو بیٹی پیدا ہونے کی خبر دی جائے تو اس کا چہرہ سیاہ ہو جاتا ہے اور وہ غمزدہ ہو جاتا ہے ۔ وہ اس بری خبر کی وجہ سے قوم سے چھپتا پھرتا ہے اور (دل میں کہتا ہے) کیا اس ذلت کے ہوتے ہوئے اسے اپنے پاس زندہ رہنے دوں یا اسے مٹی میں دفن کر دوں ۔ یہ کیا ہی برا فیصلہ ہے ۔

قرآن کے اس حکم کے نازل ہونے کے کیا کہنے ۔ اللہ کی شان کس قدر بلند ہے اور اس کی دلیل کس قدر واضح ہے ۔ اللہ نے اس فاسد مذہب اور اس لا یعنی اعتقاد کی کس قدر مختصر الفاظ اور واضح دلیل کے ساتھ تردید کر دی ہے جس کی وجہ سے ملحدوں نے گھٹنے ٹیک دیے ۔

تفسیر[1] میں ہے : " وَيَجْعَلُونَ لِلَّهِ الْبَنَاتِ " (انھوں نے اللہ کی بیٹیاں بنا رکھی ہیں) تو یہ قبیلہ خزاعہ اور کنانہ کے لوگ تھے ۔ یہ فرشتوں کو اللہ کی بیٹیاں کہا کرتے ۔ گویا انھوں نے اپنی جہالت کی بنا پر فرشتوں کو مؤنث اور اولاد قرار دیا ۔ امام کہتا ہے : میرا خیال ہے کہ انھوں نے فرشتوں کے لیے بیٹیوں کا جو لفظ استعمال کیا ہے اس لیے کیا ہے کہ ملائکہ عورتوں[2] کی طرح نگاہوں سے چھپے ہوئے

---

۱ ۔ تفسیر سے مراد تفسیر روح المعانی ہے جو محمود شکری آلوسی نے دادا [illegible] آلوسی کی تالیف ہے ۔ ملاحظہ ہو روح [illegible] ۔

۲ ۔ یہ قیاس درست معلوم نہیں ہوتا کیونکہ عربوں کے ہاں پردہ کا رواج نہ تھا ۔

Marfat.com

ہیں یہی وجہ تھی کہ چونکہ سورج کی ٹکیہ اپنی غالب روشنی اور زبردست نور کی وجہ سے ایسی معلوم ہوتی ہے کہ یہ نگاہوں سے چھپی ہوئی ہے - عربوں نے اس کے لیے مؤنث کا لفظ استعمال کیا - اس پر یہ اعتراض وارد نہیں ہوتا کہ جن بھی تو آنکھوں سے چھپے ہوئے ہیں کیونکہ ایسے امور میں یکسانیت کا ہونا ضروری نہیں ہوتا - بعض کہتے ہیں کہ فرشتوں کے لیے انھوں نے بیٹیوں کا لفظ اس لیے استعمال کیا کہ یہ ہماری نگاہوں سے چھپے ہوئے ہیں اور ساتھ ہی یہ کہ وہ ایسے مقام پر ہیں جہاں اغیار کی رسائی نہیں ہو سکتی لہذا فرشتے بمنزلہ انسان کی بیٹیوں کے ہوئے جن کے لیے انسان غیرت کھاتا ہے اور انھیں ایک محفوظ جگہ میں رکھتا ہے - اور اگرچہ جن بھی چھپے ہوئے ہیں مگر ان کی یہ صورت نہیں ہے اور یہ بیان امام کے بیان سے بہتر ہے - رہا یہ کہ وہ ایک دوسرے سے نسل پیدا نہیں کرتے تو یہ بحث یہاں مناسب نہیں -

رہا ”سُبحانَہ“ تو اللہ تعالیٰ کو ان کے اس قول کے مفہوم سے منزّہ اور مقدس بیان کرنا مقصود ہے یا اس قسم کی بڑی بات کہنے اور ان کے جرأت کرنے پر تعجب کا اظہار ہے لہذا یہ لفظ جب پہلے معنوں میں لیا جائے گا تو حقیقت ہوگی اور دوسرے معنوں میں لیا جائے تو مجاز - ”وَلَهُمْ مَا يَشْتَهُونَ“ مراد بیٹوں سے ہے - وَإِذَا بُشِّرَ أَحَدُهُمْ بِالْأُنْثَىٰ“ یعنی بچی کی ولادت کی اسے خبر دی جائے - ”ظَلَّ وَجْهُهُ مُسْوَدًّا“ غم اور لوگوں سے شرم کے مارے ، اور چہرے کا سیاہ ہونا کنایہ ہے اس ترشروئی ، غم ، فکر اور نفرت سے جو بچی کی ولادت کی وجہ سے اسے لاحق ہوا ہے کہا جاتا ہے کہ جب انسان کو بہت خوشی حاصل ہو تو اندرونی طور پر روح قلب پھیل جاتی ہے اور اطراف جسم تک پہنچ جاتی ہے - بالخصوص چہرے تک کیونکہ دل و دماغ کے درمیان مضبوط تعلق قائم ہے لہذا چہرہ روشن اور چمکدار دکھائی دیتا ہے اور جب سخت غم لاحق ہوتا ہے تو روح دل کے اندرون ہی میں بند ہو جاتی ہے اور اس کا ظاہری چہرے پر کوئی مضبوط اثر باقی نہیں رہتا لہذا چہرہ خاکستری

Marfat.com

رنگ اختیار کر لیتا ہے، متغیر ہو جاتا ہے ، پیلا پڑ جاتا اور سیاہ ہو جاتا ہے اور اس میں خاکی اثر دکھائی دینے لگتا ہے لہٰذا خوشی کے لوازمات میں سے چہرے کا نورانی اور روشن ہونا ہے اور غم و اندوہ کے لوازمات میں سے اس کا خاکستری اور سیاہ ہونا ہے ۔ اگر یہاں یہ کہا جائے کہ چہرے کے سیاہ ہونے کا ذکر مجازاً کیا گیا ہے تو بھی بعید نہ ہوگا ۔

" وَھُوَ کَظِیْمٌ " یعنی[۱] غصے سے بھرا ہوتا ہے ۔ کَظَم کے حقیقی معنی سانس کے مخرج کے ہیں ۔ جب کوئی کسی کو سانس کے مخرج سے پکڑ لے تو بولتے ہیں : أَخَذَ بِکَظَمِہٖ ۔ اسی سے کَظَمَ الغیظ کا محاورہ لیا گیا ہے ۔ کیونکہ غصے کو چھپایا جاتا ہے اور اسے مخرج تک پہنچنے سے روکا جاتا ہے ۔ بظاہر یوں معلوم ہوتا ہے کہ یہ غصہ عورت پر ہوتا ہے اس لیے کہ اس نے لڑکی جنی اور لڑکا نہ جنا ۔ اس کی تائید اصمعی کی اس روایت سے ہوتی ہے کہ ایک[۲] عورت نے ایک

---

۱ - لسان العرب میں ہے : والکظم مخرج النفس یقال : کَظَمَنِی فلان واخذ بکَظَمِی ۔ ۔ ۔ واخذ بکظمہٖ ای بحلقہ ۔ ۔ ۔ واخذ الأمر بکظمہ اذا غمّہ ۔ ۔ ۔ ورجل مکظوم وکظیم مکروب قد اخذ الغم بکظمہٖ ۔

۲ - جاحظ نے البیان والتبیین (۱ : ۱۸۶ : ۳ : ۴۷) میں اس طرح لکھا ہے : ابو حمزہ الضبی بیٹیوں سے بغض رکھنے کی وجہ سے اپنی بیوی کا خیمہ چھوڑ دیتا اور دوپہر کا وقت اور رات پڑوسیوں کے ہاں گزارتا ۔ انھی دنوں میں اس کی بیوی کے ہاں ایک بیٹی پیدا ہوئی تھی ۔ ایک دن وہ اپنی بیوی کے خیمے کے پاس سے گزر رہا تھا کہ بیوی بچے کو لے کر کھلا رہی تھی اور یہ شعر پڑھ رہی تھی :

ما لأبی حمزة لا یأتینا
یظل فی البیت الذی یلینا
غضبان أن لا نلد البنینا
تالله ما ذلک فی ایدینا
وانما نأخذ ما أعطینا
ونحن کالأرض لزارعینا
نُنْبِتُ ما قد زرعوه فینا

یہ سن کر ابو حمزہ خیمے میں گیا اور اپنی بیوی کے سر اور بیٹی کو بوسہ دیا

Marfat.com

لڑکی جنی اور اس کا نام ذلفاء رکھا - اس پر اس کا خاوند اسے چھوڑ کر چلا گیا تو اس عورت نے یہ اشعار کہے :

مَا لِأَبِي الذَّلْفَاءِ لَا يَأْتِينَا
يَظَلُّ فِي الْبَيْتِ الَّذِي يَلِينَا

ابو الذلفاء کو کیا ہو گیا ہے کہ ہمارے پاس آتا ہی نہیں اور پڑوس والے گھر میں دن گزار دیتا ہے

يَحْرَدُ أَنْ لَا نَلِدَ الْبَنِينَا
وَإِنَّمَا نَأْخُذُ مَا أُعْطِينَا

وہ اس بات پر ناراض ہے کہ ہم بچے نہیں جنتیں حالانکہ ہم جو کچھ ہمیں دیا جائے لے لیتی ہیں

" يَتَوَارَى مِنَ الْقَوْمِ " وہ اپنی قوم سے چھپتا پھرتا ہے - " مِنْ سُوءِ مَا بُشِّرَ بِهِ " ان کی عرف میں لڑکی ہے اور لڑکی کے لیے " ما " کا لفظ اس لیے لایا گیا کہ عربوں کے خیال میں عورت عُقَلاء کے درجے کو نہ پہنچ سکتی تھی - روایت ہے کہ اہل جاہلیت کے لوگ (عورت کے) درد زہ کے وقت چھپ جاتے تھے پھر اگر انہیں لڑکے کے پیدا ہونے کی خبر ملتی تو خوش ہو جاتے اور اگر لڑکی کے پیدا ہونے کی خبر ملتی تو غمناک ہو جاتے اور کئی کئی دن تک چھپے رہتے اور سوچتے کہ اس لڑکی کے بارے میں کیا کریں (باپ سوچتا) " أَيُمْسِكُهُ " کیا اسے ایسا ہی رہنے دوں اور اس کی پرورش کروں - " عَلَى هُونٍ " مراد ذلت ہے ، " أَمْ يَدُسُّهُ " یا اسے چھپا دوں - " فی التراب " مراد یہ ہے کہ اسے زندہ دفن کر دوں تاآنکہ وہ مر جائے - سدّی ، قتادہ اور ابن جریج وغیرہ نے اسی خیال کا اظہار کیا ہے - بعض کہتے کہ مراد لڑکی کا مار ڈالنا ہے خواہ زندہ دفن کر کے مار ڈالا جائے یا کسی اور طریقے پر کیونکہ بعض عرب بچی کو پہاڑ پر سے پھینک دیتے تھے - روایت ہے کہ ایک شخص نے عرض کیا : یا رسول اللہ ! قسم ہے اس خدا کی جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا

Marfat.com

جب سے میں نے اسلام قبول کیا ہے ، مجھے اسلام کی لذت محسوس نہیں ہوتی - جاہلیت میں میری ایک بیٹی تھی ، ایک روز میں نے اپنی بیوی سے کہا کہ اسے آراستہ کر دو ، پھر میں اسے باہر لے گیا - جب بہت ہی گہری وادی میں پہنچا تو میں نے اسے وہاں پھینک دیا - اس وقت اس بیٹی نے کہا : ابا جان ! تو نے تو مجھے مار ڈالا ، لہٰذا جب بھی مجھے اس کے الفاظ یاد آتے ہیں تو کوئی چیز بھی مجھے مفید معلوم نہیں ہوتی - یہ سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم نے فرمایا : جو کچھ عہد جاہلیت میں ہو چکا اسے اسلام نے فنا کر دیا اور جو کچھ اسلام میں ہوگا اسے استغفار فنا کر دے گی - بعض عرب بچی کو ڈبو دیا کرتے تھے ، بعض ذبح کر دیا کرتے تھے وغیرہ وغیرہ - چونکہ ان تمام امور میں بچی کو مار ڈالنا پایا جاتا ہے جس کا انجام مٹی میں دفن کرنا ہوتا ہے لہٰذا أَمْ یَدُسُّهُ فِی التُّرَابِ کہا گیا - بعض مفسرین کہتے ہیں کہ اس سے مراد لوگوں سے اسے چھپانا ہے تاکہ کسی کو معلوم نہ ہو ایسے ہی جیسے کوئی مٹی میں چھپائی ہوئی چیز ہوتی ہے

" أَلَا سَاءَ مَا يَحْكُمُونَ " کیونکہ یہ لوگ اس خدا کے بارے میں جو بیوی اور اولاد سے منزہ ہے وہ بات بتاتے ہیں جس کی ان کے اپنے یہاں یہ قدر و منزلت ہے ، حالت یہ ہے کہ وہ خود تو اس سے بچنا چاہتے ہیں ، اپنے لیے بیٹے پسند کرتے ہیں - ان کی غلطی کا محور یہ ہے کہ انھوں نے لڑکیاں اللہ کے لیے مقرر کر دی ہیں حالانکہ خود (اسے قبول کرنے سے) انکار کرتے ہیں - غلطی کا محور یہ نہیں ہے کہ انھوں نے اپنے لیے بیٹے رکھ لیے ہیں اور نہ یہ کہ انھوں نے بیٹے اللہ سبحانہ' کے لیے نہیں رکھے - یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ان کی غلطی کا مدار معاملے کو برعکس کرنا ہو جس طرح اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے " تِلْكَ إِذًا قِسْمَةٌ ضِيزَىٰ " (یہ تو غیر منصفانہ تقسیم ہوئی) -

ابن عطیہ کہتا ہے : اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں ان کے برے فعل اور ذلت کے ساتھ بچیوں کو زندہ رہنے دینے کے حکم کو یا بچیوں کو زندہ دفن کرنے کے فعل کو قبیح قرار دیا ہے حالانکہ تمام مخلوق کا رزق

Marfat.com

اللہ تعالیٰ کے ذمے ہے گویا یوں کہا گیا : یہ اپنی بیٹیوں کے متعلق کیسا برا فیصلہ کرتے ہیں ۔ یہ توجیہ ظاہری معنوں کے بہت ہی خلاف ہے ۔ پہلی توجیہ سدیؒ سے مروی ہے اور اسی پر جمہور کا اتفاق ہے ۔ اس آیت میں واضح طور پر ان لوگوں کی مذمت کی گئی ہے جو بیٹی کے پیدا ہونے کی خبر سن کر غمزدہ ہو جاتے ہیں کیونکہ اس میں بتایا گیا ہے کہ یہ کافروں کا فعل ہے ۔

ابن جریر اور دیگر محدثین نے قتادہ کی روایت کے حوالے سے بیان کیا ہے کہ انھوں نے اللہ سبحانہ' کے فرمان '' وَ اِذَا بُشِّرَ اَحَدُھُمْ بِالْاُنْثٰی ظَلَّ وَجْھُہٗ مُسْوَدًّا وَّھُوَ کَظِیْمٌ '' کے متعلق فرمایا : یہ مشرکین عرب کا کام تھا ۔ اللہ تعالیٰ نے تمھیں بتا دیا ہے کہ یہ فعل ایک خبیث فعل ہے ۔ رہا مومن تو اس کے لیے مناسب یہی ہے کہ وہ اللہ کی تقسیم پر رضامند رہے اور اللہ تعالیٰ کا فیصلہ انسان کے اس فیصلے سے جو وہ اپنے بارے میں کرتا ہے بہتر ہوتا ہے ۔ اپنی جان کی قسم ہمیں کیا معلوم کہ کون بہتر ہے ، بہت سی بیٹیاں گھر والوں کے لیے بیٹوں سے بہتر ہوتی ہیں ۔ اللہ تعالیٰ نے تمھیں صرف اس فعل کی اطلاع دی ہے تا کہ تم اس سے بچو اور کنارہ کش رہو ۔

حاصل کلام یہ ہے کہ اس فعل بد کو اس کی تمام مختلف صورتوں میں قرآنی آیات اور احادیث نبویہ نے باطل قرار دیا ہے اس سلسلے میں واضح ترین آیت جو آئی ہے وہ اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے :

وَاِذَا الْمَوْءٗدَةُ سُئِلَتْ بِاَیِّ ذَنْۢبٍ قُتِلَتْ

جب زندہ در گور کردہ لڑکی سے پوچھا جائے گا تجھے کس گناہ کی پاداش میں قتل کیا گیا

کیونکہ اس آیت سے پتا چلتا ہے کہ یہ سوال لڑکی سے صرف اس غرض سے کیا جائے گا کہ اس کے قاتل کے خلاف انتہائی غیظ و غضب کا اظہار کیا جائے یہاں تک کہ وہ اس بات کا مستحق ہی نہیں ہے کہ اس سے خطاب کیا جائے اور اس سے اس کے متعلق پوچھا جائے ،

Marfat.com

قاتل کو براہ راست خطاب نہ کرنے اور اسے درجۂ اعتبار سے ساقط کر دینے میں سرزنش اور شدید توبیخ پائی جاتی ہے کیونکہ جب ظلم کرنے والے کی موجودگی میں مظلوم سے سوال کیا جائے اور جرم کو جرم کرنے والے کی طرف منسوب کرنے کے بجائے مظلوم کی طرف منسوب کیا جائے تو اس میں مجرم کو اپنی حالت اور مظلوم کی حالت پر غور کرنے پر اُکسایا جاتا ہے لہٰذا وہ دیکھتا ہے کہ مظلوم بے گناہ ہے اور وہ خود عتاب اور سزا کا مستحق ہے ۔ یہ ایک قسم کا استدراج ہے جو تعریض کے طرز پر واقع ہوا ہے جس طرح اللہ تعالیٰ کے اس فرمان میں :

أَأَنْتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ اتَّخِذُوْنِیْ وَأُمِّیَ إِلٰهَیْنِ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ

کیا تو نے لوگوں سے کہا تھا کہ اللہ کو چھوڑ کر مجھے اور میری والدہ کو دو خدا مان لو

یہ طریقہ جرم قاتل کے ظاہر ہونے اور اس کے جرم کو ثابت کرنے کے لیے بہت ہی خوفناک طریقہ ہے ۔ عَزْل کو بھی دختر کشی میں شمار کیا گیا ہے چنانچہ امام احمد ، مسلم ، ابو داؤد اور دیگر محدثین نے بیان کیا ہے کہ کسی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عزل کے متعلق سوال کیا تو آپ نے فرمایا : یہ مخفی دختر کشی ہے — ایک اور حدیث میں ہے : یہ زندہ در گور کردہ لڑکی کی چھوٹی قسم ہے اس پر تفصیلی بحث کرنے کا محل فقہ اور تفسیر کی کتابیں ہیں ۔ جو آیات اس سلسلے میں وارد ہوئی ہیں یہ ہیں :

وَكَذٰلِكَ زَيَّنَ لِكَثِيْرٍ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ قَتْلَ أَوْلَادِهِمْ شُرَكَاؤُهُمْ لِيُرْدُوْهُمْ وَلِيَلْبِسُوْا عَلَيْهِمْ دِيْنَهُمْ وَلَوْ شَاءَ اللّٰهُ مَا فَعَلُوْهُ فَذَرْهُمْ وَمَا يَفْتَرُوْنَ

ان کے بتوں نے بہت سے مشرکوں کے لیے اپنی اولاد کو قتل کرنا خوبصورت بنا کر پیش کیا ہے تاکہ وہ انھیں تباہ کر دیں اور

تاکہ ان کا دین ان کے لیے مشتبہ بنا دیں - اگر اللہ چاہتا تو وہ ایسا نہ کرتے آپ ان سے اور ان کی افتراء پردازیوں سے تعرّض نہ کریں -

ان میں ایک آیت یہ بھی ہے

قَدْ خَسِرَ الَّذِيْنَ قَتَلُوْا اَوْلَادَهُمْ سَفَهًا بِغَيْرِ عِلْمٍ وَحَرَّمُوا مَا رَزَقَهُمُ اللهُ افْتِرَاءً عَلَى اللهِ قَدْ ضَلُّوْا وَمَا كَانُوْا مُهْتَدِيْنَ

جن لوگوں نے اپنی اولاد کو بے وقوفی اور بغیر علم کے قتل کیا اور اللہ کے بارے میں افتراء کر کے ان چیزوں کو حرام قرار دیا جو اللہ نے انھیں کھانے کو دی ہیں وہ سب خسارے میں ہیں - وہ گمراہ ہو چکے ہیں ، وہ ہدایت نہیں پانے کے -

وغیرہ وغیرہ آیت جن کا ذکر کرنا طوالت کا باعث ہو گا - یہی حال ان صحیح احادیث کا ہے جو اس عمل کو باطل قرار دینے کے متعلق وارد ہوئی ہیں - یہ احادیث اس قدر مشہور ہیں کہ ان کے یہاں ذکر کرنے اور پیش کرنے کی ضرورت نہیں -

عہد جاہلیت میں عربوں کی ایک رسم قماربازی بھی تھی

مَیْسِر ، قمار (جوئے) کو کہتے ہیں - یہ لفظ مَوْعد اور مرجع کی طرح مصدر میمی ہے اور یَسَرَ یَیْسِرُ سے لیا گیا ہے - جب کوئی شخص کسی سے جوئے کی بازی جیت لیتا ہے تو کہتے ہیں یَسَرْتُہ - اس کا اشتقاق یا تو یُسر (سہولت ، آسانی) سے ہے کیونکہ جوئے میں کسی کا مال مشقت اور تھکان کے بغیر بآسانی و بسہولت لے لیا جاتا ہے - یا یَسَار سے ماخوذ ہے کیونکہ جوئے میں کسی شخص کا یَسَار [۳ : ۵۴] (مال و دولت) اٹھ جاتا ہے - ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ زمانۂ جاہلیت میں ایک شخص اپنے اہل و عیال اور مال سب کی بازی لگا دیتا تھا -

Marfat.com

شاعر[1] کہتا ہے :

أَقُولُ لَهُمْ بِالشِّعْبِ إِذْ يَيْسِرُونَنِي
أَلَمْ تَعْلَمُوا أَنِّي ابْنُ فَارِسِ زَهْدَمَ

جب وہ گھاٹی میں مجھے آپس میں تقسیم کر رہے تھے تو میں نے انہیں کہا : کیا تم نہیں جانتے کہ میں زہدم کے سوار کا بیٹا ہوں

مراد یہ ہے کہ وہ مجھ سے وہی برتاؤ کر رہے تھے جو جوئے باز ہارے ہوئے جواری سے کرتے ہیں ۔

بعض کہتے ہیں کہ میسر کا لفظ يَسَرُوا الشيئى کے محاورے سے لیا گیا ہے جس کے معنی تقسیم کرنے کے ہیں ۔ جوئے باز کو یاسر اس لیے کہا گیا ہے کہ وہ اس فعل (جوئے) کی وجہ سے اونٹنی کا گوشت تقسیم کرتا ہے ۔ واحدی کہتا ہے : مَیْسِر کا لفظ يَسَرَ الشئی سے لیا گیا ہے جس کے معنی واجب ہونے کے ہیں اور یاسر وہ (حصہ) جو تیر کی وجہ سے واجب ہو جائے

جؤا عربوں کے ہاں بڑی فخر کی بات سمجھی جاتی تھی ۔ کیونکہ جؤا ان ایام میں کھیلا جاتا تھا جب سختی کا زمانہ ہوتا ، دودھ معدوم ہو جاتا اور جاڑے کا دور دورہ ہوتا ۔

عربوں کا ایک شاعر کہتا ہے :

---

۱ - یہ شعر سُحَیم بن وثیل یربوعی کا ہے ۔ سحیم کو دشمنوں نے قید کر لیا تھا اور انھوں نے آپس میں قرعہ اندازی کی کہ یہ کس کے حصے میں آتا ہے ۔ زہدم : سحیم کے دادا عوف بن عمرو کے بھائی بشر بن عمرو کے گھوڑے کا نام ہے ۔ لسان العرب (ی س ر وی ء س) میں ہے : قوله ييسروننى هو من الميسر اى يجزؤننى ويقتسموننى ۔

وَإِذَا تَعَذَّرَتِ السَّوَاعِدُ وَالتَّوَتْ
جَالَ المُفَدَّى وَسْطَهَا المَضْبُوحُ[1]

جب دودھ کا ملنا مشکل ہو جائے تو ان کے درمیان جھلسا ہوا تیر دوڑنے لگتا ہے

أَغْشَلَى بِهِ رِخْوُ الأَزَارِ مُعَذَّلٌ
فَغَدَا يُمَارُ لَهُ دَمٌ مَسْفُوحُ

اور اس تیر کے ذریعے ایک نرم طبیعت والا انسان بہت سے حصے لے لیتا ہے اور اس کے لیے بہایا جانے والا خون بہایا جاتا ہے

سواعد[2] : پستان کی وہ رگیں جن سے دودھ جاری ہوتا ہے۔ شاعر کہتا ہے : جب دودھ کا ملنا مشکل ہو جاتا ہے تو مفدّی یعنی تیر دوڑنے لگتا ہے اور مضبوح : جھلسا ہوا اور صبح : آگ کا نشان : کیونکہ تیر کو آگ سے (ناپ کر) سیدھا کیا جاتا ہے اور آغشلی به : یه غلاء سے لیا گیا ہے۔ مراد یہ ہے کہ وہ اس تیر کے ذریعے بہت سے حصے لے لیتا ہے۔ اس لیے کہ وہ اکثر کامیاب رہتا ہے اسی لیے اسے مفدّی کہا گیا کیونکہ یہ بار بار کامیاب ہوتا ہے اور معذّل : مراد یہ ہے کہ اسے مال خرچنے پر بہت ملامت کی جاتی ہے۔ فغدا یعنی تیر۔ اس کی خاطر اس اونٹنی کا خون بہایا جاتا ہے جس سے جؤا کھیلا گیا ۔ لبید اپنے مشہور معلقہ میں جؤا کھیلنے اور اوروں کے مقابلے میں کامیابی حاصل کرنے اور اپنی سخاوت پر فخر کرتے ہوئے کہتا ہے :

---

۱ ۔ لسان العرب میں ہے : ضَبَحَ العود بالنار یضبحه ضبحاً احرق شیأ من اعالیه و ضبح القدح بالنار : لوّحه ، و قدح ضبیح و مضبوح ۔

۲ ۔ لسان العرب میں ہے : الساعد إحلیل خِلف الناقة وهو الذی یخرج منه اللبن وقیل : السواعد عروق فی الضرع یجئی منها اللبن الی الأحالیل ۔ الأزار : النفس ۔

Marfat.com

وَ جُزُوْرِ اَیْسَارٍ دَعَوْتُ لِحَتْفِھَا
بِمَغَالِقٍ ۱ مُتَشَابِہٍ اَجْسَامُھَا

قمار بازوں کی کتنی ہی اونٹنیاں تھیں جن کی موت (ذبح) کے لیے
میں نے ایسے تیروں کے ذریعے دعوت دی جن کے جسم ایک
دوسرے سے متشابہ تھے

اَدْعُوْ بِھِنَّ لِعَاقِرٍ اَوْ مُطْفِلٍ
بُذِلَتْ لِجِیْرَانِ الْجَمِیْعِ لِحَامُھَا

میں ان تیروں کے ذریعے بانجھ اونٹنی یا بچے والی اونٹنی کو ذبح
کرنے کی دعوت دیتا ہوں جن کا گوشت تمام پڑوسیوں پر خرچ کر
دیا جاتا ہے

فَالضَّیْفُ وَالْجَارُ الْجَنِیْبُ کَاَنَّمَا
ھَبَطَا تَبَالَۃَ مُخْصِبًا اَھْضَامُھَا ۲

چنانچہ مہمان اور دور کے پڑوسی بھی ایسے ہو جاتے ہیں گویا وہ تبالہ
کی وادی میں اترے ہیں جہاں کا درمیانی حصہ سر سبز وشاداب ہے

ایسار : یَسَر کی جمع ہے ، جوئے باز ، اور مغالق : جوئے کے تیر ، تیروں کو مغالق اس لیے کہا گیا کہ ان تیروں کی وجہ سے جو داؤ لگایا جاتا ہے بند ہو جاتا ہے - یہ غَلِقَ الرَّھْنُ یَغْلَقُ غَلَقاً سے لیا گیا ہے - یہ محاورہ اس وقت بولا جاتا ہے جب کوئی شخص اپنی گرو ڈالی ہوئی چیز کو چھڑا نہ سکے - لبید کہتا ہے : جواریوں کی بہت سی اونٹنیاں تھیں جن کے ذبح کرنے کے لیے میں نے اپنے ندیموں کو متشابہ الاجسام تیروں کے ذریعے دعوت دی — جوئے کے تیر سب ایک جیسے ہوتے ہیں کیونکہ انھیں ایک ہی انداز میں بنایا گیا ہوتا ہے ،

---

۱ - مغالق وہ سات تیر جن کے نکلنے پر تیر والے کو حصّہ ملتا ہے یعنی جو غُفُل نہ ہوں

۲ - اھضام : اس کا مفرد ھَضم اور ھِیضم ہے : اور ھضم وادی کے درمیانی حصے کو کہتے ہیں -

Marfat.com

شعر کا ماحصل یہ ہے کہ جواریوں کی بہت سی اونٹنیاں تھیں جو اس قابل تھیں کہ جوئے باز ان کو بد کر جوا کھیل سکیں - میں نے انھیں ہلاک کرنے کے لیے اپنے ندیموں کو دعوت دی - یعنی انھیں ذبح کرنے کے لیے ہم شکل تیروں کے ذریعے بلایا - ائمۂ ادب کہتے ہیں : لبید اس بات پر فخر کر رہے ہیں کہ انھوں نے ایسی اونٹنیاں اپنے ذاتی مال سے ذبح کیں - جوئے میں جیتے ہوئے مال میں سے نہیں ذبح کیں اور بعد کے اشعار سے اسی بات کی طرف اشارہ نکلتا ہے - تیروں کا انھوں نے صرف اس لیے ارادہ کیا تاکہ وہ قرعہ کے ذریعے معلوم کر سکیں کہ ان کے اونٹوں میں سے کون سی اونٹنی ندماء کے لیے ذبح کی جائے — اور دوسرے شعر کے معنی یہ ہیں - وہ کہتے ہیں میں ان تیروں کے ذریعے بانجھ اونٹنی کے ذبح کرنے کی طرف دعوت دیتا ہوں جس کا گوشت تمام پڑوسیوں پر خرچ کر دیا جائے گا - مراد یہ ہے کہ میں تیروں کو صرف اس لیے مانگتا ہوں کہ میں ان دونوں جیسی اونٹنی کو ذبح کروں - بانجھ کا اس لیے ذکر کیا کہ وہ زیادہ موٹی ہوتی ہے اور بچے والی کا ذکر اس لیے کیا کہ وہ زیادہ قیمتی ہوتی ہے اور تیسرے شعر کے معنی یہ ہیں : کہ مہمان اور اجنبی پڑوسی میرے پاس پہنچنے کے بعد یوں ہوتے گویا وہ تبالہ کی وادی میں اترے ہوئے ہیں - تبالہ یمن کی نہایت زرخیز وادیوں میں سے ہے اور وہاں کی پست زمینوں کے وسط میں واقع ہے - اس نے شادابی اور فراخی میں اپنے مہمان اور پڑوسی کو اس شخص سے تشبیہ دی ہے جو موسم بہار میں اس وادی میں اترا ہو -

اور امرؤ القیس کا ساتھی عمرو بن قمیئہ کہتا ہے :

یو دل[1] مَا قَوْمِي عَلَى أَنْ تَرَكْتُهُمْ
سُلَيْمَى إِذَا هَبَّتْ شَمَالٌ وَرِيحُهَا

---

۱ - بلوغ الارب میں اسی طرح ہے مگر یہ غلط ہے - صحیح بُودُك ہے واؤ پر زبر پڑھیں تو اس کے معنی بت کے ہیں اور پیش پڑھیں تو

باقی حاشیہ صفحہ ۵۵۰ پر

Marfat.com

تمہارے بت کی قسم جب باد شمال اور اس کی ہوا چلے تو اے سُلَیْمٰی میری قوم تو ایسی نہ تھی کہ تو ان کو چھوڑ کر چلی جائے

إِذَا النَّجْمُ أَمْسَى مَغْرِبَ الشَّمْسِ رَابِئًا
وَ لَمْ يَكُ بَرْقٌ فِي السَّمَاءِ يُلِيحُهَا ۱

جب ثریا ستارہ سورج کے غروب ہونے کی جانب بلند ہو اور کسی قسم کی بجلی آسمان پر چمک نہ رہی ہو

وَ غَابَ شُعَاعُ الشَّمْسِ فِي غَيْرِ جُلْبَةٍ
وَلَا هَبْوَةٍ إِلَّا وَ شِيكًا مَصُوحُهَا

جب سورج کی شعاع بغیر بادل اور بغیر غبار کے غائب ہو جائے تو پھر یہ غبار جلدی سے چلی جائے

صفحہ ۵۴۹ کا بقیہ حاشیہ

" محبت " - تصحیح لسان العرب (ودد) سے کی گئی - وہاں اس شعر کی یوں تشریح کی گئی ہے أراد بِوُدِّك فمن رواه بِوَدِّك اراد بحق صنمک علیک ومن ضم اراد بالمودّة بيني و بينك و معنى البيت : أيّ شئ وجدت قومي يا سليمى على تركك اياهم اى قد رضيت بقولك وان كنت تاركة لهم فاصدُقي و قَولي الحق قال و يجوز ان يكون المعنى اىّ شئ قومي فاصدقي فقد رضيت قولك وان كنت تاركة لهم -

۱ - لسان العرب میں ہے : ألاح : أضاء ماحوله : وألَاحَ البرقُ : أومَضَ فهو مُلِيحٌ -

وَ هَاجَ غَمَامٌ مُقْشَعِرٌ كَأَنَّهُ
نَقِيْلَةُ[۱] نَعْلٍ بَانَ مِنْهَا سَرِيْحُهَا

اور ایک ایسا بادل اٹھے جس میں کوئی پانی نہ ہو اور وہ یوں معلوم ہو رہا ہو جیسے ایک پرانی جوتی کا چیتھڑا ہے جس سے اس کا تسمہ علیحدہ ہو چکا ہو

إِذَا عَدِمَ الْمَحْلُوْبُ عَادَتْ عَلَيْهِمُ
قُدُوْرٌ كَثِيْرٌ فِي الْقُدُوْرِ قَدِيْحُهَا

جب دودھ معدوم ہو جائے تو ان کی طرف بہت سی ہنڈیاں لوٹ کر آتی ہیں جن کی تہ میں باقی ماندہ سالن ابھی پڑا ہوتا ہے

يَثُوْرُ إِلَيْهَا كُلُّ ضَيْفٍ وَجَانِبٍ[۲]
كَمَا رَدَّ دَهْدَاهَ الْقِلَاصِ نَضِيْحُهَا

ہر مہمان اور اجنبی آدمی ان کی طرف اس طرح جوش سے آتا ہے جس طرح حوض چھوٹے اونٹوں کو دھکیل دیتا ہے

بِأَيْدِيْهِمْ مَقْرُوْمَةٌ وَ مَغَالِقٌ
يَعُوْدُ بِأَرْزَاقِ الْعِبَادِ مَنِيْحُهَا

ان کے ہاتھوں میں علامت والے تیر اور ان کے علاوہ اور تیر بھی ہوتے ہیں اور ان تیروں میں سے عطا کرنے والا تیر لوگوں کا رزق لے کر ان کی طرف آتا ہے

رہا اس کا یودل کہنا تو اس کی مراد ہے اے سلمیٰ یودل اور "ما" زائدہ ہے۔ اس بات پر کہ تو انہیں چھوڑ کر چلی گئی ہے

۱۔ لسان العرب میں ہے : النقائل : رقاع النعل و الخف واحدتها نقيلة والنقيلة ايضا : الرقعة التي ينقل بها خُف البعير من اسفله اذاحفيَ ويرقع ۔

۲۔ الجانب : الغريب ۔

Marfat.com

سُلَیمی اس کی بیوی کا نام ہے اور اس نے عمرو بن قمیئہ کو کہا تھا کہ تو اپنی قوم کو چھوڑ دے اور رابئاً کے معنی بلند ہونے کے ہیں اور النجم سے مراد ثریا ہے - جب ثریا ستارہ طلوع ہوتا ہے تو رات کے شروع ہوتے ہی سخت سردی پڑنے لگتی ہے - یُسلیحھا کے معنی یظھرھا (اسے ظاہر کرتی ہے) اور روشن کرتی ہے اور جُلبه : بادل - یہی معنی جلب کے ہیں - اور وَشیک : سریع : جلدی اور مصوح : چلا جانا ، اور هبوة : غبار ، مقشعر : بادل جس میں پانی نہ ہو - نقیلة : جب اونٹوں کے پاؤں گھس جاتے ہیں تو ان کو نعل پہنایا جاتا ہے نقیلہ اس نعل کو کہتے ہیں جو پرانا اور بوسیدہ ہو چکا ہو اس کی جمع نقائل ہے اور سَریح : وہ تسمے جن سے نعل کو باندھا جاتا ہے اس کا مفرد سَرِیحة ہے اور قدیح وہ سالن یا شوربا جو ہنڈیا کی تہ میں باقی رہ جاتا ہے اور چمچے سے اس کا نکالنا مشکل ہو جاتا ہے اور دھداہ : چھوٹے اونٹ : انھیں دھداہ اس لیے کہا گیا کہ جب اونٹ پانی پر آتے ہیں تو انھیں دھکیل کر لڑھکا دیتے ہیں - نضیح : حوض ، المقروسة سے مراد وہ تیر ہیں جن پر علامت لگی ہوئی ہو - یہاں مَنیح[1] سے مراد وہ تیر نہیں جس کا کوئی حصہ نہیں ہوتا جیسا کہ عنقریب آئے گا - یہاں منیح سے مراد ممنوح ہے جو حصہ دیتا ہے اور وہ کامیاب ہونے والا تیر ہے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ منیحھا کی ھاء کا مرجع عیباد ہو اور منیح (فعیل) بمعنی فاعل ہو مراد یہ ہے کہ یہ تیر انھیں اس مال میں سے حصہ دیتا ہے جو انھیں جیتنے سے حاصل ہوا -

ایک اور شاعر کہتا ہے اور وہ ابن[2] مقبل ہے :

---

۱ - لسان العرب میں ہے : والمنیح ایضا : قدح من اقداح المیسر یؤثر بفوزه فیستعار یُتَیَمَّنُ بفوزه - - - - وقد ذکر ابن مقبل القدح المستعار الذی یتبرک به -

۲ - ابن مقبل : اس کا نام تمیم بن اُبَیّ بن مقبل بن عوف ہے - مخضرم شعرا میں سے ہے - یہ اہل جاہلیت پر روتا رہتا تھا اور ۱۲۰ برس عمر پائی - یہ اور نجاشی شاعر ایک دوسرے کی ہجو کہا کرتے تھے -

Marfat.com

یَاَبَیْتَ آلِ هِشَامٍ هَلْ عَلِمْتَ إذَا
أَمْشَی! المَرَا ضِیعُ فِیْ أعنَاقِهَا خَضَعُ[۱]

اے آل ہشام کے گھرانے کیا تجھے معلوم ہے کہ جب کمینوں کی گردنیں نیچے کو جھک جاتی ہیں

إنّی أتَمَّمُ ایسَارِیْ بِذِی أَوَدٍ
مِنْ فَرْعِ شَوحَطَ ضَاحٍ[۲] لِیْطُهُ قَرَعُ

(تو) ایسی حالت میں ایک ٹیڑھے تیر کے ذریعے جو شوحط کی شاخ سے بنایا گیا ہو اور اس کی بیرونی چھال ننگی ہو چکی ہو اپنے جواریوں کی تعداد کو پورا کر دیتا ہو

یَحُدُّوْ قَتَائِلُهُ بِیضُ غَطَارِفَةٌ
شُمُّ الأُنُوفِ مَغَالِیقُ الضُّحَی خَلَعُ

جس کے مشابہ تیروں کو سفید سردار چلاتے ہیں یہ لوگ بلند ناکوں والے داؤ کو بند کر دینے والے اور لوگوں کا مال لوٹ لینے والے ہیں

أوْلُوا التَّوَفَاءِ وَلَوْ أدَّوْا قِدَاحَهُمُ
وَلَا یَزَالُ لَهُمْ مِنْ لَحْمِهَا قَزَعُ

یہ وفاء کرنے والے ہیں خواہ انھیں اپنے تیر ہی کیوں نہ دینے پڑیں اور ان کے یہاں ہر وقت گوشت کی کثرت رہتی ہے

اس کا ذی أود کہنا : اس کی مراد تیر سے ہے کیونکہ جب تیر ٹیڑھا ہوگا تو بہت جلد نکلے گا۔ شوحط ایک قسم کا درخت ہے جس سے کمانیں بنائی جاتی ہیں ۔ یا یہ نبع کی ایک قسم ہے ۔ صناحی لیط سے مراد اس کی ظاہری چھال

---

۱ - بلوغ الارب میں : امشی دیا ہے والمراضیع : اللیئام والخضع : تطأ من فی العنق ودنو من الرأس الی الأرض ۔

۲ - بلوغ الارب میں اسی طرح ہے : اسے ضاحی لیطه : پڑھیں و اللیط فی الأصل قشر القصب اللازق بہ ۔

Marfat.com

ہے اور وہ حصہ جو سورج میں پڑا رہتا ہو - یعنی سورج کے سامنے کھلا رہے - قتائل کے معنی مشابہ کے ہیں اور ھذا قِتلُ ھذا یعنی فلاں فلاں کے مشابہ ہے - اقتال اس کی جمع ہے - یوں بھی کہا جاتا ہے فلانٌ قِتلُ فُلانٍ یعنی فلاں فلاں کا دشمن ہے - ابن مقبل کا یحدو قتائلہ کہنے سے مراد ہے میرے تیر جیسے اور تیر - مغالیق الضُحٰی - یعنی وہ گرو چیز اور داؤ کو ایسا کر دیتے ہیں کہ کوئی انہیں چھڑا نہیں سکتا - خلع کے معنی ہیں کہ یہ لوگ جوئے کے ذریعے لوگوں کا مال چھین لیتے ہیں اور اولوالوفاء سے مراد یہ ہے کہ جس چیز کی ادائیگی ان پر لازم ہو جاتی ہے اسے ادا کر دیتے ہیں ، خواہ ان کے اپنے تیر بچ جائیں تب بھی یہ ادا کر دیں گے - قنع کے معنی زیادتی اور کثرت کے ہیں کہا جاتا ہے ہو ذوقَنَعٍ : فلاں بہت مالدار اور سخی ہے -

ایک اور شاعر[1] کسی قوم کی مدح کرتے ہوئے کہتا ہے :

أَعْدَاءُ كُومِ الذُّرَى تَرْغُو أَجِنَّتُهَا
عِنْدَ المَجَازِرِ بَيْنَ الحَيِّ وَالحَجَرِ

(یہ لوگ) بڑی کوہان والی ہر اونٹنی کے دشمن ہیں (جن کو گابھن ہونے کی حالت میں ذبح کر دیا گیا ہو اور) جن کے پیٹ سے نکلے ہوئے بچے مذبح کے پاس قبیلے اور پتھر کے درمیان بلبلاتے رہتے ہیں

لَا يَفْرَحُونَ إِذَا مَا فَازَ فَائِزُهُمْ
وَلَا يَضِيقُ عَلَيْهِمْ أَزْبَةُ العُسُرِ

جب ان میں سے کوئی شخص کامیاب ہوتا ہے تو وہ اس پر اتراتے نہیں ہیں اور کسی تنگ دست کی تنگی ان کے لیے تنگی کی باعث نہیں ہوتی

---

۱ - یہ اشعار ابن مقبل کے ہیں - اس قصیدے کے دیگر اشعار کے لیے ملاحظہ ہو سمط اللآلی : ۲۹۳ ، ۷۳۲ - ۷۳۳ ، ۸۳۲

Marfat.com

هُمُ الخَضَارِمُ والأَيسَارُ إِنْ نُدِبُوا
إِذْلاَ تُجِيلُ قِدَاحاً رَاحَتَا يَسَرِ

جب انھیں (ایسی قحط سالی کے زمانے میں) کہ کوئی جوئے باز جوئے کے تیر نہ چلاتا ہو جوا کھیلنے کے لیے بلایا جائے تو ایسے عالم میں بھی یہی لوگ جوا کھیلتے ہیں اور سخاوت کرتے ہیں

کُوم : کوماء کی جمع ہے : اور کوماء بڑی کوہان والی اونٹنی کو کہتے ہیں ۔ یہ اس کے دشمن اس لیے کہلائے کہ یہ انھیں ذبح کرتے ہیں ۔ مراد یہ ہے کہ اونٹنیاں گابھن ہونے کی حالت میں ذبح کی جاتی ہیں ۔ ان کے پیٹ سے ان کے بچے زندہ نکل آتے ہیں جو بلبلاتے ہیں ۔ اس کا لایفرحون الخ کہنا : وہ کہتا ہے کہ جب یہ کامیاب ہوتے ہیں تو یہ نہ خوش ہوتے اور نہ اپنی کامیابی پر اتراتے ہیں اسی سے اللہ تعالی کا یہ فرمان ہے إِنَّ اللهَ لاَ يُحِبُّ الفَرِحِينَ اللہ اترانے والوں کو پسند نہیں کرتا ۔ ازبہ کے معنی سختی کے ہیں ۔ یعنی باوجود تنگدستی کے وہ اس خسارے کی پروا نہیں کرتے ۔ خضارم کے معنی سخی کے ہیں ۔ اس کا مفرد خِضْرِم ہے اور خضرم کے اصلی معنی سمندر کے ہیں ۔

اعشٰی کہتا ہے :

وَجُزُورِ أَيْسَارٍ دَعَوتُ إِلَى النَّدَى
وَنِيَاطِ[1] مُقْفِرَةٍ أَخَافُ ضَلاَلَهَا

قمار بازوں کی کتنی ہی اونٹنیاں تھی (جن کے ذبح کرنے کے لیے میں نے اپنے ساتھیوں کو) نرم سخاوت کی طرف دعوت دی اور کتنے ہی

---

۱ ۔ نیاط : نیاط المفازة بعد طریقها كأنها نیطت بمفازة أخری لا تکاد تنقطع و انما قیل لبعد الفلاة نیاط لأنها منوطة بفلاة أخری تتصل بها ۔ قال العجاج :

وَبَلْدَةٍ بَعِيدَةِ النِّيَاطِ
مَجْهُولَةٍ تَغْتَالُ خَطْوَ الخَاطِي

بیابانوں کی دور کی مسافت تھی (جسے میں نے طے کیا) جہاں مجھے راستے سے بھٹک جانے کا خطرہ تھا

جن اشعار میں عربوں نے جؤا کھیلنے پر فخر کیا ہے اور اپنی بڑائی بیان کی ہے ان تمام کا اس جگہ ذکر نہیں کیا جا سکتا ۔

جؤا کھیلنے کا طریقہ یہ تھا کہ کچھ سخی اور مالدار لوگ اکٹھے ہو کر ایک اونٹنی خرید لیتے خواہ اس کی قیمت کتنی ہی کیوں نہ بڑھ جاتی ۔

پھر ذبح کرنے والے کو بلاتے جسے وہ قُدَار ۔ بروزن ہُمَام ۔ کہتے ۔ وہ اس اونٹنی کو ذبح کر کے اس کے دس حصے کرتا ۔ جب اس طرح دس حصے کر دیے جاتے تو جوئے باز آتے (اَیْسَار ان لوگوں کو کہتے ہیں جو جؤا کھیلنے کے لیے جمع ہوتے ہیں اس کا مفرد یَسَرٌ ہے) [۳ : ۵۸] اور تیر لائے جاتے ۔ یہ تیر نبع (درخت) کی لکڑی کو تراش کر اور ہموار کر کے بنائے جاتے ۔ یہ سب لمبائی میں یکساں ہوتے ۔ نبع ایک قسم کا درخت ہوتا ہے جو پہاڑ کی چوٹی میں اُگتا ہے اور اس سے کمانیں اور تیر بنائے جاتے ہیں ۔ جو نبع دامن کوہ میں اُگتا ہے وہ شَرْیان کہلاتا ہے ۔ جو پہاڑ کے نچلے میدان میں اگتا ہے اسے شوحط کہتے ہیں ۔ اور عربوں کا یہ کہنا : لَوْ اِقْتَدَحَ بِالنَّبْعِ لَاَوْرَی نَاراً (اگر نبع سے آگ جلاتا تو ضرور آگ نکلتی) یہ ضرب المثل رائے کی عمدگی کے لیے بولی جاتی ہے ۔ ان تیروں کو قِدَاح اور اَزْلَام اور اَقْلَام بھی کہا جاتا ہے ۔ یہ تعداد میں دس ہوتے ہیں : الفَذّ[۱] ۔ التَوأم[۲] ۔ الرَّقِیْب[۳] ۔ الحلس[۴] ۔ النَّافِس[۵] ۔ مُسْبِل[۶] ۔ المُعَلّٰی[۷] ۔ المَنِیْح[۸] السَفِیح[۹] ۔ الوَغْد[۱۰] ۔ بڑے بڑے ائمہ اہل ادب نے ان کے ناموں کو نظم کر دیا ہے ۔ ان علما میں سے ایک ابوالحسن علی بن محمد الہمدانی ہے ۔ چنانچہ وہ کہتا ہے ۔

هِیَ الفَذُّ مِنْهَا تَوْأَمٌ ثُمَّ بَعْدَهُ
رَقِیْبٌ وَ حِلْسٌ بَعْدَهُ ثُمَّ نَافِسُ

فذ کے بعد توأم آتا ہے پھر اس کے بعد رقیب اور حِلس۔ اس کے بعد ، پھر نافس

وَمُسْبِلُهَا ثُمَّ المُعَلَّى فَهٰذِهِ
السِّهَامُ الَّتِي دَارَتْ عَلَيْهَا المَجَالِسُ

اور مُسبل ہے پھر مُعلّٰی یہ وہ تیر ہیں جن پر (جوئے بازوں کی) مجالس کا دور چلتا ہے

شیخ ابن حاجب نے بھی انھیں ان کے حصوں کی ترتیب کے مطابق نظم کیا ہے ۔ فرماتے ہیں

هِيَ فَذٌّ وَتَوْأَمٌ وَرَقِيبٌ
ثُمَّ حِلْسٌ وَنَافِسٌ ثُمَّ مُسْبِلُ

یہ تیر یہ ہیں : فذ ، توأم رقیب پھر حلس اور نافس پھر مُسبل

وَالمُعَلَّى وَالوَغْدُ ثُمَّ مَنِيحٌ
وَسَفِيحٌ هٰذِي الثَّلَاثَةُ تُهْمَلُ

اور معلّی اور وغد پھر منیح اور سفیح یہ تینوں بے کار ہیں

وَلِكُلٍّ مِمَّا سِوَاهَا نَصِيبٌ
ضِعْفُهُ إِنْ عَدَدْتَ أَوَّلَ أَوَّلُ

ان تینوں تیروں کے علاوہ ہر تیر کا حصہ ہے جب تو انھیں ابتدا سے ایک ایک کر کے گنے گا تو پچھلا پہلے سے دگنا ہوگا

کسی نے انھیں نظم کیا ہے اور کہا ہے :

كُلُّ سِهَامِ اليَاسِرِينَ عَشَرَهْ
فَأَوْدِعُوهَا صُحُفاً مُنْتَشِرَهْ

جوئے بازوں کے کل تیر دس ہیں انھیں کھلے ہوئے صحیفوں میں رکھ لو

Marfat.com

لَهُمَا فُرُوْضٌ وَ لَهَا نَصِيْبٌ،
الفَذُّ و التَوأَمُ و الرَّقِيْبُ،

ان تیروں کے کچھ فرائض اور کچھ حصے ہیں (اور یہ تیر یہ ہیں)
فذّ ، توأم ، رقیب

وَ الحِلْسُ تیلوهُنَّ ثم النَّافِسُ،
وَ بَعْدَهُ مُسْبِلهُنَّ السَّادِسُ،

ان کے بعد حِلس ہے پھر نافس اور اس کے بعد چھٹا مُسبل ہے

ثُمَّ المُعَلّٰی کَاسْمِهِ المُعَلّٰی
صَاحِبُه فِی اليَاسِرِيْنَ الاَعْلٰی

پھر معلّٰی ہے جو اپنے نام کی طرح بلند ہے اس کا مالک جوئے بازوں میں اعلی مرتبہ رکھتا ہے

والوَغْدُ و السَفِيحُ و المَنِيحُ
غُفْلٌ فَمَا فِيهَا يُرَی رَبِيحُ،

وغد سفیح اور منیح بغیر علامت کے ہوتے ہیں اور ان میں سے کوئی بھی نفع رساں نہیں ہوتا

چنانچہ پہلے یعنی فذ کا ایک حصہ ہوتا ہے بشرطیکہ وہ کامیاب ہو اور اسی کا نکلنا کامیابی خیال کیا جاتا ہے ، اور اگر نا کام رہے یعنی [۳ : ۵۹] نہ نکلے تو اس پر ایک حصے کا تاوان پڑتا ہے - یہی صورت باقی تیروں کی ہے مُعلّٰی تک یعنی اگر کامیاب ہوئے تو مقررہ حصہ مل گیا اور اگر نا کام رہے تو اسی قدر تاوان ادا کرنا پڑتا ہے اور معلی ساتواں تیر ہے اس کے سات حصے ہیں - (نا کامی پر) سات حصوں کا تاوان ادا کرنا ہوتا ہے - ان تیروں کی تعداد تین اور تیروں کا اضافہ کر کے بڑھا دی جاتی ہے جنھیں اغفال کہتے ہیں ان کو نہ تو کاٹا گیا ہوتا ہے اور نہ ان پر کوئی علامت لگی ہوتی ہے تاکہ نہ تہمت کا کوئی موقع رہے اور نہ طرفداری ہو سکے - یہ تین منیح ، سفیح اور وغد

ہیں - جب تیر آ جاتے اور جوا کھیلنے والے بھی موجود ہوتے تو ہر شخص اپنی قدر و منزلت ، قدرت ، وسعت اور ریاست کے مطابق جتنے تیر چاہتا لے لیتا - چنانچہ بعض کی حالت فذ" سے زیادہ لینے کی اجازت نہ دیتی لہٰذا وہ اسے اس شرط پر لے لیتا کہ اگر کامیاب ہوگا تو ایک حصہ لے گا اور اگر نا کام ہوا تو ایک حصے کا تاوان بھرے گا - وہ اسی کو آسان سمجھتا - لہٰذا کامیابی پر ایک حصہ لے لینے کو کافی سمجھتا - بعض لوگ معلّی کو لیتے اور نا کامی پر تاوان ادا کرنے کی پروا نہ کرتے اور کامیاب ہونے پر وہ سب سے زیادہ حصہ لیتے - اگر کوئی ایسا شخص موجود نہ ہوتا جو تیروں کو مکمل کر دے تو ایک شخص معلّٰی اور ایک اور تیر بھی لے لیتا - گویا جو تیر بچ جاتے وہ انہیں بھی لے لیتا اور جواریوں کو کہتا : میں تمہاری تکمیل کرتا ہوں - اسی کے متعلق متمم بن نُوَیرہ اپنے بھائی مالک بن نویرہ کا ذکر کرتے ہوئے کہتا ہے :

إِذَا ابْتَدَرَ الْقَوْمُ الْقِدَاحَ وَأُوْقِدَتْ
لَهُمْ نَارُ أَيْسَارٍ كَفَى مَنْ تَضَجَّعَا

جب لوگ تیروں کو لپک کر لیتے اور جوئے بازوں کی آگ جلائی جاتی تو جو لوگ (باقی تیروں کو لینے میں کوتاہی کرتے) یہ انہیں اس زحمت سے بچا لیتا

اس کی مراد یہ ہے : جو سخی سستی کرتا اور باقی ماندہ تیر نہ لیتا تو یہ خود باقی ماندہ تیر لے کر تعداد کی تکمیل کر دیتا اور تضجع کے معنی سستی کرنے اور کسی کام کے کرنے سے اعراض کرنے کے ہیں -

غنوی کہتا ہے :

إِذَا شَهِدَ الأَيْسَارُ أَوْ غَابَ بَعْضُهُمْ
كَفَى الْحَيَّ وَضَّاحُ الْجَبِينِ أَرِيبُ

جب جوئے باز موجود ہوں یا ان میں سے کوئی موجود نہ ہو تو روشن ماتھے والا عقلمند انسان قبیلے کو اس سے بچا کر خود ان کی جگہ لے لیتا

Marfat.com

اور تیروں کو مغالق بھی کہا جاتا ہے کیونکہ یہ داؤ کو بند کر دیتے ہیں جب ان سے مذکورہ بالا طریقے پر قرعہ اندازی کی جائے۔ جن اجزاء کو قُدّار تقسیم کرتا ہے وہ اس طرح ہوتے ہیں کہ دونوں شانوں کو دو جزء بنایا جائے۔ ہر شانہ ایک حصہ ہوتا ہے اور ایک جزء سینے کا ہوتا ہے۔ اسی کو زَوْر کہتے ہیں۔ قاموس کا مصنف کہتا ہے:
زور سینے کے درمیانی حصے کو کہتے ہیں۔ یا یہ سینے کا وہ حصہ ہوتا ہے جو دونوں شانوں کی جانب ابھرا ہؤا ہو۔ یا جہاں سینے کی ہڈیوں کے کنارے آ کر ملتے ہیں — اور دونوں بازوؤں کے دو جز ہوتے ہیں۔ ان دونوں کو ابشتا ملاط کہا جاتا ہے۔ گردن سے نیچے کے حصے کا ایک جز ہوتا ہے، اسے ابن سِخْدِش کہا جاتا ہے۔ قاموس میں ہے:
(مِخْدَش) بروزن مِنْبر اور بروزن مُحْدِث اونٹ کا وہ حصہ جو گردن سے نیچے ہوتا ہے۔ ملحاء اونٹ کا وہ حصہ ہوتا ہے جو کوہان اور پُشت (پٹھ) کے درمیان ہوتا ہے۔ پُشت (پٹھ) کا ایک جز ہوتا ہے اور ہر دو رانوں کا ایک ایک جز ہوتا ہے۔ رانوں پر گردن کے مُہروں اور طفاطف کا اضافہ ہوتا ہے۔ طفاطف طَفْطَفَہ کی جمع ہے اسے کسرہ کے ساتھ بھی بولا جاتا ہے۔ کمر، یا پہلو کے کنارے جو پسلیوں کے ساتھ ملے ہوئے ہوں یا ہر پتلا اور ڈھیلا گوشت۔ یا پیٹ کا وہ حصہ جو نرم اور ڈھیلا ہو۔ مراق البطن پیٹ کے نازک حصے کو کہتے ہیں۔ اس کے بعد جو گوشت باقی بچ جاتا ہے مثلاً دونوں پہلو،
[۳ : ٦۰] کوہان اور جگر، اور گوشت کے دیگر ٹکڑے انہیں دسوں حصوں پر تقسیم کر دیا جاتا ہے تاکہ سب برابر ہو جائیں۔ جب یہ دس اجزا سب کے سب باہم برابر ہو جاتے ہیں تو صرف وہ ہڈی بچ جاتی ہے جو کسی حصے پر تقسیم ہونے کے قابل نہیں ہوتی۔ اب اگر قصاب کی مرضی ہو تو وہ خود اسے لے لیتا ہے ورنہ اسے قبیلے کے فاقہ مست اور محتاجوں کے حوالے کر دیا جاتا ہے۔ بہر حال اسے کوئی جوئے باز نہیں لیتا۔ کیونکہ اسے لینا ان کے ہاں عیب اور عار کی بات سمجھا

Marfat.com

جاتا ہے ۔ اس ہڈی کو رَیم کہتے ہیں ۔ صحاح میں ہے : رَیم[1] اس ہڈی کو کہتے ہیں جو اونٹنی کو تقسیم کرنے کے بعد بچ جاتی ہے ۔ اور ابن السکیت نے اس کے لیے یہ شعر پیش کیا ہے :

وَ کُنْتُمْ کَعَظْمِ الرَّیْمِ لَمْ یَدْرِ جَازِرٌ
عَلَی أَیِّ بَدْأَیْ مَقْسَمِ اللَّحْمِ یُوْضَعُ

اور تمھاری مثال تو رَیم کی ہڈی کی سی تھی کہ قصاب کی سمجھ میں نہ آتا تھا کہ وہ گوشت کے حصوں میں سے کس حصے پر اسے رکھے

---

۱ ۔ رَیم لسان العرب میں یوں ہے : الرَّیْمُ : النصیب یبقی من الجَزُوْر وقیل هو عظم یبقی بعد ما یقسم لحم الجزور و المیسر وقیل: هوعظم لا یبلغهم جمیعا فیُعطاه الجزّار قال اللحیانی : یؤتی بالجزور فینحرها صاحبها ثم یجعلها علی وَضَمٍ وقد جزّأها عشرة اجزاءٍ علی الورکین و الفخذین والعجز والکاهل والزَّوْر والملحاء و الکتفین و فیها العضدان ثم یعمد الی الطّفاطف و خرز الرقبة فیقسمها صاحبها علی تلک الأجزاء بالسویة فان بقی عظم او بضعة فذلک الرّیم ثم ینتظر بها الجازر من اراده فمن فاز قدحه فأخذه یثبت به والاّ فهو للجازر قال شاعر حضرموت :

وَ کُنْتُمْ کَعَظْمِ الرَّیْمِ لَمْ یَدْرِ جَازِرٌ
عَلَی أَیِّ بَدْأَیْ مَقْسَمِ اللَّحْمِ یُجْعَلُ

قال ابن سیده : هکذا انشده اللحیانی و روایة یعقوب : یُوْضَعُ قال : والمعروف ما انشده اللحیانی ولم یَرْوِ " یُوضَع " احد غیر یعقوب قال ابن بری : البیت لأوس بن حجر من قصیدة عینیة و هو المطرماح الأجئیِّ من قصیدة لامیة وقیل : لأبی شمیر بن حُجر قال : وکذا انشده ابن الا عرابی وغیره و قبله :

أَبُو کُم لَئِیمٌ غَیْرُ حُرٍّ وَأُمُّکُمْ
بُرَیْدَةُ إِنْ سَاءَ تْکُمْ لاَ تَبَدَّلُ

Marfat.com

بدأ اور بَدْأة کے معنی ہیں " اونٹنی کا ایک حصہ "۔ اس کی جمع أبْدَاء اور بُدُوْء آتی ہے جس طرح جَفْن کی جمع اجفان، اور جُفُون آتی ہے -

طرفہ بن العبد کہتا ہے :

وَ هُمْ أَيْسَارُ لُقْمَانَ إِذَا
أَغْلَتِ الشَّتْوَةُ أَبْدَاءَ الجُزُوْرِ

جب قحط سالی کے زمانے میں اونٹنی کے حصے گراں ہو جائیں تو اس وقت بھی یہی لوگ لقمان کے ساتھ جؤا کھیلنے والے ہوتے ہیں

یعقوب کے سوا جتنے دوسرے لغوی ہیں وہ یُوضع کی بجائے یُجْشَل روایت کرتے ہیں - ابن الاعرابی کہتا ہے : رَیْشَم کے معنی قبر کے ہیں اور اس نے (اس کے استدلال میں) یہ شعر[۲] پیش کیا ہے :

إِذَا مُتُّ فَاعْتَادِي القُبُورَ وَ سَلِّمِي
عَلَى الرَّيْشَمِ أُسْقِيتِ الغَمَامَ الغَوَادِيَا

---

۱ - محمد بہجہ اثری نے میدانی کے حوالے سے لکھا ہے کہ لقمان سے مراد لقمان بن عاد ہے جو عمالقہ میں سے تھا - وہ بہت زیادہ جؤا کھیلا کرتا تھا تا آنکہ وہ جؤا کھیلنے میں ضرب المثل بن گیا - کچھ اس کے ساتھی کھلاڑی بھی تھے جن کی تعداد آٹھ تھی : بیض ، حممہ ، طفیل ، زفافہ ، مالک ، فرعہ ، ثمیل اور عمار - لقمان کی طرح یہ لوگ بھی جؤا کھیلنے میں ضرب المثل بن گئے - چنانچہ جب جواریوں کی تعریف کرنا منظور ہوتا تو کہتے کَأَيْسَارِ لقمان (لقمان کے جواریوں جیسے) -

۲ - یہ شعر مالک بن الریب کا ہے - ملاحظہ ہو ذیل الامالی : ۱۳۸ - پورا قصیدہ صفحہ ۱۳۶ - ۱۳۸ - پر ہے : امالی ۱ : ۱۵۸ اور شرح امالی : ۴۱۸ - ۴۱۹ -

Marfat.com

جب میں مر جاؤں تو قبروں پر جانے کی عادت بنا لینا اور میری
قبر پر سلام کرنا اور کہنا خدا تجھے صبح کے آنے والے بادلوں سے
سیراب کرے

ابو العلاء نے بھی اس شعر میں رَیشم کے معنی قبر کے کیے ہیں - میرا خیال ہے کہ شاعر نے مجازاً وہ ہڈی مراد لی ہے جو جسم میں سے باقی رہ جاتی ہے - اور ابو الحسن علی بن احمد سخاوی نے اس کی تائید کی ہے -

اس کے بعد سر اور پائے رہ جاتے ہیں جنھیں قصاب اپنی اجرت میں لے لیتا ہے اسے ثُنْیا اور جُزارَۃ بھی کہا جاتا ہے - پھر وسعت استعمال کی وجہ سے سر اور پایوں کو جُزارہ کہہ لیتے ہیں - ذُوالرمہ اپنے ایک قصیدے میں جسے المذھبہ کہا جاتا ہے شتر مرغ کی تعریف میں کہتا ہے :

[۳ : ۶۱] شَخْتُ الجُزَارَۃِ مِثْلُ البَیْتِ سَائِرُہُ
مِنَ المُسُوحِ خِدَبٌّ شَوْقَبٌ خَشِبُ

اس کی ٹانگیں پتلی ہیں اور جسم کا باقی حصہ خیمے کی طرح سیاہ ٹاٹ
کا سا ہے یہ موٹا اور لمبا اور کھردرا ہے

اس قصیدے کے بہت[۱] سے اشعار کتاب مناھج[۲] الفکر و مباھج العبر

---

۱ - اس قصیدے کے اشعار کے لیے ملاحظہ ہو دیوان ذوالرمہ : ۲۸ بعد اور شرح امالی : ۳۵۴ ، ۴۹۸ ، ۸۷۰ اور ذیل الامالی : ۶۶ اور ۱۹۳ -

۲ - یہ کتاب جمال الدین محمد بن ابراھیم الوطواط الکتبی الورّاق کی تصنیف ہے - الوطواط ادیب اور مؤرخ تھا اور کئی ایک تصانیف کا مالک ہے - اس کی دیگر تصانیف یہ ہیں : حواشی علی الکامل فی التاریخ لابن الاثیر - غرر الخصائص الواضحہ و غرر النقائص الفاضحہ - فی الفتوۃ و مرآۃ المروۃ - اور الدرر الغرر فی شعرا اندلس -

Marfat.com

میں دئے ہیں ۔ یہ کتاب کئی قسموں پر مشتمل ہے ایک حصہ اس کا حیوانی طبائع کے بیان میں ہے اور یہ اشعار شتر مرغ کی بحث میں منقول ہیں (مراد یہ ہے مذکورہ بالا شترمرغ کی ٹانگیں پتلی ، جسم پر بہت بال ہیں جس طرح کہ کسی بدوی کا گھر ہوتا ہے اور یہ ٹاٹ کی طرح کالا ۔ خِدَبّ : موٹا ۔ شوقب : لمبا اور خَشَب : کھردرا) ۔

جب تمام جوئے باز اپنا اپنا تیر لے لیتے تو وہ یہ تیر ایک شخص کو دے دیتے جسے وہ " حُرضَہ " کہتے ۔ صحاح میں ہے : حُرضَہ : وہ شخص جو جوئے بازوں کے لیے تیر نکالتا ہے ۔ یہ صرف وہ شخص ہوتا تھا جو رذیل اور جوئے میں شریک ہونے والا نہ ہوتا ۔ قاموس میں اس کی تشریح میں کہا گیا ہے کہ یہ جوئے بازوں کا امین ہوتا ہے اس کی مشہور و معروف خصوصیت یہ ہوتی ہے کہ اس نے خرید کر کبھی بھی گوشت نہیں کھایا ہوتا ۔ اوروں کے یہاں کھاتا ہے یا جواری اسے ہدیتاً پیش کر دیتے ۔ یہ بالعموم جوئے کے لیے رات کے وقت اکٹھے ہوتے اور اس کے لیے آگ جلا لیتے ۔ اس کے بعد نہایت سفید کپڑا لے کر حُرضَہ کے ہاتھ پر لپیٹ دیتے ۔ اس کپڑے کو مِجْول کہا جاتا ۔ یہ کپڑا اس کے ہاتھ پر اس لیے باندھتے تاکہ اس کی بینائی پر پردہ پڑ جائے اور وہ زید اور عمرو کے تیر میں امتیاز نہ کر سکے ۔ مگر اس سے پہلے اس کے ہاتھ پر تھیلی کا ایک ٹکڑا لپیٹ دیا جاتا تاکہ وہ جس کی طرفداری کرنا چاہتا ہو اس کے تیر کو محسوس ہی نہ کر سکے چنانچہ جب وہ تیر پکڑتا تو اسے دیکھتا نہ تھا ۔ بعض لوگ کہتے ہیں : کہ تیروں کو ربابہ یعنی چمڑے کے تھیلے میں ڈال دیا جاتا اور ایک اور شخص اس کے پیچھے بیٹھ جاتا ۔ اس شخص کو رقیب اور رابیٔ الضرباء بھی کہا جاتا ہے اور وہ تیر نکالنے والے کے پیچھے کی طرف بیٹھ جاتا ۔ اور جو جو تیر نکلتا آتا اس کو نگاہ میں رکھتا اور جوئے بازوں کو بتاتا جاتا ۔ وہ اس کی بات کا اعتبار کرتے ۔ (رابیٔ کا لفظ ربیئۃ القوم سے لیا گیا ہے ۔ ربیئہ فوج کے ہراول دستے کو کہتے ہیں ۔ ضرباء جمع ہے ضریب کی ۔ جس طرح کریم کی جمع کُرَمَاء ہے ۔ ضریب تیر نکالنے والے کو

Marfat.com

کہتے ہیں اور یہ وہ شخص ہوتا ہے جس کے سپرد تیر ہوتے ہیں - اسے ضارب بھی کہتے ہیں) - اس کے بعد جؤا کھیلنے والے اس کے گرد حلقہ بنا کر بیٹھ جاتے ہیں - پھر وہ تیروں کو ہلاتا ہے اور جب کوئی تیر اوپر کو اٹھ آتا ہے تو حُرضہ اس کی طرف نگاہ کیے بغیر اسے کھینچ کر نکال لیتا ہے اور رقیب کو پکڑا دیتا ہے - رقیب دیکھتا ہے کہ یہ کس کا تیر ہے اور تیر تیر والے کی طرف کر دیتا ہے اور تیر والا اس تیر کے حصوں کے مطابق اونٹنی کے حصے لے لیتا ہے - یہی کامیابی کہلاتی ہے - اب اگر یہ شخص چاہے تو جؤا کھیلنے سے رک جاتا ہے اور اگر چاہے تو نئی بازی لگا کر تیر کو لوٹا دیتا ہے - خِطَار خَطَر [٣ : ٦٢] کی جمع ہے اور جمع الجمع خُطُر ہے اور خَطَر اس داؤ کو کہتے ہیں جس پر بازی لگائی جاتی ہے - وہ داؤ جو دوڑ میں لگایا جاتا ہے - اس کی جمع سِبَاقٌ ہے - تیر کے لوٹا دینے کو "تثنیہ" کہتے ہیں نابغہ کے اس شعر میں یہی مراد لی گئی ہے :

أَنِّي[١] أُتَمِّمُ أَيْسَارِي وَ أَمْنَحُهُمْ
مَثْنَى الأَيَادِي وَأَكْسُو الجَفْنَةَ الأَدَمَا

---

١ - وزیر ابوبکر عاصم نے یوں شرح کی ہے : امنحهم : اعطيهم والادما جمع ادم و مثنى معدول عن اثنين قال القتيبي : يقول ان نقص المتقامرون اخذت ما بقي منهم فتممتهم قال ابو عبيدة : ان كان اصحاب القداح في الجزور ثلاثة اواربعة فارادو ان يتموا سبعة كنت أنا آخذ ثلاثة انصباء مكان ثلاثة وكذلك في الغرم و قوله مثنى الأيادي اى اعطيهم نصيبين و قال ابو عبدالله : اعطيهم نصيبي مرة بعد مرة و قال القتيبي : مثنى الأيادي ما فضل من سهام الجزور يقول : اشتريه فأقسمه على الأبرام قال ابوبكر : وقيل : مثنى الايادي : ترديد المعروف و قوله اكسوا لجفنة الا دما اى اصنع

باقی حاشیہ صفحہ ٥٦٦ پر

Marfat.com

میں اپنی ذات سے جؤا کھیلنے والوں کی تعداد مکمل کر دیتا ہوں
اور انھیں دہرے عطیے دیتا ہوں ، میں پیالے کو کھانے سے بھر
دیتا ہوں

ابو عبید کہتا ہے : مثنی الاً یادی سے مراد اونٹنی کے وہ حصے ہیں جو جوئے میں بچ جاتے تھے اور سخی انسان ان کو خرید کر اوروں کو دے دیتا تھا - ابو عمر کہتا ہے : مثنی الاً یادی یہ ہے کہ بار بار تقسیم کرے اور اس کے لیے اس نے نابغہ کا یہی شعر پیش کیا ہے اور یہی قابل اعتماد تشریح ہے -

پھر اگر فذ" نکلتا تو اس کا مالک اس کا حصہ لے لیتا - اس کا صرف ایک حصہ ہوتا ، جیسا کہ بیان ہو چکا ہے - اس کے بعد باقی تیر باقی نو حصوں کے لیے نکالے جاتے اور اگر توأم نکلتا تو اس کا مالک دو حصے لے لیتا اور اگر چاہتا تو بیٹھ جاتا اور پھر باقی تیروں کو باقی سات حصوں کے لیے نکالا جاتا ہے - اب اگر مُسْعَلّی نکلتا تو اس کا مالک باقی ساتوں حصے لے لیتا اور تاوان یعنی اونٹنی کی قیمت ان لوگوں کے ذمے پڑ جاتی جن کا تیر نہ نکلا ہوتا اور یہ چار شخص رقیب ، حلس ، نافس اور مسبل کے مالک ہوتے - ان سب تیروں کے کل اجزا اٹھارہ بنتے

صفحہ ٥٦٥ کا بقیہ حاشیہ

الثرید و اطعمہ ابو عبید بکری (سمط اللآلی : ٣ ٤ = ٤٣) کہتا ہے : فاما قولہ متمم ایسار فأن اکثرالاٗیسار سبعۃ علی عدد القداح فیأخذ کل رجل قدحاً فاذا فعلوا ذلک فقد توحّدُوھا - - - فاذا نقص عددھم عن ذلک اخذ الرجل الکریم منھم ما فضل من القداح فیکون لہ حظ الفائز منھا و علیہ غُرم الخائب فکاٗنّہ قد تَمَّمَ عددالایسار بذلک وکانت العرب تعد" ذلک فضیلۃ وتتمدح بہ قال النابغۃ : (البیت المذکور) وقال ابن الاعرابی : اذا کان الرجل یفوز قدحہ مرۃ بعد اخری ویطعم اللحم سُمی متمّمًا و بذلک سمی متمم بن نویرۃ -

Marfat.com

ہیں لٰہذا قیمت کے اٹھارہ حصے کیے جاتے اور ان میں سے ہر تیر والے کے ذمے اسی قدر لگا دیا جاتا جس قدر وہ کامیابی کی صورت میں گوشت کے حصے لیتا ۔ پھر اگر نہ فذ" نکلتا اور نہ توأم اور رقیب نکلتا تو اس کا مالک تین حصے لے لیتا ۔ پھر دوبارہ نکالتے اگر معلّٰی نکل آتا تو معلّٰی والا باقی سات حصے لے لیتا اور اونٹنی پوری ہو جاتی ۔ جن کے تیر نہ نکلتے ان پر تاوان پڑ جاتا ، یہ ہیں پانچ ناکام تیروں والے یعنی فذ ، توأم ، حلس ، نافس اور مسبل ۔ ان کے کل اٹھارہ حصے بنتے ہیں ۔ پھر اگر معلّٰی نکلتا تو اس کا مالک سات اجزا لے لیتا اور انھیں ایک اور اونٹنی ذبح کرنے کی ضرورت پڑتی کیونکہ ناکام رہنے والے تیروں میں ایک تیر مسبل ہے اور اس کے چھ حصے ہیں اور گوشت میں سے صرف تین حصے بچے ہیں ۔ جن لوگوں کے تیر پہلی اونٹنی میں ناکام رہیں وہ لوگ اس اونٹنی میں سے کچھ نہیں کھاتے اور یہ بات ان کے یہاں قبیح اور معیوب سمجھی جاتی ہے ۔ پھر جب دوسری اونٹنی ذبح کی جائے اور تیر نکالے جائیں اور مسبل نکل آئے تو مسبل کا مالک چھ حصے لے لیتا جن میں تین حصے وہ ہوتے جو پہلی اونٹنی سے بچے تھے ۔ اس پر پہلی اونٹنی کا تاوان پڑ جاتا اور دوسری کا کوئی تاوان نہ پڑتا اس لیے کہ اس اونٹنی میں تو اس کا تیر کامیاب رہا ہے ۔ دوسری اونٹنی کا تاوان ان لوگوں پر پڑ جاتا جن کا تیر نہ نکلا ہوتا ۔ اسی حساب سے جس کا ذکر پہلے ہو چکا ہے ، اب دوسری اونٹنی میں سے سات جز بچے ہوتے ہیں ۔ باقی لوگ ان کے لیے تیر نکالیں گے ، اگر نافس نکل آتا تو اس کا مالک پانچ جز لے لیتا اور اس پر دوسری اونٹنی کی قیمت کا کوئی تاوان نہ [۳ : ٦۳] پڑتا مگر پہلی اونٹنی کی قیمت کا اسے تاوان دینا پڑتا ۔ پھر گوشت کے دو جز ابھی باقی ہیں اور تیروں میں سے حلس ابھی باقی ہے جس کے چار حصے ہیں لٰہذا ایک اور اونٹنی ذبح کرنے کی ضرورت پڑتی تاکہ چار جزؤں کو پورا کیا جائے ، جو لوگ دوسری اونٹنی میں ناکام رہے ہوں وہ اس میں سے کچھ نہیں کھاتے ۔ اب اگر وہ تیسری اونٹنی ذبح کریں اور حلس کامیاب رہے تو اس کا مالک چار حصے لے لے گا ۔

Marfat.com

دو دوسری اونٹنی میں سے اور دو تیسری میں سے اور اس پر دوسری اونٹنی کا تاوان نہ پڑے گا اس لیے کہ یہ تو کامیاب رہا ہے اور اس کی قیمت ان لوگوں کے ذمے پڑ جائے گی جن کے تیر ناکام رہے ہیں - اب تیسری اونٹنی میں سے آٹھ حصے باقی ہیں - اب باقی لوگ تیر نکالیں گے تا آنکہ ان کے تیر اونٹنی کے اجزا کے مطابق نکل آئیں - اگر گوشت کے اجزا تیروں کے اجزا کے مطابق ہوتے تو انھیں اور اونٹنی ذبح کرنے کی ضرورت نہ پڑتی - اگر جس کا تیر کامیاب رہ چکا ہو پھر دہرائے اور ناکام رہے تو اس پر اس اونٹنی کی قیمت کا تاوان پڑے گا جس میں اس کا تیر ناکام رہا ہے اور اس کا حساب وہی ہوگا جس کا ذکر ہو چکا - جب تمام کے تمام تیر نکل چکے ہوں مگر ابھی گوشت کے اجزا بچے ہوئے ہوں تو گوشت کے یہ حصے قبیلے کے بد حال لوگوں کے لیے ہوں گے - اھل الوبد کمزور ، برے حال والے اور تنگدست لوگوں کو کہتے ہیں - کہا جاتا ہے رجل وَبِدٌ یعنی فلاں برے حال میں ہے جب یہ لفظ صفت واقع ہو تو واحد اور جمع کے لیے ایک ہی طرح آئے گا جس طرح رجل عدل آتا ہے - وبد کی جمع أوباد ہے جیسے عَدْل کی عُدُول آتی ہے - اسی سے عمرو بن عداء الکلبی کا یہ قول ہے :

سَعٰی عِقَالاً[1] فَلَمْ یَتْرُکْ لَنَا سَبَدًا
فَکَیْفَ لَوْ قَدْ سَعٰی عَمْرٌو عِقَالَیْنِ

اس نے صرف ایک بار آکر ہم سے مال زکوٰۃ لیا (اور اتنے میں) اس نے ہمارے پاس کوئی مال نہیں رہنے دیا اگر عمرو دوبار آکر مال زکوٰۃ وصول کرتا تو پھر ہماری کیا حالت ہوتی

---

۱ - عقال کی تشریح آگے چل کر خود آلوسی نے کر دی ہے مگر لسان العرب میں زیادہ واضح طور پر تحریر ہے ، العقال : زکٰوۃ عامٍ من الأبل والغنم انھی معنوں میں مانعین زکٰوۃ کے متعلق ابوبکر رضی اللہ عنہ کے مشہور الفاظ ہیں : واللہ لأ قاتِلَنَّھم حتی یؤدونی عقالا کانوا یؤدّونہ الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم -

Marfat.com

لأَصْبَحَ الحَيُّ أَوْبَادًا وَ لَمْ يَجِدُوا
عِنْدَ التَّفَرُّقِ فِي الهَيْجَا جِمَالَيْنِ

(تو اس صورت میں) تمام قبیلہ بد حالی میں گرفتار ہو جاتا اور کوچ کرنے کے وقت یا جنگ کے وقت انھیں دونوں قسموں کے اونٹوں میں سے کچھ نہ ملتا

ابو عبید القاسم بن سلاّم البغدادی نے یہ دونوں شعر اپنی ''امثال'' میں پیش کیے ہیں اور لکھا ہے : معاویہ بن ابی سفیان نے اپنے بھتیجے عمرو بن عتبہ ابن ابی سفیان کو بنی کلب سے زکوٰۃ وصول کرنے پر مقرر کیا - [۳ : ۶۴] عمرو نے ان پر زیادتی کی تو عمرو بن العداء نے یہ اشعار کہے - دونوں جگہ پر سعی کا لفظ سعی الرجل علی الصدقۃ کے محاورے سے لیا گیا ہے - صدقۃ سے مراد زکوٰۃ ہے - مراد یہ ہے کہ وہ صاحب نصاب لوگوں سے (مال زکوٰۃ وصول کرنے کے لیے) دوڑ دھوپ کرے - عِقَالاً او عقالین ظرف ہونے کی وجہ سے منصوب ہیں اور مراد مدّۃ عقالٍ اور مدّۃ عِقالین ہے اور عقال کے معنی '' ایک سال کی زکوٰۃ '' کے ہیں - سَبَد - [سین اور با دونوں پر زبر] - بال اور پشم کو کہتے ہیں - ابن السید ادب الکاتب کی شرح میں کہتا ہے : جب کوئی مَالَہ' سَبَد' ولا لَبَد کہے تو اس کے معنی یہ ہوں گے کہ اس کے پاس نہ ذُو سبد یعنی اونٹ ہیں اور نہ ہی ذُولَبَد یعنی بھیڑ بکریاں - پھر کثرت استعمال سے یہ الفاظ محتاجی کے لیے ضرب المثل بن گئے چنانچہ جس شخص کے پاس کسی قسم کا کوئی مال نہ ہو اس کے لیے یہ الفاظ بولے گئے -

---

۱ - آلوسی نے خود اس شعر کی تشریح کر دی ہے - لسان العرب میں قدرے مختلف مگر زیادہ واضح الفاظ میں تشریح مندرج ہے - یہ شعر پیش کرنے کے بعد لکھا ہے : فعلی حذف المضاف ای ذوی أوباد و جمع المصدر علی التنوع - - - و قولہ جمالین ، یرید قطیعین من الجمال واراد جمالاً ھٰھنا و جمالا ھٰھنا و ذلک ان اصحاب الأبل یعزلون الأناث عن الذکور -

Marfat.com

شاعر کہتا ہے : یہ شخص ہم پر صرف ایک سال کے لیے زکوٰۃ وصول کرنے پر مامور ہؤا تو اس نے ہم پر اس قدر ظلم کیا کہ اس نے ہمارے پاس کچھ نہ چھوڑا اور اگر دو سال تک مامور رہتا تو پھر ہماری کیا حالت ہوتی - رہا اس کا لأصبح الحیّی الخ کہنا تو حی : قبیلہ ، اور أوباد وَبَد - [دو زبروں کے ساتھ] - کی جمع ہے - جوہری کہتا ہے : وَبَد - [دو زبروں کے ساتھ] - تنگدستی اور بد حالی - یہ مصدر ہے جسے بطور صفت استعمال کیا جاتا ہے لہٰذا اس میں واحد اور جمع کے لیے ایک ہی لفظ استعمال کیا جاتا ہے - پھر اس کی جمع بنا کر اَوْباد کہا جاتا ہے جس طرح عَدْل اور عُدُوْل ہے (اس صورت میں) اسے صحیح معنوں میں صفت خیال کر لیا جاتا ہے - اس نے یھی یہی شعر پیش کیا ہے - ابن بری کہتا ہے : صحیح بات تو یہ ہے کہ یہ وَبِدْ کی جمع ہوتا اور وَبِد بد حال انسان کو کہتے ہیں جس طرح فَخِذْ اور آفْخاذْ - جمال کو شاعر تثنیہ کی صورت میں اس لیے لایا ہے کہ اس نے اونٹوں کو دو قسموں میں بانٹ دیا ہے - ایک قسم کوچ کرنے کے لیے تاکہ اس پر اپنا سامان لاد سکیں اور ایک قسم جنگ کے لیے تاکہ جب وہ گھوڑوں کو کوتل گھوڑے کی صورت میں ساتھ لے جائیں تو اونٹوں پر سوار ہوں -

ابن قتیبہ[1] نے مَیْسِر پر ایک مستقل کتاب لکھی ہے جس میں

---

۱ - محمد بہجہ اثری لکھتے ہیں کہ بہت سے علما نے میسر کے متعلق تصانیف کی ہیں - میرے نزدیک بہترین کتاب جو میری نظر سے گزری ہے وہ ہمارے استاد آلوسی کی المُسفر عن المیسر ہے - امام برہان الدین بقاعی نے اپنی تفسیر نظم الدرر فی تناسب الآی والسور میں میسر پر مفید بحث کی ہے - مرتضٰی زبیدی شارح قاموس نے اس پر ایک کتاب لکھی ہے جس کا نام نشوۃالأرتیاح فی بیان حقیقۃ المیسر و القداح ہے - انھوں نے بقاعی کی عبارات کو بھی لیا ہے -

باقی حاشیہ صفحہ ۵۷۱ پر

Marfat.com

عربوں کے طریقوں کو نہایت تفصیل سے بیان کیا ہے مگر میرے پاس اس کتاب کا نسخہ موجود نہ تھا [۳ : ۶۵] اور جس قدر میں نے بیان کر دیا ہے وہ ہمارے مقصد کے لیے کافی ہے اس قسم کے بیانات سے بہت سی کتابیں عاری ہیں - میں اس پر اللہ تعالی کا شکریہ ادا کرتا ہوں -

شریعت اسلامیہ نے جوئے کو حرام اور باطل قرار دیا ہے - جوئے کی تمام قسموں کا مثلاً چوپٹ ، شطرنج وغیرہ کا بھی یہی حکم ہے - یہاں تک کہ اس میں بچوں کا اخروٹ کے ساتھ یا پانسہ کے ساتھ کھیلنا بھی شامل ہے اور کسی چیز کی تقسیم کے سوا اور کاموں کے لیے قرعہ اندازی کرنا اور ہر قسم کی شرط اور داؤ لگانا بھی اسی میں شامل ہے - ابن سیرین سے مروی ہے ہر چیز جس میں شرط لگا کر کھیلا جائے جؤا شمار ہوگی - اسی کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان وارد ہؤا ہے -

يَسْأَلُونَكَ عَنِ الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ قُلْ فِيهِمَا إِثْمٌ كَبِيرٌ وَمَنَافِعُ لِلنَّاسِ وَإِثْمُهُمَا أَكْبَرُ مِنْ نَفْعِهِمَا (یہ لوگ آپ سے شراب اور جوئے کے متعلق پوچھ رہے ہیں - آپ فرما دیں ان دونوں میں بڑا گناہ ہے اور کچھ فوائد بھی ہیں مگر ان کا گناہ ان کے فوائد کے مقابلے میں بہت زیادہ ہے)

چنانچہ جوئے کے فوائد میں سے ایک فائدہ یہ تھا کہ جب کڑاکے

صفحہ ۵۷۰ کا بقیہ حاشیہ

یہ کتاب طبع ہو چکی ہے - کسی جرمن نے بھی اس پر ایک مستقل کتاب لکھی ہے جس میں اس نے ائمہ کے اقوال جمع کر دیے ہیں - محمد بہجہ اثری لکھتے ہیں کہ میں نے یہ الفاظ آج سے تین سال پہلے لکھے تھے - اب ہم نے ابن قتیبہ کی کتاب المیسر و القداح کو دیکھا ہے اور نہایت عمدہ طباعت میں مجلہ زہراء کے ایڈیٹر استاذ محب الدین خطیب نے شائع کی ہے - مجھے اس کا طرز اور بحث بہت پسند آئی ہے -

Marfat.com

کی سردی اور سختی کا زمانہ ہوتا تو عربوں میں سے مالدار اور سخی لوگ تیروں کے ساتھ جؤا کھیلتے اور جب کوئی بازی جیت جاتا تو وہ اونٹنی کے حصے حاجتمندوں اور مسکینوں کو دے دیتا اس طرح لوگوں کی حالت سنور جاتی اور وہ زندہ رہ سکتے ۔ عرب ان لوگوں کی مدح کیا کرتے تھے جو تیر لیا کرتے ۔ جو جؤا نہ کھیلتا اسے برا کہتے اور اس کا نام بَرَم رکھتے ۔ متمم بن نویرہ اپنے بھائی مالک[1] کا مرثیہ کہتے ہوئے کہتا ہے :

وَلاَ بَرَماً[2] تُهْدِي النِّسَاءِ لِعِرْسِهِ
إِذَا القَشْعُ مِنْ بَرْدِ الشِّتَاءِ تَقَعْقَعَا

---

۱ - مالک کو ضرار بن الازور الاسدی نے خالد بن الولید کے حکم سے قتل کیا تھا ۔ میمن (سمط اللآلی : ۸۷) نے مالک کے قتل کے متعلق مراجع کا ذکر کیا ۔ ابن عبد ربہ (العقد الفرید : ۳ : ۱۹۳) نے جس قصیدے سے یہ شعر لیا گیا اس قصیدے کے متعلق لکھا ہے کہ اسے اُم المراثی کہا جاتا ہے ۔

۲ - بلوغ الارب اور العقد الفرید (حوالۂ مذکور) میں اسی طرح بَرَماً ہی ہے مگر یہ درست نہیں ہے اسے بَرَمٍ پڑھیں جیسا کہ سمط اللآلی (صفحہ ۸۷) میں ہے ۔ امالی (۱ : ۱۹) میں اسے بَرَمْ ضبط کیا گیا ہے اور اس کی بھی وجہ نکل سکتی ہے ۔ یہ قصیدہ العقد الفرید (۳ : ۱۹۳ - ۱۹۴) میں دیا ہے اور کچھ اشعار سمط اللآلی (حوالۂ مذکورہ) میں بھی دیے ہیں ۔ ابو عبید البکری (سمط اللآلی : ۸۸) نے اس شعر کی یہ شرح کی ہے: القَشْعُ : النِطَعُ ، قال احمد بن عبید (ابو جعفر احمد بن عبید بن ناصح ابو عصیدة النحوی الکوفی) : کل ما کان من آدم فهو قشع و رواه الا خفش من حِسّ الشتاء ورواه احمد من حَسّ الشتاء بفتح الحاء وهو شدة برده الذی ینثر حب النبات و ورقه ومنه محسّة الدابة لأنها تنثر شعرها یقول : یبس وصلب من شدة البرد و یرید ان مالکاً یسّرفی وقت الجدب ۔

Marfat.com

اور نہ ہی وہ بَرَم تھا کہ جب شدت سرما کی وجہ سے چمڑے کا
خیمہ کھڑکھڑانے لگے تو دوسری عورتیں اس کی بیوی کے پاس
تحفے بھیجیں

رہیں اس کی خرابیاں تو یہ کئی ہیں ، مثلاً یہ کہ اس میں لوگوں کا مال ناجائز طور پر کھایا جاتا ہے ۔ نیز یہ کہ جؤا کئی ایک جوئے بازوں کو چوری کرنے پر مجبور کر دیتا ہے ۔ جانوں کی ہلاکت کا سبب بنتا ہے ، اہل و عیال تباہ ہو جاتے ہیں اور انسان قبیح ، رذیل اور برے امور کا مرتکب ہوتا ہے ۔ (کبھی) یہ چھپی دشمنی کا سبب بن جاتا ہے اور کبھی کھلی دشمنی کا ۔ یہ روزمرہ کی مشاہدہ کی بات ہے اس کا انکار وہی شخص کرے گا جسے اللہ نے اندھا اور بہرہ کر دیا ہو ۔

اسی طرح کتاب فتح الباری میں ہے : جوئے کے حرام قرار دینے میں حکمت یہ ہے کہ اس میں مال کو خطرے میں ڈالا جاتا ہے ، یہ محتاجی کا سبب ہوتا ہے ، اس سے وہ عداوت پیدا ہوتی ہے ، جو خون بہانے اور حرمت دری کا باعث بنتی ہے وغیرہ وغیرہ خرابیاں جن کا مقابلہ جوئے کے فوائد نہیں کر سکتے مثلاً یہ کہ کوئی چیز انسان کو کاوش اور تھکان کے بغیر مل جاتی ہے اور وہ خوشی اور طرب جو کسی کو اچھا خاصا حصہ ملنے پر حاصل ہوتا ہے ۔ اللہ تعالیٰ نے ایک اور آیت میں ان دنیاوی اور دینی خرابیوں کا ذکر کیا ہے [۳ : ٦٦] جو جوئے میں پائی جاتی ہیں ۔ دنیاوی خرابی تو یہ ہے کہ شیطان ان کے درمیان عداوت اور بغض ڈال دیتا ہے ۔ بعض اوقات انسان جؤا کھیلتا رہتا ہے حتّٰی کہ اس کے پاس کچھ نہیں رہتا ۔ آخر یہاں تک نوبت پہنچتی ہے کہ وہ اپنی اولاد اور بیوی کو بھی داؤ پر لگا دیتا ہے ۔ جیسا کہ بیان ہو چکا ۔ جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہ بازی جیتنے والے کا بدترین دشمن ہو جاتا ہے ۔

رہیں دینی خرابیاں تو وہ یہ ہیں ۔ اللہ کے ذکر اور نماز اور دیگر نیکی کے کاموں میں حائل ہونا ۔ کیونکہ جب کھلاڑی جیت رہا ہوتا ہے

Marfat.com

تو جوئے سے اس کے دل میں انبساط پیدا ہوتی ہے اور غلبہ ۔ دوسرے کو زیر کرنے کی اور کمائی کی محبت اسے مذکورہ بالا امور سے روکتی ہے اور اگر وہ ہار رہا ہو تو اس کے دل میں انقباض اور مغلوبیت کی وجہ سے وہ جذبہ پیدا ہوتا ہے جو اسے اس بات پر اکساتا ہے کہ وہ کسی نہ کسی حیلے سے جیت جائے لہٰذا اس خیال کے سوا اس کے دل میں کوئی اور خیال ہی پیدا نہیں ہوتا ۔ ہم نے کئی بار مشاہدہ کیا ہے کہ چوپٹ اور شطرنج اور اسی قسم کی اور کھیلیں کھیلنے والوں کے درمیان سخت جھگڑا ، جھوٹی قسم کھانا اور اللہ سے غفلت اور اسی قسم کے دیگر ناپسندیدہ امور چلتے رہتے ہیں جن سے مروت میں خلل پیدا ہوتا ہے اور یہ عقل سلیم والوں کے لیے معیوب بات ہے ، لہٰذا جو ان امور سے بچا رہا ہو اسے اللہ تعالیٰ کا شکریہ ادا کرنا چاہیے اور جو ان میں مبتلا ہو اسے اللہ کے الطاف کریمانہ سے درخواست کرنی چاہیے کہ وہ اسے اس مصیبت سے نجات دلائے ۔

تیروں کے ذریعے قرعہ اندازی بھی عربوں کی ایک مشہور رسم تھی

عرب زمانۂ جاہلیت میں جب سفر یا تجارت یا شادی کا ارادہ کرتے یا کسی کے نسب کے بارے میں اختلاف رونما ہو پڑتا یا کسی مقتول کے بارے میں یا دیت کی ذمہ داری قبول کرنے یا اسی طرح کے دیگر بڑے امور کے ضمن اختلاف ظہور میں آ جاتا وہ ھبل کے پاس آتے ۔ ھبل مکے میں قریش کا سب سے بڑا بت تھا جو کعبے میں نصب تھا ، آنے والوں کے پاس ایک سو درہم بھی ہوتے ۔ وہ یہ سو درہم تیروں والے کو تیر نکالنے کے لیے دیتے ۔ یہ سات تیر ہوتے جو کعبے کے پجاری اور خدمتگار کے پاس حفاظت سے رکھے ہوتے تھے ، یہ لمبائی اور چوڑائی میں برابر ہوتے ۔ ان پر نشان ہوتے اور کچھ لکھا ہوا ہوتا چنانچہ ایک پر لکھا ہوتا أَمَرَنِي رَبِّي (مجھے میرے رب نے حکم دیا ہے) اور

Marfat.com

ایک پر نَہَانِی رَبِّی (مجھے میرے رب نے منع کیا ہے) ایک پر مِنْکُمْ (یہ تم میں سے ہے) اور ایک پر مِنْ غیرکُمْ (تمھارے اغیار میں سے ہے) اور ایک پر مُلْصَق (تمھارے ساتھ چمٹا ہوُا ہے) اور ایک پر العقل (دیت) اور ایک تیر غُفل ہوتا یعنی اس پر کچھ لکھا ہوُا نہ ہوتا تھا ۔ چنانچہ جب وہ اپنے کام کے مستقبل کا پتا کرنا چاہتے جسے وہ کرنا چاہتے ہوں اور اس کا انجام معلوم کرنا چاہتے ، آیا انجام اچھا ہوگا یا برا تو تیروں کا امین امر اور نہی کے تیروں سے قرعہ اندازی کرتا ۔ اگر " امر " والا تیر نکل آیا تو وہ آپس میں مشورہ [۳ : ۶۷] کر کے جس کام کے کرنے کے درپے ہوتے مثلاً جنگ یا سفر یا شادی یا ختنہ یا تعمیر مکان وغیرہ امور میں سے جو بھی اتفاق سے طے ہوتا اسے کرنے لگ جاتے اور اگر " نہی " والا تیر نکلتا تو اس کام کو ایک سال تک اٹھا رکھتے اور سال گزرنے پر پھر ایک بار قرعہ اندازی کرتے ۔ روایت ہے کہ ان دو تیروں میں سے ایک پر " نعم " اور دوسرے پر " لا " لکھا ہوتا اگر قرعہ انداز کا " نعم " کا تیر نکلتا تو جس کام کا انھوں نے ارادہ کیا ہوتا اسے کر گزرتے اور جب " لا " والا تیر ظاہر ہوتا تو مذکورہ بالا طریقے پر ایک سال تک توقف کرتے ۔ دونوں روایتوں کا مفہوم ایک ہی ہے اور جب کسی شخص کے نسب میں جھگڑا پیدا ہوتا تو تیروں کا امین ان تیروں سے قرعہ اندازی کرتا جن پر مِنْکُمْ ، مِنْ غَیْرِکُمْ ، اور مُلْصَق لکھا ہوتا ۔ اگر منکم والا تیر نکلتا تو وہ اس شخص کی جس کے نسب میں اشتباہ پیدا ہوُا ہوتا اور جس کے متعلق ان میں جھگڑا کھڑا ہوُا ہوتا عزت کرتے اور اس کا نہایت احترام کرتے اور اگر مِن غَیْرِکُمْ والا تیر نکلا ہوتا تو اس سے اعراض و اجتناب کرتے اور اگر مُلْصَق والا تیر نکلتا تو جس طرح پہلے وہ شخص مجہول النسب خیال کیا جاتا اسی طرح رہتا ۔ لہٰذا ان تیروں میں سے جو تیر بھی نکلتا اس کے حکم پر عمل کرنا واجب ہو جاتا ۔ انھیں اس پر کلی اعتماد تھا ، اور اگر عقل میں اختلاف پیدا ہو جاتا ۔ عقل مقتول کے خونبہا کو کہتے ہیں ۔ اس طرح کہ قاتل میں شبہ ہوتا تو جن لوگوں

Marfat.com

پر قتل کرنے کا الزام لگایا جاتا انہیں بلایا جاتا اور دو تیر لائے جاتے جن میں سے ایک پر عقل اور دوسرے پر غُفل لکھا ہوتا اور امین قرعہ ڈالتا جس کے نام پر عقل والا تیر نکلتا اسے خونبہا ادا کرنا ہوتا اور غفل نکلتا تو دوبارہ قرعہ ڈالتے تاآنکہ عقل والا قرعہ نکل آتا - ابو الفرج اصبہانی نے بیان کیا ہے : عرب ذوالخلصہ کے پاس آ کر بھی قرعہ اندازی کیا کرتے تھے اور یہ بھی بیان کیا ہے کہ امرؤالقیس اپنے باپ کے قتل کا بدلہ لینے کے لیے نکلا تو اس نے ذوالخلصہ کے پاس آ کر قرعہ اندازی کی تو وہ تیر نکلا جسے امرؤالقیس پسند نہیں کرتا تھا اس پر امرؤالقیس نے بت کو گالیاں دیں ، اس پر پتھر پھینکے اور یہ شعر کہا :

لَوْ كُنْتَ يَاذَا الخُلَصِ المَوتُورَا
لَمْ تَنْهَ عَنْ قَتْلِ العُدَاةِ زُوْرَا

اے ذوالخصلہ اگر تیرا باپ قتل کر دیا گیا ہوتا تو تُو باطل طور پر مجھے دشمنوں کو قتل کرنے سے نہ منع کرتا

ابو الفرج کہتا ہے کہ امرؤالقیس کے واقعہ کے بعد اسلام کے آنے تک کسی نے ذوالخلصہ کے پاس قرعہ اندازی نہیں کی -

قابل اعتماد مصنفین کے کلام کا ماحصل یہ ہے کہ عربوں کے یہاں تین قسم کے تیر ہوتے تھے : (۱) جوئے کے دس تیر جن کی مکمل تفصیل بیان کی جا چکی ہے - (۲) ہر شخص کے لیے اور یہ تین تیر ہوتے ایک پر اِفْعَلْ (کر) لکھا ہوتا ، دوسرے پر لا تَفْعَلْ (نہ کر) اور تیسرے پر غفل (یعنی کچھ نہیں) - فرّاء کہتا ہے : ایک پر أَمَرَنِي رَبِّي (مجھے میرے رب نے حکم دیا ہے) دوسرے پر نَهَانِي رَبِّي (مجھے میرے رب نے منع کیا ہے) اور تیسرے پر غفل (یعنی نہ کرنے کا حکم اور نہ نہ کرنے کا) جب ان کا کوئی آدمی کسی کام کا ارادہ کرتا تو وہ [۶۸:۳]ان تیروں کو ایک تھیلی میں ڈال دیتا - خریطة(تھیلی)کو ربابة بھی کہتے ہیں ، پھر وہ تھیلی میں ہاتھ ڈال کر ایک تیر نکال لیتا - اگر حکم دینے والا تیر نکلتا تو وہ اس کام کو کر گزرتا اور اگر منع کرنے والا نکلتا

Marfat.com

تو اس کام کو ترک کر دیتا ۔ اگر غفل نکلتا تو از سر نو قرعہ اندازی کرتا ۔ تیسری قسم کے تیر فیصلہ کرانے کے لیے ہوتے اور یہ تیر کعبے کے پاس ہوتے ۔ ابن اسحٰق نے ذکر کیا ہے کہ قریش کا سب سے بڑا بت ہبل تھا جو کعبے کے عین درمیان میں نصب ہوتا جن معاملات میں انھیں مشکل پیش آتی ان کے متعلق فیصلہ کرانے کے لیے ہبل کے پاس آتے پھر جو حکم نکلتا اسی پر عمل کرتے ۔ عربوں کے ہر کاہن اور منصف کے پاس اس قسم کے تیر ہوتے تھے جن کی تعداد سات ہوتی تھی ، ان پر وہ الفاظ لکھے ہوتے جن کا ذکر کیا جا چکا ہے ۔

استقسام کے معنی یہ ہیں : تیروں کے ذریعے اس بات کی معرفت حاصل کرنا کہ ہماری قسمت میں کیا ہے اور کیا نہیں ہے من جملہ ان امور کے جن کو اللہ تعالیٰ نے حرام قرار دیا ہے اسے بھی حرام قرار دیا ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں :

حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ وَالدَّمُ وَلَحْمُ الْخِنْزِيْرِ وَمَا أُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ بِهٖ وَالْمُنْخَنِقَةُ وَالْمَوْقُوْذَةُ وَالْمُتَرَدِّيَةُ وَالنَّطِيْحَةُ وَمَا أَكَلَ السَّبُعُ إِلَّا مَا ذَكَّيْتُمْ وَمَا ذُبِحَ عَلَى النُّصُبِ وَأَنْ تَسْتَقْسِمُوْا بِالْأَزْلَامِ ذٰلِكُمْ فِسْقٌ ۔

تم پر یہ چیزیں حرام کر دی گئی ہیں : مردار ، خون ، سؤر کا گوشت ، جس پر غیر اللہ کا نام لیا جائے ، گلا گھونٹ کر مارا ہؤا جانور ، لاٹھیوں کی ضربات سے مرا ہؤا جانور ، گر کر مرا ہؤا جانور ، سینگ لگنے سے مرا ہؤا جانور ، جنھیں کسی درندے نے کھایا ہو سوا اس کے جسے تم ذبح کر لو ، جو بتوں کے نام پر ذبح کیا گیا ہو ۔ اور یہ کہ تیروں کے ذریعے قسمت معلوم کرنا بھی حرام ہے ۔ یہ سب امور فسق میں شامل ہیں)

یہاں اشکال پیدا ہوتا ہے کہ تیروں کے ذریعے قسمت معلوم کرنا کیوں حرام ہؤا حالانکہ یہ نیک فال لینے کے مترادف ہے ، اور نبی اکرم

Marfat.com

صلی اللہ علیہ وسلم نیک فال لینا پسند کیا کرتے تھے ۔ اس کا جواب یہ ہے : اس طریقے میں بتوں سے مشورہ طلبی اور استعانت پائی جاتی ہے جیسا کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ کی اس روایت سے اس امر کی طرف اشارہ نکلتا ہے : جب عرب تیروں کے ذریعے قسمت معلوم کرنے کا ارادہ کرتے تو اپنے بت خانےمیں آتے پھر جو انھیں کرنا ہوتا کر گزرتے۔ اسی لیے یہ حرام قرار پایا ۔ بعض علما کہتے ہیں : تیروں سے قسمت معلوم کرنے کو حرام قرار دینے کا سبب یہ تھا کہ یہ علم غیب میں دخل اندازی اور گمراہی ہے کیونکہ اس میں یہ عقیدہ پایا جاتا ہے کہ یہ علم غیب کو جاننے کا ایک ذریعہ ہے ۔ اگر ان کے قول أَمَرَنِی رَبِّی (مجھے میرے رب نے حکم دیا ہے) میں رَبِّی سے مراد اللہ تعالیٰ لی جائے تو یہ اللہ تعالیٰ پر افتراء پردازی ہے اور اگر بت مراد لی جائے تو یہ شرک ہے ۔

دادا صاحب اپنی تفسیر میں جَصّاص[1] کی کتاب الاحکام سے نقل کرتے ہوئے فرماتے ہیں : اس آیت سے غلاموں کو آزاد کرنے کے لیے قرعہ اندازی کے ناجائز ہونے کی دلیل پکڑی جاتی ہے کیونکہ یہ قرعہ اندازی درحقیقت وہی بات ہے (جس کا آیت میں ذکر کیا گیا ہے) کیونکہ اس میں اس چیز کو ثابت کیا ہے جو قرعے کے ذریعے کسی قسم کے استحقاق کے بغیر نکلتی ہے ۔ بعینہٖ اسی طرح جس طرح کوئی شخص اپنی موت کے وقت اپنے غلاموں کو آزاد کر دے ۔ جیسا کہ فقہ میں بیان کیا جاتا ہے ۔ اس پر یہ اعتراض وارد نہیں ہوتا کہ قرعہ جائز ہے جیسا کہ مال غنیمت کی تقسیم میں اور عورتوں کے سفر میں ساتھ لے جانے میں کیونکہ اس کے جواب میں ہم کہتے ہیں کہ ان دو باتوں میں جو قرعہ اندازی جائز قرار دی گئی ہے تو اس لیے کہ دوسرے کے دل کو خوش کیا جائے اور اس لیے کہ انسان اس الزام سے بری ہو

---

۱ - جصاص سے مراد ابو بکر احمد بن علی الرازی الحنفی ہیں ۔ انھوں نے ۳۷۰ھ میں وفات پائی ۔ احکام القرآن ان کی مشہور تصنیف ہے ۔

Marfat.com

جائے کہ ایک کو دوسرے پر ترجیح دی گئی ہے اور اگر وہ خود بخود باہم مصالحت کر لیں تو بغیر قرعے کے بھی جائز ہوگا - اب لیجیے زیر بحث مسئلے میں کسی ایک غلام کا آزاد ہو جانا تو (قرعے کے ذریعے) آزادی کو ایک سے دوسرے کی طرف منتقل کرنا جائز نہیں حالانکہ قرعے کے استعمال سے آزادی کو ایک غلام سے دوسرے کی طرف منتقل کیا جاتا ہے [۳ : ۶۹] - امام شافعی کو اس سے اختلاف ہے چنانچہ وہ غلام آزاد کرنے کے لیے قرعہ اندازی کو اسی طرح جائز قرار دیتے ہیں جس طرح اور امور میں جائز ہے اور ظاہری دلائل انھی کے حق میں جاتے ہیں - اس مسئلے کی تحقیق اپنی جگہ پر کی گئی ہے -

فرماتے ہیں : میرے نزدیک حق بات یہ ہے کہ تیروں کے ذریعے قسمت معلوم کرنا جیسا کہ اہل جاہلیت کیا کرتے تھے بلا شبہ حرام ہے جیسا کہ قرآن کے صریح بیان میں ہے - اس کی حرمت کا سبب ان کی بد اعتقادی ہے نیز یہ کہ یہ عقیدہ بد فالی لینے سے پاک نہیں ہے - اس میں خالص نیک فالی نہیں پائی جاتی اور اس میں علم غیب میں قطعاً مداخلت نہیں پائی جاتی بلکہ اس میں خیالی قیاس آرائی پائی جاتی ہے - جتنی عبارت نقل کرنا مقصود تھی نقل کر دی گئی -

ابن قیم کی ایک تصنیف ہے جس کا نام انھوں نے الطرق الحکیمۃ رکھا ہے - اس میں انھوں نے قرعہ کا ذکر کیا ہے اور اسے احکام شرعیہ کا ایک طریقہ قرار دے کر یہ آیت بطور دلیل پیش کی ہے -

ذٰلِكَ مِنْ أَنْبَاءِ الْغَيْبِ نُوحِيهِ إِلَيْكَ وَمَا كُنْتَ لَدَيْهِمْ إِذْ يُلْقُونَ أَقْلَامَهُمْ أَيُّهُمْ يَكْفُلُ مَرْيَمَ وَمَا كُنْتَ لَدَيْهِمْ إِذْ يَخْتَصِمُونَ

یہ غیب کی خبریں ہیں جو وحی کے ذریعے ہم آپ کو بتا رہے ہیں اور جب وہ اس بات کے لیے قرعہ اندازی کر رہے تھے کہ مریم کا کون ضامن بنے آپ ان کے پاس موجود نہ تھے اور نہ ہی اس وقت آپ موجود تھے جب وہ باہم جھگڑ رہے تھے -

Marfat.com

فرماتے ہیں : قتادہ سے مروی ہے کہ مریم علیہا السلام ان کے امام اور سردار کی بیٹی تھی چنانچہ بنو اسرائیل کے ہر فرد نے چاہا کہ وہی اوروں کو چھوڑ کر اس کا ضامن بنے لہٰذا انھوں نے اپنے تیروں سے قرعہ اندازی کی کہ کون ضامن بنے - قرعہ زکریا کے نام کا نکلا اور وہ مریم کے بہنوئی تھے لہٰذا انھوں نے اپنے پاس رکھ لیا۔ابن عباس سے مروی ہے : جب مریم کو مسجد میں رکھا گیا تو مصلّی والے جو وحی لکھا کرتے تھے انھوں نے قرعہ اندازی کی کہ مریم کا کون کفیل بنتا ہے اور یہ قرعہ اندازی انھی کے قلموں سے کی گئی تھی۔ اور دوسری آیت یہ پیش کی ہے :

وَإِنَّ يُونُسَ لَمِنَ الْمُرْسَلِينَ إِذْ أَبَقَ إِلَى الْفُلْكِ الْمَشْحُونِ فَسَاهَمَ فَكَانَ مِنَ الْمُدْحَضِينَ

یقیناً یونس بھی مرسلین میں سے ہیں جب وہ بھاگ کر بھری ہوئی کشتی کی طرف گئے اور قرعہ اندازی کی مگر قرعہ میں ہار گئے

یعنی قرعہ ڈالا اور یہ مغلوب ہو گئے - فرماتے ہیں : چاروں اماموں نے پہلے انبیا کی شریعت کو حجت مانا ہے بشرطیکہ وہ شریعت ان انبیا سے صحیح طور پر ثابت ہو اور چند صحیح احادیث پیش کرنے کے بعد فرماتے ہیں : سنت نبوی میں قرعہ اندازی کا ثبوت ملتا ہے جس طرح کہ کتاب اللہ میں ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد آپ کے اصحاب نے بھی ایسا کیا - بخاری اپنی صحیح میں کہتا ہے : بیان کیا جاتا ہے کہ کچھ لوگوں میں اذان دینے میں اختلاف ہوا تو سعد نے ان میں قرعہ اندازی کی - ابوبکر[۱] خلّال نے قرعے کے بارے میں ایک کتاب

---

۱ - ابو بکر خلاّل : ابو بکر احمد بن محمد بن ہارون الخلال - مفسر اور اور حدیث اور لغت کے عالم تھے - ان کا شمار کبار حنابلہ میں ہوتا ہے - ذہبی فرماتے ہیں : خلاّل امام احمد بن حنبل کے علم کو جمع کرنے والے اور ترتیب دینے والے تھے تفسیر الغریب ، طبقات اصحاب ابن حنبل ، السنہ ، العلل ، الجامع لعلوم الامام احمد فی الحدیث ان کی تصانیف ہیں - مؤخر الذکر کتاب دو سو جزوں میں ہے اور اس کے متعلق کہا جاتا ہے کہ کسی مذہب میں ایسی کتاب تصنیف نہیں ہوئی (الاعلام : ۱ : ۱۹۶)

Marfat.com

تصنیف کی ہے اور وہ ان کی جامع میں موجود ہے ۔ الفضل بن عبدالصمد کی روایت میں احمد فرماتے ہیں : قرعہ (کا ثبوت) کتاب اللہ میں موجود ہے اور جو لوگ قرعہ کو جؤا قرار دیتے وہ جاہل لوگ ہیں ۔

ابن قیم نے اس بات کی دلیل پیش کرنے کے حق میں کہ قرعہ حکمیہ طریقوں اور شرعی دلائل میں سے ہے لمبی چوڑی بحث کی ہے مگر یہاں اس کی گنجائش نہیں ہے ۔ اس کے بعد ایک مستقل فصل میں انھوں نے قرعہ اندازی کا طریقہ بیان کرتے ہوئے فرمایا ہے : قرعہ اس طریقے پر ہونا چاہیے جس طریقے پر سعید بن المسیّب سے منقول ہے [۳ : ۷۰] وہ اس طرح کہ وہ ان کی انگوٹھیاں لے کر اپنی آستین میں رکھ دیتے — جو پہلے نکال لیتا اسی کے نام کا قرعہ ہوتا ۔

ابو داؤد کہتے ہیں : میں نے ابو عبداللہ سے کہا کہ کیا قرعے میں وہ کاغذ کے پرزے رکھ لیں تو فرمایا : اگر چاہیں تو پرزے ہوں اور اگر چاہیں تو انگوٹھیاں ۔

ابو منصور کہتے ہیں : میں نے احمد سے دریافت کیا کہ قرعہ اندازی کیسے کی جائے ؟ تو فرمایا : انگوٹھی سے بھی اور کسی اور چیز سے بھی ۔

اسحٰق بن راھویہ فرماتے ہیں کہ قرعے میں تیر کی شکل کی لکڑی لی جائے اور ایک پر "عبد" اور دوسری پر "حُر" لکھ دیا جائے ۔

بکیر بن محمد اپنے باپ سے روایت کے حوالے سے فرماتے ہیں : میں نے ابو عبداللہ سے پوچھا کہ قرعہ کا کیا طریقہ ہے ؟ فرمایا کہ انگوٹھی کو پھینکا جائے ۔ اثرم سے مروی ہے کہ میں نے ابو عبداللہ سے قرعے کا طریقہ دریافت کیا تو فرمایا : سعید بن جبیر فرماتے ہیں کہ انگوٹھیوں سے قرعہ اندازی کرو ۔ دو شخصوں کے درمیان ہو تو ایک کپڑے میں رکھ کر، میں اس کی بھی انگوٹھی نکالتا ہوں اور اس کی بھی، پھر اور لوگ بھی اپنی انگوٹھیاں نکالتے ہیں اور یہ سب ایک شخص کو دے دی جاتی ہیں ۔ وہ ان میں سے ایک نکالتا ہے ۔ میں نے ابو عبداللہ سے کہا : مالک تو فرماتے ہیں کہ پرزے لکھے جائیں اور ان کو مٹی میں چھپا دیا جائے ۔

Marfat.com

فرمایا : یہ بھی ایک طریقہ ہے ۔ کسی نے ابو عبداللہ سے کہا : لوگ کہتے ہیں کہ قرعے کا طریقہ یہ ہے کہ ایک شخص اپنی تین انگلیوں کو باہم بند کرے پھر کھولے تو ابو عبداللہ نے اس طریقے کو پسند نہ کیا ۔ اور فرمایا یہ طریقہ صحیح نہیں ہے ۔ بیان ختم ہؤا

جو شخص اس بحث کی تفصیل معلوم کرنا چاہے اور یہ معلوم کرنا چاہے کہ کس کس موقع پر قرعہ اندازی کی جا سکتی ہے تو اسے اس کتاب کا مطالعہ کرنا چاہیے کیونکہ اس میں سیرحاصل بحث کی گئی ہے ۔ آجکل حکومت کے یہاں قرعہ اندازی کا ایک اور طریقہ ہے جسے وہ بعض معاملات میں استعمال کرتے ہیں مگر ہمیں اس کے بیان کرنے کی ضرورت نہیں ۔ اللہ ہی تمام کاموں کی تدبیر کرنے والا ہے ۔

نسئی بھی عربوں کی ایک مشہور رسم تھی

یاد رکھیں کہ عربوں کے سال ابتدا اور انتہا کے اعتبار سے ایرانی سال سے مطابقت کھاتے تھے ۔ [۳ : ۱۷] ان کے حالات میں اس قسم کے رد و بدل پیدا ہوئے کہ شاہ اغسطس کی حکومت کے چھٹے سال تک ان کے ہاں سال کبس[1] میں خرابی پیدا ہو گئی ۔ یہ صورت حال ذوالقرنین سے دو سو اسّی سال چالیس دن بعد کی ہے لہٰذا انھوں نے یہ طریقہ جاری کیا کہ ہر سال کے ساتھ ایک رُبع دن ملا دیا جائے جس کا نتیجہ یہ ہؤا کہ اس کے بعد سال کے اوقات محفوظ ہو گئے اور کہا جاتا ہے کہ عرب جاہلیت میں حضرت ابراهیم اور حضرت اسماعیل علیہما السلام کی

---

۱ - کبس کے لغوی معنی لپیٹنے کے ہیں اور اصطلاح میں اس کے معنی یہ ہیں کہ سال میں سے بچے ہوئے وقت کو ایک دوسرے کے ساتھ اس طرح ملا دیا جائے کہ پورا ایک دن بن جائے اور یہ چار سال میں ہوتا ہے چنانچہ چوتھے سال فروری کے مہینے میں ایک دن بڑھا دیا جاتا ہے اور فروری کا مہینہ اس سال ۲۹ دن کا ہوتا ہے اسے انگریزی میں لیپ کا سال کہا جاتا ہے ۔

Marfat.com

رسم پر ہی چلتے رہے اور وہ سال میں کسی قسم کا اضافہ نہیں کیا کرتے تھے یہاں تک کہ یثرب میں یہودی آ کر ان کے پڑوسی بن گئے اور عربوں نے یہ چاہا کہ ان کا حج سال کے فارغ البالی کے زمانے میں ہو اور ایسے زمانے میں ہو کہ تجارت کے لیے آنا جانا آسان ہو اور پھر ہمیشہ ایک ہی موسم میں ہو لہٰذا انھوں نے یہودیوں سے سال میں اضافہ کرنا سیکھ لیا۔

کہا جاتا ہے کہ عمرو بن لحی الخزاعی پہلا شخص ہے جس نے مہینوں کو مؤخر کیا۔ بَحیرہ کے کان کاٹے، سائبہ کو کھلا چھوڑا، وصیلہ کو وصیلہ بنا کر چھوڑا اور حامی کی پیٹھ کو سواری سے بچا کر اسے حامی بنایا۔ یہ پہلا شخص تھا جس نے لوگوں کو بتوں کی پرستش کرنے کی طرف دعوت دی۔ اس کی مکمل تفصیل پہلے گزر چکی ہے۔

نسئی کے معنی ایک مہینے کی حرمت کو مؤخر کرکے کسی دوسرے ماہ تک اٹھا رکھنا ہے اور یہ در اصل نَسَأْتُ الشئی کے محاورے سے لیا گیا ہے جس کے معنی ہیں میں نے اسے مؤخر کر دیا۔ کیونکہ اشہر حرم کی تعظیم کرنا ان کے عقیدے میں جزو دین تھا۔ اشہر حُرُم چار ہیں: مُحَرّم، رجب، ذوالعقدہ اور ذوالحجہ، چنانچہ وہ ان مہینوں میں جنگ کرنے سے باز رہتے تھے۔ عربوں کے بعض قبائل ان مہینوں میں جنگ کرنے کو جائز سمجھ لیتے تھے اور جب وہ کسی ایسے مہینے میں جس میں جنگ کرنا حرام ہوتی جنگ کرتے تو اس کی جگہ کسی ایسے مہینے کو حرام قرار دے دیتے جس میں جنگ کرنا جائز ہوتا اور کہتے کہ یہ مہینہ مؤخر ہو گیا ہے لہٰذا وہ محرم کو حلال قرار دیتے اور صفر کو حرام، اور اگر پھر ضرورت پڑ جاتی تو اسے بھی حلال قرار دے لیتے اور ربیع الاول کو حرام قرار دیتے۔ وہ اسی طرح کرتے رہے تا آنکہ ایک ایک کر کے تمام سال کے مہینوں کے حرام قرار دینے کا چکر پورا ہو گیا۔ وہ مہینوں کو حرام قرار دینے کے معاملے میں صرف چار کی تعداد کو ملحوظ رکھتے۔ مخصوص مہینوں کا کوئی خیال نہ رکھتے۔ بعض اوقات ایسا بھی ہوتا کہ وہ مہینوں کی تعداد بڑھا دیتے مثلاً یہ کہ (سال کے)

Marfat.com

تیرہ یا چودہ مہینے بنا دیتے تا کہ وقت مزید وسیع ہو جائے اور وہ سال میں سے چار مہینوں کو بھی حرام قرار دے سکیں - یہی وجہ ہے کہ کتاب و سنت میں معین تعداد کو خاص طور پر بیان کیا گیا ہے -

[۳ : ۲۷] اسی واسطے ان کا حج مختلف اوقات میں آیا کرتا تھا - ہجرت کے نویں سال جب ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے لوگوں کو حج کرایا اور یہ حج ذوالقعدہ کی بات ہے - حجة الوداع کے سال ذوالحجہ میں ہوا - یہی وہ مہینہ ہے جس میں حضرت ابراہیم علیہ السلام اور ان سے پہلے انبیا علیہم السلام کے عہد میں حج ہوا کرتا تھا - اسی لیے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا : یاد رکھو ! زمانہ چکر کاٹ کر پھر سے اسی ہیئت پر آ گیا ہے جس ہیئت پر وہ اس دن تھا جس دن اللہ نے آسمانوں اور زمینوں کو پیدا کیا تھا - سال بارہ ماہ کا ہے جن میں سے چار ماہ حرام ہیں تین تو لگا تار ہیں یعنی ذوالقعدہ ذوالحجہ اور محرم اور رجب مُضَر جو جُمادی اور شعبان کے درمیان ہے - - -

یوسف[1] بن عبدالملک نے اپنی کتاب تفضیل الازمنہ میں بیان کیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ الفاظ مارچ میں فرمائے تھے یہی ماہ آذار بھی ہے جسے قبطی میں بر مہات کہتے ہیں - اسی مہینے جب سورج بُرج حمل میں اترتا ہے تو دن رات برابر ہوتے ہیں - زمان سے مراد سال ہے اور کھیئتہ کے معنی یہ ہیں کہ سال کا چکر کاٹ کر پھر پہلی حالت پر آ گیا ہے — چکر کاٹنے سے مراد یہ ہے کہ نویں ذوالحجہ بعینہٖ اس وقت پر واقع ہوئی ہے جس وقت سورج برج حمل میں جا کر اترا - اسی وقت دن اور رات برابر ہوتے ہیں - آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے رجب کو مضر کی طرف اس لیے منسوب کیا ہے کہ یہ اس وقت تک اس ماہ کی تعظیم کرتے چلے آ رہے تھے - دیگر عرب ایسا

---

۱ - یوسف بن عبدالملک : یوسف بن عبدالملک الرومی الحنفی جو قرہ سنان کے نام سے مشہور ہیں - ان کی وفات تقریباً ۸۸۵ھ میں ہوئی -

Marfat.com

لہ کرتے تھے چنانچہ کہا جاتا ہے کہ ربیعہ اس کی بجائے رمضان کی تعظیم کیا کرتے تھے اور بعض عرب رجب اور شعبان میں وہی کچھ کرتے تھے جس کا ذکر محرم اور صفر میں ہو چکا ہے چنانچہ رجب کو حلال قرار دے کر شعبان کو حرام قرار دے دیتے ۔ آپ نے یہ جو فرمایا ہے کہ یہ جمادی اور شعبان کے درمیان ہے یہ تاکید کے طور پر فرمایا ہے ۔

ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ عرب دو سال ایک ہی ماہ میں حج کیا کرتے چنانچہ ذوالحجہ میں دو سال حج کیا اور محرم میں دو سال اور اسی طرح دیگر مہینوں میں ۔ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے جو حج ذوالقعدہ میں کیا یہ ان کے دوسرے سال کے مطابق تھا اور رسول اللہ صلی علیہ وسلم کا حج اسی وقت میں ہوا جس میں پہلے ہوا کرتا تھا یہی وجہ تھی کہ آپ نے یہ الفاظ فرمائے ۔

سیرۃ نبویہ کے مصنف ابن اسحٰق نے (خدا صاحب سیرت پر افضل ترین صلٰوۃ و سلام بھیجے) ۔ بیان کیا ہے کہ پہلا شخص قلمّس تھا جس نے عربوں کے لیے مہینوں کو مؤخر کیا ، جن مہینوں کو چاہا حلال قرار دیا اور جن کو چاہا حرام قرار دیا ۔ قلمّس کا نام حُذیفہ بن فُقیم بن عامر بن الحٰرث بن مالک بن کنانہ بن خُزیمہ ہے ۔ اس کے بعد اس طریق پر اس کا بیٹا عبّاد کاربند رہا ۔ عبّاد کے بعد اس کا بیٹا قلع[1] پھر اس کے بعد اس کا بیٹا امیہ پھر امیہ کے بعد اس کا بیٹا عوف اور پھر عوف [۳ : ۷۳] کے بعد اس کا بیٹا ابو ثمامہ جنادہ ۔ اسی ابو ثمامہ جنادہ[2]

---

۱ - سہیلی (الروض الانف : ۱ : ۴۲) فرماتے ہیں : قلع بن عباد نے سات سال تک نسئی کی اور اس کے بعد امیہ بن قلع نے اکیس سال کی اور اس کے بعد ابو امامہ جنادہ نے چالیس سال تک نسئی کی اور ابو امامہ جنادہ کو ہی قلمس بتایا ہے ۔

۲ - سہیلی (الروض الانف : ۱ : ۴۲) فرماتے ہیں : ابن ہشام نے صرف اتنا ذکر کیا ہے کہ جنادہ کے وقت میں اسلام کا ظہور ہوا مگر

باقی حاشیہ صفحہ ۵۸۶ پر

Marfat.com

کے عہد میں اسلام ظہور پزیر ہوا ۔ عرب حج سے فارغ ہو کر مِنٰی میں اس کے پاس اکٹھے ہوتے اور ابو ثمامہ مِنٰی میں جمرۃ العقبہ کے پاس پہاڑ پر کھڑا ہو جاتا اور بلند آواز سے کہتا :

خدایا ! مجھے نہ تو عیب لگایا جا سکتا ہے اور نہ گناہ کا الزام ۔ جن امور کا تو فیصلہ کر چکا ہے ان کو کوئی رد نہیں کر سکتا ۔ خدایا ! میں نے فلاں مہینے کو حلال قرار دیا ہے چنانچہ وہ اشہر حُرم میں سے اس ماہ کا نام لے کر ذکر کرتا جس میں غارت ڈالنے پر وہ متفق ہو چکے ہوتے ۔ میں نے اسے اگلے سال تک مؤخر کر دیا ہے یعنی اس کی حرمت کو مؤخر کر دیا ہے اور باقی مہینوں میں سے میں نے فلاں مہینے کو اس کے بجائے حرام قرار دے دیا ہے ۔ چنانچہ جس کو وہ حلال کہتا اسے حلال سمجھا جاتا اور جس کو وہ حرام کہتا اسے حرام گردانا جاتا ایک اور روایت میں کلبی سے مروی ہے کہ جس شخص نے سب سے پہلے ایسا کیا وہ بنی کنانہ کا نقیم بن ثعلبہ نامی ایک شخص تھا ۔ جب لوگ حج سے واپس جانے لگتے تو یہ کھڑے ہو کر ایک خطبہ دیتا اور کہتا : جن امور کا فیصلہ تو کر چکا ہے انہیں کوئی شخص رد نہیں کر سکتا ۔ میں وہ شخص ہوں جس پر نہ کوئی عیب لگایا جا سکتا ہے اور نہ گناہ کا الزام لگایا جا سکتا ہے ۔ اس پر مشرکین لبیک کہتے ۔ پھر اس سے درخواست کرتے کہ وہ ایک مہینے کو جس میں وہ کسی پر چڑھائی کرنا چاہتے مؤخر کر دے ۔ چنانچہ وہ کہتا : اس سال صفر کا مہینہ حرام ہے ۔

صفحہ ۵۸۵ کا بقیہ حاشیہ

یہ ذکر نہیں کیا آیا وہ مسلمان بھی ہوا تھا یا نہیں مجھے ایک روایت ملی ہے جس سے اس کے اسلام لانے کا پتا چلتا ہے ۔ جنادہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عہد میں حج کے موقع پر آیا اور اس وقت لوگوں کا بہت ہجوم تھا اس نے کہا : لوگو ! میں نے اسے تم سے پناہ دی ہے ۔ یہ سن کر حضرت عمر نے ایک درّہ لگایا اور فرمایا : کم بخت ! اللہ نے جاہلیت کی باتوں کو ختم کر دیا ہے ۔

Marfat.com

اس کے یہ کہتے ہی سب کے سب (کمانوں کی) تانتیں کھول ڈالتے اور نیزوں کی بھالوں اور نوکوں کو نیزوں سے اتار لیتے ــ اور اگر وہ یہ کہتا کہ یہ مہینہ حلال ہے تو تانتیں باندھ لیتے اور نیزوں کی بھالوں کو نیزوں پر چڑھا لیتے اور غارت ڈال دیتے ۔ ضحاک سے مروی ہے کہ یہ شخص جنادہ بن عوف کنانی تھا ۔ زمانۂ جاہلیت میں لوگ اس کی اطاعت کیا کرتے تھے ، یہ حج کے موقع پر اپنے اونٹ پر کھڑا ہو کر بلند آواز سے پکارا کرتا تھا : تمھارے خداؤں نے تمھارے لیے محرم کو حلال قرار دیا ہے لٰہذا تم بھی اسے حلال قرار دے دو ، پھر آئندہ سال کھڑے ہو کر کہتا : تمھارے خداؤں نے تمھارے لیے محرم کو حرام قرار دیا ہے لٰہذا تم اسے حرام قرار دے دو ۔ ابن مَردَوَیْہ نے ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہما سے روایت کیا ہے وہ فرماتے ہیں : مہینوں کو مؤخر کرنے والا ایک قبیلہ تھا جو مالک بن کنانہ میں سے تھا ، آخری شخص کا نام قَلَمَّس تھا ۔ اسی نے محرم کو مؤخر کیا تھا اور یہ اپنی قوم کا بادشاہ تھا ۔ بنی مالک بن کنانہ کا ایک شاعر کہتا ہے :

وَ مِنَّا نَاسِئُ الشَّهْرِ الْقَلَمَّس

مہینوں کو مؤخر کرنے والا قلمس ہمیں میں سے تھا

بنی فراس بن غنم بن مالک بن کنانہ کا عمیر[1] بن قیس نامی ایک

---

۱ - عمیر بن قیس : سہیلی (الروض الانف : ۱ : ۴۲) نے لکھا ہے کہ یہی جِذْلُ الطعان کہلاتے تھے ان کا قد نہایت لمبا تھا اور ان کا ذکر مُقَبِّلُ الظُّعُن (ہو دے میں بیٹھی ہوئی عورتوں کو بوسہ دینے والے) میں ہوتا ہے جِذل الطِعان لقب اس لیے پڑا کہ جنگ میں اس طرح ثابت قدم رہتا جیسے کسی درخت کا تنا کھڑا ہو بعض کہتے ہیں کہ یہ لقب اس لیے پڑا کہ لوگ اس سے مشورہ کرنے آتے اور ان کی رائے ان کے لیے شفا اور آرام کا سبب بنتی جس طرح خارش زدہ جانور کھونٹے سے اپنا جسم رگڑ کر راحت محسوس کرتا ہے ۔ حباب کا یہ قول أنا جُذَیْلها المحکک و عُذَیْقها المُرَجَّب انھی معنوں میں ہے ۔

Marfat.com

شاعر انھی مہینوں کو مؤخر کرنے والوں کی وجہ سے عربوں پر فخر کرتا اور کہتا ہے — ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ ان اشعار کا کہنے والا کمیت ہے — :

لَقَدْ عَلِمَتْ مَعَدٌّ أَنَّ قَوْمِی
کِرَامُ النَّاسِ إِنَّ لَهُمْ[۱] کِرَامَا

قبیلہ معد کو معلوم ہے کہ میری قوم شرفا کی قوم ہے کیونکہ ان کے (آباو اجداد) کریم تھے یا ان کے اخلاق کریمانہ ہیں

فَأَیُّ النَّاسِ فَاتُونَا بِوِتْرٍ
وَأَیُّ النَّاسِ لَمْ نُعْلِکْ[۲] لِجَامَا

کون سے لوگ ہم سے بچ کر نکل سکے ہیں اور ہم ان سے انتقام نہیں لے سکے اور کون سے لوگ ہیں جن کے منہ میں ہم نے لگام نہیں ڈالی

أَلَسْنَا النَّاسِئِینَ عَلَی مَعَدٍّ
شُهُورَ الْحِلِّ نَجْعَلُهَا حَرَامَا

کیا ہم وہی نہیں ہیں جو معدؓ قبیلے کے لیے حلال مہینوں کو حرام قرار دے کر مہینوں کو مؤخر کر دیا کرتے تھے

ایک اور کہتا ہے :

أَتَزْعَمُ أَنَّنِی مِنْ فُقَیْمِ بْنِ مَالِکٍ
لَعَمْرِی لَقَدْ غَیَّرْتَ مَا کُنْتُ أَعْلَمُ

کیا تو یہ خیال کرتا ہے کہ میں فقیم بن مالک میں سے ہوں اپنی

---

۱ - سہیلی نے یوں تشریح کی ہے : ای آباءً کراماً واَخلاقاً کِراماً ۔
۲ - ای لم نَقْدَعهم ولم نکفّهم کما یقدع الفرس باللجام تقول اعلکت الفرس لجامه اذا رددته عن تنزعه فمضغ اللجام کالعلک من نشاطه فهو مقدوع (الروض الانف : ۱ : ۴۲) ۔

Marfat.com

جان کی قسم تو نے اس بات کو بدل دیا ہے جس کا مجھے علم تھا

لَهُمْ نَاسِیٌ یَمْشُوْنَ تَحْتَ لِوَائِهِ
یُحِلُّ اِذَا شَاءَ الشُّهُوْرَ وَ یُحَرِّمُ

ان کا تو مہینوں کو مؤخر کرنے والا ایک شخص ہے جس کے جھنڈے کے نیچے وہ چلتے ہیں اور جو جب چاہتا ہے مہینوں کو حلال یا حرام قرار دے دیتا ہے ۔

قاموس میں ہے : مؤخر کرنے والا کہتا : خدایا ! میں مہینوں کو مؤخر کرنے والا ہوں اور انھیں ان کی جگہ پر رکھنے والا ہوں نہ تو مجھ پر اس کا عیب لگایا جا سکتا ہے اور نہ گناہ کا الزام دیا جا سکتا ہے ۔ میں نے دو صفروں میں سے ایک کو حلال قرار دے دیا ہے اور پچھلے صفر کو حرام ۔ اسی طرح دونوں رجبوں کو کیا ہے یعنی رجب اور شعبان کو اللہ کا نام لے کر روانہ ہو جاؤ ۔

اسی کے متعلق اللہ تعالٰی نے فرمایا ہے :

اِنَّمَا النَّسِیْئُ زِیَادَةٌ فِی الْکُفْرِ

(مہینوں کو مؤخر کرنا کفر میں اور اضافہ کرنا ہے)

سہیلی نے الروض الانف میں بیان کیا ہے کہ عرب دو طرح سے نسیئی کیا کرتے تھے ایک اس طرح کہ چونکہ انھیں غارت ڈالنے اور بدلہ لینے کی ضرورت ہوتی تھی لہٰذا وہ محرم کے مہینے کو صفر تک مؤخر کر دیتے اور دوسرے اس طرح کہ وہ حج کو اپنے وقت سے پیچھے کر دیتے تاکہ شمسی سال پورا ہو جائے ۔ چنانچہ وہ ہر سال گیارہ دن حج کو پیچھے کرتے رہتے تاکہ تینتیس سال میں دور پورا ہو جائے اور پھر اپنے وقت پر لوٹ آئے ۔ جب ہجرت کا نواں سال ہؤا اور ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو حج کرایا تو ان کا حج کا مہینہ ذوالقعدہ کے مہینے کے مطابق تھا ۔ پھر اگلے سال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حج کیا تو اتفاق سے حج لوٹ کر اپنے اصلی وقت یعنی ذوالحجہ میں ہؤا

Marfat.com

اور یہی ابتدا سے مقررہ وقت تھا ۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حج ادا کر چکے تو آپ نے خطبہ دیا ، اس خطبے میں دیگر باتوں کے علاوہ یہ بھی فرمایا : زمانہ چکر کاٹ کر پھر اسی ہیئت پر آ گیا ہے جس ہیئت پر اس دن تھا ۔ جس دن اللہ نے آسمانوں اور زمینوں کو پیدا کیا تھا ''۔ (الحدیث) آپ کی مراد یہ تھی کہ حج لوٹ کر پھر سے ذوالحجہ میں آ گیا ہے ۔ عسقلانی فتح الباری میں فرماتے ہیں : جاہلیت کے زمانے میں عربوں کی کئی قسمیں تھیں ۔ بعض محرم کا نام صفر رکھ لیتے اور اس مہینے میں جنگ کرنا جائز قرار دے لیتے ، اسی طرح صفر کا نام محرم رکھ کر اس میں جنگ کرنا حرام قرار دیتے ۔ بعض عرب ایسے تھے جو ایک سال تو اس طرح کرتے اور دوسرے سال دوسری طرح ، بعض وہ تھے جو دو سال ایک طرح کرتے اور دو سال دوسری طرح ۔ بعض وہ تھے جو صفر کو پیچھے ہٹا کر ربیع الاول بنا دیتے اور ربیع الاول کو پیچھے ہٹا کر ربیع الثانی اور اس طرح چلتے چلتے شوال ذوالقعدہ ہو جاتا اور ذوالقعدہ ذوالحجہ بن جاتا ۔ اس کے بعد واپسی کی گردش شروع ہوتی (جو سال کو) اپنی اصلی حالت پر لے آتی ۔ عسقلانی کا بیان ختم ہوا ۔

بعض علما نے اللہ تعالیٰ کے فرمان :

> [۲ : ۱۸۹] يَسْأَلُونَكَ عَنِ الْأَهِلَّةِ قُلْ هِيَ مَوَاقِيتُ لِلنَّاسِ وَالْحَجِّ ۔
>
> لوگ آپ سے چاندوں کے متعلق دریافت کر رہے ہیں آپ فرما دیں کہ چاند لوگوں کے لیے بھی اور حج کے لیے بھی مقررہ اوقات ہیں)

سے یہ دلیل نکالی ہے کہ حج کے ایام کا حساب شمسی سال کے مطابق نہیں ہو سکتا جیسا کہ اہل جاہلیت کرنا چاہتے تھے ۔ کیونکہ اللہ جل شانہ نے ان دیگر عبادات کو چھوڑ کر جن کے اوقات مقرر ہیں خاص طور پر حج کا ذکر کیا ہے تاکہ اس میں اس بات کی تاکید

Marfat.com

ہو جائے کہ حج کا حساب چاندوں کے اعتبار سے ہوگا ۔ ابو اسحاق صابی نے شمسی اور قمری سال کے متعلق وہ اوصاف بیان کر کے جو خاص طور پر ایک میں پائے جاتے ہیں اور دوسرے میں نہیں کیا ہی عمدہ فرق بیان کر دیا ہے ۔ چنانچہ وہ کہتا ہے : اب عربوں کو لیں تو اللہ تعالیٰ نے انھیں گزشتہ امتوں پر فضیلت دی ہے اور انھیں ان کی تھکا دینے والی کوششوں کے ثمرے کا وارث بنا دیا ہے ۔ ان کے ماہ صیام کو ، عیدوں کے اوقات کو ، ان کے اہل ملت کی زکوٰۃ کو اور ذمیّوں کے جزیے کو قمری سال کے مطابق جاری کیا ۔ ان مہینوں میں چاند دیکھ کر ان کا عبادت کرنے کا مقصد یہ ہے کہ ان کے طریقے واضح اور ان کی علامات روشن ہوں تاکہ فرض امور کی معرفت اور وقت کے داخل ہونے کو پہچاننے میں خاص اور عام ناقص عقل اور کامل عقل والا ، نر اور مادہ اور چھوٹا اور بڑا سب برابر ہوں ۔ تب وہ شمسی سال میں تقسیم کیے جانے والے غلّوں کی پیداوار اور پیمائش شدہ زمینوں کا خراج اکٹھا کر سکیں گے اور قمری سال میں خراج ، صدقات ، چکیوں اور صوبوں کی آمدن کا حساب کر سکیں گے اسی طرح دیگر اشیا کا حساب جو ماہانہ کے اعتبار سے چلتی ہیں ۔ بیان ختم ہؤا ۔

قرآن مجید کی وہ واضح آیات جن میں نسئی کے باطل ہونے کا ذکر آیا ہے یہ ہیں :

إِنَّ عِدَّةَ الشُّهُورِ عِنْدَ اللّٰهِ اثْنَا عَشَرَ شَهْرًا فِي كِتَابِ اللّٰهِ يَوْمَ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضَ مِنْهَا أَرْبَعَةٌ حُرُمٌ ذٰلِكَ الدِّينُ الْقَيِّمُ فَلَا تَظْلِمُوا فِيهِنَّ أَنْفُسَكُمْ وَقَاتِلُوا الْمُشْرِكِينَ كَافَّةً كَمَا يُقَاتِلُونَكُمْ كَافَّةً وَاعْلَمُوا أَنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُتَّقِينَ إِنَّمَا النَّسِيءُ زِيَادَةٌ فِي الْكُفْرِ يُضَلُّ بِهِ الَّذِينَ كَفَرُوا يُحِلُّونَهُ عَامًا وَيُحَرِّمُونَهُ عَامًا

Marfat.com

لِيُوَاطِؤُا عِدَّةَ مَا حَرَّمَ اللّٰهُ فَيُحِلُّوا مَا حَرَّمَ اللّٰهُ زُيِّنَ لَهُمْ سُوْءُ اَعْمَالِهِمْ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الْكَافِرِيْنَ -

(جس دن سے اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمینوں کو پیدا کیا ہے اسی دن سے اللہ نے یہ فرض کر دیا ہے کہ مہینوں کی تعداد بارہ ہے - ان میں سے چار اشہُر حرم ہیں - یہی سیدھا دین ہے - ان اشہر حرم میں اپنے نفسوں پر ظلم نہ کیا کرو اور تم سب مل کر مشرکوں سے اسی طرح جنگ کرو جس طرح وہ تمام کے تمام مل کر تم سے جنگ کرتے ہیں اور یاد رکھو کہ اللہ ان لوگوں کے ساتھ ہے جو اس سے ڈرتے ہیں - مہینوں کو پیچھے کر دینا کفر میں اور اضافہ کرنا ہے جس سے کافروں کو گمراہ کیا جاتا ہے - ایک مہینے کو ایک سال تو حلال قرار دیتے ہیں اور ایک سال حرام تاکہ اللہ کی حرام کردہ تعداد سے مطابقت ہو جائے اور وہ اللہ کے حرام کردہ مہینے کو حلال بنا لیں - شیطان نے ان کے برے اعمال کو ان کے لیے خوب صورت بنا رکھا ہے اور اللہ کافروں کو ہدایت نہیں کرے گا)

جو بیان اوپر گزر چکا ہے اُس سے اس آیت کے معنی واضح ہو جاتے ہیں اور الدین القیّم سے مراد دین مستقیم ہے اور یہ ابراھیم اور اسماعیل علیہما السلام کا دین ہے اور اہل عرب نے اس دین کو ان دونوں کی وراثت [۳ : ۷۶] کے طور پر مضبوطی سے پکڑا ہوا تھا - وہ اشہُر حُرُم کی تعظیم کیا کرتے تھے یہاں تک کہ ایک شخص ان مہینوں میں اپنے باپ اور بھائی کے قاتل کو ملتا مگر اس سے کوئی تعرّض نہ کرتا - اور وہ رجب کو اَصمّ اور مُنصِل الاَسِنّہ کہا کرتے - پھر وہ وقت آ گیا کہ انھوں نے ان مہینوں کو مؤخر کرنا شروع کر دیا ان کی

Marfat.com

حرمت کو بدل ڈالا - ان مہینوں میں اپنے نفسوں پر ظلم کرنے سے مراد یہ ہے کہ تم ان کی بے حرمتی نہ کرو اور ان مہینوں میں ان امور کے مرتکب نہ ہو جو حرام قرار دے دیے گئے ہیں اور رہا یہ کہنا کہ نسئی کفر میں اضافہ کرتا ہے یعنی وہ کفر جس پر وہ کاربند تھے تو یہ اس لیے کہا کہ اس طرح اللہ کی حلال کی ہوئی باتوں کو حرام قرار دینا پایا جاتا ہے حالانکہ وہ اس سے پہلے اسی کو حلال سمجھ چکے ہیں اور اسے شریعت بنا چکے ہیں ، ایسا کرنا کفر ہے جس کا اضافہ وہ اپنے کفر میں کر رہے ہیں - بعض لوگ کہتے ہیں کہ یہ اس لیے کہا گیا اس طرح اللہ کی حلال کردہ باتوں کو حرام اور حرام کردہ کو حلال قرار دیا جاتا ہے - بعض لوگ کہتے ہیں : یہ ایک معصیت تھی جس کا کفر میں اضافہ کیا جاتا تھا - چنانچہ جس طرح نیک اعمال سے ایمان بڑھتا ہے اسی طرح معصیت سے کفر بھی بڑھتا ہے - لیواطؤا عدۃ ما حرّم اللہ کے معنی ہیں ”تاکہ وہ اللہ کے چار حرام کردہ مہینوں کے مطابق ہو جائے“ - مراد یہ ہے کہ جو کچھ بھی وہ کرتے وہ صرف اس لیے کرتے کہ مطابقت ہو جائے اور اس طرح جن مخصوص اور مُعیّن مہینوں کو اللہ نے حرام قرار دیا ہے ان کو حلال قرار دے لیں ، اس کا ماحصل یہ ہے کہ ان پر مخصوص تعداد اور مُعَیّن مہینوں کا احترام واجب تھا مگر چونکہ انھوں نے مخصوص مہینوں کو چھوڑ دیا لہٰذا انھوں نے اللہ کی حرام کردہ چیز کو حلال قرار دے دیا - یہ سب کچھ انھوں نے اپنی نفسانی خواہشات کی پیروی میں کیا - نیز اس لیے کیا کہ انھیں مزید راحت اور اطمینان حاصل ہو جائے۔

عربی مہینے اور ان کے ناموں کے ماخذ

عربی مہینے دو قسم کے ہیں - ایک قسم وہ ہے جو مستعمل نہیں ہے وہ وہ ہے جسے عرب عاربہ نے وضع کیا تھا - دوسری قسم مستعمل ہے اور وہ وہ ہے جس کا عربوں نے وہ نام رکھا جو انھوں نے اس مہینے کا چاند دیکھتے وقت مقرر کیا تھا - اب غیر مستعمل کو لیں تو یہ مہینوں

Marfat.com

کے وہ نام ہیں جو عرب عاربہ اصطلاحاً استعمال کیا کرتے تھے ، وہ یہ ہیں[۱]:
مؤتمر ، ناجر ، حوّان ، (حاء مہملہ اور خاء معجمہ کے ساتھ) ، صوّان ، اسی نام کو وبصان بھی کہا جاتا ہے ، رُبّٰی ، اَیّدہ ، اصم ، عادل ، ناطل ، واغل ، ورنہ ، اور بُرَک ۔ اہل لغت کے ہاں ان اسماء کے بارے میں اختلاف ہے کیونکہ بعض اہل لغت کہتے تھے کہ مہینوں کے نام یہ ہیں ، ناتق ، نقیل ، طلیق ، اسنح ، انخ ، حلک ، کسح ، زاھر ، نوط ، حرف اور یغش ۔ ناتق ہی محرم ہے اور نقیل صفر ہے اسی طرح بالترتیب باقی مہینے ۔ ثمود نے ان کا نام موجب ، موجر ، مور ، ملزم ، مصدر ، ہوبر ، ہوبل ، موہا ، ذیمر ، دابر ، حیقل اور مسبل رکھا تھا ، چنانچہ موجب محرم ہے اور موجر صفر مگر ان کے مہینوں کی ابتدا دیمر سے ہؤا کرتی تھی اور دیمر ماہ رمضان ہے ، لہٰذا یہی دیمر ان کے ہاں سال کا پہلا مہینہ ہوتا تھا ۔ ان میں سے بعض عرب مہینوں کے نام معمولی تغیر کے ساتھ وہی رکھتے تھے جو ہم نے پہلے لکھے ہیں اور وہ یوں کہتے ہیں : مؤتمر ، ناجر ، خوان ، صوان ، حنتم ، زبا ، اصم ، عادل ، نافق ، واغل ، ہواع اور بُرَک ۔ مؤتمر کے معنی یہ ہیں کہ یہ ہر اس فیصلے سے مشورہ کرتا ہے جسے سال لے کر آئے گا ۔ ناجر نجر سے ہے ،

---

۱ - مسعودی (مُرُوج الذہب : ۲ : ۲۰۷) نے یوں نام لکھے ہیں :
المحرم ناطق ، وصفر ثقیل ، ثم طلیق ، ناجر ، اسلخ ، أمیح ، احلک ، کسع ، زاھر ، برک ، حرف ، نعس ، وھو ذوالحجۃ ۔
لسان العرب میں منقول ہے : ناتق شہر رمضان قال :

وفی ناتق أجْلَتْ لَدَی حَوْمَةِ الوَغَا
وَوَلَّتْ عَلَی الأدْبَارِ فُرسانُ خَثْعَمَا

و بُرَک (لسان مادہ برك) من اسماء ذی الحجۃ قال :

أعُلُّ عَلَی الهِنْدِیِّ مَهْلاً و کَرَّةً
لَدَی بُرَکٍ حَتّٰی تَدُوْرَ الدَّوائِرُ

و وَعْل (لسان مادہ وعل) بالعین المهملة : شعبان و وَعِل : شوّال وقیل وَعِل : شعبان ۔

Marfat.com

نجر گرمی کی شدت کو کہتے ہیں اور خوان بروزن فعال - خیانت سے سے لیا گیا ہے ، اور صیوان - صاد کے نیچے زیر کے ساتھ بھی اور پیش کے ساتھ بھی - یہ صیانۃ سے فعال کا وزن ہے اور زبا بہت بھاری اور کثیف بلا - چونکہ اس میں کثرت سے جنگیں ہوتی تھیں لہذا یہ نام پڑا - بعض اہل لغت صوان کے بعد زبا اور زبا کے بعد بائدہ اور بائدہ کے بعد اصم پھر واغل ، ناطل ، عادل ، ورنہ اور بُرک بتاتے ہیں - چنانچہ بائد جنگ کی وجہ سے ہے کیونکہ اس ماہ میں بہت سے لوگ ہلاک ہوتے تھے - اسی ماہ کی ضرب المثل بھی مشہور ہے العَجَبُ کُلُّ العَجَب بَیْنَ جُمَادَیٰ وَرَجَب (انتہائی تعجب تو جمادی اور رجب کے درمیان ہے) عرب اس مہینے میں جلدی کرتے اور رجب کے شروع ہونے سے پہلے ہی چاہتے کہ خون کا بدلہ لے لیں اور غارت ڈال لیں - کیونکہ رجب کا مہینہ حرام ہوتا تھا جسے اصم کہتے تھے ، اس لیے کہ اس میں وہ جنگ سے باز رہتے لہذا اس ماہ میں اسلحہ کی آواز سنائی نہ دیتی تھی (اصم یعنی بہرہ) اور واغل اس شخص کو کہتے ہیں جو شرابیوں کے پاس جب وہ شراب پی رہے ہوں بن بلائے چلا جائے اور یہ نام پڑنے کی وجہ یہ ہے کہ یہ مہینہ ماہ رمضان پر حملہ کر دیتا ہے ، وہ رمضان کے مہینے میں کثرت سے شراب پیا کرتے تھے جس کی وجہ یہ تھی کہ اس کے بعد کا آنے والا مہینہ حج کے مہینوں میں سے ہوتا تھا ، ناطل شراب کے پیمانے کو کہتے ہیں - اس کا یہ نام اس لیے پڑا کہ وہ اس مہینے میں شراب بافراط پیتے تھے اور اس پیمانے کو کثرت سے استعمال کرتے تھے — عادل عدل سے ہے کیونکہ یہ حج کے مہینوں میں سے ہے اور عرب اس ماہ میں بیہودہ باتوں کو چھوڑ کر عدل کی باتوں میں لگے رہتے تھے - زباء ، نام اس لیے پڑا کہ اس ماہ میں چوپائے ذبح کا وقت قریب آ جانے کی وجہ سے جھک جاتے تھے اور برک نام اس لیے پڑا کہ جب اونٹ مذبح میں آ جاتے تو بیٹھ جاتے - یہ بھی روایت ہے کہ عرب محرم کو مؤتمر صفر کو ناجر ربیع الاول کو وبصان ، ربیع الآخر کو خوان ، جمادی الاولی کو حنتن ، جمادی الأخری کو ورنہ اور رجب کو الاصم کہتے اور یہی

Marfat.com

مضر کا مہینہ ہے - عرب عہد جاہلیت میں اس کے روزے رکھا کرتے اور گھر والوں کے لیے خوراک لے کر آتے - اس ماہ میں انھیں ایک دوسرے سے خطرہ نہ ہوتا تھا - وہ سفر کے لیے نکلتے تو کسی قسم کا [۳ : ۷۸]ڈر نہ ہوتا تھا ، شعبان کو عادل اور رمضان کو ناتق کہتے ، شوّال کو واغل ، ذوالقعدہ کو ہواع اور ذوالحجہ کو برک - اسے ابروک بھی کہتے ہیں - بلکہ اسی کو میمون بھی کہا جاتا تھا -

اب لیں قسم مستعمل کو تو وہ یہ ہیں : محرم ، صفر ، دونوں ربیع ، دونوں جمادی ، رجب ، شعبان ، رمضان ، شوال ، ذوالقعدہ اور ذوالحجہ اور ان مہینوں کے یہ نام ان اتفاقات کی بنا پر رکھے گئے جو ہر ایک مہینے میں واقع ہوئے - لہٰذا جب شروع میں نام وضع کیے گئے تو اس مہینے کا وہی نام رکھ دیا گیا چنانچہ محرم کا نام محرم رکھا گیا اس لیے کہ اس ماہ غارت ڈالا کرتے تھے - ایک بار ایسا اتفاق ہؤا کہ اس ماہ میں انھوں نے غارت ڈالی مگر ناکام رہے پھر اس ماہ میں جنگ کرنا حرام کر دیا گیا تو انھوں نے اس ماہ کا نام محرم[1] رکھ دیا ، صفر[2] اس لیے رکھا گیا کہ جب یہ غارت گری کے لیے جاتے تو اس ماہ میں ان کے گھر

---

۱ - مسعودی (مروج الذہب : ۲ : ۲۰۴) نے یوں لکھا ہے : و انما سَمَّتْهُ المحرّم لتحريمها الحرب والغارات فيه -

۲ - مسعودی (حوالۂ مذکور) نے یوں لکھا ہے : وصفر بالأسواق التی کانت بالیمن تسمی الصفرية و كانوا يمتارون منها ومن تخلف عنها هَلَكَ جُوعاً وقال نابغة ذبیان :

إِنِّي نَهَيْتُ بني ذُبيانَ عن أُفُقٍ
وَعَنْ تَرَبُّعِهِم فِي كُلِّ أَصْفَارِ

وقيل : انما سمّى الصفر لأنَّ المُدُنَ كانت تخلو من أهاليها بخروجهم الى الحرب وهو مأخوذ من قولهم : صفرت الدار منهم اذا خلت -

Marfat.com

ان سے خالی ہو جاتے - بعض کہتے ہیں کہ یہ نام اس لیے پڑا کہ عرب صفریہ کے علاقے میں غارت گری کے لیے جایا کرتے تھے - اور ربیع کے دونوں مہینوں کو ربیع اس لیے کہا کہ جو کچھ عرب صفر کے مہینے میں لوٹ مار کر کے لاتے اس کی وجہ سے ان کے ہاں فارغ البالی ہو جاتی تھی اور ربیع[1] کے معنی فارغ البالی کے ہیں - اس کے علاوہ اور وجوہ بھی بیان کی جاتی ہیں اور جو وجہ ہم نے بیان کر دی وہی وجہ زیادہ مناسب ہے - اس کا ذکر ابن[2] النحاس نے صناعۃ الکتاب میں کیا ہے - اور دونوں جمادی کا نام جَمَدَ الماء کے محاورے سے لیا گیا ہے اس لیے کہ جس وقت ان دونوں مہینوں کو یہ نام دیا گیا اس وقت پانی جما ہؤا تھا - اور رجب نام اس لیے پڑا کہ عرب اس کی تعظیم کیا کرتے تھے - ترجیب[3] کے معنی تعظیم کے ہیں — بعض لوگ کہتے ہیں کہ رجب نام اس لیے پڑا کہ یہ سال کا وسط ہے اور رواجب سے مشتق ہے - رواجب درمیانی انگلی کے پوروں کو کہتے ہیں ، بعض لوگ کہتے ہیں کہ اس ماہ میں لکڑی کو پتے لگے تھے یعنی پتے نکالے تھے - لہٰذا یہ نام پڑ گیا - اسی طرح اگلے مہینے میں شاخیں پھوٹی تھیں لہٰذا شعبان نام پڑا - بعض کہتے ہیں کہ یہ نام اس لیے پڑا کہ لوگ اس ماہ میں

---

۱ - مسعودی (حوالہ مذکور) نے یوں دیا ہے : وربیع وربیع لأ رتباع النّاس والدواب فیهما فان قیل : قد توجد الدواب فی غیر هذا الوقت قیل : قد یمکن ان یکون هذا الاسم لزمهما فی ذلک الوقت فاستمر تعریفهما بذلک مع انتقال الزمان واختلافه -

۲ - احمد بن ابراهیم بن محمد الدمشقی ثم الدمیاطی المعروف بہ ابن النحاس مجاہد تھے - فرنگیوں سے لڑتے ہوئے ۸۱۴ھ میں شہید ہوئے -

۳ - مسعودی (حوالہ مذکور) لکھتے ہیں : و رجب ، لخوفهم ایاه یقال : رجبت الشئی اذا خفته وانشد :

فَلاَ تَهَيَّبْهَا وَلاَ تَرْجَبْهَا

غارت گری کے لیے بکھر جاتے تھے اور رمضان نام پڑا یعنی گرمی کا مہینہ ، یہ رمضاء (شدید گرمی - یا سورج کی تپش سے تپی ہوئی زمین) سے مشتق ہے اور جب یہ نام رکھا گیا تو اس وقت یہی حال تھا - شوال[1] ، شَالَتِ الأبل أَذْنَابَها کے محاورے سے لیا گیا ہے - یعنی جب اونٹنیاں حاملہ نہ ہوں یا شَالَ یَشُوّلُ کے محاورے سے ہے جس کے معنی بلند ہونے کے ہیں - ذوالقعدہ نام اس لیے پڑا کہ عرب اس ماہ میں جنگ نہیں کیا کرتے تھے اور گھر میں بیٹھے رہتے تھے کیونکہ ذوالقعدہ اشہر حرم میں سے ہے - اور ذوالحجہ اس لیے نام پڑا کہ اتفاق سے اس ماہ میں حج آ گیا تھا لہٰذا یہ نام رکھ دیا -

کہا جاتا ہے کہ پہلا شخص جس نے ان مہینوں کے یہ نام رکھے کلاب بن مُرّۃ تھا - ان تمام مہینوں میں سے چار تو اشہر حرم ہیں تین پے در پے آتے ہیں اور وہ ذوالقعدہ ، ذوالحجہ اور محرم ہیں اور ایک علحٰدہ آتا ہے اور یہ مہینہ مضر کا رجب ہے اسے مضر کا رجب اس لیے کہا گیا کہ ربیعہ کا قبیلہ رمضان کو شہر حرام قرار دیتا تھا - اصمعی نے اس ترتیب کو عربوں سے روایت کیا ہے دیگر لوگوں نے ان مہینوں کا شمار محرم سے شروع کرنا پسند کیا ہے - پھر رجب اور ذوالقعدہ اور ذوالحجہ تا کہ سب کا شمار ایک سال کے اندر ہو جائے اور یہ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے - مہینوں کی اس طرح جو ترتیب بیان کی گئی ہے بعض مصنفین نے اس کی ایک لطیف مناسبت نکالی ہے ، جس کا ماحصل یہ ہے کہ ان مہینوں کو دیگر مہینوں پر فضیلت حاصل ہے لہٰذا مناسب یہی تھا کہ سال کی ابتدا انھی سے ہو اور یہی وسط سال میں ہوں اور انھی پر سال کا اختتام ہو - اشہر حرم میں سے سال کے آخر میں دو ماہ اس لیے

---

۱ - مسعودی (مروج الذہب : ۲ : ۲۰۵) نے زیادہ واضح بیان دیا ہے : وشوال : لأن الأبل کانت تشول فی ذلک الوقت باذنابها من شهوة الضراب تشاء مت به العرب ولذلک کرهت التزویج فیه -

Marfat.com

آئے کہ حج پر ارکان اربعہ ختم ہوتے ہیں کیونکہ ارکان اربعہ میں یا تو خالص مال کا عمل پایا جاتا ہے اور یہ زکٰوۃ ہے یا خالص بدن کا عمل اور خالص بدن کا عمل کبھی اعضائے بدن کے ذریعے کیا جاتا ہے اور یہ عمل نماز ہے اور کبھی دل سے اور یہ روزہ ہے کیونکہ روزے کو توڑنے والی چیزوں سے رکنا روزہ کہلاتا ہے اور کبھی مال اور بدن دونوں کو ملا کر عمل کیا جاتا ہے اور یہ حج ہے ۔لٰہذا جب اس عمل میں مال اور بدن کے عمل جمع ہو گئے تو یہ مناسب ہؤا کہ اسے ہر ایک عمل سے دوگنا حصہ ملے ۔ اسی لیے چار حرام مہینوں میں سے اس کے لیے دو مہینے مقرر ہوئے ۔ عرب ان مہینوں کی تعظیم کیا کرتے تھے اور ان میں جنگ کرنا حرام سمجھتے تھے یہاں تک کہ اگر کوئی اپنے باپ یا بھائی کے قاتل سے بھی ملتا تو اس سے بات تک نہ کرتا ۔ جیسا کہ مجھے خیال آتا ہے ۔ عرب رجب کے پہلے دن کی بہت ہی تعظیم کیا کرتے تھے ۔ ان کا دستور یہ تھا کہ وہ اس مہینے میں ان لوگوں کے درمیان مصالحت کرا دیتے تھے جن میں باہمی رنجش ہوتی تھی ۔ ان بارہ مہینوں میں سے چار مہینے ایسے ہیں جنھیں عرب اضافت کے ساتھ بولتے ہیں اور یہ مہینے یہ ہیں : ربیع کے دو مہینے رجب کا مہینہ اور رمضان کا مہینہ ۔ وہ مہینے جن کی ابتدا ایک ہی دن ہوتی ہے وہ محرم اور شوال [۳ : ۸۰] ہیں ، صفر اور رجب ، ربیع الاول اور ذوالحجہ ، اور ربیع الآخر اور رمضان ، جمادی الآخرہ اور ذوالقعدہ ، اور جن مہینوں کے اوائل میں اتفاق نہیں ہے وہ جمادی الاولی اور شعبان ہیں ۔ اللہ ہی توفیق دینے والا ہے اور اسی سے مدد طلب کی جاتی ہے ۔ ہم نے عربوں کے ان افعال اور اعمال کا جنھیں اسلام نے ختم کر دیا اور شریعت محمدیہ نے باطل قرار دیا اتنا ذکر کر دیا ہے جو اس مقام کے لیے کافی ہے ۔ ان کے بالاستیعاب ذکر کے لیے مفصل کتاب لکھنے کی ضرورت ہے ، جتنی شے سے ضرورت پوری ہو جائے اسی قدر کافی ہوتی ہے ۔ جو شخص متقدمین کی کتابوں اور جاہلی شعرا کے دیوانوں کی شروح میں اس موضوع کو تلاش کرے وہ ہماری بیان کردہ باتوں سے زیادہ معلومات حاصل کر لے گا ۔

Marfat.com

زمانۂ جاہلیت میں عربوں کے علوم و معارف

ہم ابتدائے کتاب میں بیان کر چکے ہیں کہ عربوں کی مختلف قسمیں اور مختلف صنعتیں تھیں - عرب بائدہ مثلاً عاد ، ثمود ، طسم ، جدلیس وغیرہ قومیں ختم ہو چکی ہیں ، ان کے واقعات اور تفصیلی حالات ہم تک نہیں پہنچے - غیر بائدہ (اور یہی لوگ کتاب کا موضوع ہیں) کی شاخیں عدنان اور قحطان سے نکلیں - رہے قحطان تو یہ یمن کے عرب تھے - ان کا تمدن اتنا ہی عمدہ تھا جتنا کوئی تمدن ہو سکتا ہے - ان کی اکثریت آباد شہروں کی رہنے والی تھی - انھوں نے مشہور محل بنائے اور بلند قلعے تعمیر کیے جن کا ذکر بالعموم ہوتا رہتا ہے ، ان کے بڑے بڑے شہر تھے جن کے حالات کی تشریح مؤرخین نے نہایت شرح و بسط سے کی ہے — ''سبا'' کو ہی لیجیے جس کا ذکر اللہ تعالیٰ نے اپنی معزز کتاب میں کیا ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں :

لَقَدْ كَانَ لِسَبَاٍ فِي مَسْكِنِهِمْ آيَةٌ جَنَّتَانِ عَنْ يَمِيْنٍ وَشِمَالٍ كُلُوْا مِنْ رِزْقِ رَبِّكُمْ وَاشْكُرُوْا لَهُ بَلْدَةٌ طَيِّبَةٌ وَرَبٌّ غَفُوْرٌ

قوم سبا کے لیے ان کے مسکنوں میں ہماری نشانی تھی اور وہ یہ تھی کہ دائیں بائیں باغات ہی باغات تھے - (ہم نے ان سے کہا) اپنے رب کا رزق کھاؤ اور اس کا شکر ادا کرو - شہر عمدہ ہے اور خدا کی بخشش عام ہے -

ان کے یہاں شہنشاہ اور بادشاہ بھی تھے جنھوں نے شہر کو مسخر کیا اور روئے زمین کے بہت سے اطراف پر قابض ہو گئے - یہ تمام امور ایسے ہیں جن سے اس بات کا پتا چلتا ہے کہ انھیں ان تمام علوم سے کامل واقفیت حاصل تھی جو نظم و نسق کو قائم رکھنے کے لیے ضروری ہوتے ہیں اور جن پر معیشت ، نشو و نما ، ملک کے نظم و نسق ، تدبیر منزل ، فوجوں کے انتظام ، شہروں کی تعمیر اور نہروں کے نکالنے

Marfat.com

وغیرہ امور کا دار و مدار ہے ۔ یہ ایسے امور ہیں جن کا جہالت اور عدم معرفت کے عالم میں پایا جانا ناممکن ہے ۔ ان کے دین مختلف تھے ۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف رسول بھیجے جنھوں نے ان تک جس قدر اوامر اور احکام چاہے پہنچائے ۔ پھر دوسری امتوں کی طرح ان میں سے بھی [۳ : ۸۱] بعض لوگ ایمان لے آئے اور بعض نے تکذیب کی ۔ انھیں بہت سی صنعتوں میں ید طولیٰ حاصل تھا اور ان میں سے تبابعہ اور جبابرہ کو علم نجوم وغیرہ سے نتائج نکالنے کے کئی طریقے معلوم تھے اور یہ ایسی مسلّمہ باتیں ہیں جن کے قبول کرنے میں کسی کے لیے توقف کرنا اور یا ان کے ماننے میں متردد ہونا ممکن نہیں ، صحیح اور متواتر روایات ان امور کی ناطق گواہ ہیں ۔

رہے بنو عدنان اور یمن کے وہ عرب جو سیل عرم کے حادثے کی وجہ سے منتشر ہو کر ان کے پڑوس میں آ کر آباد ہو گئے تھے تو وہ بھی ایک شریعت پر کاربند تھے جو انھیں وراثتاً ملی تھی ، ان کے پاس آسمان سے اترا ہؤا علم تھا ۔ اور یہ وہ علم تھا جسے ابراہیم اور اسماعیل علیہما السلام لے کر آئے تھے تاآنکہ مرور ایام اور مدت مدید کے بعد ان کی حالت میں خلل پیدا ہو گیا اور ان کے احوال تغیر پزیر ہو گئے چنانچہ انھوں نے اپنے اس دین کو جس پر وہ کاربند تھے مہمل کر دیا صحیح قوانین کو چھوڑ دیا اور جو امور (عمرو بن لحی) خزاعی نے ان کے لیے گھڑ لیے تھے اور جو باطل احکام اس نے ان کو گمراہ کرنے کے لیے ایجاد کیے تھے ان کو اپنا دین بنا لیا ۔ چنانچہ یہ لوگ اس کے اقوال اور افعال کی پیروی کرنے لگ گئے ۔ اس دن سے ان میں جہالت پھیلنی شروع ہو گئی ، علم کم ہوتا گیا ، ان کی صنعتیں ضائع ہو گئیں ، یہ ادھر ادھر منتشر ہو گئے ۔ قبائل میں باہمی نزاع اور اختلافات پیدا ہو گئے اور دشمنیاں بڑھ گئیں لہٰذا ان کے پاس نہ اللہ کا اتارا ہؤا علم رہا اور اور نہ نبی سے وراثت میں ملی ہوئی شریعت باقی رہی اور نہ ہی یہ خالص عقلی علوم میں مشغول رہے مثلاً طب اور حساب وغیرہ ۔ اب ان کا علم صرف وہ ہے جو انھیں فطری طور پر حاصل ہے مثلاً شعر اور خطبے یا وہ

Marfat.com

انساب اور جنگیں جن کا حال انھوں نے یاد کر رکھا ہوتا ہے یا وہ دنیاوی امور مثلاً انواء ، نجوم ، جنگوں کا علم وغیرہ جن کی انھیں ضرورت پڑتی رہتی ہے ۔ انھیں اُمّـِی اُمّت کہا جاتا تھا ۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں :

هُوَ الَّذِي بَعَثَ فِي الْأُمِّيِّينَ رَسُولًا مِّنْهُمْ يَتْلُو عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَإِن كَانُوا مِن قَبْلُ لَفِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ

(اللہ تو وہ ہے جس نے اُمی لوگوں میں اپنا رسول بھیجا جو انھیں اللہ کی آیات پڑھ کر سناتا ہے ، انھیں پاک کرتا ہے انھیں کتاب و حکمت سکھاتا ہے اور اس سے پہلے وہ یقیناً کھلی ہوئی گمراہی میں تھے)

کیونکہ (اس آیت میں) امیین سے مراد عرب ہیں اور اُمی کا لفظ اُمت عرب کی طرف منسوب ہے ۔

اب چونکہ ان کے فطری علوم اور فطری معارف ایسے تھے جن سے ان کی تیزیٔ ذہن ، قوت فہم ، اور کمال استعداد کا پتا چلتا ہے ۔ نیز یہ بھی پتا چلتا ہے کہ (ان امور میں) انھیں اوروں پر فوقیت حاصل تھی لہٰذا [۳ : ۸۲] میں نے چاہا کہ اُن میں سے چند باتوں کا ذکر کر دوں اور ساتھ ہی ساتھ ان کی تعریف اور توضیح بھی کر دوں بلکہ وہ مناسب واقعات بھی بیان کر دوں جن کی صحت روایت ثابت ہے اور اہل درایت اور معتبر لوگوں سے تحقیق کردہ ہے

چنانچہ ان کے علوم سے ایک

شعر و شاعری کا علم ہے

یاد رکھیں کہ عربوں کا سب سے بڑا علم شعر و شاعری کا علم ہے ، یہی سب سے بڑھ کر ان کا ادبی حصہ ہے اور یہی وہ علم ہے جس کی شہادت کو قبول کرنا اور جس کے مقاصد کی تابعداری کرنا زیادہ

Marfat.com

مناسب ہے - رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے : " بعض اشعار ہمہ تن حکمت ہوتے ہیں " ـ عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں : شعروں کے چند بیت جنھیں عرب سیکھ لیتے ہیں کیا ہی اچھے ہیں - ایک شخص انھیں اپنی ضرورت بیان کرنے سے پہلے پیش کرتا ہے جس کے باعث وہ چند شریف اور سخی آدمی کو اپنے مقام سے نیچے اتار لیتا ہے اور کمینے اور کنجوس آدمی کو اپنی طرف مائل کر لیتا ہے - اس کے علاوہ شعروں کی ایک بڑی فضیلت کمینہ باتوں کے قبول کرنے سے انکار کرنے کا شرف اور بری باتوں سے نفرت کرنے کی قوت و قدرت کا حاوی جوہر ہے -

ابن رشیق کی کتاب العمدہ میں ہے : عرب سب قوموں سے افضل ہیں اور ان کی حکمت اشرف ترین حکمت ہے - جس طرح زبان کو ہاتھ پر فضیلت حاصل ہے اور زبان جسم کی ذلت برداشت کرنے سے دور رہتی ہے اس لیے کہ کسی ذات سے حکمت کا خروج آلات کے بغیر نہیں ہو سکتا کیونکہ انسان کے لیے یہ ضروری ہے کہ یا بذات خود اس کام کو کر لے یا اس کام کے لیے اسے کسی آلے کی ضرورت پڑے یا کسی ہم جنس و مددگار کی - عربوں کا کلام دو قسم کا ہے ، نظم و نثر ، اور ہر ایک کے تین درجے ہیں - عمدہ ، متوسط اور ردی ، جب دو درجے اپنی قدر میں متفق اور قیمت میں برابر ہوں اور کوئی ایک دوسرے سے افضل نہ ہو تو محض نام ہی کی وجہ سے ظاہری فیصلہ شعروں کے حق میں ہو گا کیونکہ عام دستور کے مطابق جب نظم اور نثر ایک ہی قسم کے ہوں تو نظم کو اچھا سمجھا جائے گا - کیا آپ دیکھتے نہیں کہ موتی الفاظ ہی کی طرح ہے ، انھی کا رشتہ دار ہے اور انھی کے ساتھ اس کا قیاس کیا جاتاہے اور انھی سے اس کو تشبیہ دی جاتی ہے جب موتی بکھرا ہؤا ہو تو اس کے ضائع ہو جانے کا خطرہ رہتا ہے اور جس مقصد کے لیے اسے حاصل کیا جاتا ہے اور جس کام کے لیے اسے منتخب کیا جاتا ہے اس کے لیے مفید نہیں ہوتا خواہ وہ موتی کتنا ہی بلند قدر اور گراں قیمت کیوں نہ ہو - پھر جب موتی کو ایک لڑی میں پرو

Marfat.com

دیا جاتا ہے تو یہ ذلیل ہونے سے بچ جاتا ہے اور باوجود کثرت استعمال کے اس کی خوبی زیادہ ظاہر ہوتی ہے ۔ یہی حال لفظ کا ہے کہ جب نثر میں ہوتا ہے تو اسموں میں بکھر جاتا ہے اور طبیعتوں سے لڑھک جاتا ہے اور صرف وہی لفظ ٹھہر سکتا ہے جسے بہت زیادہ بولا جاتا ہو خواہ یہ خوبصورت ترین اور ہزار میں سے ایک ہی کیوں نہ ہو اور بہت [۳ : ۸۳] ممکن ہے کہ یہ لفظ افضل ترین نہ ہو ۔ فرض کر لیا جائے کہ لوگوں میں معروف در یتیم ہے اور وہ یکتا موتی ہے جس کا لوگ وصف بیان کرتے ہیں (تو کیا ہوا) کیونکہ اس جیسے اور اس کی نظیر شعر کے ٹوکرے میں کئی ایک پائے جاتے ہیں جن کی کوئی پروا ہی نہیں کرتا اور کوئی ان کی طرف دیکھتا ہی نہیں ۔ پھر جب وزن کی لڑی اور قافیے کا ہار (لے کر ان کو اس میں پرو دیا جاتا ہے تو) اس کے منتشر اجزاء باہم اکٹھے ہو جاتے ہیں اور اس کے یکتا موتی اور بیٹیاں باہم مرکب ہو جاتی ہیں ۔ پھر اسے پہننے والا اسے خوبصورتی سمجھتا ہے اور ذخیرہ کرنے والا مال ۔ چنانچہ یہ کانوں کی بالی اور گردن کا ہار بن جاتا ہے ۔ یا پھر یہ نفسوں کے اندر ہوتا ہے اور سروں کے تاجوں میں ۔ اسے زبانوں کے ذریعے اُلٹا پلٹا جاتا ہے اور دلوں میں چھپایا جاتا ہے ، عقلوں کے ذریعے اس کی حفاظت کی جاتی ہے اور اسے چوری اور غصب سے بچایا جاتا ہے ۔ اس امر پر لوگوں کا اتفاق ہے کہ عربوں کے کلام میں نثر بہ نسبت شعر کے زیادہ ہے مگر جہاں تک عمدہ نثر کا تعلق ہے یہ شعر کے مقابلے میں کم ہے اور کم محفوظ ہے ۔ شعر بہ نسبت نثر کے تعداد میں کم ہے مگر جیّد اور محفوظ ہونے کے اعتبار سے زیادہ ہے کیونکہ ادنیٰ ترین درجے کے شعروں میں وزن اور قافیے کی جو خوبصورتی پائی جاتی ہے وہ عمدہ نثر کے قریب قریب آ جاتی ہے ۔ (پہلے پہل) سارے کا سارا کلام نثر میں تھا پھر عربوں کو اپنے مکارم اخلاق ، خاندان کی پاکیزگی ، اچھے دنوں کا ذکر ، دور دراز کے وطن ، بہادر گھوڑ سواروں اور سخیوں کے (کارناموں) کے گیت گانے کی ضرورت محسوس ہوئی تاکہ ان کے نفس بھی سخاوت کرنے کے لیے حرکت میں آ جائیں اور وہ اپنے بیٹوں کے اچھے اخلاق کی طرف

Marfat.com

رہنمائی کر سکیں ، لٰہذا انھوں نے چند عروضوں کو اپنے ذہن میں رکھ کر انھیں کلام کے لیے وزن بنا لیا اور جب وزن مکمل ہو گیا تو اس کا نام شعر رکھ دیا ۔ کیونکہ انھوں نے اس کا شعور حاصل کیا ہے یعنی اسے سمجھ لیا ہے—راویوں کا خیال ہے کہ (ابتدا میں) اشعار تمام کے تمام رجز میں تھے یا مقطعات کی صورت میں تھے ۔ قصیدہ گوئی تو ہاشم بن عبد مناف کے عہد میں شروع ہوئی ۔ سب سے پہلے مہلہل اور امرؤ القیس نے قصیدہ کہا ۔ ان دونوں کے اور اسلام کے آنے تک کے مابین ایک سو پچاس سے کچھ اوپر سال حائل ہیں ۔ اس امر کا ذکر جُمَحی اور دیگر مصنفین نے کیا ہے اور پہلا شخص جس نے رجز کو لمبا کیا اور اسے کسی حد تک قصیدے کی طرح بنایا اغلب عجلی تھا ۔ اغلب عجلی عہد رسالت میں گزرا ہے ، پھر عجّاج آیا اور اس نے اس میں کئی شاخیں نکالیں ۔ لٰہذا رجز میں اغلب عجلی اور عجاج کو وہی مقام حاصل ہے جو امرؤالقیس اور مہلہل کو قصیدے میں حاصل ہے ۔ کسی نے ابو عمرو بن العلاء (م ۱۵۳ ھ) سے دریافت کیا : کیا عرب لمبے (قصیدے) کہا کرتے تھے ؟ جواب دیا : ہاں ! تاکہ لوگ سنیں ۔ پھر دریافت کیا : کیا مختصر کہا کرتے تھے ؟ جواب دیا : ہاں تاکہ انھیں یاد کیا جا سکے ۔ عربوں کے یہاں عذر پیش کرنے ، ڈرانے ، ترغیب دلانے ، خوف دلانے اور قبائل کے درمیان صلح کرانے کے لیے اشعار کو لمبا کرنا پسند کیا جاتا تھا جیسا کہ زُھَیر ، الحٰرث بن حِلّزہ اور دیگر شعرا نے کیا ۔ ورنہ بعض مقامات پر قطعے زیادہ مشہور ہو جاتے تھے ۔ لمبے قصائد صرف مشہور موقعوں کے لیے تھے ۔

قبائل کا شعرا کے ذریعے اپنا بچاؤ کرنا

[۳ : ۸۴] عربوں کے یہاں ایک رسم یہ تھی کہ جب ان کے کسی قبیلے میں شاعر ظہور پزیر ہوتا تو دیگر قبائل آ کر انھیں اس امر پر مبارکباد دیتے ، پھر کھانے تیار کیے جاتے اور عورتیں اکٹھی ہو کر ساز بجاتیں ، ایسے ہی جیسے شادی کے موقع پر کیا کرتی ہیں ، وہ ایک دوسرے

Marfat.com

کو بشارت دیتے کیونکہ (ان کے نزدیک) شاعر ان کی عزتوں کا بچانے والا ان کے حسب کی طرف سے مدافعت کرنے والا اور ان کے کارناموں کو ہمیشگی بخشنے والا اور ان کی شہرت کو بلند کرنے والا ہوتا تھا ۔ ان کے ہاں صرف تین موقعوں پر ایک دوسرے کو مبارکباد دی جاتی تھی ۔ لڑکا پیدا ہونے پر ، گھوڑی کے بچہ جننے پر اور شاعر کے ظاہر ہونے پر ۔ چنانچہ جن لوگوں نے اپنے قبیلے کی مدافعت کی ان میں سے ایک [1] زیاد الاعجم ہے ۔ قصّہ یوں ہوا کہ فرزدق نے بنو عبدالقیس کی ہجو کہنے کا ارادہ کیا ۔ اس کی اطلاع زیاد کو ہو گئی ۔ زیاد بھی بنو عبدالقیس ہی میں سے تھا ۔ زیاد نے فرزدق کو پیغام بھیجا : جلدی نہ کرو کیونکہ میں تمھاری طرف ایک تحفہ بھیجنے والا ہوں ۔ فرزدق تحفے کا انتظار کرتا رہا ، پھر زیاد کی طرف سے مندرجہ ذیل ہجویہ اشعار آئے :

وَمَا تَرَكَ الهَاجُونَ لِي إِنْ هَجَوْتُهُ
مَصَحًّا أَرَاهُ فِي أَدِيمِ الفَرَزْدَقِ

اگر میں فرزدق کی ہجو کہوں (تو میں دیکھتا ہوں) کہ ہجو کہنے والوں نے فرزدق کی کھال میں کوئی حصہ ایسا نہیں چھوڑا جو تندرست ہو

وَلَا تَرَكُوا عَظْمًا يُرَى تَحْتَ لَحْمِهِ
لِكَاسِرِهِ أَبْقَوْهُ لِلْمُتَعَرِّقِ

اور انھوں نے اس کے گوشت کے نیچے دکھائی دینے والی ہڈیوں میں سے ایک ہڈی بھی نہیں چھوڑی جو ہڈی کے اوپر کا گوشت

۱ ۔ زیاد الاعجم : ابو امامہ زیاد بن سُلَیم بعض سلیمان اور بعض جابر اور بعض سلمیٰ بن عمر کہتے ہیں ۔ مولیٰ عبدالقیس ، اسے اعجم یا تو اس کی زبان میں لکنت کی وجہ سے کہا گیا یا اس لیے کہ اس نے ایران میں نشو و نما پایا ۔ پُر گو اور مُعمّر شعرا میں سے ہے یہ بنو امیہ کے ابتدائی دور میں گزرا ہے ۔ (شرح ذیل الامالی : ۸)

Marfat.com

کھانے والے کے لیے رہ گئی ہو

مَا كَسَّرُ مَا أَبْقَوْا لَهُ مِنْ عِظَامِهِ
وَأَنكُتْ مُخَّ السَّاقِ مِنْهُ وَأَنْتَقِي

انھوں نے اس کی جو ہڈیاں باقی رہنے دی ہیں انھیں توڑوں گا اور اس کی پنڈلی کا مغز نکال کر اسے صاف کر ڈالوں گا

فَإِنَّا وَمَا تُهْدِي لَنَا إِنْ هَجَوْتَنَا
لَكَالبَحْرِ مَهْمَا يُلْقَ فِي البَحْرِ يَغْرَقِ

ہماری اور اس ہجو کی مثال جو تو ہماری طرف بھیجے گا ایسے سمندر کی سی ہے کہ جو کچھ بھی اس سمندر میں ڈالا جاتا ہے ڈوب جاتا ہے

جب فرزدق کو یہ شعر پہنچے تو وہ اپنے ارادے سے باز آ گیا اور کہا : جب تک یہ غلام ان میں زندہ و سلامت موجود ہے ان کی ہجو کہنے کی کوئی صورت نہیں -

۱ عبداللہ بن الزبعری سہمی نے بنی قصی کی ہجو کہی تو انھوں

---

۱ - عبداللہ بن الزبعری بن قیس بن عدی بن سعد بن سہم القرشی السہمی - اس کی والدہ عاتکہ بنت عبداللہ بن عمرو الجمحیہ ہے - پہلے کفار قریش کی طرف سے مسلمانوں کی ہجو کہا کرتے تھے - فتح مکہ کے دن اسلام لائے - آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا اسلام قبول کیا اور گزشتہ باتوں کو معاف کر دیا - اسلام لانے کے بعد یہ اشعار کہے :

يَا رَسُولَ المَلِيكِ إِنَّ لِسَانِي
رَاتِقٌ مَا فَتَقْتُ إِذْ أَنَا بُورُ
إِذْ أُجَارِي الشَّيْطَانَ فِي سَنَنِ الغَيِّ
وَمَنْ مَالَ مَيْلَهُ مَثْبُورُ

(سمط اللآلی : ۳۸۷ - ۳۸۸ اور ۸۳۳ - ۸۳۴)

Marfat.com

نے ساری کی ساری ہجو کو عُتبہ بن ربیعہ کی طرف پھیر دیا ۔ اس خوف سے کہ کہیں زبیر بن عبدالمطلب ان کی ہجو نہ کہہ ڈالے اور زبیر فصیح و بلیغ شاعر تھا ، سخت مقابلہ کرنے والا اور فحش ہجو گو شخص تھا ۔ جب عبداللہ بن الزِبعری ان کے پاس پہنچا تو حمزہ بن عبدالمطلب نے اسے آزاد کرکے کپڑوں کا جوڑا بھی دیا ۔ اس پر عبداللہ نے یہ شعر کہے :

لَعَمْرُكَ مَا جَاءَتْ بِنُكْرٍ عَشِيْرَتِي
وَإِنْ صَالَحَتْ إِخْوَانَهَا لَا أَلُوْمُهَا

تمھاری قسم میرے قبیلے نے کوئی عجیب بات نہیں کی اور اگر انھوں نے اپنے بھائیوں سے صلح کر لی ہے تو میں انھیں ملامت نہیں کرتا

فَوَدَّ جُنَاةُ الشَّرِّ أَنَّ سُيُوْفَنَا
بِأَيْمَانِنَا مَسْلُوْلَةٌ لَا نَشِيْمُهَا

جنگ کے موجب ہونے والے لوگوں نے یہ چاہا تھا کہ ہماری تلواریں ہمارے ہاتھوں میں ہی رہیں اور ہم انھیں میانوں میں نہ کریں

فَإِنَّ قُصَيًّا أَهْلُ عِزٍّ وَنَجْدَةٍ
وَأَهْلُ فَعَالٍ لَا يُرَامُ قَدِيْمُهَا

کیونکہ قبیلہ قصی طاقتور اور بہادر ہے اور وہ لوگ نیک کام کرنے والے ہیں ، ان کی قدیم بزرگی کا کوئی قصد بھی نہیں کر سکتا (ان کی توہین نہیں کی جا سکتی)

هُمُ مَنَعُوْا يَوْمَيْ عُكَاظَ نِسَاءَنَا
كَمَا مَنَعَ الشَّوْلَ الهِجَانَ قُرُوْمُهَا

انھی لوگوں نے عکاظ کی دونوں جنگوں میں ہماری عورتوں کی حفاظت کی تھی جس طرح نر اونٹ اصیل اور حاملہ اونٹنیوں کی حفاظت کرتا ہے

Marfat.com

اس وقت زبیر طائف گیا ہوا تھا جب وہ مکے پہنچا اور اسے یہ خبر پہنچی تو اس نے کہا :

فَلَوْلَا نَحْنُ لَمْ يَلْبَسْ رِجَالٌ
ثِيَابَ أَعِزَّةٍ حَتَّى يَمُوتُوا

اگر ہم نہ ہوتے تو لوگ مرتے دم تک معززین کا لباس نہ پہن سکتے

ثِيَابُهُمْ سَمَالٌ أَوْ طِمَارٌ
بِهَا دَسَمٌ كَمَا دَسَمَ الْحَمِيتُ

ان کے کپڑے چیتھڑے اور پھٹے پرانے ہیں جو اس طرح چکنے ہو رہے ہیں جیسے گھی کا کُپا چکنا ہو رہا ہو

وَلٰكِنَّا خُلِقْنَا إِذْ خُلِقْنَا
لَنَا الحِبَرَاتُ وَالمِسْكُ الفَتِيتُ

لیکن ہمیں پیدا کرتے اللہ نے ایسا پیدا کیا کہ ہمارے لیے دھاری دار یمنی چادریں اور ریزہ ریزہ کی ہوئی کستوری (علی الدوام موجود ہے)

اس سلسلے میں اس قدر واقعات پائے جاتے کہ استقصا اور حساب کے احاطہ سے باہر ہیں ۔ اس مذہب پر ابتدائے اسلام تک عمل کیا گیا اور اگر بحث کے لمبا ہو جانے کا خوف نہ ہوتا تو ہم اس مقام پر کچھ اور باتیں بھی بیان کرتے ۔

شعر و شاعری کا قبائل میں منتقل ہونا

ابو عبداللہ محمد بن سلاّم الجمحی نے کتاب الطبقات میں اور اسی طرح دیگر مؤلفین نے ذکر کیا ہے کہ عہدِ جاہلیت میں شعر بنو ربیعہ میں مروج تھا ۔ انھی میں سے مہلہل بن ربیعہ تھا ۔ مہلہل کا نام عدی ہے بعض لوگ امرؤ القیس بتاتے ہیں ۔ اس کا نام مہلہل اس کے اشعار کی نزاکت و نفاست کی وجہ سے پڑا ۔ بعض کہتے ہیں کہ اشعار کے مختلف ہونے کی وجہ سے یہ نام پڑا ۔ بعض کہتے کہ اسے یہ نام اس کے اس شعر کی وجہ سے دیا گیا :

Marfat.com

لَمَّا تَوَقَّلَ فِی الکُرَاعِ شَرِیدُھُم[۱]
ھَلَھَلتُ اَثأرُ جَابِراً او صِنبِلا

[۳ : ۸۶] جب ان کا راندہ ہؤا شخص پتھریلی زمین کی ایک سمت میں داخل ہؤا تو میں قریب تھا کہ جابر یا صِنبِل کے خون کا بدلہ لے لیتا

ایک روایت میں :

لَمَّا تَوَعَّرَ فی الکلاب ھَجِینُھُم

(جب ان کا دوغلا شخص بنی کلاب کی دشوار گزار زمین میں داخل ہؤا ہے -)

ابو سعید الحسن بن الحسین السکری (م ۲۷۵ھ) کہتا ہے کہ وہ ھجین سے امرؤ القیس بن حمام مراد لے رہا جس کا ذکر امرؤ القیس نے اپنے شعر میں کیا ہے - چنانچہ وہ کہتا ہے :

عُوجَا عَلَی الطَّلَلِ المُحِیلِ لِاَنَّنَا
نَبکِی الدِّیَارَ کَمَا بَکَی ابنُ حُمَامِ[۲]

ذرا ایک سالہ کھنڈرات پر ٹھہر جاؤ تاکہ ہم ان کھنڈرات پر ابن حمام کی طرح رو لیں

[۳ : ۸۷] کلاب کی جنگ میں مہلہل نے ابن حمام کا تعاقب کیا

---

۱ - بلوغ الارب میں شریدھم ہی مندرج ہے مگر امالی (۲ : ۱۲۶) اور سمط اللآلی (۱۱۲) میں ھجینھم ہے اور وہی درست ہے - ھجین یا شرید سے مراد زھیر بن جناب کا بھتیجا امرؤ القیس بن حُمام ہے اور توقل کی بجائے تَوَعَّرَ کی روایت بھی ہے -

۲ - دیوان امرؤ القیس (مع شرح الوزیر ابی بکر عاصم بن ایوب : ۱۴۸) میں ابن حزام ہے پھر شارح نے " ابن حمام " بھی ایک روایت نقل کی ہے اور لکھا ہے : وھو شاعر یقال لہ امرؤ القیس -

Marfat.com

تھا مگر یہ باوجود نیزہ لگنے کے جان بچا کر نکل جانے میں کامیاب ہو گیا تھا ۔ اس سے پہلے ابن حمام نے زہیر بن جناب کی معیت میں بنی تغلب پر حملہ کرکے جابر اور صنبل کو قتل کر دیا تھا ۔

ایک روایت میں لأننا بمعنی لَعَلَّنَا ہے اور یہ بعض مؤلفین کے خیال میں لَعَلَّنَا کی دوسری لغت ہے ۔

مہلہل پہلا شخص تھا جس نے قصیدے کہے ۔ فرزدق کہتا ہے :

وَمُهَلْهِلُ الشُّعَرَاءِ ذَاكَ الأَوَّلُ

رہا شعرا کا مہلہل تو وہی پہلا شخص ہے (مقدم ترین شخص ہے)

مہلہل امرؤ القیس بن حُجر کا ماموں اور عمرو بن کلثوم کا نانا ہے ۔ شعرا میں دو مرقش بھی گزرے ہیں ، (ایک) مُرقّش اکبر جو مُرقّش اصغر کا چچا تھا ۔ (دوسرا) مرقش اصغر جو طرفہ بن العبد کا چچا تھا اور اکبر کا نام عوف بن سعد ہے اور عمرو بن قمیئہ اس کا بھانجا ہے ۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ وہ اس کا بھائی تھا ۔ مرقش اصغر کا نام حرملہ ہے ۔ بعض ربیعہ بن سفیان بتاتے ہیں اور یہی زیادہ مشہور ہے ۔ انھی میں سے سعد بن مالک بھی ہے جس کا یہ شعر ہے :

يَا بُؤْسَ لِلْحَرْبِ الَّتِي
وَضَعَتْ أَرَاهِطَ فَاسْتَرَاحُوا

اس جنگ کی شدت کے کیا کہنے جسے چند لوگوں نے ترک کرکے آرام و راحت پایا

[۳ : ۸۸] اسی طرح طَرَفہ بن العبد بن سفیان اور عمرو بن قَمِیئہ اور الحرث بن حِلِّزہ اور المتلمّس جو طرفہ کا ماموں ہے اور نام اس کا جریر بن عبدالمسیح ہے اور اعشیٰ جس کا نام میمون بن قیس بن جندل ہے اور ماموں اس کا المسیّب بن علس ہے ۔ مسیّب جس کا نام زُہیر ہے ۔ اس کے بعد شاعری پلٹ کر قبیلۂ قیس میں چلی گئی چنانچہ انھی میں سے دونوں نابغہ ، زُہیر بن ابی سُلمیٰ اور اس کا بیٹا کعب ہؤا اس

Marfat.com

لیے کہ ان کا نسب بنی عبداللہ بن غطفان میں ہے اور ابو سُلمٰی کا نام ربیعہ ہے ۔ اسی طرح لبید اور حُطیئہ اور شمّاخ جس کا نام معقل بن ضرار ہے اور اس کا بھائی مزرد جس کا نام جزء بن ضرار ہے ۔ بعض اس کا نام یزید بتاتے ہیں اور جزء ان دونوں کا بھائی ہے ۔ مزرد[1] بہت شریر انسان تھا ۔ اپنے مہمانوں کی ہجو کہا کرتا تھا ۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آ کر اس نے اپنی قوم کی ہجو میں کہا :

تَعَلَّمْ رَسُولَ اللہِ أَنَّا كَأَنَّنَا
أَفَأْنَا بِأَنْمَارٍ ثَعَالِبَ ذِي ضَحْلٍ

یا رسول اللہ آپ کو معلوم ہونا چاہیے کہ ہماری مثال ایسی ہے جیسے ہم نے اپنی جماعت انمار کے ذریعہ سے کم پانی والے لومڑ لوٹ لیے ہوں

تَعَلَّمْ رَسُولَ اللہِ لَمْ أَرَ مِثْلَهُمْ
أَجَرَّ عَلَى الأَدْنَى وَأَحْرَمَ لِلْفَضْلِ

یا رسول اللہ ! آپ کو معلوم ہونا چاہیے کہ میں نے کسی قوم کو نہیں دیکھا کہ وہ ان سے بڑھ کر قریبی رشتہ داروں پر ظلم کرانے والی اور ان سے بڑھ کر اپنے احسان سے لوگوں کو محروم رکھنے والی ہو

ضحل : زمین میں کم گہرا پانی ، أضحَال جمع ۔ انھی میں سے خداش بن زُھیر ہے وہ اپنے زمانے کے تمام شعرا سے سبقت لے گیا تھا ۔ اس کے بعد شاعری نے بنی تمیم میں ڈیرا جمایا ۔ انھی میں سے اوس بن حَجَر ہو گزرا ہے جو جاہلیت میں قبیلۂ مُضر کا شاعر تھا ۔

---

۱ - مُزَرِّد بن ضرار بن سنان بن عمر الغطفانی التغلبی ۔ یہ تین بھائی تھے ۔ مزرّد ، شمّاخ اور جزء ۔ صحابی ہیں ۔ انمار ان کا قبیلہ تھا جن کی یہاں ہجو کی گئی ہے اصابہ (۳ : ۳۸۵) میں ذی ضحل کی بجائے ذی غسل مکتوب ہے ۔

Marfat.com

ان کے یہاں اس سے پہلے کوئی شاعر نہ ہوا تھا - پھر نابغہ اور زُہیَر نے آ کر اس کی شہرت کو ماند کر دیا مگر بہر حال اُسے جاہلیت میں بنی تمیم کا شاعر تسلیم کیا جاتا تھا ــ اصمعی کہا کرتا تھا : اوس زہیر سے بہتر شاعر ہے مگر نابغہ نے آ کر اس کا سر نیچا کر دیا ، زُہیَر اَوْس کا راویہ تھا اور اوس زہیر کی والدہ کا خاوند تھا ــ کسی نے حسّان سے پوچھا : بہترین شاعر کون ہے ؟ حسان نے دریافت کیا : کیا آپ شخصی حیثیت سے پوچھ رہے ہیں یا قبیلے کی حیثیت سے - اس نے جواب دیا : قبیلے کے اعتبار سے - تو حسان نے کہا : شاعری کے اعتبار سے افضل ترین قبیلہ ہُذَیلْ ہے - ابن سلاّم الجمحی کہتا ہے : بلاشبہ ابو ذؤیب ہذیل کا بہترین شاعر ہے - ابو عمرو بن العلاء کہتا ہے : سب سے زیادہ فصیح اللسان اور عربیت میں اعلیٰ وہ لوگ ہیں جو بلند مقامات کے رہنے والے ہیں اور یہ تین ہیں - یہ وہ پہاڑ ہیں جو تہامہ کے اوپر اس علاقے میں ہیں جو یمن سے متصل ہے چنانچہ سب سے پہلے ہُذَیل آتے ہیں اور یہ تہامہ کے میدانی علاقے کے پاس کے رہنے والے ہیں - پھر بَجِیلہ ہیں جو درمیانی بلندی کے رہنے والے ہیں اور اس علاقے کی دوسری جہت سے ثقیف ان کے شریک ہوتے ہیں پھر قبیلہ اَزْد یعنی ازدشنوء کی بلندی ہے اور یہ بنو الحٰرث بن کعب بن الحٰرث بن نضر بن الاَزْد کے لوگ ہیں - ابو عمرو کہتا ہے : فصیح ترین لوگ یا تو تمیم کے وہ لوگ ہیں جو بلند حصے کے رہنے والے ہیں یا وہ لوگ ہیں جو قیس کے نچلے حصے میں رہتے ہیں ــ ابوزید کہتا ہے: فصیح ترین لوگ یا تو وہ ہیں جو بلند علاقے کے نچلے حصے میں آباد ہیں یا وہ جو پست علاقے کے بلند مقامات کے رہنے والے ہیں ، اس کی مراد ہَوَازن کے پچھلے حصے سے ہے - وہ کہتا ہے : جب میں یہ کہوں کہ عربوں نے یوں کہا ہے [۳ : ۸۹] تو میں وہی بات کہوں گا جو میں نے ان سے سنی ہے ورنہ میں یہ نہ کہوں گا کہ عربوں نے یوں کہا ہے - بلند مقامات کے رہنے والے یہ لوگ ہیں : مدینے کے رہنے والے ، مدینے کے آس پاس کے ، ان کے متصل رہنے والے اور جو ان کے قرب و جوار میں ہیں - عربوں کے نزدیک

Marfat.com

ان کی زبان کوئی ایسی عمدہ نہیں ہے ۔ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ جاہلیت میں (قبائل) یمن کو شعر و شاعری میں فوقیت امرؤ القیس کی وجہ سے تھی اور اسلام میں حسان بن ثابت کی وجہ سے ۔ اور مُوَلّدین میں ابو نواس اور اس کے ساتھیوں مسلم بن الولید، ابوالشیص اور دِعْبل کی وجہ سے یہ سب کے سب (قبائل) یمن سے تھے اور ان کے بعد کے طبقے میں دو طائی شعرا کی وجہ سے یعنی ابو تمام اور بُحتُری کی وجہ سے ، اور شاعری کا خاتمہ ابو الطیب پر کیا جاتا ہے ۔ ابو الطیب یقیناً خاتم الشعرا ہے ، اس کا سلسلۂ نسب کندہ سے جا ملتا تھا اور ایک ضعیف روایت میں ہے کہ ابن جنّی کے بیان کے مطابق اس کی پیدائش کوفے میں بنی کندہ میں ہوئی ورنہ درحقیقت اس کی حسب و نسب کا لوگوں کو پتا نہ تھا ۔ چنانچہ کہا جاتا ہے شاعری قبیلۂ کندہ سے شروع ہوئی ۔ اس سے ان کی مراد امرؤ القیس سے ہے اور کندہ سے ختم ہوئی اور اس سے ان کی مراد ابو الطیب سے ہے ۔ بعض متاخرین کا خیال ہے کہ ابو الطیب جُعفی ہے مگر کچھ لوگ جن میں الصاحب[1] بن عباد بھی ہے کہتے ہیں : شاعری ایک شہزادے سے شروع ہوئی اور ایک شہزادے پر ختم ہوگئی ۔ ان کی اس سے مراد امرؤ القیس اور ابو فراس الحٰرث بن سعید بن حمدان سے ہے ۔ دیگر لوگ کہتے ہیں ایسی بات نہیں بلکہ شعر ربیعہ کی طرف واپس چلا گیا ، اور جس طرح ربیعہ سے شروع ہوا تھا اسی طرح انھی پر ختم ہوگیا ۔ ان کی مراد مہلہل اور ابو فراس سے ہے ۔ جس بات پر سب کا اجماع اور اتفاق ہے وہ یہ ہے کہ شہری شعرا میں حسان بن ثابت سب سے اعلیٰ شاعر ہے ۔ ابو عمرو بن العلاء کہتا ہے : شاعری ذوالرمّہ پر ختم ہوئی اور رجز رؤبہ بن العجاج پر ۔ یونس کا خیال

---

۱ ۔ الصاحب بن عباد : الصاحب اسماعیل بن عباد اُدبا اور شعرا کا مربی اور خود بھی ادیب اور فاضل آدمی تھا ۔ مؤید الدولہ اور فخرالدولہ کا وزیر تھا ۔ خاندان بُوَیہ کی حکومت ۳۲۰ھ سے ۴۴۷ھ تک رہی ۔

Marfat.com

ہے کہ عجاج رجز گو شعرا اور قصیدہ گو شعرا میں سب سے افضل ہے - یونس کہتا ہے : شاعری ایک کلام ہے اور جس کا کلام بہتر ہوگا وہی بہتر شاعر ہوگا اور عجاج[1] کی شاعری میں کوئی ایسی بات نہیں پائی جاتی جس سے کوئی یہ کہہ سکے کہ اگر فلاں الفاظ کی بجائے کوئی اور عبارت ہوتی تو بہتر ہوتا - لوگ بیان کرتے ہیں کہ اس نے وہ ارجوزہ[2] جس میں

قَدْ جَبَرَ الدِّيْنَ الْإِلٰهُ فَجَبَرْ

(اللہ نے دین کی اصلاح کی اور وہ اصلاح پذیر ہو گیا)

آتا ہے اور جس میں تقریباً دو سو اشعار ہیں لکھا ہے اور اس کا قافیہ مَوقوفہ[3] مُقَيَّدَہ ہے - فرمایا (اگر بجائے مقیّد ہونے کے [۳ : ۹۰] اس کے قافیے مطلق[4] ہوتے اور وزن بھی بعید ہو جاتا تو تمام کے تمام قافیے منصوب ہوتے -

---

۱ - عجاج کا اصلی نام عبداللہ بن رؤبہ بن لبید ہے - یہ بنی سعد بن زید مناۃ بن تمیم میں سے تھا اس کا عجاج لقب اس شعر کی وجہ سے پڑا :

حَتّٰى يَعِجَّ عِنْدَهَا مَنْ عَجْعَجَا

اور اس کی کنیت ابو الشعثاء ہے - عجاج نے ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ملاقات کی اور ان سے احادیث بھی روایت کی ہیں - عجاج کی وفات تقریباً ۹۰ھ میں ہوئی -

۲ - عجاج نے یہ ارجوزہ عمر بن عبید اللہ بن معمر کی مدح میں کہا تھا - عبدالملک نے عمر کو ابو فدیک حروری کے خلاف جنگ کرنے کے لیے روانہ کیا تھا -

۳ - موقوفہ اس لیے کہا کہ قافیہ پر وقف کیا گیا ہے اور مُقَيَّدہ اس قافیہ کو کہتے ہیں جس کا حرف رَوِی ساکن ہو -

۴ - قافیہ مطلقہ وہ ہوتا ہے جس کا حرف روی متحرک ہو اور روی کی حرکت کو مجریٰ کہتے ہیں - مگر یہاں یہ صورت ہو نہیں سکتی کیونکہ پھر تمام اشعار خارج از وزن ہو جاتے -

Marfat.com

ابو عبیدہ کہتا ہے : جب کوئی شاعر جنگ کرتا یا کسی سے گالی گلوچ کرتا یا کسی سے مفاخرت کرتا تو دو یا تین یا اسی قدر اشعار کہا کرتا تھا یہاں تک کہ عجاج آ گیا اور اس نے اسے لمبا کیا اور قصیدہ بنا دیا اس میں عشقیہ اشعار کہے اور کھنڈرات کا ذکر کیا اور سواریوں سے وہاں ٹھہرنے کی درخواست کی اور وہاں کی اشیا کی صفت بیان کی ، جوانی پر رویا اور اپنی سواری کی تعریف کی بعینہٖ اسی طرح جس طرح قصیدہ گو شعرا کرتے ہیں چنانچہ رجز گو شعرا میں اس کا وہی مقام ہے جو امرؤ القیس کا قصیدہ گو شعرا میں ہے -

ایک کسی اور شخص نے کہا ہے : جس شخص نے سب سے پہلے رجز کو لمبا کیا وہ اغلب عجلی ہے اور یہ قدیم شاعر ہے -

جُمَحِی^ اور دیگر مصنفین کا خیال ہے کہ اغلب عجلی نے سب سے پہلے رجز کہا مگر میرے نزدیک یہ درست نہیں ہے کیونکہ اغلب عجلی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے[1] زمانے میں گزرا ہے اور ہم دیکھتے ہیں کہ رجز اس سے بھی قدیم ہے -

ابو عبیدہ کہا کرتا تھا : شاعری کی ابتدا امرؤ القیس سے ہوئی اور ابن ہرمہ پر ختم ہوگئی - یہ وہ شخص ہے جس نے کہا کہ بہترین شاعر وہ ہے جس کے شعروں میں تُو گم ہو جائے - مجھے اس سے بہتر تنقید نہیں ملی ---

شعرائے عرب کا شاعری کو کمائی کا ذریعہ بنانے سے نفرت کرنا

عرب شاعری کو کمائی کا ذریعہ نہیں بنایا کرتے تھے - اگر کوئی شعر کہتا تو محض تفریح طبع کے لیے یا کسی کے احسان کا بدلہ دینے

---

۱ - اغلب عجلی جاہلی اور اسلامی رجز گو ہے اور مُعمّرین میں سے ہے - جاہلیت میں عرصۂ دراز تک عمر گزاری اور پھر مسلمان ہوا اور نیک مسلمان تھا - نہاوند کی جنگ میں شہید ہوا - آلوسی کا اعتراض درست معلوم نہیں ہوتا -

Marfat.com

کے لیے اس لیے کہ اس کے لیے اس کے احسان کا حق ادا کرنے کی استطاعت نہ تھی - صرف یہی ایک صورت تھی کہ احسان کی تعظیم کرتے ہوئے شکریہ ادا کرکے اس کا حق ادا کرے - امرؤالقیس بن حُجر مُعلّٰی کی قوم بنی تیم کی مدح کرتے ہوئے کہتا ہے :

أَقَرَّ حَشَى امْرِئِ الْقَيْسِ بْنِ حُجْرٍ
بَنُو تَيْمٍ مَصَابِيحُ الظَّلَامِ

بنو تیم نے جو تاریکی میں چراغوں کا کام دیتے ہیں امرؤالقیس کا اندرون جسم ٹھنڈا کر دیا ہے

یہ اس لیے کہ جب منذر بن ماء السماء نے امرؤالقیس کا تعاقب کیا تھا تو معلیٰ نے اسے پناہ دی تھی - امرؤالقیس کے اسی شعر کی وجہ سے بنو تیم کو مصابیح الظلام کہا گیا -

اسی نے سعد بن الضباب کے متعلق یوں کہا ہے :

سَأَجْزِيكَ الَّذِي دَافَعْتَ عَنِّي
وَمَا يَجْزِيكَ عَنِّي غَيْرُ شُكْرِي

جو مدافعت تو نے میری طرف سے کی ہے میں تجھے اس کی جزا دوں گا اور میرے شکریے کے سوا کوئی چیز تجھے اس کی جزا نہیں دے سکتی

چنانچہ اس نے اسے بتا دیا ہے کہ اس کا شکریہ ہی انتہائی جزا ہو سکتی ہے - پھر نابغہ ذبیانی نے آ کر بادشاہوں کی مدح کہی - اپنے اشعار پر انعام حاصل کیا ، اور نعمان بن المنذر کے سامنے جھکا - حالانکہ نابغہ نعمان سے اپنے قبیلے کے ان لوگوں کے ذریعے جو اس کے ارد گرد تھے اور غسان کے ان بادشاہوں کی وجہ سے جن کے پاس چل کر وہ گیا تھا [٣ : ٩١] نعمان سے بچ سکتا تھا - لہٰذا اس کی قدر و منزلت گر گئی - اس نے بہت سا مال کما لیا ، یہاں تک کہ بادشاہوں کے عطیوں کی وجہ سے اس کا کھانا اور پینا سونے اور چاندی کے پیالوں اور برتنوں

Marfat.com

میں تھا - زہیر بن سلمی نے ہرم بن سنان سے تھوڑا سا مال کمایا - پھر جب اعشیٰ آیا تو اس نے شاعری کو مال تجارت بنا دیا جس کی تجارت کے لیے ملک ملک کی سیر کرتا تھا - اس نے ایرانی بادشاہ تک کا قصد کیا ، اس نے اسے صلہ بھی دیا اور بڑے عطیے بخشے کیونکہ اس کو علم تھا کہ جو کچھ یہ کہتا ہے اس کی عربوں کے یہاں کیا قدر و قیمت ہے - لہٰذا انھی کی تقلید اس نے کی حالانکہ جب ایران کے بادشاہ کے سامنے اعشیٰ کے اشعار کی تشریح کی گئی تو اس نے انھیں پسند نہیں کیا بلکہ اس نے انھیں حقارت سے دیکھا ، اور برا جانا مگر عرب بادشاہوں کے طریقے پر چلتے ہوئے (اس نے اسے انعامات دیے) - اکثر علما کہتے ہیں کہ اعشیٰ پہلا شخص تھا جس نے اپنی شاعری کو ذریعۂ سوال بنایا حالانکہ ہمیں معلوم ہے کہ نابغہ اس سے عمر میں بڑا اور اس سے زیادہ قدیم شعر گو ہے - اس کے متعلق ہم بیان کر چکے ہیں کہ اس نے اپنی شاعری کو نعمان بن المنذر کے یہاں کمائی کا ذریعہ بنایا تھا ، مزید برآں یہ کہ اس میں ایک اور قبیح بات بھی تھی یعنی وہ دربان کو رشوت دیتا اور پوشیدہ طور پر ندیموں کے ساتھ مل کر یہ چال چلتا کہ وہ نابغہ کا ذکر نعمان کے پاس کرتے رہیں وغیرہ وغیرہ ـ بیان کیا جاتا ہے کہ ابو عمرو بن العلاء سے کسی نے پوچھا : نابغہ نے نعمان کے سامنے کیوں اظہار عجز کیا ؟ اس نے جواب دیا : نعمان کے عطیوں اور اصیل اونٹوں کے لالچ میں ـ رہا زہیر بن ابی سلمی تو‌وہ اس مقام تک نہیں پہنچا کہ وہ یہ معلوم کر سکے کہ ممدوح سے عطیے کیسے حاصل کیے جاتے ہیں - اس کی دلیل حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا وہ قول ہے جو انھوں نے زہیر کی بیٹی کو اس وقت فرمایا جب آپ نے اس سے پوچھا : جو دوشالے ہرم بن سنان نے تمھارے باپ کو دیے تھے وہ کہاں گئے - بیٹی نے جواب دیا : زمانے نے انھیں بوسیدہ کر دیا - حضرت عمر نے فرمایا : لیکن جو لباس تمھارے باپ نے ہرم کو پہنایا تھا اسے زمانے نے بوسیدہ نہیں کیا ـ حضرت عمرؓ نے ہرم بن سنان کے کسی بیٹے سے کہا : مجھے وہ اشعار سناؤ جو زہیر نے تمھارے بارے میں کہے تھے - اس نے

Marfat.com

سنائے۔ حضرت عمر نے فرمایا: تمھارے متعلق وہ کیا خوب کہتا تھا ــ اس نے جواب دیا : ہم بھی اسے کیا خوب عطیے دیا کرتے تھے ۔ حضرت عمر نے فرمایا : جو کچھ تم نے اسے دیا تھا وہ تو جاتا رہا ہے اور جو کچھ اس نے تمھیں دیا وہ باقی ہے ۔

اس کے بعد حُطَیئہ نے شاعری کے ذریعے سے خوب بھیک مانگی ، وہ اس ضمن میں دون ہمت ہو گیا یہاں تک کہ لوگ اس سے بغض رکھنے لگے ، اس کے گھرانے والے ذلیل ہو گئے ، رفتہ رفتہ یہاں تک نوبت پہنچی کہ کوئی شخص کسی سائل کو بھی کچھ نہ دیتا تھا اور کوئی ایسا شخص نہیں ملتا تھا جس سے سوال کیا جائے ۔ لیکن متقدمین میں اکثر شعرا کی طبیعت پر اس بات کا غلبہ تھا کہ وہ شاعری کو ذریعہ سوال بنانے سے نفرت کریں اور لوگوں کے مال و دولت پر بہت کم نگاہ رکھیں ، البتہ ایسے سوال میں کوئی حرج نہیں جس میں انسان کی عزت اور مروت پر کوئی حرف نہ آتا ہو ۔ مثلاً یہ کہ اچانک کوئی نادر واقعہ پیش آ جائے یا کوئی بڑی مہم آن پڑے ۔ اسی لیے تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ہے : شعروں کے چند بیت جنھیں کسی عرب نے بنانا سیکھ لیا ہو کیا خوب ہیں کہ انسان اپنی ضرورت سے پہلے انھیں پیش کر سکے ۔ کیا آپ نہیں دیکھتے کہ لبید بن ربیعہ کے پاس ولید بن عقبہ نے ایک سو اونٹ ذبح کرنے کے لیے بھیج دیے تھے اس لیے کہ باد صبا کے چلنے پر لبید کو ایک سو اونٹ ذبح کرنے کی عادت تھی اور اس وقت لبید بوڑھے اور مفلس ہو چکے تھے ، جب بھی باد صبا چلا کرتی تھی یہ لوگوں کو کھانا کھلایا کرتے تھے ۔ تو لبید نے اپنی بیٹی سے کہا : اس آدمی کا شکریہ ادا کرو کیونکہ میری قوت تو مجھے جواب دے چکی ہے یہ الگ بات ہے کہ میں شاعروں کا سا جواب دینے سے عاجز نہیں ہوں ۔

اس پر بیٹی نے کہا :

إِذَا هَبَّتْ رِيَاحُ أَبِيْ عَقِيْلٍ
دَعَوْنَا عِنْدَ هَبَّتِهَا الْوَلِيْدَا

جب ابو عقیل لبید کی ہوائیں چلنے لگتی ہیں تو اس وقت ہم ولید کو بلاتے ہیں

أَغَرُّ الْوَجْهِ أَبْيَضَ عَبْشَمِيًّا
أَعَانَ عَلَى مُرُوءَتِهِ لَبِيدًا

یہ بنی عبد شمش میں سے ہے ، اس کا چہرہ روشن اور چمکدار ہے اور اس نے لبید کی اس کی مروت کے معاملے میں مدد کی ہے

بِأَمْثَالِ الْهِضَابِ كَأَنَّ رَكْبًا
عَلَيْهَا مِنْ بَنِي حَامٍ قُعُودًا

(اس نے ہماری مدد) ٹیلوں کے طرح کے اونچے اونٹوں سے کی ہے ، یہ اونٹ یوں معلوم ہو رہے تھے (کہ نوح علیہ السلام کے بیٹے) حام کی اولاد کا قافلہ ان پر بیٹھا ہؤا ہے

أَبَا وَهْبٍ جَزَاكَ اللهُ خَيْرًا
نَحَرْنَاهَا وَأَطْعَمْنَا الثَّرِيدَا

اے ابو وہب ! خدا تمھیں جزائے خیر دے ہم نے انھیں ذبح کر کے (لوگوں کو) ثرید کھلایا ہے

فَعُدْ إِنَّ الْكَرِيمَ لَهُ مَعَادٌ
وَظَنِّي بِابْنِ أَرْوَى أَنْ يَعُودَا

آپ ایک بار پھر اسی طرح ہماری مدد کریں کیونکہ سخی بار بار ایسا کیا کرتا ہے اور ابن اروی کے متعلق مجھے یقین ہے کہ وہ پھر ایسا کرے گا

بیٹی نے یہ اشعار باپ کے سامنے پیش کیے تو لبید نے کہا : اگر تو نے اس سے دوبارہ دینے کی درخواست نہ کی ہوتی تو شعر عمدہ تھے -

کہتے ہیں : شروع شروع میں خطیب کے مقابلے میں شاعر کی زیادہ قدر و منزلت تھی - اس کی وجہ یہ تھی کہ اپنے کارناموں کو زندہ رکھنے

Marfat.com

مخالفین کا جواب دینے ، قبیلے کی حمایت کرنے اور دوسرے قبیلے کے شاعر سے ڈرنے کے وقت انھیں شاعر کی ضرورت ہؤا کرتی تھی چنانچہ دوسرے قبیلے کا شاعر ان پر حملہ نہ کرتا تھا اسے ڈر ہوتا تھا کہ ان کا شاعر اس کی ذات اور اس کے قبیلے پر حملہ کر دے گا - مگر جب شعرا نے شاعری کو کمائی کا ذریعہ اور وجہ معاش بنا لیا اور شاعری کی وجہ سے لوگوں کی عزتوں کے والی بن گئے اور ان کی توہین کرنے لگ گئے تو خطابت شاعری سے بلند مرتبہ ہو گئی — شعرا اسی طرز پر کاربند رہے یہاں تک کہ ان میں رذالت عام ہو گئی اور انھیں لوگوں کے مال کا چسکا پڑ گیا اور حرص و آز بڑھ گئی - جس کا نتیجہ یہ ہؤا کہ وہ لوگوں کے سامنے جھکے اور ذلت کے مقام پر آن ٹھہرے ماسوا اُن لوگوں کے جنھوں نے اپنے ذاتی وقار کو قائم رکھا اور اپنی قیمت کو پہچانا - انھوں نے مرتے دم تک دامن عزت کو پاک و صاف رکھا ، اور اس وقت تک اپنی آبرو کی محافظت کی ، جب تک ایسی اضطراری حالت سے دو چار نہیں ہو گئے ، جس میں مردار بھی حلال ہو جاتا ہے - رہے وہ لوگ جنھیں قوت لا یموت حاصل تھی تو ان کے لیے شاعری کو گدا گری کا ذریعہ بنانے کی کوئی وجہ جواز نہیں نکلتی -

Marfat.com

Marfat.com

الرجال

ا

ابن اسحٰق : ۱۴۲ ، ۱۶۲ ، ۱۷۰ ، ۲۱۲ ، ۵۴۷ ، ۵۸۵
نیز دیکھیں محمد بن اسحٰق
ابن ابی الاصبع : ۲۹۱
ابن الاعرابی : ۳۰۰ ، ۳۱۴ ، ۳۱۷ ، ۳۳۲ ، ۳۴۴ ، ۳۶۲ ، ۴۴۹ ، ۴۷۹ ، ۵۲۲
ابن الانباری : ۴۷۵
ابن بری : ۵۷۰
ابن التین : ۴۷
ابن جریج : ۵۴۱
ابن جریر (الطبری) : ۱۳۸ ، ۲۵۲ ، ۵۱۶ ، ۵۴۳
ابن جنی : ۳۵۴ ، ۶۱۴
ابن ابی حاتم : ۲۵۲
ابن حاجب : ۵۵۷
ابن حارثة الغطریف : ۳۰
ابن حجر : ۱۴۲ ، ۱۵۷ ، ۱۶۱ ، ۲۳۵ ، ۵۹۰
ابن ابی الحدید : ۲۹۴ ، ۲۹۵ ، ۲۹۶ ، ۳۰۶ ، ۳۳۹ ، ۳۴۸ ، ۴۱۱ ، ۴۱۲ ، ۴۲۷
ابن حزم : ۱۲۸
ابن الحارس : (دیکھیں عبید بن الحارس)
ابن حمام : (دیکھیں امرؤ القیس بن حمام)
ابن خروف : ۳۹۴
ابن خطیب الری : ۱۰۱
ابن ابی خلاس الکلبی : ۹۰
ابن خلکان : ۲۹۹
ابن درید : ۵۱ ، ۱۴۳ ، ۲۶۶ ، ۳۹۵
ابن ابی الدنیا : ۲۶۱
ابن ابی ربیعہ : ۳۶۱ (نیز دیکھیں عمر بن ابی ربیعہ)
ابن رشیق (القیروانی) : ۲۹ ، ۳۵ ، ۵۵ ، ۲۹۱ ، ۳۶۳ ، ۶۰۳
ابن السکیت : ۳۱۶ ، ۳۵۴ ، ۴۴۹ ، ۵۶۱
ابن سلام (الجمحی) : ۵۴ ، ۲۳۸ ، ۶۰۵ ، ۶۱۳ (نیز دیکھیں ابو عبداللہ محمد بن سلام)
ابن السید : ۶۱ ، ۲۹۰ ، ۲۹۹ ، ۴۰۰ ، ۴۰۲ ، ۵۶۹
ابن سید الناس : ۱۵۷ ، ۱۵۸
ابن سیدہ : ۴۲۷ ، ۴۲۸

ابن السیرافی : ۳۹۳
ابن شاہین : ۱۳۳ ، ۱۵۷
ابن شبرمہ : ۲۶۲
ابن الشجری : ۱۵ ، ۱۶
ابن شہاب : ۵۰۵
ابن طوق : (شعر میں) ۱۳۷
ابن عباس : ۷۵ ، ۸۱ ، ۹۶ ، ۱۷۵ ، ۱۸۰ ، ۲۳۲ ، ۲۶۰ ، ۵۱۳ ، ۵۱۴ ، ۵۱۵ ، ۵۱۷ ، ۵۲۵ ، ۵۲۷ ، ۵۳۵ ، ۵۷۸ ، ۵۸۰ ، ۵۸۷ ، ۵۹۸
ابن عبدالبر : ۳۹۵
ابن عطیہ : ۵۳۲
ابن عقیل : ۳۹۵
ابن عبدربہ : ۳۸۷ (نیز دیکھیں اندلسی)
ابن عفان : ۵۰۸
ابن عوف : ۵۰۸
ابن قتیبہ : ۱۶ ، ۲۲ ، ۲۳ ، ۵۸ ، ۱۲۹ ، ۱۳۱ ، ۱۷۸ ، ۱۸۸ ، ۱۹۲ ، ۲۰۳ ، ۲۳۸ ، ۲۶۶ ، ۲۶۸ ، ۲۷۲ ، ۲۷۵ ، ۳۲۸ ، ۳۲۹ ، ۳۹۹ ، ۵۱۵ ، ۵۷۰
ابن قیّم : ۹۵ ، ۱۰۷ ، ۳۵۱ ، ۵۷۹ ، ۵۸۱
ابن کثیر : ۲۱۲ نیز دیکھیں عماد الدین بن کثیر
ابن الکلبی : ۱۵ ، ۵۳ ، ۱۹۳ ، ۲۶۰ ، ۲۷۶ ، ۳۶۳ (نیز دیکھیں ہشام بن محمد بن السائب الکلبی اور الکلبی)
ابن کمال : ۱۲۹
ابن ماجشون : ۵۱۷
ابن مردویہ : ۵۸۷
ابن المستوفی : ۳۹۳
ابن مسعود : ۱۳۸ ، ۳۰۹ ، ۵۱۳ ، ۵۱۵
ابن المسیب : ۵۱۲ ، ۵۸۱
ابن مقبل : ۵۵۲ ، ۵۵۳
ابن مندہ : ۱۶۱
ابن ابی نجیح : ۲۶۰
ابن النحّاس : ۵۹۷
ابن ہبولۃ الغسانی : ۳۸۸ح
ابن ہرمہ : ۶۱۶
ابن ہشام : ۱۶۷ ، ۳۸۷
ابو اسحٰق الصابی : ۵۹۱
ابو الاسود : ۱۳۱ ، ۱۳۲
ابو ایاس البصری : ۵۵
ابو بصیر : (دیکھیں اعشٰی)
ابو بکر (دیکھیں ابن درید)
ابو بکر (رضی اللہ عنہ) : ۲۹ ، ۱۵۹ ، ۲۶۸ ، ۵۰۷ ، ۵۸۳ ، ۵۸۹
ابو بکر خسّلال : ۱۵۸

ابو بکر عاصم الوزیر : ۵۶۵ ح
ابو بکر (بن کلاب) : ۵۵
ابو بکر نقاش : ۵۲۶
ابو بکر الہذلی : ۱۷۹
ابو البلاد طہوی : ۳۷۲
ابو تمام : ۶۱۴
ابو جبلہ ایہم : ۳۳
ابو جعفر : ۵۷
ابو جعفر بن جریر : دیکھیں ابن جریر الطبری
ابو جہل بن ہشام : ۵۳
ابو حاتم السجستانی : ۱۶۰
ابو الحٰرث : دیکھیں عبدالمطلب
ابو حباب بن کعب بن وبرۃ : ۱۵
ابو حنیفہ (الدینوری) : ۱۹
ابو حیّان : ۵۲۲
ابو خراش ہذلی : ۴۱
ابو داؤد : ۹۴ ، ۳۰۲ ، ۵۴۴ ، ۵۸۱
ابو ذؤیب : ۴۵۶ ، ۶۱۳
ابو رجاء العطاردی : ۹۳
ابو زید : ۲۵۲ ، ۲۷۴ ، ۲۹۷ ، ۳۰۱ ، ۶۱۳
ابو سعید السکری : ۴۹۱ (نیز دیکھیں السکری اور ابو سعید الحسن بن الحسین السکری : ۶۱۰)
ابو سفیان بن حرب : ۵۳ ، ۱۵۶ ، ۱۹۰ ، ۱۹۱
ابو سلامہ (ابو بکر کا آزاد کردہ غلام) : ۵۰۷
ابو سُلمی (ابو زہیر) : ۶۱۲
ابو شمر الاصغر : دیکھیں عرو بن الحٰرث
ابو شمر: دیکھیں الحارث الاکبر
ابو الشیص : ۶۱۴
ابو صالح (راوی) : ۵۷ ، ۸۱ ، ۹۶
ابو طالب بن ہاشم : ۲۵۹ ، ۲۶۰ ، ۵۳۳
ابو الطیب : دیکھیں متنبی
ابو العباس ثعلب : ۴۷۷
ابو عبداللہ (دیکھیں احمد الامام)
ابو عبید البکری : ۴۷۹ ، ۴۹۷ ، ۴۹۹ ، ۵۰۶ ، ۵۶۶
ابو عبید القاسم بن سلام البغدادی: ۵۶۹
ابو عبیدہ (معمر بن مثنی) : ۳۲ ، ۵۴ ، ۵۵ ، ۲۳۲ ، ۲۵۳ ، ۲۹۰ ، ۲۹۱ ، ۳۰۱ ، ۳۰۶ ، ۳۱۶ ، ۳۸۶ ، ۳۸۷ ، ۴۰۳ ، ۴۳۰ ، ۴۳۸ ، ۴۳۹ ، ۴۸۲ ، ۴۸۵ ، ۴۸۷ ، ۴۸۹ ، ۵۱۳ ، ۵۱۶ ، ۶۱۶

Marfat.com

ابو عثمان نہدی : ۹۳
ابو العلاء (المعری) : ۳۶۹ ، ۵۶۳
ابو علی الفارسی : ۳۵۴
ابو عمر والزاہد : ۳۹۶
ابو عمرو بن العلاء : ۵۳ ، ۵۵ ، ۶۱ ، ۱۷۹ ، ۲۹۰ ، ۳۴۵ ، ۴۸۵ ، ۵۱۹ ، ۵۶۶ ، ۶۰۵ ، ۶۱۳ ، ۶۱۴ ، ۶۱۸
ابو العمیثل الطائی : ۳۱۳
ابو عوانہ : ۲۳۲
ابو عیسٰی : ۱۹۰
ابو فراس الحمدانی : (دیکھیں ابو فراس الحٰرث بن سعید الحمدانی)
ابو الفرج اصفہانی : ۱۳۲ ، ۳۰۳ ، ۴۳۵ ، ۴۷۴ ، ۵۷۶
ابو قتادہ : ۱۳۸
ابو قیس بن رفاعہ : ۳۲
ابو قیس بن صرمہ بن انس : ۲۰۴
ابو کبشہ و جز بن غالب : ۱۴۸
ابو کرب : دیکھیں تبع الاوسط
ابو الکلام آزاد : ۳۶۸ح
ابو مجلّز : ۲۵۱
ابو محلّم : ۳۳۴
ابو محمد بن حزم : (دیکھیں ابن حزم)
ابو المشمرج الیشکری : ۵۲۳
ابو معمر : ۱۳۷
ابو المنذر (دیکھیں ہشام بن محمد الکلبی)
ابو منصور : ۵۸۱
ابو موسٰی : ۱۵۷ ، ۳۹۵
ابو موسٰی اشعری : ۳۶۱
ابو النجم : ۳۰۹ ، ۳۳۲
ابو نواس : ۶۱۴
ابو ہریرہ : ۳۵۴ ، ۳۶۱ ، ۵۱۶
ابو یونس : ۲۳۲
ام سلمہ (رضی اللہ عنہا) : ۳۲۹
ام عطیہ : ۳۶۱
ام عمرو (گانے والی) : ۴۰
آدم : ۹۶ ، ۱۳۸ ، ۲۲۷ ، ۳۵۲ ، ۳۹۰ ، ۳۹۱
آکل المرار : دیکھیں حُجر
آمدی : ۱۱۵
آمنہ (بنت وہب) (ام النبی صلی اللہ علیہ وسلم) : ۱۴۸ ، ۲۱۰ ، ۲۴۶ ، ۵۲۶
ابراھیم علیہ السلام : ۶۴ ، ۱۰۰ ، ۱۱۸ ، ۱۲۳ ، ۱۲۴ ، ۱۲۵ ، ۱۲۷ ، ۱۲۸ ، ۱۶۱ ، ۱۶۲ ، ۱۶۴ ، ۱۷۰ ، ۱۷۱ ، ۱۷۳ ، ۱۷۴ ، ۱۸۱ ، ۲۰۴ ، ۲۱۸ ، ۲۴۵ ، ۲۴۶ ، ۲۴۸ ، ۲۵۳ ، ۵۱۰ ، ۵۱۶ ، ۵۱۷ ، ۵۳۱ ، ۵۳۵ ، ۵۸۲ ، ۵۸۴ ، ۵۹۲ ، ۶۰۱
ابراھیم (راوی) : ۱۳۷

Marfat.com

الابرش التنوخی الازدی : دیکھیں جذیمة الابرش
ابرهة الاشرم : ۲۸، ۹۴
ابرهة ذوالمنار بن الرائش : ۲۴
ابرهة بن الصباح : ۲۷
الابلق الاسدی : ۴۴۶ح
ابلیس : ۱۳۳، ۱۳۸، ۱۳۹
اثرم : ۵۸۱
الاجلح الدهری : ۴۴۶ح
احمد (صلی الله علیه وسلم) : ۲۰۸
احمد (الامام) : ۵۴۴، ۵۸۱، ۵۸۲
احنف بن قیس : ۵۸
الاخفش : دیکھیں علی بن سلیمان
ادریس : ۹۶
اذواء : ۲۹
ارباب بن رئاب : ۱۸۸
ارمیا بن برخیا : ۲۳۲
ازرقی : ۹۵
اساف : ۵۳۲
اساف بن یعلی : ۷۶
اسحٰق بن راهویه : ۵۸۱
اسد بن خزیمه : ۴۹۴
اسد بن خویلد : ۲۰۵
اسرائیل : ۲۲۰
اسعد ابو کرب الحمیری : ۱۹۲
الاسعر الجعفی : ۴۷۷
اسماء بنت ابی بکر : ۱۶۲
اسمٰعیل (علیه السلام) : ۶۹، ۷۴، ۷۵، ۷۶، ۷۸، ۱۵۰، ۱۶۲، ۱۸۱، ۲۴۵، ۲۴۷، ۲۵۲، ۵۱۰، ۵۳۱، ۵۳۷، ۵۸۲، ۵۹۲، ۶۰۱
اسمٰعیل بن ابی خالد - ۱۹۶
اسمٰعیل (بن هبة الله الموصلی) : ۱۳، ۱۶، ۳۲۴، ۴۹۴
اشعث بن قیس : ۵۵، ۲۶۱
اصرم بن عوف : ۴۳۹
اصفهانی دیکھیں ابوالفرج الاصفهانی
اصمعی : ۵۳، ۶۱، ۷۱، ۱۷۴، ۲۷۰، ۲۷۸، ۲۸۰، ۲۸۹، ۳۳۵، ۴۰۳، ۴۶۲، ۵۴۰، ۵۹۸، ۶۱۳
اعشیٰ : ۹، ۲۱، ۲۸۴، ۳۰۷، ۳۹۶، ۴۰۰، ۴۱۲، ۴۳۲، ۴۳۴، ۴۳۵، ۴۳۶، ۴۳۷، ۴۳۸، ۴۳۹، ۵۵۵، ۶۱۱، ۶۱۸
اعمش : ۱۳۷
اغر : ۴۵ نیز دیکھیں ثعلبه بن عکابه
اغسطس : ۴۶، ۵۸۲
اغلب العجلی : ۶۰۵، ۶۱۶
افریقیس بن ابرهه : ۲۴

Marfat.com

افوہ اودی : ۳۴۹
اقرع بن حابس : ۱۳۱ ، ۱۳۲ ، ۱۳۳ ، ۱۵۶
اقرن بن شمریر عش : ۲۵
اقلب (بن اصرم) : ۳۳۹
اکثم بن جون : ۵۱۶
امرؤ القیس بن حمام : ۶۱۰
امرؤ القیس بن ربیعہ : ملاحظہ ہو مہلہل بن ربیعہ
امرؤ القیس (الشاعر) : ۲۷ ، ۵۵ ، ۶۰ ، ۸۶ ، ۱۳۹ ، ۳۳۲ ، ۳۳۸ ، ۳۴۹ ، ۳۸۲ ، ۳۸۶ ، ۳۹۱ ، ۳۹۳ ، ۳۹۴ ، ۵۴۹ ، ۵۷۶ ، ۶۰۵ ، ۶۱۰ ، ۶۱۱ ، ۶۱۴ ، ۶۱۶ ، ۶۱۷
امرؤ القیس بن عمرو بن عدی : ۳۵
امیمہ (والدہ تأبط شراً) : ۳۸۲
امیہ بن ابی الصلت : ۱۷۴ ، ۱۷۶ ، ۱۷۸ ، ۱۸۰ ، ۱۸۱ ، ۱۸۸ ، ۲۰۵ ، ۲۷۶
امیہ بن عبد شمس : ۲۰۵
امیہ (بن قلع بن عباد بن قلمس) : ۵۸۵
انعم بن عمر المرادی : ۷۶
اہتم بن سنان بن خالد : ۳۸۹
اوس بن حجر : ۱۷ ، ۵۱۹ ، ۶۱۲ ، ۶۱۳
اوس بن کلام : ۱۹۸
ایاس بن قبیصہ : ۳۷
ایوب (عدی بن زید کا پردادا) : ۱۹۷

ب

بحتری : ۶۱۴
بحیرا راهب : ۱۸۸
بخاری : ۱۷۳ ، ۳۰۷ ، ۳۹۵ ، ۳۹۶ ، ۵۸۰
بخت نصر : ۲۳۲
بدر بن عمرو بن لوذان : ۵۵
برد بن مہلا ییل بن قینان : ۹۶
ابوالحسن برہان الدین البقاعی : ۲۱۸
بسطام بن قیس (ذی الجدین) : ۵۵
بشار بن برد : ۱۳۹ ، ۳۳۴
بشر بن ابی خازم : ۳۱۶ ، ۳۲۴ ، ۳۶۹
بشر بن الفضل : ۳۹
بشیر بن الجحیر الایادی : ۱۹۵
بغوی : ۱۶۱
بکیر بن محمد : ۵۸۱
بلال بن رباح : ۳۷ ، ۲۱۶
بلقیس : ۲۵ ، (شعر میں) ۲۶ ، ۱۳۳ ، ۱۳۵ ، ۱۳۶ ، ۳۹۰ ، ۳۹۱

Marfat.com

بہرانی : ۳۷۵
بیضاوی : ۱۶۵
بیہقی : ۳۸۸

ت

تأبط شراً : ۳۷۲ ، ۳۷۳ ، ۳۸۰ ، ۳۸۲ ، ۳۸۳ ، ۴۹۰
تبع : ۷۷ ، ۱۵۱
تبع الاصغر : دیکھیں تبع بن حسّان
تبع الاوسط : دیکھیں تبع بن کلیکرب
تبع بن حسّان : ۲۷ ، ۱۴۹ ، ۱۵۰ ، ۱۵۱
تبع بن کلیکرب : ۲۵ ، ۳۴ ، ۱۵۱ ، ۱۹۳
تمیم بن ابی بن مقبل : دیکھیں ابن مقبل
توبة بن الحمیر : ۳۰۴
تیم اللات : ۹۷

ث

ثابت بن جابر بن سفیان : دیکھیں تأبط شراً
ثعابی : ۳۶۷
ثعلبہ بن عکابہ : ۵۴
ثعلبہ بن عمرو بن عامر : ۳۰

ج

جابر بن عبداللہ : ۴۵۴
الجاحظ : ۹۵ ، ۱۶۰ ، ۳۶۴ ، ۳۶۵ ، ۳۷۵ ، ۳۹۰ ، ۳۹۲ ، ۴۷۴ ، ۴۷۵
جارود بن عبداللہ : ۱۵۷ ، ۱۵۸
جبریل : ۲۲۰
جبلہ بن ایہم : ۳۳
جذع بن سنان : ۳۰ ، ۳۱ ، ۳۹۷ ، ۴۰۱ ، ۴۰۲
جذیمة الوضاح / جذیمة الابرش : ۳۱ ، ۳۵ ، ۳۷ ، ۳۸ ، ۳۹ ، ۴۱ ، ۴۲ ، ۴۳ ، ۴۴ ، ۳۶۴
جران العود : ۴۲۷ ، ۴۲۸
جرباء : ۲۷۰
جریر (الشاعر) : ۱۰۸ ، ۱۴۲ ، ۳۶۰ ، ۴۳۳ ، ۴۳۴ ، ۴۵۵ ، ۴۸۱
جریر (بن عبداللہ) البجلی : ۲۹ ، ۸۶ ، ۴۳۵
جریر بن عبدالمسیح : دیکھیں المتلمس
جَزْء بن ضرار : دیکھیں مزرد بن ضرار
جساس بن مرہ : ۵۰۵
جصّاص : ۵۷۸

Marfat.com

جعفر بن علبه الحارثی : ٣٦٧ح ، ٣٧٣ح
جعفر (بن کلاب) : ٥٥ ، ٣٦٠
جمحی : ٥٥ ، ٦١٦ (نیز دیکھیں ابن سلام اور ابو عبداللہ محمد بن سلام)
جمیل (شاعر) : ٣٢٣
ابو ثمامہ جنادہ (بن عوف بن امیہ بن قلع بن عباد بن قلمس) : ٥٨٥ ، ٥٨٦ ، ٥٨٧
جہنام (تابع فرو بن قطن) : ٣٣٣
جوہری : ٣٨٦ ، ٣٩٥ ، ٥٧٠

ح

حاتم الطائی : ٥١
حاجب بن زرارہ : ١٣١
الحٰرث : ٥٧
الحارث الاصغر : ٣٣
الحارث الاعرج : (دیکھیں الحارث بن ابی شمر)
الحارث الاکبر (دیکھیں الحارث بن عمرو بن محرق)
الحارث الرائش : ٢٣ ، ٢٣
الحٰرث الغسانی : دیکھیں الحارث بن عمرو
الحٰرث بن حلزہ : ٦٠٥ ، ٦١١
الحٰرث بن سعد : ٥٦
ابو فراس الحٰرث بن سعید بن حمدان : ٦١٣
الحٰرث بن سفیان الصاردی : ٣٨٧
الحٰرث بن ابی شمر : ٣١ ، ٣٣ ، ٤٨
الحٰرث بن ظالم المری : ٥٣
الحارث بن عمرو بن حجر : ٢٧ ، ١٤٩ ، ١٥٠
الحارث بن عمرو بن محرق : ٣١ ، ٣٥
الحٰرث بن عمرو بن معاویہ الکندی : ٣٨٨ح
الحٰرث بن کعب : ١٩٨
حاکم : ٢٣٢ ، ٥٢١
حباحب : ١٥
حجاج (متنخل ہذلی کا بیٹا) : ٣٨٠
حجاج بن یوسف : ٩٩
حُجر : ٣٢
حجر (امرؤ القیس کا باپ) : ٩٣
حجر (بن نعمان) : ٣٣
حذیفہ بن بدر : ٥٣
حُذَیفہ بن فقیم بن عامر : دیکھیں القلمس
حربیہ بن الاشیم الفقعسی : ٢٩٣ ، ٢٩٣

Marfat.com

حرملہ : دیکھیں مرقش اصغر
حسّان (اخو عمرو بن تبع) : ۲۷
حسّان بن اسعد بن ابی کرب : ۳۶۵
حسّان بن ثابت : ۱۰۸ ، ۴۳۱ ، ۴۸۵ ، ۶۱۳ ، ۶۱۴
حسّان عمرو بن تبع : ۲۷ ، ۱۹۳
حسن بن علی بن ابی طالب : ۱۵۴
حسین بن علیؓ : ۱۵۴
ابو عبداللہ الحسین بن محمد بن جعفر الخالع : ۲۹۵ ، ۲۹۶ ، ۳۲۶ ، ۳۳۸ ، ۳۳۹ ، ۳۵۴
حصن : دیکھیں ثعلبہ بن عکابہ
حصین بن ضمضم : ۲۳۰
حطیئہ : ۶۱۲ ، ۶۱۹
حلمہ بن اسد : ۴۹۱
حماد (عدی بن زید کا دادا) : ۱۹۸
حمزہ بن عبد المطلب : ۶۰۸
حمید بن ثور : ۳۰۵ ، ۴۲۵
حمید بن ہلال : ۴۲۰
حمیدی : ۵۲۰
حمیر (بن سبا) : ۲۲
حنظلہ بن صفوان : ۲۳۲ ، ۲۳۳ ، ۲۳۴
حوشب دیکھیں ذوظلیم
حیّان بن الحکم (دیکھیں فرّار السلمی)

خ

خالد (علیہ السلام) : ۱۳ ، ۱۴
خالد بن ارطاۃ : ۱۴۲
خالد بن جعفر بن کلاب : ۲۷
خالد بن سنان بن غیث العبسی : ۲۳۱ ، ۲۳۲ ، ۲۳۵
خالد بن الولید : ۸۱ ، ۸۲ ، ۹۷ ، ۹۸
خالع : دیکھیں ابو عبداللہ الحسین بن محمد بن جعفر
خداش (بن زہیر) : ۲۶۰ ، ۶۱۲
خدیجہؓ : ۲۱۲ ، ۲۱۹ ، ۲۲۰
خرنق (بنت ھفان) : ۴۶۴
خزاعی : (دیکھیں عمرو بن لحی)
خزاعی بن نہم : ۹۰
خزیمہ بن مدرکہ بن الیاس بن مضر : ۸۳ ، ۲۳۶
خطّاب : ۱۷۱
خطّابی : ۴۵۵ ، ۵۰۰ ، ۵۰۵ ، ۵۰۶
خنساء : ۴۷۱
خوارزمی : ۴۶۴
خولہ (زوجۂ عبید بن الحمارس) : ۴۰۶
خیوان : ۷۶

Marfat.com

د

داؤد (علیہ السلام) : ۱۸۶
داؤدی : ۴۲
دختنوس : ۱۳۲
دراہ بن الازد : ۳۰
دعبل : ۶۱۳
دمیری : ۲۳۳ ، ۳۸۵ ، ۳۸۷ ، ۳۹۱
دودان : ۳۹۳
دینوری : دیکھیں ابو حنیفہ الدینوری

ذ

ذات القرطین : دیکھیں ماریہ بنت ظالم
ذہبی : ۱۵۷ ، ۱۶۳
ذوالا ذعار : دیکھیں العبد بن ابرہہ
ذوالاصبع العدوانی : ۳۰۳
ذوتبع : ۱۳۷
ذوثعلبان : ۲۹
ذوجدن : ۲۸
ذوالجدین : ۵۵ (نیز دیکھیں قیس)
ذُوْرُ عَیْن : ۷۷
ذوالرمۃ : ۳۵۸ ، ۴۲۸ ، ۵۶۳ ، ۶۱۳
ذو زہران : ۲۹
ذوالشناتر : ۲۸
ذو ظلیم : ۲۹
ذو عثکلان : ۲۹
ذوالفقار (تلوار) : ۸۷
ذوالقرنین (شعر میں) : ۲۶ ، ۳۹۱ ، ۵۸۲
ذوالکلاع الاصغر : ۲۹
ذوالکلاع الاکبر : ۲۹
ذو مکارب : ۲۹
ذو مناخ : ۲۹
ذونواس : ۷۷
ذونواس : ۲۸ نیز دیکھیں صاحب الاخدود
ذو والآکال : ۳۶

ر

الرائش : دیکھیں الحارث الرائش
راجز : ۳۱۳ ، ۴۳۵
رأس البغل : ۵۹
راشد بن عبداللہ السلامی : ۸۳
راعتہ المعزی : ۱۳
راغب : ۵۲۷
رباب (زوجہ عبید بن الحمارس) : ۴۰۶
رباح بن عجلہ (عراف الیمامہ) : ۴۳۶ ح

الربیع بن زیاد العبسی : ۵۴
ربیعہ (والد زہیر) دیکھیں ابوسلمیٰ
ربیعہ بن سفیان : دیکھیں مرقش اصغر
ربیعہ بن عامر بن صعصعہ : ۵۵
ربیعہ بن عبد شمس : ۱۸۱
رسوب : ۷۸
رُشید بن رُمَیض : ۹۱
رُشید بن سُوَید : ۱۸۴
رقاد بن زیاد : ۴۲۴
رقاش بنت مالک : ۳۸ ، ۳۹
رقیہ بنت عبد شمس : ۱۸۱
رؤبہ بن العجاج : ۲۹۰ ، ۳۰۶ ، ۳۴۹ ، ۶۱۴
روح بن زنباع : ۱۱۵ ح
الریاصی : ۵۱
ریان : ۵۲۳

ز

زاہر بن سیار بن اسعد ، ۴۳۹
زباء : ۴۲ ، ۴۳ ، ۴۴ ، ۴۵
زبیر | ۱۴۲ ، ۱۸۱ ، ۲۱۲ ، ۲۱۵ ،
زبیر بن بکار | ۲۳۸
زبیر بن عبد المطلب : ۶۰۸ ، ۶۰۹
زبیر بن عوام : ۲۴۴
زجاج : ۵۱۱ ، ۵۱۴ ، ۵۱۶
الزجاجی : ۴۰۲
زرارہ بن عدس : ۱۴۱ ، ۱۴۲
زکریا (علیہ السلام) : ۵۸۰
زمخشری : ۲۳۳
زہری : ۵۳۱
زہیر (بن ابی سُلمیٰ) : ۲۲۹ ، ۲۳۰ ، ۲۵۱ ، ۳۴۶ ، ۳۶۱ ، ۴۶۵ ، ۴۷۰ ، ۶۰۵ ، ۶۱۱ ، ۶۱۳ ، ۶۱۸
زہیر (بن علس) : دیکھیں مسیب بن العلس
زوزنی : ۲۳۰ ، ۲۳۱ ، ۴۹۴
زیاد الاعجم : ۲۹۷ ، ۶۰۶
زیدالفوارس (ابن حصین الضبی) : ۵۵
زیداللّات : ۷۹
زید مناۃ : ۷۸
زید بن اسلم : ۵۱۷
زید بن ایوب : ۱۹۸
زید (بن حمّاد) : ۱۹۸ ، ۱۹۹ ، ۲۰۰
زید بن عدی بن زید : ۲۰۰ ، ۲۰۱ ، ۲۰۲ ، ۲۰۳
زید بن عمرو بن نفیل : ۸۰ ، ۱۶۱ ، ۱۶۲ ، ۱۶۴ ، ۱۷۰ ، ۱۷۱ ، ۱۷۳ ، ۱۷۴ ، ۱۸۸ ، ۲۱۹ ، ۵۲۷
زید بن کثوہ : ۳۳۲

Marfat.com

س

سبا (بن یشجب) : ۲۲
سُحَیم : ۵۰۱ ، ۵۰۲
سحیم عبد بن الحسحاس : ۳۲۸
سحیم بن وثیل الیربوعی : ۵۳۶ ح
سدی : ۵۳۱ ، ۵۳۳
سعد (رضی اللہ عنہ) : ۵۸۰
سعد بن الضباب : ۶۱۷
سعد بن عبادہ : ۱۹۱
سعد بن مالک : ۶۱۱
سعد بن معاذ : ۱۹۱
سعدی : ۳۹۳
سعید بن جبیر : ۵۸۱
سعید بن زید (بن عمرو) : ۱۶۲ ، ۱۶۳
سعید بن المسیب : دیکھیں ابن المسیب
سکری : ۳۰۱ نیز دیکھیں ابوسعید السکری
سلیح : ۳۰ ، ۳۰۲
سلیمان (علیہ السلام) : ۲۵ ، ۱۳۳ ، ۱۳۶ ، ۱۳۷ ، ۱۸۶
سلیمان بن عبد الملک : ۳۸۹
سلیمان بن فلیح : ۳۲۷
سُلیمٰی (زوجۂ عمرو بن قمیئہ) : ۵۵۲
سمیر بن الحارث الضبی : ۳۹۲ ، ۳۹۳
سُمَیَّہ : ۳۳۷
سنقناق (تابع بشار بن برد) : ۳۳۳
سہیلی : ۲۱۸ ، ۳۹۱ ، ۳۹۶ ، ۵۸۹
سودہ بنت زہرہ بن کلاب : ۵۲۵ ، ۵۲۶
سوید بن عامر المصطلقی : ۱۹۱
سوید بن عدی الطائی : ۲۶۷
سیار بن عمرو بن جابر : ۵۵ ، ۳۸۷
سیف بن ذویزن : ۲۸ ، ۲۰۵ ، ۲۰۶ ، ۲۰۷ ، ۲۰۸ ، ۲۰۹ ، ۲۱۰ ، ۲۱۱

ش

الشافعی : ۵۰۶ ، ۵۱۶ ، ۵۷۸
شاہان مرد : ۱۹۹
شبل بن معبد : ۵۳
شداد بن الاسود بن عبد شمس : ۷۰
شرحبیل بن عوسجہ : ۳۳۹
شرقی بن قطامی : ۳۰۶ ، ۳۱۰ ، ۳۱۱
شظاظ (اللص) : ۳۶۷ ح
شعبہ : ۱۳۷

شماخ بن ضرار : ۵۳ ، ۲۹۷ ، ۲۹۸ ، ۶۱۲
شمر بن افریقیس : ۲۵
شمر دل : ۲۴۴
شنفری : ۲۹۰
شہاب بن اصرم : ۲۳۹
شہرستانی : ۱۱۰ ، ۲۹۷
شیبہ (بن ربیعہ) : ۱۸۱

ص

صاحب الاخدود : دیکھیں ذونواس
الصاحب بن عباد : ۶۱۴
صالح بن کیسان : ۵۳۱
صدیق اکبر دیکھیں ابوبکرؓ
صعب بن جثامہ : ۵۰۷
صعصعہ بن ناجیہ (فرزدق کا دادا) : ۵۲۸ ، ۵۳۰
صفوان بن امیہ بن محرب الکنانی : ۲۶۶
الصمہ بن عبد اللہ القشیری : ۳۴۰ ح

ض

ضُبیع : ۲۳۹
ضحاک : ۵۸۷

ط

طاؤوس : ۲۶۰ ، ۲۶۱
طبرانی : ۵۳۰
طبری : ۳۰۷
طرفہ : ۲۳۸ ، ۲۷۳ ، ۳۱۸ ، ۴۵۸ ، ۵۶۲ ، ۶۱۱
طریف بن تمیم العنبری : ۵۵
طفیل بن عمرو الدوسی : ۸۹

ظ

ظالم بن اسعد : ۹۷

ع

عائشہ (رضی اللہ عنہا) : ۲۶۸
عامر (راوی) ۲۳۹
عامر بن الحارث الجرہمی : ۲۴۰
عامر بن ربیعہ : ۱۶۲
عامر بن الطفیل : ۵۳ ، ۵۵
عامر بن الظرب العدوانی : ۲۲۶ ، ۲۲۷ ، ۲۶۴
عامر (بن عوف) : ۹۷
عبّاد (بن القلمس) : ۵۸۵
عبّاس بن مرداس : ۲۵۳ ، ۲۶۸ ، ۵۰۳
العبد بن ابرہہ : ۲۴
عبدان : ۱۵۷
عبدالرحمٰن (ابن اخ الاصمعی) : ۳۲۵
ابوالقاسم عبدالرحمٰن السعدی : ۲۶۱

عبدالرزاق : ۵۱۷
عبد شمس بن عبد مناف : ۵۵
عبد شمس (دیکھیں سبا بن یشجب)
عبدالطابخہ بن تغلب بن وبرہ : ۲۲۷
عبدالعزی بن ابی قیس العامری : ۲۵۹
عبدالعزی بن کعب : ۷۹
عبد کلال بن مثوب : ۲۷
عبداللہ (والد رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم) : ۲۳۶، ۵۳۱، ۵۳۲، ۵۳۳، ۵۳۵، ۵۳۶، ۵۳۷ (نیز دیکھیں عبداللہ بن عبدالمطلب)
عبداللہ القضاعی : ۲۳۵
عبداللہ بن جدعان : ۲۰۵
عبداللہ بن جعفر : ۳۲۷
عبداللہ بن ابی ربیعہ بن عوف الثقفی : ۱۷۳ (نیز دیکھیں امیہ ابی الصلت)
عبداللہ بن الزبعری : ۶۰۷، ۶۰۸
عبداللہ بن الزبیر الاسدی : ۳۲۰
عبداللہ بن عامر : ۵۸
عبداللہ بن عبدالمطلب : ۵۲۶
عبداللہ بن عمر : ۳۲۲، ۳۵۵
عبدالمطلب بن ہاشم : ۱۶۲، ۲۰۵، ۲۰۶، ۲۰۷، ۲۰۹، ۲۱۱، ۲۳۹، ۲۳۰، ۲۴۱، ۵۲۶، ۵۳۱، ۵۳۲، ۵۳۳، ۵۳۴، ۵۳۵، ۵۳۶، ۵۳۷
عبدالملک بن مروان : ۹۹
عبد مناف : ۲۳۳
عبد مناة : ۷۸
عبد وُد (بن عوف) : ۹۷
عبد یغوث بن وقاص الحارثی : ۳۷۳، ۳۷۵
عبید : ۹۲
عبید بن ابرص : ۲۳۶، ۲۳۸، ۳۰۳
عبید بن ایوب (ابوالمضراب) العنبری : ۱۳۰، ۳۷۶، ۳۷۸، ۳۷۹، ۳۸۰، ۳۹۱
عبید بن جحش : ۱۶۳
عبید بن الحمارس : ۳۰۶، ۳۰۸، ۳۰۹، ۳۱۱
عتیبہ بن الحارث بن شہاب : ۵۵
عتبہ بن ربیعہ : ۵۳، ۱۸۱، ۶۰۸
عتبی : ۵۱
عثمان (رضی اللہ عنہ) : ۹۹، ۲۶۸
عثمان بن الحویرث : ۱۹۳

Marfat.com

عثمان بن مظعون : ۲۷۰

عجاج : ۶۰۵ ، ۶۱۵ ، ۶۱۶

عجلان (ضرب المثل میں) : ۲۹۱

عدی بن ربیعہ : ۶۰۹ نیز دیکھیں مہلہل بن ربیعہ

عدی بن زید عبادی : ۱۵۲ ، ۱۹۷ ، ۱۹۹ ، ۲۰۰ ، ۲۰۱

عدی بن نصر : ۳۸

عرابہ بن اوس الانصاری : ۵۱ ، ۴۹۷

عروہ (ابو خراش ہذلی کا بھائی) : ۴۱

عروہ بن حزام : ۴۴۵

عروہ بن زید الازدی : ۴۴۶ ح

عروہ بن شبہ : ۱۴

عروہ بن الورد : ۳۱۰ ، ۳۱۲

عزّی : ۸۱

عسقلانی : دیکھیں ابن حجر العسقلانی

عسکری : ۱۶

عصام (شعر میں) : ۴۸۳

عصام بن شہبر ۴۸۴ ، ۴۸۵

عفراء : ۴۴۵ ح

عفیف بن معدیکرب الکندی : ۲۶۱

عقیل بن علّفہ : ۲۷۰ ، ۲۷۱

عقیل (بن فالج) : ۴۰ ، ۴۱

عکبری : ۲۳۴

عکرمہ : ۱۸۰ ، ۲۳۲

علّاف بن شہاب التمیمی : ۲۲۸

علقمہ بن عبدۃ : ۲۳۸ ، ۴۴۳ ح

علکم (غلام کا نام) : ۳۰۱

علی (رضی اللہ عنہ) : ۷۸ ، ۱۵۴ ، ۳۴۸ ، ۵۰۱ ، ۵۰۲

ابوالحسن علی بن احمد سخاوی : ۵۶۳

علی بن السکن : ۱۵۷

علی بن سلیمان الاخفش : ۵۵

ابوالحسن علی بن محمد الہمدانی : ۵۵۶

علیاء بن ارقم : ۳۷۱ ح

علیاء بن الحرث : ۴۹۳

عماد الدین ابن کثیر : ۴۷

عمر (رضی اللہ عنہ) : ۳۴ ، ۱۵۲ ، ۲۶۱ ، ۳۸۸ ، ۳۸۹ ، ۳۹۱ ، ۴۲۰ ، ۴۹۶ ، ۵۰۷ ، ۶۰۴ ، ۶۱۸ ، ۶۱۹

عمر بن ہلال : ۴۳۸

عمرو : دیکھیں ہاشم بن عبد مناف

عمرو : ۵۴

عمرو (شیطان سخبل) : ۴۳۲

عمرو (بن اسد) : ۴۹۱

عمرو بن بحر ابو عثمان : دیکھیں الجاحظ

Marfat.com

عمرو بن تبع : ۲۷
عمرو بن جموح : ۸۷ ، ۸۸
عمرو بن الحارث : ۳۳
عمرو بن حزم : ۱۵۴ ، ۱۵۵
عمرو بن ربیعہ : ۵۷ نیز دیکھیں عمرو بن لحی
عمرو بن زید المتمنی : ۲۹۶
عمرو بن الظرب بن حسّان : ۴۲
عمرو بن عامر : ۳۰ ، ۱۵۰ دیکھیں مزیقیاء
عمرو بن عتبہ بن ابی سفیان : ۵۶۹
عمرو بن عبّداء الکلبی : ۵۶۸
عمرو بن عدی : ۳۵ ، ۳۷ ، ۳۹ ، ۴۰ ، ۴۱ ، ۴۲ ، ۴۴ ، ۴۵ ، ۴۶
عمرو بن عمرو بن عدس : ۵۵
عمرو بن قمیئہ : ۵۴۹ ، ۵۵۲ ، ۶۱۱
عمرو بن کلثوم : ۴۰ ، ۴۳۳ ، ۶۱۱
عمرو بن لحی : ۶۲ ، ۷۵ ، ۷۷ ، ۸۲ ، ۹۷ ، ۹۸ ، ۵۱۰ ، ۵۱۶ ، ۵۱۷ ، ۵۸۳ ، ۶۰۱
عمرو بن مالک : ۳۰
عمرو بن معد یکرب : ۵۵ ، ۲۵۳
عمرو بن المنذر : دیکھیں عمرو بن ہند
عمرو (بن نعمان) : ۳۳
عمرو بن ہند : ۳۷ ، ۲۷۳
عمرو بن یربوع : ۳۶۹ ، ۳۷۱ ، ۳۹۰
عملس بن عقیل بن علفہ : ۲۷۰
عمیر بن جندب : ۱۹۶
عُمَیر بن ضُبیعہ : ۴۰۲
عمیر بن قیس : ۵۸۷
عنترہ : ۶۱ ، ۱۷۴ ، ۳۵۶
عوف (بن امیہ بن قلع بن عباد بن قلمس) : ۵۸۵
عوف بن سعد : دیکھیں مرقش اکبر
عوف بن عذرہ بن زید اللات : ۹۷
عویمر نبہانی : ۲۸۷ ، ۲۹۷
عیاض (قاضی) : ۳۹۱
عیسیٰ (علیہ السلام) : ۲۷ ، ۶۹ ، ۱۲۹ ، ۱۸۸ ، ۲۱۹ ، ۲۳۲ ، ۲۳۴ ، ۲۴۷
عیسیٰ بن عمرو : ۲۷۸
عیینہ بن حصن : ۵۳ ، ۱۴۲

غ

غالب (فرزدق کا باپ) : ۵۰۱ ، ۵۰۲
غالب بن القطان : ۴۹
غنوی : ۵۵۹
غیلان بن عمرو : ۱۵۶

Marfat.com

ف

فارح دیکھیں فالح
فاطمہ (رضی اللہ عنہا) : ۱۵۴
فاکہی : ۱۶۲ ، ۲۶۰ ، ۲۶۱
فالح (ندمائی جذیمہ کا باپ) : ۴۰
فخر الدین رازی : ۳۶۸ح
فدکی بن المنقری : ۵۵
فراء : ۶۱
فرار السلمی : ۴۶۸
فراس : دیکھیں اقرع بن حابس
فرافصہ : ۱۴۲
فرزدق : ۱۸ ، ۱۴۳ ، ۳۶۳ ، ۴۸۷ ، ۴۸۹ ، ۵۰۱ ، ۵۲۸ ، ۵۳۱ ، ۶۰۶ ، ۶۰۷ ، ۶۱۱
فروخ ماہان : ۱۹۸ ، ۱۹۹
فریدون : ۱۳۸
الفضل بن عبدالصمد : ۵۸۱
فطیمہ (زوجۂ اصرم) : ۴۳۹
فقیم بن ثعلبہ : ۵۸۶

ق

قابوس : } ۹۹
قابوس بن منذر بن ماء السماء : } ۹۹
قابیل : ۹۵ ، ۱۳۸
قاضی الافاضل : ۲۳۵
قالی : ۲۷۵ ، ۵۰۲ (نیز دیکھیں ابو علی القالی)
قباد : ۱۱۶
قتادۃ الفقیہ : ۴۳۹ ، ۵۱۱ ، ۵۴۱
قتیبہ : ۴۸۹
قراد بن حنش الصاردی : ۴۸۶ ، ۴۸۷
قزوینی : ۲۳۳ ، ۳۸۹
قس بن ساعدہ : ۱۱۵ح ، ۱۵۷ ، ۱۵۸ ، ۱۶۰ ، ۱۶۱
قصل : ۱۹۶ ، ۱۹۷
قصی بن کلاب : ۱۰ ، ۳۱ ، ۲۴۴ ، ۲۴۵
قصیر : } ۳۳ ، ۴۴ ، ۴۵ ، ۴۶
قصیر بن سعد بن عمرو } ۳۳ ، ۴۴ ، ۴۵ ، ۴۶
قطامی : ۱۶
قطن بن عوف بن اصرم : ۵۸
قلس (بت) : ۷۸
قلع (ابن عباد بن قلمس) : ۵۸۵
قلمّس : ۵۸۵ ، ۵۸۷
قمر البطحاء : دیکھیں عبد مناف
قیس : ۲۶۶
قیس بن زہیر : ۲۰۸
قیس بن عاصم : ۵۱ ، ۲۶۵ ، ۲۶۹ ، ۵۲۴

Marfat.com

قیس المجنون : دیکھیں قیس بن الملوح
قیس بن معدیکرب : ۴۳۶ ، ۴۳۷
قیس بن الملوّح : ۳۰۵
قیصر : ۳۴۸

ک

کاہل (بن اسد) : ۴۹۱
کُشَیّر : ۳۲۳ ، ۳۲۶ ، ۳۲۷
کسریٰ : ۲۸ ، ۱۲۹ ، ۱۴۲ ، ۱۹۹ ، ۲۰۰ ، ۲۰۱ ، ۲۰۲ ، ۲۰۳
کعب (بن زہیر) : ۳۸۶ ، ۳۸۸ ، ۶۱۱
کعب بن سعد غنوی : ۴۲۹
کعب بن لؤی بن غالب : ۲۳۸
کلاب : ۵۵
کلاب بن مرہ : ۵۹۸
کلبی : ۱۳ ، ۷۵ ، ۴۹۱ ، ۵۸۶ (نیز دیکھیں ابن الکلبی)
کلیب وائل : / کلیب بن ربیعہ } ۵۳ ، ۵۰۲ ، ۵۰۳ ، ۵۰۴ ، ۵۰۵
کلیکرب : ۲۵
کمیت : ۱۶ ، ۱۷ ، ۳۱۷ ، ۳۲۰ ، ۳۶۳ ، ۴۲۵ ، ۴۲۸ ، ۴۲۹

ل

لُبید : (گدھ کا نام) : ۲۳
لبید بن ربیعہ : ۴۵۹ ، ۴۶۰ ، ۵۴۷ ، ۵۴۹ ، ۶۱۹ ، ۶۲۰
لحیّی بن حارثہ الازدی (ابو خزاعہ): ۷۵
لحیانی : ۴۴۵
لخیعہ ینوف : ۲۸ (نیز دیکھیں ذوالشناتر)
لقمان : / لقمان بن عاد : } ۲۳ ، ۲۴ ، ۵۶۲ح
لقیط بن زرارہ : ۲۵۴

م

ماء السماء : دیکھیں عامر
ماریہ بنت ظالم : ۳۱
مالک (بن اسد) : ۴۹۳
مالک (بن انس) (امام) : ۵۸۱
مالک بن حارثہ : ۹۷ ، ۹۸
مالک بن حریم الدالانی : ۴۲۱ ، ۴۲۲
مالک بن الریب : ۲۹۵ ، ۴۶۶ ، ۴۶۷ ، ۵۶۲ح
مالک (بن فالح) : ۴۰ ، ۴۱
مالک (بن النعمان) : ۳۰
مالک بن عوف : ۱۵۶

Marfat.com

مالک بن فہم (جذیمۃ الابرش کا باپ) : ۳۱
مالک بن فہم بن غنم : ۳۴ ، ۳۵
مالک بن نویرہ : ۴۱ ، ۵۵۹ ، ۵۷۲
مامون (خلیفہ) : ۲۷۳
ماوردی : ۵۹ ، ۱۴۱ ، ۱۸۹ ، ۲۰۵ ، ۲۳۸ ، ۵۰۶ ، ۵۳۱
المتلمس بن امیہ الکنانی : ۲۲۸
المتلمس : ۶۱۱
متمم بن نویرہ : ۴۱ ، ۵۵۹ ، ۵۷۲
متنبی : ۳۶۶ ، ۶۱۴
المتنخل : ۳۷۸ح ، ۳۸۰
مجاہد : ۵۱۲
مجمّع : (دیکھیں قصی بن کلاب)
محرّق : (دیکھیں الحرث بن عمرو)
محرّق: (دیکھیں عمرو بن ہند)
محمد صلی اللہ علیہ وسلم : ۶۹ ، ۱۲۸ ، ۱۵۵ ، ۱۵۶ ، ۱۵۸ ، ۲۱۰ ، ۲۱۲ ، ۲۳۲ ، ۲۳۴ ، ۲۴۵ ، ۲۴۶ ، ۲۴۷
(جمال الدین) محمد بن ابراہیم الوطواط الکتبی الورّاق : ۵۶۳ح
محمد بن اسحاق : ۵۱۲ ، ۵۱۳ ، ۵۱۵ ، (نیز دیکھیں ابن اسحٰق)
محمد بن جعفر : ۱۳۷
محمد بن حبیب : ۱۷۵
محمد بن زکریا الرازی : ۱۳۳
(ابو عبداللہ) محمد بن سلام الجمحی : ۶۰۹
(بدر الدین) محمد بن عبداللہ الشبلی الحنفی الشامی : ۳۹۴
مخبّل : ۳۳۲
مخذم (تلوار کا نام) : ۸۷
السید المرتضٰی : ۱۹۱ ، ۵۲۲
مرثد بن عبد کلال : ۲۷
مرداس (والد عباس) : ۲۵۳
مرزبانی : ۱۶۰
مرقش اصغر : ۶۱۱
مرقش الاکبر : ۶۱۱
مریم علیہا السلام : ۱۵۸ ، ۵۸۰
مزدک : ۱۱۶ ، ۱۲۹
مزرّد (ابن ضرار) : ۶۱۲
مزید : (دیکھیں مرثد بن عبد کلال)
مزیقیاء : ۳۰ ، ۱۵۰ (نیز دیکھیں عمرو بن عامر)
مسحل (شیطان اعشٰی) : ۳۳۲ ، ۳۳۴

مسحل بن اثاثہ : ۳۳۸
مسدّد : ۹۳
مسروق : ۲۸
مسعودی : ۳۶ ، ۳۰۱ ، ۳۰۲
مسلم (رسام) : ۵۳۳
مسلم الخزاعی : ۱۹۱
مسلم بن الولید : ۶۱۳
مسمع (راوی) : ۳۳۹
المسیب بن علس : ۶۱۱
مسیلمہ کذّاب : ۹۳
معاذ بن جبل : ۸۷
معاذ بن عمرو : ۸۷
معاویہ بن ابی سفیان : ۲۹ ، ۵۱ ، ۵۳ ، ۵۶۹
معبد بن سعنة التغلبی : ۵۰۳
المعتصم : ۹۹
معد : ۲۷
معد بن عدنان : ۱۵۷
معدیکرب : ۷۷
معقل بن ضرار دیکھیں (شماخ بن ضرار)
معلّی : ۶۱۷
مغلس فقعسی : ۳۰۳
مغیرہ (بن قصی) دیکھیں عبد مناف
مغیرہ بن شعبہ : ۷۹ ، ۱۵۶
مغیرہ بن عبداللہ بن عمرو بن مخزوم : ۵۳۳
مغیرہ بن المہلب : ۲۹۷
مکّاء : ۲۷۳
ممزّق عبدی : ۳۲۱
منخّل ہذلی : ۳۶۲
المنذر (بن الاعرج) : ۳۳
المنذر الاصغر : دیکھیں المنذر بن المنذر
منذر اکبر : ۳۲ نیز دیکھیں منذر بن ماء السماء
منذر بن امرؤالقیس : ۳۷ ، ۲۳۸ ، نیز دیکھیں منذر بن ماء السماء
منذر بن ماء السماء : ۳۳ ، ۳۷ ، ۱۹۹ ، ۲۰۰ ، ۲۰۱ ، ۶۱۷
المنذر بن المنذر : ۳۷
منصور النمری : ۳۶۶ح
مہلب بن ابی صفرہ : ۲۹۹
مہلہل بن ربیعہ : ۵۰۳ ، ۶۰۵ ، ۶۰۹ ، ۶۱۰ ، ۶۱۱
موسیٰ علیہ السلام : ۱۵۱ ، ۱۸۶ ، ۲۱۲ ، ۲۱۹ ، ۲۳۳ ، ۲۳۷
موصلی : دیکھیں اسمعیل الموصلی
میدانی : ۳۶۳ ، ۵۰۳ ، ۵۱۸ ، ۵۲۲ ، ۵۲۳
میسرہ (ضرب المثل میں) : ۲۹۱
میمون بن قیس : دیکھیں اعشیٰ

Marfat.com

ن

نائلہ : ٦٧ ، ٥٣٢
نابغہ (جعدی) : ٦١١
نابغہ ذبیانی : ١٦ ، ٢٣ ، ٣٣ ، ٣٧ ، ٥٥ ، ٢٨٦ ، ٢٨٨ ، ٢٨٩ ، ٣٣٣ ، ٣٣٥ ، ٣٦٢ ، ٣٨٢ ، ٣٨٣ ، ٣٨٥ ، ٥٦٥ ، ٥٦٦ ، ٦١٣ ، ٦١٧ ، ٦١٨
ناشر بن عمرو بن یعفر : ٢٥
نصیب : ٣٢٧
نضر بن شمیل : ٢٨٦ ، ٢٨٧
نضر بن کنانہ : ٢٧
نعمان الاکبر : ٣٥ ، ١٩٨ ، ١٩٩
نعمان لخمی : ٣٢
نعمان بن امرؤ القیس : ٣٥ (نیز دیکھیں نعمان الاکبر)
نعمان بن الحارث : ٣٣
نعمان بن سہل الحزّانی : ٣٢٠
نعمان بن عمرو بن مالک : ٣٠
نعمان بن منذر : ٣٧ ، ٢٠٠ ، ٢٠١ ، ٢٠٢ ، ٢٠٣ ، ٢٣٨ ، ٣٨٣ ، ٣٨٥ ، ٥٢٣ ، ٦١٧ ، ٦١٨
نعمان (بن نعمان) : ٣٣
نعمہ بنت ثعلبہ العدویہ : ١٩٩
نہشل بن حرّی : ٢٨٢
نوح (علیہ السلام) : ٧٧ ، ٩٦ ، ٩٧ ، ١٠٢ ، ١٨٦ ، ٣٨٥ ، ٣٢٧ ، ٣٢٩

ھ

ھابیل : ١٣٨
ھاروت و ماروت : ٣٩٠ ، ٣٩١
ھاشم بن عبد مناف : ٦٠٥
ہذلی : ٩٧ ٣ (نیز دیکھیں متنخل ہذلی)
ہذیل بن مدرکہ بن الیاس بن مضر: ٣٩٦
ھرم بن سنان المری : ٣٧٠ ، ٦١٨
ھریرۃ : ٣٣٧
ھشام ابن الکلبی : دیکھیں ابن الکلبی
ھنّی (عمر رض کا آزاد کردہ غلام): ٥٠٧
ھیثم بن عدی : ٣١٠ ، ٥٢٢

و

وائل : دیکھیں کلیب بن ربیعہ
وکیع : ٣٨٩
ولید بن عقبہ : ٦١٩
ولید بن یزید : ٣٢٣
وھب بن عبد قضی : ٢٣١

Marfat.com

وهب (والد آمنہ والدہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم) : ۵۲۶
وهب بن عبد مناف : ۱۴۸

ی

یحییٰ بن بشر : ۹۹
یذکر : ۹۱
یزید بن جابر : ۳۹۵
یزید بن رومان : ۵۳۱
یزید بن ضرار (دیکھیں مزرد بن ضرار)
یزید بن مزید الشیبانی) : ۳۶۶
یزید بن مسهر (ابو ثابت الشیبانی): ۴۳۷ ، ۴۳۹
یشجب (بن قحطان) : ۲۲
یعرب بن قحطان : ۲۲
یعلی بن مہدی : ۲۳۲
یقدم : ۹۱
یکسوم : ۲۸
یمامہ : ۲۶ (نیز دیکھیں جوالیمامہ)
یوسف (علیہ السلام) : ۱۸۶
یوسف بن عبدالملک : ۵۸۴
یونس (نحوی) : ۶۱ ، ۲۹۰ ، ۶۱۴ ، ۶۱۵
یونس بن عبید الجری : ۳۰۶

Marfat.com

شہروں ، قبیلوں اور کتابوں کے نام

ا

آراء العرب : ۲۹۵
آکام المرجان فی احکام الجان : ۱۳٧ ، ۳۹۴ ، ۴۲۰ ، ۴۳۳
آل بدر : ۴٦۹
آل زبرقان بن بدر : ۵۵
آل عدی : ۱۹٧
آل عمرو بن الظرب : ۵۵
آل عمرو بن یربوع : ۵۵
آل قلام : ۱۹۸
آل نعمان بن جساس : ۵۵
ابکار الافکار : ۱۱۵
ابیات المعانی : ۱٦ ، ۴۹۹
اُحُد : ۱۵۰ ، ۱٦۳
احمس : ۸٦
اخشبین : ۱۰
الاحکام السلطانیہ : ۵۹ ، ۵۰٦
ادب الکاتب : ٦۱ ، ۴۲۸ ، ۵٦۹
ازد : ۳۰ ، ۳۱ ، ۴۰۲ ، ٦۱۳
ازد سراۃ : ۹۰
ازد شنوءۃ : ٦۱۳
اسد : ۲۲۹
استیعاب : ۱٦۱
اسرار اللغۃ : ۴٧
اسکندریہ : ۴٦
اصابہ : ۱۴۲ ، ۱۵٧ ، ۱٦۱ ، ۱٧۵ ، ۱۸۲
اصفہان : ۹۹
اصلاح المنطق : ۴۴۹
اطراف البر : ۴۲ ، ۳٦۵
اعلام النبوۃ : ۱۴۱ ، ۱۸۹ ، ۲۰۵ ، ۲۳۹ ، ۵۳۱
اغاثۃ اللہفان : ۹۵
اغانی : ۱٧٦ ، ۱۸۱ ، ۱۹٧ ، ۴٧۵
افریقیہ : ۲۴
امالی ابن الشجری : ۱۵
امالی قالی : ۴٧۵
امالی مرتضیٰ : ۱۹۱
امریکہ : ۲٧٦
انبار : ۳۴ ، ۴۲ ، ۳٦۵
انجیل : ۱۵۸
اوس : ۳۱ ، ٧۸ ، ۸۲
ایاد : ۱۵٧ ، ۱۹۴
ایران : ۲۰۱ ، ٦۱۸

ب

باہلہ : ۸٦
بجیلہ : ۸٦ ، ٦۱۳

Marfat.com

بحرین : ۲۷۳

بخارا : ۱۳۸

البدایه والنهایه : ۳۷

بدر (جنگ) : ۷۰ ، ۱۶۳ ، ۱۸۱

بذل النصح والشفقه للتعریف بصحبة السیّد ورقه : ۲۱۸

البشیر (اخبار) : ۲۸۶

بصره : ۵۳

بطحاء مکه : ۲۴۵ ، ۳۹۵

بطن نخله : ۸۱

بقّه : ۳۲ ، ۳۶۵

بکر بن وائل : ۹۱ ، ۵۲۳

بلجیم : ۲۷۶

بلخع : ۷۶

بلقاء : ۷۵ ، ۱۶۴ ، ۱۷۲

بنو ازد : ۸۹ ، ۹۳

بنو اسد : ۳۶۹ ، ۳۹۱

بنو اسرائیل : ۲۴۷

بنو اسمٰعیل : ۷۵

بنو امرؤ القیس : ۱۹۸

بنو ایاد : ۳۸

بنو ایوب : ۱۹۸

بنو بدر : ۵۵

بنو بهدله بن عوف بن کعب : ۵۵

بنو تغلب : ۱۵۲

بنو تمیم : ۳۷ ، ۵۴ ، ۵۵ ، ۱۳۱ ، ۱۴۷ ، ۳۸۹ ، ۵۰۱ ، ۵۲۳ ، ۶۱۲ ، ۶۱۳

بنو تیم : ۵۵ ، ۶۱۷

بنو تیم اللات : ۳۶

بنو ثعلب بن اسعد بن همام : ۳۳۹

بنو ثعلبه بن عکابه : ۵۴

بنو ثعلبه بن یربوع : ۵۵

بنو ثقیف : ۷۸ ، ۷۹ ، ۸۲

بنو الحٰرث
بنو الحٰرث بن کعب } ۸۹ ، ۹۴ ، ۱۵۱ ، ۶۱۳

بنو حنظله
بنو حنظله بن مالک } ۵۴ ، ۵۵ ، ۲۵۴

بنو خثعم : ۱۸۹

بنو خولان : ۹۲

بنو دارم : ۵۴ ، ۵۵

بنو راعنة المیعزّی : ۱۴

بنو رباب : ۵۵

بنو ریاح بن یربوع : ۵۵

بنو ربیعه : ۳۶ ، ۵۴ ، ۵۵ ، ۶۰۹

بنو ریاح : ۵۰۲

بنو زبید : ۵۵ ، ۳۵۳

بنو زراره : ۵۵

بنو زهره : ۵۲۵ ، ۵۲۶

Marfat.com

بنو سعد : ۵۴ ، ۵۵
بنو سعد بن قیس بن ثعلبہ : ۴۳۸، ۴۳۹
بنو السعلاۃ : ۳۷۱
بنو سلمہ : ۸۷ ، ۸۸
بنو سلیم : ۵۴ ، ۸۰
بنو سیار : ۴۳۸ ، ۴۳۹
بنو شیبان : ۵۴ ، ۵۵ ، ۸۰ ، ۲۰۲ ، ۲۷۴
بنو صعصعہ : ۲۵۲
بنو ضبہ : ۵۵
بنو ضرار بن عمرو الردیم : ۵۵
بنو عامر : ۵۴ ، ۹۸
بنو عامر بن صعصعہ : ۲۵۳ : ۲۵۴
بنو عبدالقیس : ۶۰۶
بنو عبداللہ بن دارم : ۵۵
بنو عبداللہ بن غطفان : ۶۱۲
بنو عبس : ۱۲ ، ۱۴ ، ۲۳۲ ، ۲۵۴ ، ۳۰۸ (نیز دیکھیں عبس)
بنو عدنان : ۶۰۱
بنو عدی بن عبد مناۃ : ۵۵
بنو عذرہ : ۵۶ ، ۹۸ ، ۲۸۶
بنو عمرو بن تمیم : ۵۵
بنو العنبر : ۱۴۳
بنو غطفان : ۵۴ ، ۵۵
بنو غنی : ۵۵
بنو فراس بن کنانہ : ۵۸۷
بنو فزارہ : ۵۴ ، ۵۵ ، ۴۶۹ ، ۴۸۷
بنو فہم : ۳۸۲
بنو قصی : ۶۰۷
بنو قضاعہ : ۵۶ ، ۱۵۲
بنو قیس : ۳۶ ، ۵۵ ، ۴۳۸ ، ۶۱۱
بنو القین : ۴۰
بنو کاہل : ۴۹۳
بنو کعب : ۵۱۷
بنو کلب : ۵۶۹
بنو کلیب : ۲۵۰
بنو کنانہ : ۱۵۱ ، ۵۸۶
بنو کندہ : ۵۵ ، ۱۵۱ ، ۴۹۱ ، ۵۲۳ ، ۶۱۴
بنو کہف بن سعد : ۴۳۸
بنو لأم : ۴۶۹
بنو لحیان : ۶۷
بنو مالک : ۸۶
بنو مخزوم : ۵۳۳
بنو مدلج : ۵۱۷
بنو مروان : ۴۳۹
بنو ملکان : ۵۵ ، ۸۶
بنو ملیح : ۸۵
بنو منہب بن دوس : ۸۹
بنو نجار : ۲۰۴

بنو نزار : ۵۵
بنو نضر : ۱۵٦
بنو هاشم : ۲۵۸ ، ۲۵۹
بنو ہلال (بن عامر بن صعصعہ) : ۵۸
بنو یربوع : ۵۳ ، ۵۵
البیان والتبیین : ۱٦۰ ، ۳٦۳ ، ۳۷۳
بیت الحرام : ۱۵۰ ، ۲۵۲
بیت اللہ : ۲۳۸ ، ۲۵۵
بیت المقدس : ۱۴۳

ت

تاریخ مکہ : ۹۵
تبابعہ : ۷۳ ، ٦۰۱
تبالۃ : ۸٦
تبع : ۷۷
تثلیث : (شعر میں) : ۲۵۳
تفسیر (روح المعانی) : ۵۷۸
تفضیل الازمنہ : ۵۸۴
تہامہ : ۹۷ ، ۲۰۸ ، ٦۱۳
توراۃ : ۱۵۱
تیم اللہ : ۵۴

ث

ثبل : ۲۰۷
ثعلبہ : ۳٦
ثقیف : ٦۱۳
ثمود : ٦۰۰

ج

جامع : ۵۸۱
جبابرہ : ٦۰۱
جبلہ (جنگ) : ۲۵۴
جدہ : ۹۷
جدیس : ۲٦ ، ۳٦۵ ، ٦۰۰
جدیلہ : ۹۲
جذام : ٦۲ ، ۸۹ ، ۳۹۱
جرش : ۷٦
جرہم : ۳۰ ، ۷۵ ، ۷٦ ، ۱۹۴ ، ۱۹۵ ، ۳۹۰ ، ۳۹۱
جزیرہ : ۳٦ ، ۱۷۲
جزیرۃ العرب (کتاب) : ۳۴
جہینہ : ۱۹٦
جوّ : ۳٦۵ (نیز دیکھیں یمامہ)

ح

حبشہ : ۲۸ ، ۳٦ ، ۹۳ ، ۲۰۵
حجاز : ۲۳۲ ، ۳۷٦
حجر : ۲۴۱
حجون : ۵۲۵
حراء : ۱٦۲ ، ۲۳۰
حران : ۱۱۸
حرۃ اشجع : ۲۳۲

Marfat.com

حرم : ٢٤٤ ، ٢٥٣ ، ٢٥٤ ، ٢٥٥ ، ٢٦٠
حزوره : ١٩٤
حضر موت : ٤٣٦
حفيّه : ٣٤
حلبانيه : ١٣٠
حمس : ٢٥٣ ، ٢٥٤ ، ٢٥٧
حمص : ٢٩
حمير : ٢٨ ، ٤٨ ، ٧٦ ، ٧٧ ، ٢٤٠ ، ٤٩١
حنين : ١٤٢
حواشى گازرونى : ١٦٤
حياة الحيوان : ٢٣٣
حيره ٣٤ ، ٣٧ ، ٤٢ ، ١٣٠ ، ١٩٧ ، ١٩٨ ، ١٩٩ ، ٢٠٠ ، ٢٥٧ ، ٣٦٤ ، ٣٦٥ ، ٤٨٤

خ

خثعم : ٨٦
خراسان : ٥٨
خزاعه : ٣١ ، ٧٥ ، ٧٦ ، ٧٨ ، ٨٥ ، ٢٥٣ ، ٥٣٨
خزرج : ٣١ ، ٧٨ ، ٨٢
خورنق : ٣٥
خيبر : ١٥١
خيوان : ٧٦

د

درر : ٥٢٢
دلائل النبوة : ٣٨٨
دومته الجندل : ٥٧
دوس : ٨٦
ديصانيه : ١٣٢
ديوان (اميه بن ابى الصلت) : ١٨٢
ديوان شماخ : ٤٩٨

ذ

ذات عرق : ٧٩
ذبيان : ٢٢٩
ذہل : ٥٤
ذوالخلصه : ٥٧٦
ذوقار : ٢٠٢ ، ٢٠٣
ذيل الامالى : ٢٩٩ ، ٥٠٢

ر

ربذه : ٥٠٧
ربيعه : ٢٧ ، ٥١ ، ٥٣ ، ٧٨ ، ١٤٩ ، ١٥١ ، ١٥٢ ، ٤٦٠ ، ٥٨٥ ، ٦١٤
رس : ٢٣٢ ، ٢٣٣ ، ٢٣٤
رسالته لا بن كمال : ١٢٩
رسالة (محمد بن زكريا الرازى فى
ردالآخرة : ١٣٣

Marfat.com

رهاط : ۷۶
روس : ۲۷۶
الروض الانف : ۵۸۹

ز

زمزم : ۸۳ ، ۲۳۰
زند : ۱۱۶ ، ۱۲۹

س

ساباط : ۲۰۳
سبا : ۳۹۰ ، ۶۰۰
سجستان : ۱۳۸
سرف : ۵۰۷
السر المکتوم فی مخاطبة النجوم : ۱۰۱
سُقام : ۷۹
سماوة : ۳۰۶ ، ۵۰۱
سمر قند : ۲۵
سندھ : ۹۹
سنن (ابی داؤد) : ۳۹ ، ۳۵۳ ، ۵۰۰
سواد : ۲۰۱ ، ۲۰۲
سیرۃ (بنویه) : ۵۸۵
سیرۃ حلبیه : ۵۲۶
سیرۃ ابن سید الناس : ۱۵۷
سیل العرم : ۶۰۱

ش

شام : ۳۰ ، ۳۱ ، ۳۳ ، ۳۰ ، ۳۶ ، ۷۵ ، ۱۶۳ ، ۱۷۲ ، ۱۷۳ ، ۳۰۲ ، ۳۰۳ ، ۳۸۳ ، ۳۹۶
شرح ابیات الجمل : ۳۰۲
شرح ابیات سیبویه : ۳۹۳
شرح ادب الکاتب : ۲۹۰
شرح امالی : ۳۹۷ ، ۳۹۹
شرح بانت سعاد : ۳۸۷
شرح دیوان محمد بن حبیب : ۱۷۵
شرح زوزنی : ۲۳۱
شرح سنن ابی داؤد : ۵۰۰ ، ۵۰۵
شرح شواهد ادب الکاتب : ۶۱
شرح المفضلیات : ۳۷۵
شرح المقاصد : ۱۱۶
شرح مقامات : ۲۳۳
شرح نهج البلاغه : ۳۱۱ ، ۳۲۷
شرح نوادر القالی : ۳۷۹
شیبان : ۵۳

ص

صحاح : ۱۲۹ ، ۳۹۹ ، ۵۲۰ ، ۵۶۱ ، ۵۶۳
صحیح بخاری : ۱۷۳ ، ۳۵۳ ، ۵۲۷

Marfat.com

صحیح مسلم : ۱۷۴ ، ۴۶۱
صحیحین : ۲۴۷ ، ۴۶۱
صفین : ۲۹
صناعة الکتاب : ۵۹۷
صنعاء : ۷۶ ، ۷۷ ، ۹۴ ، ۹۹ ، ۱۴۴
صوأر : ۵۰۱

ظ

طائف : ۷۸ ، ۷۹ ، ۱۴۲ ، ۱۸۲ ، ۶۰۹
طبریه : ۵۹
طبقات الشعرا : ۱۷۸ ، ۶۰۹
الطرق الحکیمه : ۵۷۹
طسم : ۳۹۵ ، ۶۰۰
طوس : ۱۳۸
طی : ۷۸ ، ۹۲ ، ۹۳ ، ۱۴۹ ، ۲۷۴ ، ۴۶۹

ع

عاد : ۶۰۰
عامله : ۸۹
عباد : ۱۵۲
عبد قیس : ۱۵۸
العبقری الحسان : ۲۹۴
عدنان : ۶۰۰
عراق : ۳۱ ، ۳۴ ، ۴۲ ، ۷۵ ، ۷۷ ، ۳۶۵ ، ۴۳۹
عرفه
عرفات : ۱۰ ، ۶۹ ، ۲۵۳ ، ۲۵۴ ، ۲۵۷ ، ۴۸۹
عقبه : ۸۷
العقد الفرید : ۴۸۷
عک : ۳۰
عکاظ : ۴۸ ، ۱۵۹ ، ۱۶۰ ، ۴۲۱ ، ۴۲۳
عمالیق : ۴۲ ، ۷۴
عمان : ۳۱
العمده : ۲۹ ، ۳۵ ، ۵۵ ، ۳۶۳ ، ۶۰۳
عنزه : ۹۰ ، ۹۱
عین التمر : ۳۴ ، ۴۲ ، ۳۶۵
عین محلم (جنگ) : ۴۳۸

غ

غبغب : ۸۰
غریب الحدیث : ۳۰۶
غسّان : ۳۰ ، ۱۵۰ ، ۱۵۲ ، ۴۰۲ ، ۶۱۷
غطفان : ۵۳ ، ۸۹ ، ۲۲۹
غمدان (محل) : ۲۰۵
غُمیر : ۳۴

Marfat.com

ف

فارس : ۳۶ ، ۵۸ ، ۶۱ ، ۲۰۲
فتح الباری : ۳۰۶ ، ۳۹۵ ، ۵۷۳ ، ۵۹۰
فرات (دریا) : ۳۳
فرانس : ۲۷۶
فرغانه : ۹۹
فلسطین : ۲۳۲

ق

قاموس : ۳۷ ، ۹۳ ، ۱۲۹ ، ۱۹۶ ، ۳۳۵ ، ۵۱۲ ، ۵۶۰ ، ۵۶۳ ، ۵۸۹
ابو قبیس : ۱۹۰
قحطان : ۳۰۲ ، ۶۰۰
قدید : ۷۸
قرآن : ۲۳ ، ۷۳ ، ۷۳ ، ۷۷ ، ۷۸ ، ۹۷ ، ۱۰۷ ، ۱۳۳ ، ۲۵۷ ، ۳۳۶ ، ۳۵۵ ، ۵۳۸ ، ۵۷۸ ، ۵۹۱
قریش : ۷۶ ، ۷۹ ، ۸۰ ، ۸۱ ، ۸۲ ، ۱۲۰ ، ۱۳۲ ، ۱۳۸ ، ۱۶۲ ، ۱۶۲ ، ۱۶۳ ، ۱۷۱ ، ۱۸۱ ، ۲۰۵ ، ۲۱۱ ، ۲۱۸ ، ۲۳۸ ، ۲۳۱ ، ۲۳۳ ، ۲۳۵ ، ۲۵۰ ، ۲۵۳ ، ۲۵۵ ، ۲۵۷ ، ۵۲۵ ، ۵۳۳ ، ۵۳۶ ، ۵۷۳ ، ۵۷۷

قضاعه : ۳۰ ، ۸۹ ، ۳۶۳ ، ۳۰۳
قسطنطانه : ۳۳ ، ۳۲
القلب والا بدال : ۳۵۳
قیس : ۵۳
قیس (قبیله) : ۵۳ ، (قیس بن ثعلبه) : ۳۳۶ ، ۶۱۳
قین : ۳۸۲

ک

کامل المبرد : ۲۹۹
(کتاب) فی المیسر : ۵۷۰
کتاب الاحکام : ۵۷۸
کتاب الاصنام (للجاحظ) : ۹۵
کتاب الاصنام : ۷۳
کتاب الاغانی : ۱۳۲ ، ۳۳۵ ، ۳۳۶ ، ۳۳۸
کتاب الامثال : ۲۳۳
کتاب الامثال (للمیدانی) : ۵۱۸
کتاب الاوائل : ۱۳ ، ۳۹۳
کتاب الاوائل (للعسکری) : ۱۶
کتاب الجاجم : ۲۳۲
کتاب الحیوان (للدمیری) : ۳۸۵
کتاب خبر سد مارب : ۳۰۱
کتاب الخمره : ۲۶۸ ، ۲۷۲
کتاب الشعر والشعرا : ۲۳۸
کتاب الطبقات : دیکهیں طبقات الشعراء

Marfat.com

کتاب لب لباب لسان العرب :
۲۱، ۲۹ (لب اللباب) : ۱۳۲،
۲۸۹ ، ۳۰۲ ، ۳۲۹ ، ۳۶۵
کتاب مجابی الدعوة : ۲۶۱
کتاب المعارف : ۱۲۹ ، ۱۳۱، ۸۱۸
کتاب المعمرین : ۱۶۰
کتاب مفتاح السعادة : ۱۱۲
کتاب المیسر والقداح : ۱۷۵ح
کتاب النبات : ۱۹
کتاب النتائج : ۳۹۶
کشاف : ۳۶۳
کعبه : ۳۱ ، ۷۳ ، ۷۵ ، ۷۶ ،
۷۹ ، ۸۰ ، ۸۲ ، ۸۳ ، ۸۵ ،
۹۳ ، ۹۳ ، ۹۵ ، ۱۵۱ ،
۱۶۲ ، ۱۷۰ ، ۱۷۱ ، ۱۹۳ ،
۱۹۳ ، ۲۲۸ ، ۲۳۱ ، ۲۳۵ ،
۲۵۰ ، ۲۵۱ ، ۲۵۲ ، ۲۵۳ ،
۲۶۰ ، ۵۳۱ ، ۵۷۳ ، ۵۷۷
کلاب (جنگ) : ۳۷۵ ، ۶۱۰
کنانه : ۸۶ ، ۲۵۳ ، ۵۳۸
الکنایات الکبیر : ۳۶۷
کوفه : ۳۳ ، ۳۳۹ ، ۵۰۱، ۶۱۳

ل

لب لباب : ۳۸ ، ۶۰ ، نیز دیکھیں
کتاب لب لباب لسان العرب
لخم : ۶۲ ، ۸۹ ، ۱۳۸ ، ۱۷۲
(بنو) مالک بن کنانه : ۵۸۷

م

المجاز : ۳۸۷
مجمع الامثال : ۳۶۳
محکم : ۵۱۸
مدائن : ۲۰۰
مدینه : ۳۹ ، ۷۷ ، ۷۸ ، ۸۵ ،
۲۰۳ ، ۲۳۶ ، ۳۸۹ ، ۶۱۳
مذحج : ۷۶
مرآة (الزمان) : ۱۸۲
مروج الذهب : ۳۶ ، ۳۰۱
مشارف شام : ۸۹
مزدلفه : ۱۰
مزینه : ۸۹ ، ۹۰
مساوی الخمرة و مفاسدها : ۲۶۱،
۲۶۳ ، ۳۹۱ ، ۳۹۳
مستدرک : ۲۳۲
مشقر : ۱۵۰
مشلل : ۷۸
مصابیح الظلام : دیکھیں بنو تیم
مصر : ۳۶ ، ۲۶۱
مصعد : ۷۹
مضر : ۵۰ ، ۷۸ ، ۳۶۰ ، ۵۸۳ ،
۵۹۸ ، ۶۱۲
معد : ۳۱ ، ۷۸ ، ۱۳۹
مفتاح دار السعاده : ۳۵۱
مفصل : ۳۹۹

Marfat.com

مقاتل الفرسان : ٣٨٧
مقام ابراهیم : ٢٦٠
مکہ : ٢٨ ، ٣٠ ، ٣١ ، ٤٣ ، ٤٨ ، ٨١ ، ٨٣ ، ٩٣ ، ١١٩ ، ١٣٢ ، ١٣٣ ، ١٥٠ ، ١٥١ ، ١٦٢ ، ١٧١ ، ١٧٢ ، ١٨٩ ، ١٩٠ ، ١٩٣ ، ٢٣٢ ، ٢٣٣ ، ٢٣٥ ، ٢٥٢ ، ٢٥٩ ، ٢٦٠ ، ٣٨٩ ، ٥٧٣ ، ٦٠٩
ملتان : ٩٩
الملل و النحل : ١١٠
منٰی : ١٠ ، ٥٨٦
مناف (بت) : ٢٣٣
مناهج الفکر و مباهج العبر : ٥٦٣
مندل : ٩
وصل : ١٧١
میفعہ : ١٧٢

ن

نجران : ٢٨ ، ٩٣ ، ١٥٢ ، ١٥٣ ، ١٥٥ ، ١٥٦ ، ٣٣٦
نخل یمامہ : ٣٧
نخلہ : ٣٩٦
نخلہ شامیہ : ٧٩
نسب (قریش) : ٢١٥
نسب (کتاب الانساب) : ١٣٢
نقیع : ٥٠٦
نہج البلاغہ : ٣٢٩
نوادر القالی : ٣٧٩

ھ

ہبل : ٥٧٣ ، ٥٧٧
ہجر : ١٥٠
ہذیل : ٤٨ ، ٣٩٥ ، ٣٩٦ ، ٦١٣
ہمدان : ٧٦ ، ١٣٧
ہند : ٢٨١
ہندوستان : ٣٦ ، ٩٩ ، ١٣٩
ہوازن : ٥٣ ، ٦١٣
ہیت : ٣٣ ، ٣٢ ، ٣٦٥

و

وادیٔ حراض : ٧٩

ی

یثرب : ٣١ ، ١٥٠ ، ١٥١ ، ٢١٠ ، ٥٨٣
یمامہ : ١٩٧ ، ٣٦٥ (نیز دیکھیں جوّ)
یمن : ١٦ ، ٢٢ ، ٢٣ ، ٢٧ ، ٢٨ ، ٣٠ ، ٣٧ ، ٥١ ، ٥٥ ، ٧٦ ، ١٣٣ ، ١٥١ ، ١٥٥ ، ٢٣٠ ، ٢٥٧ ، ٣٩٥ ، ٦٠٠ ، ٦٠١ ، ٦١٣ ، ٦١٤
ینبع : ٤٦

Marfat.com

Marfat.com

قومی تاریخ کے محدود سرمائے میں چند اہم اضافے

سفر

تصنیف : جسٹس ایس اے ۔ رحمان

" سفر کا مرکزی خیال تخلیق پاکستان کا ذہنی پس منظر اجاگر کرنا ہے ۔ رحمان صاحب نے برصغیر میں مسلمان قوم کے سفرِ آزادی کو بڑی خوبی سے پیش کیا ہے ۔" روزنامہ " نوائے وقت " لاہور **قیمت : تین روپے**

محمد علی جناح

تصنیف : ہیکٹر بولائتھو ۔ ترجمہ : زہیر صدیقی

" بانیٔ پاکستان حضرت قائد اعظم پر اب تک جس قدر کتابیں لکھی جاچکی ہیں ان میں ہیکٹر بولائتھو کی کتاب مستند ، دلچسپ اور جامع سمجھی جاتی ہے ۔" روزنامہ " جنگ " کراچی **قیمت : پانچ روپے**

تذکرۂ صوفیائے بنگال — تذکرۂ صوفیائے سرحد

تصانیف : مولانا اعجاز الحق قدوسی

یہ دونوں کتابیں ہماری مشترکہ روحانی اور تہذیبی وراثت پر روشنی ڈالتی ہیں ۔ ان کے مطالعے سے پاکستان کے مختلف علاقوں کے درمیان یک جہتی کو فروغ ملے گا ۔

قیمت : تذکرۂ صوفیائے بنگال : پانچ روپے ۔ تذکرۂ صوفیائے سرحد : دس روپے

خلاصة التواریخ

تصنیف : سجان رائے بٹالوی ، ترجمہ : ناظر حسن زیدی

یہ کتاب برعظیم ہند کے اولین دور سے اورنگ زیب عالمگیر کے عہد تک کے واقعات کا احاطہ کرتی ہے اور ہماری قومی تاریخ کا نہایت اہم ماخذ ہے ۔

قیمت : بارہ روپے

تاریخ مغربی پاکستان (جلد اول)

تصنیف : رشید اختر ندوی

مغربی پاکستان کی وحدت ایک اٹل تاریخی حقیقت ہے ۔ اس کتاب کے ذریعے اس حقیقت کی چہرہ کشائی کا آغاز کیا جا رہا ہے ۔ جلد اول سکندر اعظم کے حملے سے قبل کے واقعات پر مشتمل ہے ۔ **قیمت : ساڑھے سات روپے**

مرکزی اردو بورڈ

ٹائیٹل مطبوعہ : مکتبہ جدید پریس ، لاہور

Marfat.com

قومی تاریخ کے محدود سرمائے میں چند اہم اضافے

سفر

تصنیف : جسٹس ایس اے ۔ رحمان

" سفر کا مرکزی خیال تخلیق پاکستان کا ذہنی پس منظر اجاگر کرنا ہے ۔ رحمان صاحب نے برصغیر میں مسلمان قوم کے سفرِ آزادی کو بڑی خوبی سے پیش کیا ہے ۔" روزنامہ " نوائے وقت " لاہور قیمت : تین روپے

محمد علی جناح

تصنیف : ہیکٹر بولائتھو ۔ ترجمہ : زہیر صدیقی

" بانیٔ پاکستان حضرت قائد اعظم پر اب تک جس قدر کتابیں لکھی جاچکی ہیں ان میں ہیکٹر بولائتھو کی کتاب مستند ، دلچسپ اور جامع سمجھی جاتی ہے ۔" روزنامہ " جنگ " کراچی قیمت : پانچ روپے

تذکرۂ صوفیائے بنگال — تذکرۂ صوفیائے سرحد

تصانیف : مولانا اعجاز الحق قدوسی

یہ دونوں کتابیں ہماری مشترکہ روحانی اور تہذیبی وراثت پر روشنی ڈالتی ہیں ۔ ان کے مطالعے سے پاکستان کے مختلف علاقوں کے درمیان یک جہتی کو فروغ ملے گا ۔

قیمت : تذکرۂ صوفیائے بنگال : پانچ روپے ۔ تذکرۂ صوفیائے سرحد : دس روپے

خلاصۃ التواریخ

تصنیف : سجان رائے بٹالوی ، ترجمہ : ناظر حسن زیدی

یہ کتاب برعظیم ہند کے اولین دور سے اورنگ زیب عالمگیر کے عہد تک کے واقعات کا احاطہ کرتی ہے اور ہماری قومی تاریخ کا نہایت اہم ماخذ ہے ۔

قیمت : بارہ روپے

تاریخ مغربی پاکستان (جلد اول)

تصنیف : رشید اختر ندوی

مغربی پاکستان کی وحدت ایک اٹل تاریخی حقیقت ہے ۔ اس کتاب کے ذریعے اس حقیقت کی چہرہ کشائی کا آغاز کیا جا رہا ہے ۔ جلد اول سکندر اعظم کے حملے سے قبل کے واقعات پر مشتمل ہے ۔ قیمت : ساڑھے سات روپے

مرکزی اردو بورڈ

ٹائیٹل مطبوعہ : مکتبہ جدید پریس ، لاہور

Marfat.com

اور کہتا ہے :

وَبَلْدَةٍ مِثْلِ ظَهْرِ التُّرسِ مُوحِشَةٍ
لِلْجِنِّ بِاللَّيْلِ فِی حَافَاتِهَا زَجَلُ

بہت سے ایسے شہر ہیں جو بے آب و گیاہ میدان کی پشت کے مانند ہیں اور جس کے اطراف میں رات کے وقت جن آوازیں نکالتے ہیں

حافات : جوانب ، زجل : آوازیں نکالنا

ایک اور کہتا ہے :

بِبَيْدَاءَ فِی أَرْجَائِهَا الجِنُّ تَعْزِفُ

ایسے بیابان میں جس کے اطراف میں جن آوازیں نکالتے ہیں

اس سلسلے میں بہت سے شعر کہے گئے ہیں اور جو قصے ابھی ہم بیان کر چکے ہیں وہ اسی سے تعلق رکھتے ہیں - (ایسے قصے) آکام المرجان میں اس قدر مندرج ہیں کہ ہمیں (یہاں) اس قصے کو طول دینے کی ضرورت محسوس نہیں ہوتی -

ان کے اعتقادات میں سے ایک بات یہ تھی کہ جب کوئی شخص سانپ کو مار دے تو انہیں ڈر لگا رہتا کہ کہیں جن اس کا بدلہ نہ لیں - لہٰذا وہ لید لیتے اور اسے ریزہ ریزہ کرکے سانپ کے سر پر ڈال دیتے اور کہتے یہ لید ہے خدا کرے تمہارا بدلہ لینے والا بدلہ لینے میں دیر کرتا رہے - ایک شاعر کہتا ہے :

طَرَحْنَا عَلَيْهِ الرَّوْثَ وَالزَّجْرُ صَادِقٌ
فَرَاتَ عَلَيْنَا ثَأْرُهُ وَالطَّوَائِلُ

ہم نے اس پر لید ڈالی اور ہماری فال سچی تھی لہٰذا اس کے خون کا بدلہ لینے کے معاملے میں اور دشمنی کرنے میں ڈھیل ہوتی گئی

بعض اوقات مارے ہوئے سانپ پر تھوڑی سی راکھ ڈال دی جاتی

Marfat.com

بلوغ الارب

تالیف: محمود شکری آلوسی
ترجمہ: پیر محمد حسن

مرکزی اردو بورڈ

جلد سوم

Marfat.com